فتاویٰ علماءِ ہند

جلد-۱۱

تیار کردہ

منتخب علماء ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیر نگرانی

حضرت مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی

باہتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ

ممبائی۔ الہند

فتاویٰ علماءِ ہند

جلد-۱۱

تیار کردہ

منتخب علماءِ ہند

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیرِ نگرانی

حضرت مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی

باھتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ

ممبائی۔ الہند

نام کتاب	:	فتاویٰ علماء ہند (جلد-۱۱)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب
زیرنگرانی	:	حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت	:	جون ۲۰۱۷ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ وڈیزائننگ	:	محمد رضاء اللہ قاسمی
ناشر	:	منظمۃ السلام العالمیۃ، ممبائی، الھند

یہ کتاب "منظمۃ السلام العالمیۃ" کی

طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے

وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمۃ السلام العالمیۃ

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com Mob. : +91-7303 7076 05

کتاب الصلاۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللّٰه عزوجل:

﴿الذين يؤمنون بالغيب ويقيمون الصلاة ومما رزقناهم ينفقون﴾

(سورة البقرة:٣)

قال الضحاک عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما:

إقامة الصلاة إتمام الركوع والسجود والتلاوة والخشوع والإقبال عليها.

(تفسير ابن كثير: ١/٧٨،دارالكتب العلمية)

قال الشيخ ثناء اللّٰه:

يحافظون على حدودها وشرائطها وأركانها وصفاتها الظاهرة من السنن والآداب والباطنة من الخشوع والإقبال.

(التفسير المظهرى: ١/٢٠،مكتبة الرشدية)

قال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم:

سووا صفوفكم فإن تسوية الصفوف من إقامة الصلاة.

(صحيح البخارى،كتاب الأذان،باب إقامة الصف من تمام الصلاة،رقم الحديث:٧٢٣)

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحات

فہرست مضامین (۵-۳۸)

صف بندی کے احکام ومسائل (۴۵-۵۶)

صف اول- فضائل ومسائل (۵۷-۶۶)

صفحات	عناوین	نمبر شمار

امام کے کھڑا ہونے کی جگہ (۶۷-۷۶)

محراب کی تعیین (۷۷-۹۲)

صف میں جگہ نہ ہو تو کہاں کھڑا ہو (۱۲۹-۱۳۶)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

صفوں کی ترتیب (۱۴۹-۱۶۲)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

مدرک، لاحق اور مسبوق کے احکام ومسائل (۱۷۵-۲۵۸)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

امام کی پیروی کے مسائل (۲۷۷-۲۹۰)

مفسدات نماز (۳۳۹-۴۵۴)

مباحات نماز (٤٥٥-٤٩٤)

☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كلمة الشكر

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، ولا عدوان إلا على الظالمين، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، إله الأولين والآخرين وصلى الله عليه وعلى آله وأصحابه الذين ساروا على طريقته في الدعوة إلى سبيله، وصبروا على ذلك وجاهدوا فيه حتى أظهر الله بهم دينه، وأعلى كلمته ولو كره المشركون، وسلم تسليما كثيرا .

باری تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ منظمۃ السلام العالمیہ کے زیر اہتمام موسوعہ ''فتاوی علمائے ہند'' کی گیارہویں جلد جو نماز کے مسائل سے متعلق ہے تکمیل کو پہنچی، خصوصاً اس جلد میں صف بندی اور امام ومقتدی کے مسائل مذکور ہیں۔ تنظیموں کی ارتقاء، افراد کی اجتماعیت ان کے اندر کے اخلاص پر مبنی ہے اور اس کا زوال اغراض وافتراق پر منحصر ہے۔

فتاویٰ علمائے ہند اپنے انگریزی وعربی ترجمہ کے ساتھ تقریباً 200 جلدوں پر مشتمل ہوگا، ان شاء اللہ اس کی طباعت واشاعت کے آخری مرحلے تک ''درد کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک'' ایک عرصہ درکار ہے۔

علما وصلحا کی جماعت مستقل اس میں لگی ہوئی ہے، بندہ بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہے کہ باری تعالیٰ اس جماعت کو اپنے رضا کے لیے تکمیل کے آخری مرحلے تک مربوط رکھے اور ہماری اغراض کی وجہ سے ہمیں بکھرنے سے بچائے۔

اللہ کا شکر ہے کہ ارکان منظمہ اپنے اندر سوز وگداز کے ساتھ اس کام کو پائے تکمیل تک پہنچانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ پاک نفس وشیطان کے دھوکے سے محفوظ فرمائے اور اس کی اشاعت کے آخری مرحلے کو آسان کردے۔ رب کریم اس خدمت کو عالم اسلام کے لیے نافع بنادے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اس عاجز بندہ کو دعا میں یاد رکھیں۔

بندہ شمیم احمد
ناشر فتاویٰ علمائے ہند
خادم منظمۃ السلام العالمیۃ، ممبئی (انڈیا)

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تأثرات

الحمدللّٰہ کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، أمابعد:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، ہر دور کے ہر انسان کی زندگی کے جملہ مراحل میں پیش آمدہ مسائل کے حل کو بیان کرنا اور اس کی رہنمائی کرنا ہی اس کی امتیازی شان ہے، لہذا اسلام عوام الناس کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے پیش آنے والے مسائل کے تعلق سے علماء وفقہاء سے رجوع کر کے ان سے دین کی معلومات اور احکامات شرعیہ سے واقفیت حاصل کریں اور وہ اہل علم کو بھی پابند کرتا ہے کہ وہ امت کے افراد کی نصوص شرعیہ کی روشنی میں صحیح طریقے سے ان کی رہنمائی کریں۔ اس ضرورت کے پیش نظر عوام وخواص کی طرف سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات کو فقہاء کی اصطلاح میں استفتا اور افتا سے تعبیر کیا جاتا ہے، بعد کے ادوار میں فقہا کے انہیں احکامات کو جمع کرنے اور اپنی عوام کے افادے کے لیے اس کو شائع کرنے کا بھی سلسلہ جاری ہوا، عہد نبوت سے آج تک صحابہ وتابعین کے علاوہ دیگر مختلف علماء وفقہاء کے مختلف زبانوں میں فتاوے مرتب ہو کر زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں اور لوگ اپنے پیش آمدہ مسائل میں ان سے رجوع کرتے ہوئے شرعی حل معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ برصغیر میں مختلف ادوار میں مختلف مدارس دینیہ کی طرف سے اردو زبان میں کئی ضخیم فتاویٰ کے مجموعے شائع ہوئے ہیں، جن کو اگر یکجا کیا جائے تو ایک مستقل کتب خانہ بن جائے۔ حضرت مولانا اسامہ شمیم صاحب ندوی (جو المجلس العلمی للفقہ الاسلامی کے ذمہ دار ہیں) کے تعاون سے اس وقت حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی صاحب ناظم امارت شرعیہ نے ۴۰؍ سے زائد مجموعہائے فتاویٰ سے مکررات کو حذف کرتے ہوئے ذیلی عناوین کے ساتھ متعلقہ مسائل کو یکجا کر کے فتاویٰ علماء ہند کے نام سے منظر عام پر لانے کی ایک کامیاب کوشش فرمائی ہے۔

آپ کی یہ خدمت یقیناً برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک نادر تحفہ ہے، جس کے ذریعہ مبتلا بہ کے لیے اپنے متعلقہ مسئلہ کے شرعی حل سے بہ آسانی واقفیت ہو سکتی ہے۔ یہ کام جس دقت نظری اور عرق ریزی کا تقاضہ کرتا ہے، اہل علم اس سے خوب واقف ہیں، اب تک الحمدللہ اس سلسلہ کی کئی جلدیں شائع ہو چکی ہیں، باقی آگے کا کام جاری ہے۔ امت کی طرف سے اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

بندہ ناچیز کو بھی جستہ جستہ کچھ فتاویٰ دیکھنے کا موقع ملا، جس سے اندازہ ہوا کہ ان حضرات نے کس جانفشانی ومحنت سے فتاویٰ کی ترتیب وتعلیق وتخریج کا یہ کام انجام دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اہل علم کی طرف سے ان کی خوب پذیرائی ہوگی اور اس کو علم فقہ کا ایک تاریخی کارنامہ شمار کیا جائے گا اور علماء وعوام دونوں صحیح طریقے سے اس سے فائدہ اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

میں مولانا شمیم صاحب اور مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب کا ممنون ہوں کہ ان چند سطور کے توسط سے مجھ ناچیز کو بھی اس عظیم کار خیر میں شامل ہونے کا موقع عنایت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی خدمات کو قبول فرمائے۔ (فجز اہم اللہ احسن الجزاء)

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم

(از خادم جامعہ)
مقبول احمد کوبٹے ندوی
مہتمم جامعہ اسلامیہ بھٹکل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين،أما بعد:

برصغیر ہندوپاک سیکڑوں سال سے اسلامی علوم کا مرکز رہا ہے، مختلف اسلامی علوم کے ماہرین اور عبقری شخصیات اس سرزمین پر ظاہر ہوئی ہیں اور انہوں نے علوم اسلامیہ کی تاریخ میں اپنے انمٹ نقوش ثبت کئے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحیٔ الحسنی صاحب نزہۃ الخواطر نے اسلامی علوم وفنون میں ہندوستانی علماء کی تصنیفات اور اہم علمی کارناموں کو اپنی کتاب ''الثقافۃ الإسلامیۃ فی الہند'' (اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں) کے نام سے مرتب فرمادیا ہے۔

ہندوستان میں مسلم حکومت کے ختم ہونے کے بعد اور انگریزوں کا استعمار قائم ہونے کے بعد بھی اسلامی علوم وفنون کی نشر واشاعت اور ان میں تصنیف وتالیف وتحقیق کا سلسلہ جاری رہا، انگریزوں کے دور غلامی میں اور ملک آزاد ہونے کے بعد اس برصغیر میں اسلامی علوم پر جو خدمات انجام دی گئیں، ان کا حجم اور ان کی کیفیت مسلم دور حکومت کی خدمات سے کم نہیں۔

فتاویٰ کے میدان میں برصغیر ہندوپاک کے علماء نے بے شمار کتابیں لکھیں، فتاویٰ مرتب کئے اور شائع کئے، علماء ہند کے فتاویٰ کے بہت سے مجموعے شائع ہوتے رہے اور ان سے لوگ استفادہ کرتے رہے۔ بعض اہل علم کو اس بات کا خیال آیا کہ مختلف فتاویٰ میں بکھرے ہوئے فتاویٰ کو موضوعات کے اعتبار سے مرتب کردیا جائے، یہ بڑا خوش آئند اور مبارک خیال تھا، جو برگ وبار لایا، حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ناظم امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ (وچیرمین ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن) کی نگرانی میں فتاویٰ علماء ہند کی ترتیب، تحقیق اور تعلیق کا کام شروع ہوا، ۲۰۱۳ء میں اس کی دو جلدیں شائع ہوئیں اور اس کے بعد مزید جلدوں کی اشاعت جاری ہے۔

فتاویٰ علماے ہند کے کاموں کو آگے بڑھانے میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نوجوان فاضل مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی، رئیس منظمۃ السلام العالمیہ بڑے سرگرم اور فکرمند ہیں، یہ کام جو اپنی اہمیت اور افادیت کے اعتبار سے بڑا عظیم کام ہے اور ایک اہم انسائیکلوپیڈیا کی اہمیت رکھتا ہے، اس کی تکمیل ان شاء اللہ تعالیٰ برصغیر ہندوپال کے علماء ومفتیان کرام کے افادات اور تحقیقات سے استفادہ آسان ہوجائے گا اور علم وتحقیق کا یہ عظیم ذخیرہ وقف عام ہوجائے گا۔

میں حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب اور مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی صاحب کو اس کام پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو مکمل کرائے اور اہل علم نیز عامۃ المسلمین کے لیے نافع بنائے۔

عتیق احمد بستوی
استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی، ہند
صدر معہد الشریعہ لکھنؤ

۲۹؍ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ، مطابق ۶؍جنوری ۲۰۱۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰه رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين، وبعد:

برادرم مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی دامت برکاتہم کے ذریعہ موسوعہ ''فتاویٰ علماء ہند'' جلد اول پر مشتمل (فہرست کی) فائل موصول ہوئی، جو فی الوقت میرے ہاتھوں میں ہے، اس کتاب کی تکمیل مولانا موصوف کی نگرانی میں ہورہی ہے، کتاب کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ یہ کام انتہائی افادیت کا حامل اور کارآمد ہے، گرچہ یہ کام انتہائی دشوار اور کام بصیرت اور بلند عزائم کا متقاضی ہے۔

مولانا موصوف کے تحریر شدہ پیش لفظ کے مطابق اس انسائیکلوپیڈیا (موسوعہ) میں اپنے دور کے ائمہ فتاویٰ کے تمام تر مفید ترین فقہی جزئیات اور انتہائی اہم ومعروف ومشہور پندرہ (۱۵) فتاویٰ کی کتابوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

اللہ رب العزت مولانا کو اس فقہی موسوعہ کے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق مرحمت فرمائے، ان کی اور تمام معاونین کی خدمات کو بے انتہا قبول فرمائے اور اس جیسے مزید قابل قدر علمی کام آسان فرمائے۔

وصلى اللّٰه وسلم على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين

آمين

سلیمان یوسف البنوری
بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
۱؍جون بروز سوموار ۲۰۱۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد لله الذی جعل الصلاة عماد الدين، وجعلها رسول الله صلى الله عليه وسلم علامة فارقة تميز المسلمين من الكافرين،أحمده سبحانه أن جعلنا من أهل الصلاة،وأشكره على ما حبانا وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله إلى جميع الثقلين، اللّٰهم صل وسلم على عبدك ورسولك محمد، وعلى آله وأصحابه ومن على سنته إلى يوم الدين، أما بعد:

الحمدللہ فتاوی علمائے ہند کی گیارہویں جلد آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، یہ جلد بطور خاص صف بندی، امام ومقتدی کے مسائل اور مکروہات ومفسدات نماز کے متعلق مسائل پر مشتمل ہے۔

نماز میں صف بندی کی بڑی اہمیت اور سخت تاکید آئی ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"سَوُّوا صُفُوفَكُمْ، فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ" تم اپنی صفوں کو درست کیا کرو کیونکہ صفوں کی درستی سے نماز قائم ہوتی ہے۔" (صحیح البخاری ۱/۱۰۰) حدیث مذکور میں "تسویۃ الصّف" کو اقامت صلوٰۃ کا حصہ قرار دیا گیا ہے، علامہ بدرالدین عینی "اقامت صلوٰۃ" کی تشریح یوں بیان فرماتے ہیں: "يراد بها ايضاً سد الخلل الذى فى الصف." اقامت صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ صف میں نمازیوں کے درمیان ذراسی جگہ بھی خالی نہ رہے"۔ (عمدۃ القاری:۴/۳۵۳)۔

سابقہ جلدوں کی طرح یہ جلد بھی فقہائے معاصرین کی خدمت میں پیش کی گئی، نظر ثانی کرائی گئی، تاکہ مؤثق ہوکر مؤید من اللہ ہوجائے۔

یہ خدمت بہت عالی اور عظیم ہے، بہت اہم اور نازک ذمہ داری ہے، بندہ کو اپنی کم علمی اور بے مائیگی کا احساس ہمیشہ دامن گیر رہتا ہے۔ اگر اللہ تعالی کی توفیق اور بزرگوں کی دعائیں شامل حال نہ ہوں تو انسان کچھ نہیں کرسکتا۔ حتی الوسع اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر مسئلہ دلائل وشواہد کے ذریعہ ناظرین کی خدمت میں پیش ہوجائے۔

الحمدللہ سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی فتاویٰ کے سوال وجواب کو بعینہ ذکر کیا گیا ہے ساتھ ہی تمام فتاویٰ میں اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ و تابعین کے اقوال وآثار کو اہتمام کے ساتھ ذکر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ اور بھی زیادہ مدلل ہوگئے ہیں۔

اللہ تعالی کا احسان ہے کہ فتاوی علمائے ہند کا یہ سلسلہ اہل علم میں خوب مقبول ہورہا ہے لیکن بہرصورت یہ ایک بشری کاوش ہے جس میں خطا و ثواب کا امکان ہے چنانچہ اہل علم سے گزارش ہے کہ متنبہ فرماتے رہیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ازالہ ممکن ہوسکے۔

میں شکرگزار ہے اپنے بزرگوں اور اپنے ساتھیوں کا جنہوں نے اس جلد کو تیار کرنے میں انتھک کوشش ومحنت کی اور اس ناکارہ کا خوب ساتھ دیا، اللہ تعالی بہترین جزائے خیر عطا فرمائے اور اسے ذخیرہ آخرت بنائے۔

بندہ محمد اسامہ شمیم الندوی
رئیس المجلس العالمی للفقہ الاسلامی، ممبئی، الہند

یکم اگست ۲۰۱۷ء، مطابق: ۸/ ذی القعدہ ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیة

الحمد للّٰہ علی سابغ إفضاله و الصلاة و السلام علی سیدنا محمد و آله وبعد !

نماز جیسی عبادت کی ادائیگی میں جماعت کی پابندی اور جماعت کے لیے صف بندی ضروری ہے، اقامت صلوٰۃ کی بہتر شکل یہی ہے؛ اسی لیے اقامت صفوف اور تسویہ صفوف کی احادیث میں بہت زیادہ تاکید آئی ہے اور صفیں سیدھی نہ ہونے پر بہت سخت وعیدیں بھی آئی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ صفیں سیدھی رکھا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے بگاڑ دیں گے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ صفوں میں سیدھے کھڑے رہا کرو، آگے پیچھے نہ رہا کرو، ورنہ تمہارے دل بدل جائیں گے، آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی اور نااتفاقی پھیل جائے گی۔ ترمذی شریف میں خلفاء راشدین حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا معمول درستگی صف کا نقل کیا گیا ہے کہ ان حضرات نے باقاعدہ آدمی مقرر کیا تھا صفوں کی درستگی کے لیے، جب صفوں کی درستگی کے بعد آواز آتی کہ صفیں درست ہوگئی ہیں تو نماز شروع کی جاتی، اسی بنیاد پر صحابۂ کرام، تابعین عظام اور ائمۂ اربعہ؛ یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اس بات پر متفق ہیں کہ صفوں کی درستگی ضروری ہے، جو نماز شروع ہونے سے قبل مکمل ہوجانی چاہیے۔ جماعت کی صحت اور فساد کا دارومدار امام اور مقتدی کے مسائل کی معلومات پر موقوف ہے، نیز ہر نمازی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان مسائل کو جانے، جس کا لازمی اثر نماز کی صحت وعدم صحت پر پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر ہے کہ اس نے **''فتاویٰ علماء ہند''** کی نماز کے مسائل سے متعلق ''جلد-۱۱'' کی ترتیب وتحقیق کی توفیق مرحمت فرمائی، اس جلد میں صف بندی کے مسائل، امام ومقتدی کے مسائل، مفسدات ومکروہات نماز سے متعلق مسائل کو شامل کیا ہے، سابقہ جلدوں کی طرح فتاویٰ علماء ہند کے اس حصہ (۱۱رویں) میں فتاویٰ کے سوال وجواب کو من وعن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کردیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتیٰ بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔

امید ہے کہ علما، ائمہ، اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے، حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ وتابعین کے آثار واقوال کو نقل کردیا ہے، جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہوگئے ہیں۔

میں اس موقعہ سے محبّ گرامی مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی ازہری زید مجدہم اور ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن، پھلواری شریف (پٹنہ) کے ارکان ومعاونین کا شکرگزار ہوں، جو ۲۰۰۶ء سے اس خدمت میں مشغول ہیں۔ اللہ ان تمام معاونین ومخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

(انیس الرحمٰن قاسمی)
ناظم امارت شرعیہ، بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ، پٹنہ
چیرمین ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن، پٹنہ (بہار)

۳؍رجب المرجب ۱۴۳۸ھ

صف بندی کے احکام ومسائل

امام وموذن کب کھڑے ہوں:

سوال: قصبہ سکندر پور کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے وقت نور الہدی صاحب مڈل پاس نے بیان کیا کہ جب خطیب خطبہ پڑھ چکے تو امام اور مقتدی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں، تنہا مکبر کھڑا ہو کر تکبیر کہے اور جب پہلی حی علی الصلوۃ پکارے تو امام مصلّٰی پر اور مقتدی صف بندی کر کے کھڑے ہو جائیں، جب قد قامت الصلوٰۃ کہے امام نیت باندھے، یہ طریقہ مسنون ہے، سنا گیا ہے کہ اس طریقہ کو امام مدنی جامع مسجد کلکتہ نے تھوڑے دنوں سے رائج فرمایا ہے، چونکہ یہ طریقہ بالکل نیا ہے؛ اس لیے مسلمانان سکندر پور آنحضرت سے استفسار کرتے ہیں کہ اس مسئلہ میں فتویٰ صادر فرماویں کہ یہ قابل عمل ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

طریقہ مسنون یہی ہے کہ موذن جب حی علی الصلوۃ کہے، تب امام ومقتدی صف بصف کھڑے ہوں اور قد قامت الصلوۃ کے وقت نماز شروع کردے۔

شرح وقایہ میں ہے:

”ويقوم الإمام والقوم عند حي على الصلاة ويشرع عند قد قامت الصلاة“.(۱)

مگر واضح رہے کہ جماعت بڑی ہو اور صف بندی حی علی الصلوۃ پر کھڑے ہوتے ہی نہ ہو سکتی ہو، تب ضروری ہے کہ سب لوگ کھڑے ہو کر پہلے صف درست کرلیں؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستی صفوف کی بے حد تاکید فرمائی ہے۔ چناں چہ ارشاد ہے:

”سووا صفوفكم“.(۲)

---

(۱) شرح الوقاية،باب الآذان:۱ / ۱۵۵

(۲) صحيح البخاری،باب إقامة الصف من تمام الصلاة،رقم الحديث:۷۲۳-۱/۱۵۲،بيت الأفكار/صحيح ابن حبان،ذكر الأمر بتسوية الصفوف،رقم الحديث:۲۱۶۵/مسند ابن الجعد،رقم الحديث:۵۶۳،انيس) ==

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل برابر اسی طرح رہا ہے کہ پہلے چند شخص کو صف درست کرنے پر مقرر فرماتے، جب ساری صفیں درست ہوجاتی تھیں، تب نماز شروع ہوتی۔

"أن عمر بن الخطاب كان يأمر بتسوية الصفوف فإذا جاؤوا فأخبروه أن قد استوت.(۱)

"أن عثمان ابن عفان أنه كان يقول في خطبته ...فإذاأقيمت الصلاة فاعدلوا الصفوف،حاذوا بالمناكب،فإن اعتدال الصف من تمام الصلٰوة،ثم لايكبر،حتٰى يأتيه رجال قد وكلهم لتسوية الصفوف،يخبرونه إنها قد استوت،فيكبر.(۲)

== سووا صفوفكم.(الصحيح لمسلم،كتاب الصلاة،باب تسوية الصفوف وإقامتها والفصل الأول منها والازدحام على الصف،رقم الحديث:۴۳۳-۱/۱۸۵،بيت الأفكار/مسند أبي داؤدالطيالسي،رقم الحديث:۲۰۹۴،انيس)

سووا صفوفكم.(سنن أبي داؤد،كتاب الصلا ة،تفريع أبواب الصفوف،باب تسوية الصفوف،رقم الحديث:۶۶۸-۱/۹۴،بيت الأفكار/مسند أبي يعلى الموصلي،رقم الحديث:۲۹۹۷،انيس)

لتسون صفوفكم.(جامع الترمذي،كتاب الصلاة،باب ماجاء في إقامة الصفوف،رقم الحديث:۲۲۷ - ۱/۲۲۸،بيت الأفكار/مسند السراج،رقم الحديث:۷۳۸،انيس)

أقيموا صفوفكم.(سنن النسائي،كتاب الصلاة،باب حث الإمام على رص الصفوف والمقاربة بينهما، رقم الحديث: ۸۱۳-۱/۴۲۶،دارالمعرفة،انيس)

سووا صفوفكم.(سنن ابن ماجة،كتاب إقامة الصلاة،باب إقامة الصفوف،رقم الحديث:۹۹۳-۱/۱۱۴،بيت الأفكار /مستخرج أبي عوانة،رقم الحديث:۱۳۷۲،انيس)

سووا صفوفكم.(كتاب الآثارلأبي يوسف،رقم الحديث:۱۵۹-۱/۲۳،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

فسووا صفوفكم.(مسند الإمام أحمد بن حنبل،مسند أبي هريرة رضي الله عنه،رقم الحديث:۷۱۹۹-۱۲/۱۲۷، الموسوعة الحديثية،انيس)

(۱) المصنف لعبد الزراق،كتاب الصلاة،باب الصفوف،رقم الحديث:۲۴۳۸-۲/۴۷،المجلس العلمي ، انيس)

(۲) المصنف لعبد الرزاق،كتاب الصلاة،(باب)بقية الصفوف،رقم الحديث:۲۴۴۲-۲/۴۹،المجلس العلمي،انيس)

(عليه أن يأمر بتسوية الصفوف،ويشرف بنفسه أو بأحد أعوانه علٰى تسويتهاولايبدأ بالصلاة حتٰى تسوى، أما أمره بتسوية الصفوف فقد قال علقمة:كنا نصلي مع عمرفيقول:سووا صفوفكم لتلتقي مناكبكم لايتخللكم الشيطان كأنهابَنَاتُ حَذَفٍ.(المصنف لعبد الرزاق،كتاب الصلاة،باب الصفوف ،رقم الحديث : ۲۴۳۳- ۲/۴۶، المجلس العلمي/كتاب الآثارلأبي يوسف:۱۵۹،انيس)

أما مباشرته تسوية الصفوف بنفسه فعن أبي عثمان(النهدي)قال:مارأيت أحداً كان أشد تعاهداً للصف من عمر إن كان يستقبل القبلة حتٰى إذا قلنا قد كبر،التفت فنظر إلى المناكب والأقدام،وإن كان يبعث رجالاً يطردون الناس حتٰى يلحقوهم بالصفوف.(مصنف ابن أبي شيبة: ۱/۵۴،ماقالوا في إقامة الصف،رقم الحديث:۳۵۳۷/سنن البيهقي:۳/۱۱۳)

وقال:كان عمر يأمر بتسوية الصفوف ويقول:تقدم يافلا ن. (كنزل العمال:رقم الحديث:۲۲۹۹۳)

أما استعانه ببعض أعوانه لإقامة الصفوف،فعن نافع مولى ابن عمرقال:كان عمريبعث رجلاً ==

پس ظاہر ہے کہ ''حی علی الصلوٰۃ'' پر کھڑے ہونا اور ''قد قامت الصلوٰۃ'' پر شروع کرنا فعل مسنون ہے اور اگر صف کی درستی اتنی جلدی نہ ہو سکے، تب بلا صف درست کئے نماز شروع کرنا خلاف سنت ہے؛ کیوں کہ صحابہ چند شخصوں کو مقرر کرتے تھے کہ صفوں کو سیدھا اور درست کریں اور مونڈھے سے مونڈھا ملائیں، جب وہ اشخاص خبر دیتے کہ صف درست ہوگئی، تب نماز شروع کرتے، اس سے معلوم ہوا کہ درستی صف صحابہ کے نزدیک ''حی علی الصلاۃ'' کے وقت کھڑے ہونے سے زیادہ اہم تھی۔ **فافهم ولا تكن من الغافلين فإن هٰذا من أهم المسائل** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد حفیظ الحسن، ۲۷؍صفر ۱۳۴۴ھ، الجواب صواب: محمد عثمان غنی۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/ ۳۴۱-۳۴۲)

امام کو مصلی پر امامت کے لیے کب کھڑا ہونا چاہیے:

ہمارے یہاں ایک جماعت اقامت میں حی علی الصلوٰۃ پر کھڑی ہوتی ہے اور کچھ لوگ اس کو ناجائز سمجھ کر سختی سے مخالفت کرتے ہیں حتی کہ مخالفین نے اشتہار چھپوا کر تقسیم بھی کئے ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مسئلہ کا ثبوت احادیثِ کریمہ، یا شرح احادیث، یا کتبِ فقہ سے بھی ہے، یا نہیں؟

مسئلہ حی علی الصلوۃ کے عاملین مشکوٰۃ شریف وشرح مرقات واشعۃ اللمعات اور فتاویٰ عالمگیری وشرح وقایہ کی عبارت حتی کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب حوالہ میں پیش کرتے ہیں، آیا ان کتب معتبرہ کے حوالہ جات صحیح ہیں، یا نہیں؟ اگر صحیح ہیں تو اس کو ناجائز سمجھنے والے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب نہ ماننے والے از روئے شرع وہ حضرات کیا حکم رکھتے ہیں؟

۲- مخالفین فرماتے ہیں کہ علماء فرنگی محل کے نزدیک اقامت میں حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا جائز نہیں ہے، کیا واقعی ان کا قول صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو حضرت مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی کا شرح وقایہ جلد اول میں حاشیہ پر اس کے جواز پر دلیل لکھنا اور عدمِ جواز کو مکروہ جاننا کیا معنی رکھتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب امام اور سب مقتدی مصلے پر پہلے سے اس طرح موجود ہوں کہ یا تو صف بھی سیدھی کر چکے ہوں، یا صف

== **يقوم الصفوف ثم لايكبر حتىٰ يأتيه فيخبروه أن الصفوف قد اعتدلت.** (المصنف لعبد الرزاق، كتاب الصلاة، باب الصفوف، رقم الحديث: ٢٤٣٧-٤٧/١، المجلس العلمي، انيس) المؤطا: ١٥٨/١، المحلى: ٤/ ٥٨-١١٥)/ (موسوعة فقه عمر بن الخطاب عصره وحياته، ص: ٥٧٣) (مؤطا الإمام محمد، باب تسوية الصفوف، ص: ٨٨)

سیدھی کرنے میں دیر نہ لگے گی اور تکبیر تحریمہ کی فضیلت فوت نہ ہوگی تو ادب یہ ہے کہ لوگ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہوں، قد قامت الصلوٰۃ پر، یا اس کے بعد معاً نماز کا تحریمہ بندھ جائے۔

ادب کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پہلے اگر کھڑے ہو جائیں تو مکروہ، یا برا نہ ہو، مستحق عتاب ونکیر نہ ہوگا۔

فقہاء کرام نے اس مسئلہ کو اسی ادب کے موقع میں لکھا ہے، چنانچہ صاحب تنویر الابصار اور اس کی شرح الدر المختار میں اس طرح ہے:

(ولها آداب)تركه لايوجب إساءة ولاعتاباً كترك سنة الزوائد ؛لكن فعله أفضل،(نظره إلٰى موضع سجودهٖ حال قيامه)إلٰى قولهٖ (والقيام)لإمام وموتم (حين قيل:حي على الفلاح)(إن كان الإمام بقرب المحراب وإلا فيقوم كل صنفٍ ينتهي إليه الإمام على الأظهر،وإن دخل من قدام قاموا حين وقع بصرهم عليه". (۱)

اسی عبارت کا یہ جملہ: "**إن كان الإمام بقرب المحراب**" مفہوم بالا کا پورا پتہ دیتا ہے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ صرف جواز میں کلام نہیں؛ لیکن اس کو واجب اور ضروری قرار دینا کہ جو پہلے کھڑا ہو جائے، اس پر نکیر، یا طعن وتشنیع کی جائے، جیسا کہ اس پر اصرار کرنے والے کرتے ہیں، یہ ناجائز ہے۔

اور اگر امام قربِ محراب موجود نہ ہو اور نماز پڑھانے کے لیے پیچھے سے آئے تو جس صف میں آئے، اس صف کے لوگ کھڑے ہوتے جائیں اور اگر سامنے سے آئے تو جس وقت لوگوں کی نظر امام پر پڑے اور سمجھ لیں کہ جماعت کرانے آرہے ہیں تو امام پر نظر پڑتے ہی سب لوگ کھڑے ہو جائیں، جیسا کہ عبارتِ بالا کے اس جملہ "**وإلا فيقوم كل صنف، إلخ**" سے معلوم ہوتا ہے۔

اور اس میں حکمت یہ ہے کہ فوراً کھڑے ہو جانے میں امام کے مصلے پر پہنچنے تک صفیں سیدھی ہو کر تکبیر اولیٰ میں امام کی معیت بھی مل جائے گی اور یہی طریقہ جو فقہ کی مذکورہ بالا عبارت میں مذکور ہے، جناب سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور صحابہ کرامؓ کے عمل میں ملتا ہے، کتب صحاح حدیث اور غیر صحاح، جیسے مسلم شریف، ابوداؤد شریف، اور مصنف عبد الرزاق وغیرہا میں ایسا ہی معمول ملتا ہے، جیسا کہ بذل المجہود جلد ۱، ص ۳۰۷ میں دفعِ تعارض بین الروایات کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ويجمع بينهمابأن بلالاً كان يراقب خروج النبي صلى اللّٰه عليه وسلم،فأول ما يراه يشرع فى الإقامة قبل أن يراه غالب الناس،ثم إذا رأوه قاموا فلايقوم فى مكانه حتٰى تعتدل صفوفهم.

قلت:ويشهد له مارواه عبد الرزاق عن ابن جريج عن ابن شهاب:أن الناس كانوا ساعة يقول

(۱) الدر المختار: ۱/۴٤٦-٤٤٧، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة، انیس

المؤذن: اللّٰہ أکبر یقومون إلی الصلاۃ، فلا یأتي النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم مقامہ حتٰی تعتدل صفوف، إلخ''.(۱)

ان ہی احادیث وروایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلنے کے منتظر ومراقب رہتے تھے، جیسے ہی حجرۂ مبارک سے پردہ اٹھا اور اندازہ ہوا کہ جماعت کرانے تشریف لا رہے ہیں، فوراً تکبیر شروع فرما دیتے تھے اور لوگ بھی کھڑے ہو کر صف سیدھی کرنے میں مصروف ہو جاتے یہ نہیں ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارک سے نکل کر آ کر مصلے پر بیٹھ جائیں، اس کے بعد مکبر تکبیر شروع کرے اور پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے لوگ کھڑے ہوں، جیسا کہ آج کل کے بدعتی لوگ کرتے ہیں، یہ ان کا من گھڑت طریقہ اور خلاف سنت ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کرانے کے لئے نہ نکلتے، اس وقت تک لوگ بیٹھے رہا کرتے اور انتظار فرماتے۔

شروع زمانہ میں بعض مرتبہ لوگ پہلے ہی سے کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے تو اس سے روکا گیا، جیسا کہ ابوداؤد شریف کی روایت:

''إذا أقیمت الصلاۃ فلا تقوموا حتٰی تروني''. (ابوداؤد ۱/۸۰)(۲) سے معلوم ہوتا ہے؛ یعنی ''فلا تقوموا منتظرین للصلاۃ''. (شرح ابوداؤد شریف)(۳)

اور یہیں سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں آئے اور ابھی جماعت میں کچھ دیر ہے، یا امام ابھی نہیں آیا

---

(۱) بذل المجهود، کتاب الصلاة، باب فی الصلاة تقام ولم یأت الإمام، ینتظرونه قعودا، رقم الحدیث: ۵۳۷-۳/۳٦٤، دارالبشار الإسلامیة، انیس)

(۲) سنن أبی داؤد، باب فی الصلاة تقام ولم یأت الإمام ینتظرونه قعودا، رقم الحدیث: ۵۳۹-۱/۸۲، بیت الأفکار، انیس

إذا أقیمت الصلاة فلا تقوموا حتٰی ترونی. (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب: متٰی یقوم الناس، إذا رأوا الإمام عند الإقامة، رقم الحدیث: ٦۳۷-۱/۱۳۸، بیت الأفکار)/الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب متٰی یقوم الناس للصلاة، رقم الحدیث: ٦۰٤-۱/۲٤۰، بیت الأفکار)/جامع الترمذی، کتاب الجمعة، باب ماجاء فی الکلام بعد نزول الإمام من المنبر، رقم الحدیث: ۵۱۷-۱/۱۰٦، بیت الأفکار، انیس)

''إذا نودی للصلاة فلا تقوموا حتٰی ترونی''. (سنن النسائی، قیام الناس إذا رأوا الإمام، رقم الحدیث: ۷۸۹-۱/۱٦٤، بیت الأفکار/مسند الإمام أحمد بن حنبل، حدیث أبی قتادة الأنصاری، رقم الحدیث: ۲۲۵۳۳-۳۷/۲۱۸، مؤسسة الرسالة بیروت لبنان، انیس)

(۳) بذل المجهود شرح سنن أبی داؤد، باب فی الصلاة تقام ولم یأت الإمام ینتظرونه قعودا: ٤/۱۱۵، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس

ہے، یا مکبر نے بغیر امام کی موجودگی کے تکبیر شروع کر دی ہے تو کھڑے کھڑے انتظار نہ کرے کہ یہ فعل مکروہ ہے، بیٹھ جائے اور بیٹھ کر منتظرِ صلوٰۃ ہو اور اسی کو مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محل علیہ الرحمۃ نے، یا عالمگیری وغیرہ نے لکھا ہے۔

اس تفہیم وتشریح کے بعد تمام روایات فقہیہ وحدیثیہ آپس میں منطبق اور احناف کا صحیح مسلک واضح ہوجاتا ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیو بند سہارنپور (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۳۰۵-۳۰۸)

جب مؤذن تکبیر کہے تو مقتدی کس وقت کھڑے ہوں:

سوال: یہاں عموماً رواج ہے کہ جس وقت تکبیر کہی جاتی ہے جب تک پوری نہیں ہوتی اس وقت تک مقتدی تمام بیٹھے رہتے ہیں اور امام بھی بیٹھا رہتا ہے جب تکبیر پوری ہوجاتی ہے جب نماز پڑھائی جاتی ہے یہ مسئلہ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

جس وقت تکبیر پڑھنے والا ''حی علی الصلاۃ'' پر پہنچے اس وقت مقتدیوں کو کھڑا ہوجانا چاہئے اور اگر اس سے پہلے شروع تکبیر ہی سے کھڑے ہوجائیں، تب بھی جائز ہے، کوئی مضائقہ نہیں اور جب کہ امام پہلے سے مصلے پر موجود نہ ہو باہر سے آئے تو جس وقت امام مصلے پر کھڑا ہو تو بہتر ہے کہ سب اسی وقت کھڑے ہوجائیں۔

قال في المحلى شرح الموطأ: قال أبو حنيفة ومحمد يقومون عند حي على الصلاة وشرع الإمام عند قدقامت الصلاة (إلىٰ قوله) وأما إذا لم يكن الإمام معهم فالجمهور علىٰ أنهم لايقومون حتىٰ يروه لما في البخاري: إذا أقيمت الصلاة فلا تقوموا حتىٰ تروني. (المحلى شرح الموطأ) (۱)
والله تعالىٰ أعلم (امداد المفتین: ۲/۲۹۲)

اقامت کے وقت مقتدی کب کھڑے ہوں:

سوال (۱) موذن، یا مکبر جب نماز کے لئے اقامت کہے تو امام اور مقتدیوں کو کس وقت کھڑا ہونا چاہئے، یا ابتداء اقامت؛ یعنی ''اللہ اکبر'' کے وقت ہی، یا ''**أشهد أن محمداً رسول الله**'' یا ''**حي على الفلاح**'' کہنے کے وقت، اولی، افضل اور مسنون طریقہ کیا ہے؟ احادیث شریفہ اور مستند فقہی حوالہ جات کے ساتھ جواب مرحمت فرمایا جائے؟

(۲) جن حضرات کا کہنا ہے کہ ابتداء اقامت کے بجائے ''**أشهد أن محمداً رسول الله**'' یا ''**حي على الفلاح**'' کے وقت کھڑا ہونا ہی مسنون اور افضل ہے، اس کے خلاف ناجائز، مکروہ اور غلط ہے تو ان کا یہ قول صحیح ہے، یا غلط؟ نیز ان کا یہ عمل کہ قبل سے مستقل بیٹھے رہیں اور خاص کر ''**أشهد أن محمداً رسول الله**'' کے وقت

(۱) المحلى شرح الموطأ: ٤/٥٨-١١٥، انیس

کھڑے ہوجائیں، درست ہے، یا نادرست؟

(۳) اس بارے میں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، جمہور صحابۂ کرام، تابعین عظام، چاروں ائمہ اور بزرگان دین کا معمول کیا رہا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

ابتداء اقامت سے کھڑا ہونا بھی جائز ودرست ہے، اس کو ناجائز، مکروہ اور بے بنیاد کہنا کتاب وسنت سے ناواقفیت کی دلیل ہے، احادیث اور آثار صحابہ سے ابتداء اقامت سے کھڑے ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے:

عن ابن جريج قال: أخبرني ابن شهاب: أن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن: الله أكبر، الله أكبر، يقيم الصلاة، يقوم الناس إلى الصلاة، فلا يأتي النبي صلى الله عليه وسلم مقامه حتىٰ يعدّل الصفوف". (المصنف لعبدالرزاق: ۱/۵۰۷)(۱)

(ابن شہاب سے مروی ہے کہ جس وقت مؤذن اللہ اکبر، اللہ اکبر کہتا تو لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے تک صفیں درست ہوجاتی تھیں۔)

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

سمع أباهريرة رضى الله عنه يقول أقيمت الصلاة فقمنا فعدّلنا الصفوف، قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم. (الصحيح لمسلم: ۱/۲۲۰)(۲)

(حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نماز کھڑی ہوتی تو ہم کھڑے ہوجاتے اور حضور اکرم صلی علیہ وسلم کے ہماری طرف نکلنے سے پہلے ہی ہم صفیں درست کرلیتے۔)

جہاں تک اقوال فقہا کا تعلق ہے تو امام نووی نے مسلم شریف کی شرح میں مذاہب کی تفصیل بیان کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

امام شافعیؒ اور ایک جماعت کے نزدیک اقامت ختم ہونے کے بعد کھڑا ہونا مستحب ہے، امام مالکؒ کے نزدیک قاضی عیاض کی روایت کے مطابق شروع اقامت سے کھڑا ہونا مستحب ہے، البتہ موطا کی تشریح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص حد میں قیام واجب نہیں ہے؛ بلکہ لوگوں کی سہولت پر چھوڑ دیا جائے، بھاری بدن والا اور کمزور آدمی دیر میں اٹھتا ہے اور ہلکا آدمی جلدی اٹھ جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک "**قد قامت الصلاة**" پر کھڑا ہونا مستحب ہے۔ (دیکھئے: نووی: ۱/۲۲۱)(۳)

---

(۱) مصنف عبدالرزاق، كتاب الصلاة، باب قيام الناس عند الإمامة، رقم الحديث: ۱۹۴۲، انيس

(۲) الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، متىٰ يقوم الناس للصلاة، رقم الحديث: ۶۰۵-۱/۲۴۰، بيت الأفكار، انيس

(۳) مذهب الشافعي رحمه الله تعالىٰ وطائفة: أنه يستحب أن لايقوم أحد حتىٰ يفرغ ==

مذہب حنفی کی پوری تفصیل عالمگیری اور بدائع الصنائع میں ہے:

''اگر مقتدی امام کے ساتھ مسجد میں ہوں تو دونوں ''حیّ علی الفلاح'' کہنے کے وقت کھڑے ہوں اور اگر امام مسجد سے باہر ہو تو یہ تفصیل ہے کہ اگر امام صفوں کی طرف سے داخل ہو تو جس صف سے امام گذرے، اس صف کے لوگ کھڑے ہوتے جائیں اور اگر امام مقتدی کے سامنے سے داخل ہو تو اس کو دیکھتے ہی مقتدی کھڑے ہو جائیں اور جب تک امام مسجد میں داخل نہ ہو، مقتدی کھڑے نہ ہوں''۔(۱)

کتب فقہ حنفی میں اس مسئلہ کے سلسلہ میں جو تفصیل مذکور ہے، اس میں صرف ایک صورت میں جب کہ امام ومقتدی پہلے سے مسجد میں ہوں اور امام محراب سے قریب ہو تو ''**حی علی الفلاح**'' یا ''**حی علی الصلاۃ**'' کے وقت کھڑے ہونے کا ذکر ہے اور یہ حکم بھی کوئی فرض، واجب یا سنت نہیں ہے؛ بلکہ فقہا نے اس کو ''آداب صلوٰۃ'' کے تحت ذکر کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس پر عمل کریں گے تو ثواب ملے گا اور عمل نہیں کریں گے تو کوئی گناہ بھی نہیں ہوگا اور نہ ایسے شخص کی کوئی ملامت کی جائے گی۔

علامہ ابن نجیم نے ''البحر الرائق'' اور علامہ طحطاوی نے ''طحطاوی علی الدر المختار'' میں اس مسئلہ پر جو گفتگو کی ہے، اس سے تو مسئلہ بالکل بے غبار اور واضح ہو جاتا ہے اور اس صورت میں کوئی بھی اشکال باقی نہیں رہتا ہے۔

علامہ ابن نجیم نے ''**حی علی الفلاح**'' پر کھڑے ہونے کی یہ علت بیان کی ہے: **(القیام حین قیل حیّ علی الفلاح)؛ لأنه أمر به فیستحب المسارعة إلیه**''. (البحر الرائق: ۲۳۱/۱)(۲)

یعنی ''**حی علی الفلاح**'' پر کھڑا ہونا اس لیے افضل ہے کہ چوں کہ اس میں کھڑے ہونے کا حکم ہے؛ اس لیے جلدی سے کھڑا ہو جانا مستحب اور بہتر ہے؛ تاکہ حکم کی خلاف ورزی لازم نہ آئے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ''**حی علی الفلاح**'' تک کھڑا ہو جانا چاہیے، اس کے بعد بیٹھے رہنا ٹھیک نہیں ہے، اگر کوئی شخص شروع سے کھڑا ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ بہتر ہے؛ کیوں کہ اس میں مسارعت زیادہ پائی جارہی ہے، چناں چہ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

== المؤذن من الإقامة، ونقل القاضی عیاض عن مالک رحمه الله تعالیٰ وعامة العلماء: أنه یستحب أن یقوموا إذا المؤذن فی الإقامة وکان أنس رحمه الله تعالیٰ یقوم إذا قال المؤذن قد قامت الصلاة، وبه قال أحمد رحمه الله تعالیٰ، وقال أبو حنیفة رضی الله عنه والکوفیون: یقومون فی الصف إذا قال: حی علی الصلاة. (النووی شرح مسلم: ۲۲۱/۱) (کتاب الصلاة حتیٰ یقوم الناس للصلاة، انیس)

(۱) الفتاویٰ الهندیة: ۵۷/۱ (الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإمامة وکیفیتهما، انیس)

(۲) البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة: ۵۳۱/۱، دار الکتب العلمیة، انیس

”والقیام لامام ومؤتمّ حین قیل حیّ علی الفلاح مسارعة لامتثال أمر والظاهر أنه احتراز عن التأخیر لا التقدیم حتیٰ لو قام أول الاقامة لابأس به“.(۱)

بہرکیف! صرف ایک صورت میں ”حی علی الفلاح“ پر کھڑے ہونے کی بات ہے اور وہ بھی نماز کے آداب میں سے ہے اور البحر الرائق اور طحطاوی علی الدر المختار کی مذکورہ تصریح کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ ابتداء اقامت سے کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ ”حی علی الفلاح“ کے بعد بیٹھے رہنا خلاف ادب ہے، بعض جگہوں میں جو یہ طریقہ رائج ہے کہ امام صاحب اقامت کے وقت آ کر مصلّٰی پر بیٹھ جاتے ہیں اور تمام لوگوں کو بیٹھا دیتے ہیں اور جو لوگ نہیں بیٹھتے ہیں ان کو ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور حسب موقع طعن و تشنیع بھی کی جاتی ہے اور بعض دفعہ لڑائی کی نوبت آجاتی ہے اور جب مکبر ”حی علی الفلاح“ کہتا ہے تو اس وقت امام ومقتدی سب کے سب کھڑے ہوتے ہیں، اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے اور نہ ہی امت میں کسی فقیہ کا مذہب ہے۔

دوسری طرف اقامت صفوف اور تسویت صفوف کی احادیث میں بہت زیادہ تاکید آئی ہے اور صفیں سیدھی نہ ہونے پر بہت سخت وعیدیں بھی آئی ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ صفیں سیدھی رکھا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے بگاڑ دیں گے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ صفوں میں سیدھے کھڑے رہا کرو، آگے پیچھے نہ رہا کرو، ورنہ تمہارے دل بدل جائیں گے، آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی اور نااتفاقی پھیل جائے گی۔(۲)

ترمذی شریف میں خلفاء راشدین حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا معمول درستگی صف کا نقل کیا گیا ہے کہ ان حضرات نے باقاعدہ آدمی مقرر کیا تھا صفوں کی درستگی کے لیے، پیچھے سے جب آواز آتی کہ صفیں درست ہوگئی ہیں تو نماز شروع کی جاتی، اسی بنیاد پر صحابۂ کرام، تابعین عظام اور ائمۂ اربعہ؛ یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اس بات پر متفق ہیں کہ صفوں کی درستگی ضروری ہے، جو نماز شروع ہونے سے قبل مکمل ہوجانی چاہیے۔

بہرحال! صفوں کی درستگی ایک عظیم اور اہم کام ہے، جو نماز شروع ہونے سے قبل مکمل ہوجانی چاہیے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ ابتداء اقامت سے کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کرلی جائیں، چوں کہ اس زمانہ میں لوگوں کے اندر سستی اور غفلت عام ہے؛ اس لیے بہتر یہی ہے کہ ابتداء اقامت سے کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کرلی جائیں۔ ”حی علی الفلاح“ پر کھڑے ہونے کی صورت میں نماز شروع ہونے سے قبل صفیں سیدھی نہیں ہوسکتی ہیں، اس صورت میں دو ہی باتیں ہوسکتی ہیں یا تو نماز شروع ہوجانے کے بعد مقتدی صفیں درست کرنے میں مشغول ہوں گے، جس سے انتشار بھی ہوگا، یا صفوں کو بغیر درست کئے ہوئے امام کے ساتھ نماز شروع کردیں گے۔ پہلی صورت میں تکبیر اولی فوت ہوگی اور

(۱) حاشية الطحطاوی علی الدر المختار: ۳۳۱/۱ (باب صفة الصلاة، آداب الصلاة، انیس)

(۲) مشکوٰة المصابیح: ۹۸/۱، رقم الحدیث: ۱۰۸۵/ و رقم الحدیث: ۱۱۰۲، انیس

دوسری صورت میں ایک فعل منکر کا ارتکاب لازم آئے گا، جو بہر حال غلط ہے اور اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے کہ پہلے صفیں درست کرالی جائیں اور لوگوں کو بٹھا دیا جائے، پھر سبھی لوگ ”حی علی الفلاح“ کے وقت کھڑے ہوں۔

خلاصۂ جواب:

(الف) صحابۂ کرام کا عام معمول ابتداء اقامت سے کھڑے ہونے کا تھا، لہٰذا یہ عمل مکروہ اور غلط نہیں ہوسکتا ہے، اس کو غلط اور مکروہ کہنے والے احادیث وروایات سے ناواقف ہیں۔

(ب) حنفیہ کے نزدیک صرف ایک صورت میں (جب کہ امام ومقتدی اقامت سے قبل مسجد میں ہوں اور امام محراب سے قریب ہو) ”حی علی الفلاح“ پر کھڑا ہونا آداب صلوٰۃ میں سے ہے، نہ فرض ہے اور نہ ہی واجب، اور اس ایک صورت میں بھی ابتداء اقامت سے کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ ”**حی علی الفلاح**“ تک کھڑے ہوجانا چاہیے، اس کے بعد بیٹھے رہنا خلاف ادب ہے، **کما فی البحر الرائق و طحطاوی علی الدر المختار**، نیز ائمۂ اربعہ میں سے کوئی امام بھی ابتداء اقامت سے کھڑے ہونے کو مکروہ قرار نہیں دیتا ہے۔

(ج) فقہاء امت میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں ہے کہ امام اقامت کے وقت باہر سے آکر مصلّٰی پر بیٹھ جائے اور بیٹھنے کو ضروری سمجھے اور کھڑے ہونے والے مقتدیوں کو کھڑے ہونے سے روکے اور جو لوگ کھڑے ہوں ان پر طعن وتشنیع کی جائے اور لڑائی تک کی نوبت آجائے۔

(د) باجماع صحابہ وتابعین اور باتفاق ائمۂ اربعہ صفوں کی درستگی ایک عظیم اور اہم کام ہے، جو نماز شروع ہوجانے سے قبل مکمل ہوجانی چاہیے ”حی علی الفلاح“ پر کھڑے ہونے کی صورت میں یا تو کچھ لوگوں کی تکبیر اولیٰ فوت ہوگی، یا صفوں کی درستگی نہیں ہوسکے گی۔

(ر) لہٰذا مذکورہ بالا بحث کے پیش نظر اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ ابتداء اقامت سے کھڑے ہوکر نماز شروع کرنے سے قبل صفیں سیدھی کر لی جائیں۔

واضح رہے کہ اس طرح کے فروعی مسائل کو باہمی اختلاف وانتشار کا ذریعہ نہ بنایا جائے، جہاں جس طرح پہلے سے عمل ہوتا چلا آرہا ہے، اسی پر عمل ہونے دیا جائے، اس وقت ملک وبیرون ملک کے جو حالات ہیں اور مسلمانوں پر ظلم وستم کے جو پہاڑ توڑے جارہے ہیں، ان کا تقاضا یہ ہے کہ تمام مسلمان باہمی اختلاف کو ختم کر کے اور مسلکی تعصب سے بالاتر ہوکر محض کلمہ کی بنیاد پر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں اور باہم متحد ومنظم ہوکر باطل طاقتوں کا منہ توڑ جواب دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/ ۳۷۹-۳۸۴)

امام مصلی پر موجود ہوتو کیا اس وقت بھی مقتدی بیٹھے رہیں:

سوال (۱) جب امام مصلی پر موجود ہوتو امام اور مقتدی کو تکبیر کے وقت ''حی علی الفلاح'' پر کھڑے ہونے کے متعلق جو کتب فقہ میں ''حین قیل حی علی الفلاح ''مصرّ ح ہے، یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے، یا نہیں؟ اور صحیح ہے، یا غلط؟

(۲) کیا مسئلہ نیا ہے اور ''حی علی الفلاح'' پر کھڑے ہونے سے صف بندی ناممکن ہے؟

(۳) اس قول پر عمل درآمد کرنے والے اور دوسروں کو ترغیب دینے والے کیسے ہیں اور توڑنے والے اور دوسروں کو باز رکھنے والے کیسے ہیں؟

الجواب ــ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم أقول وباللّٰہ التوفیق

(۱-۳) بے شک فقہا نے آداب نماز میں سے اس کو لکھا ہے کہ جس وقت مکبّر ''حی علی الفلاح'' کہے تو ائمہ ثلاثہ؛ یعنی امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک امام اور مقتدی سب کھڑے ہوجاویں۔ (کذا فی الدر المختار) اور یہ بھی درمختار میں ہے کہ یہ حکم استحبابی اس وقت ہے کہ امام وہاں قریب محراب کے پہلے سے موجود ہو اور اگر امام دوسری جگہ اپنے حجرے وغیرہ میں ہو تو جس وقت امام آوے، اس وقت سب کھڑے ہوجاویں۔

عبارت درمختار یہ ہے:

(ولها آداب) تركه لايوجب إساءةً ولاعتاباً كترك سنة الزوائد؛لكن فعله أفضل (نظره إلٰى موضع سجوده حال قيامه (إلٰى أن قال) (والقيام) لإمام ومؤتم (حين قيل ''حي على الفلاح'' إلخ، إن كان الإمام بقرب المحراب وإلا فيقوم كل صنف ينتهي إليه الإمام على الأظهر، الخ، وشروع الإمام) في الصلاة (مذ قيل: قدقامت الصلاة) ولوأخر حتٰى أتمها لابأس به إجماعاً، وهوقول الثاني والثلاثة، وهوأعدل المذاهب، إلخ، وفي القهستاني: إلخ، أنه الأصح، قوله: (أنه الأصح) لأن فيه محافظةً علٰى فضيلة المؤذن وإعانةً له على الشروع مع الإمام. (ردالمحتار) (۱)

پس معلوم ہوا کہ یہ امور آداب میں سے ہیں ان کے ترک پر اس قدر تشدد کرنا کہ ان کے تارک کو مورد لعن وطعن قرار دینا نہایت ظلم وتعدی ہے، جیسا کہ خود علامہ شامیؒ نے شروع إمام میں ''قدقامت الصلاۃ'' کہنے پر بحث کی ہے کہ أصح وأعدل المذاهب یہ ہے کہ جب تک مکبّر پوری تکبیر سے فارغ نہ ہو، اس وقت تک امام نماز شروع نہ

(۱) رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل آداب الصلاة: ۱/ ۴۴۶-۴۴۷، ظفير

کرے؛ کیوں کہ اس میں پوری تکبیر کا جواب سب دے سکیں گے، جو کہ مستحب ومسنون ہے۔

حدیث میں ہے کہ جس وقت مکبّر ''**قد قامت الصلاة**'' کہتا تھا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم **أقامها الله وأدامها** پڑھتے تھے۔(۱)

اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے:

سووا صفوفکم فإن تسوية الصفوف من إقامة الصلاة... ومن تمام الصلاة. (۲)

اور حرمین شریفین اور دیگر بلاد میں یہ عادت ہے کہ جس وقت مکبّر تکبیر کہنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو پہلے یہ حدیث پڑھتا ہے:

سوّوا صفوفکم. (الحدیث)(۳)

الغرض اس بارہ میں شرعاً وسعت ہے اور قول فقہا ''**والقیام حین قیل حی علی الفلاح**'' کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ اگر پہلے سے امام ومقتدی کھڑے ہوئے نہ ہوں تو اس وقت کھڑے ہوجاویں۔(۴) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲:۲۱۲-۲۱۴)

☆ ☆ ☆

---

(۱) عن أبی أمامة أوبعض أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: إن بلالاً أخذ فی الإقامة فلما أن قال: قد قامت الصلوٰة،قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:أقامها الله وأدامها وقال فی سائر الإقامة کنحو حدیث عمر فی الأذان.{رواه أبوداؤد}(مشکوٰة المصابیح،باب فضل الأذان وإجابة المؤذن،الفصل الثانی)(کتاب الصلاة،رقم الحدیث: ٦٧٠ ، انیس)

(۲) مشکوٰة المصابیح،باب تسویة الصف،الفصل الأول:٩٨،ظفیر)(کتاب الصلاة،رقم الحدیث : ١٠٨٥،انیس)

(۳) صحیح البخاری،کتاب الأذان،باب إقامة الصف من تمام الصلاة،رقم الحدیث: ٧٢٣-١/١٥٢،بیت الأفکار/الصحیح لمسلم،کتاب الصلاة،باب تسویة الصفوف وإقامتها والفصل الأول منها،والازدحام علی الصف، رقم الحدیث:٤٣٣-١/١٨٥،بیت الأفکار،انیس

(۴) والقیام لإمام ومؤتم،إلخ.(الدرالمختار)

لامتثال أمره والظاهر أنه احتراز عن التأخیر لا التقدیم حتیٰ لوقام أول الإقامة لابأس.(حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار،باب صفة الصلاة،آداب الصلاة:١/٢١٥،ظفیر)

صف اول- فضائل ومسائل

صف اول کی فضیلت:

سوال (۱) کیا نماز میں پہلی صف میں کھڑے ہونے سے اور دوسری صف میں کھڑے ہونے سے ثواب میں فرق ہے؟

(۲) اور صف میں دائیں، یا بائیں کھڑے ہونے میں کیا فرق ہے؟

(المستفتی: ۲۲۰۳، فرزند علی صاحب (برما) ۱۷/ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ ۲۰/ جنوری ۱۹۳۸ء)

الجواب

(۱) پہلی صف کا ثواب زیادہ ہے۔

(۲) امام کے پیچھے کھڑا ہونا بہتر ہے، پھر دائیں طرف۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۳۹/۳)

صف اول کی تعریف:

سوال (۱) بوجہ ازدحام ایک صف امام کے دائیں بائیں کھڑی ہوئی ہے، جو امام اور منبر کی وجہ سے کٹتی ہے اور ایک صف اس کٹی ہوئی صف کے بعد کھڑی ہوتی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صف اول کا درجہ کونسی صف کو دیا جائے گا؟ آیا اس صف کو جو امام اور منبر کی وجہ سے کٹی ہوئی ہے، یا اس صف کو جو اس کٹی ہوئی صف کے بعد والی ہے اور پوری ہے؟ واضح رہے کہ صف اول میں امام کے حذاء میں کوئی نہیں ہے تو وہ رحمت جو اس شخص پر نازل ہوتی ہے، جو امام کے حذا میں ہے، کس پر نازل ہوگی؟

(۲) جو صف امام کے دائیں بائیں بحالت مجبوری ازدحام کی وجہ سے کھڑی ہوتی ہے، وہ پہلے پُر کریں، یا مدرسہ اور مسجد کا بالائی حصہ؟

---

(۱) والقيام فى الصف الأول أفضل من الثانى وفى الثانى أفضل من الثالث...وأفضل مكان المأموم حيث يكون أقرب إلى الإمام،فإن تساوت المواضع ففى يمين الإمام،إلخ.(الفتاویٰ الهندية،الباب الخامس فى الإمامة،الفصل الخامس فى بيان مقام الإمام والمأموم: ۸۹/۱،ط،ماجدية، كوئٹة،بحوالہ فتاویٰ دارالعلوم جلد۳/ ۳۴۹-۳۵۰)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

فقہاء کرام کی تعریف کے مطابق صف اول وہ صف ہے، جو امام کے پیچھے ہو اور کسی مقتدی کے پیچھے نہ ہو، اس تعریف سے علامہ شامی نے ایک جزئیہ یہ مستنبط کیا ہے کہ اگر صف اول منبر کی وجہ سے کٹ رہی ہو تو اس منبر کے بالمقابل دوسری صف میں جو شخص ہو، وہ بھی صف اول میں شمار ہوگا اور اس کو بھی صف اول کا ثواب ملے گا؛ اس لیے کہ وہ امام کے پیچھے ہے، اس کے آگے کوئی مقتدی نہیں ہے۔

ویؤخذ من تعریف الصف الأوّل بما ھو خلف الإمام: أی لا خلف مقتد آخر أن من قام فی الصف الثانی بحذاء باب المنبر یکون من الصف الأول لأنه لیس خلف مقتد آخر. (ردالمحتار: ۳۸۳/۱)(۱)

فقہاء کرام کی مذکورہ بالا تعریف اور شامی کے مذکورہ بالا جزئیہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ منبر کی وجہ سے درمیان سے منقطع صف، صف اول شمار ہوگی؛ اس لیے کہ وہ کسی مقتدی کے پیچھے نہیں ہے؛ بلکہ امام کے پیچھے ہے، لہذا صورت مسئولہ میں امام کے متصل جو صف ہے، وہ صف اول قرار پائے گی، گرچہ منبر کی وجہ سے بیچ سے کٹتی ہے اور جو شخص امام کے پیچھے دوسری صف میں ہے، اس پر امام کے بعد اللہ کی رحمت نازل ہوگی۔

(۲)　اگر یہ معلوم ہے کہ نمازیوں کی تعداد ہمیشہ اتنی ہوتی ہے کہ نیچے اوپر تمام جگہیں پُر ہو جاتی ہیں تو بہتر یہ ہے کہ پہلے امام سے متصل دائیں بائیں کھڑے ہونے والوں کی صف مکمل کر لی جائے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۴۰۹/۱۲/۱۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/ ۴۳۱-۴۳۲) ☆

نماز کی صفوں میں، سب سے زیادہ ثواب کس جگہ کا ہے:

سوال:　جماعت میں ثواب زیادہ اوّل جماعت والوں کو ہے، یا سب میں برابر ہے، یا دائیں بائیں والوں میں،

(۱)　ردالمحتار: ۳۱/۲، دارالکتب العلمیة، ط: ۱۹۹٤م (کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی الکلام علی الصف الأول، انیس)

(۲)　عن جابر بن سمرة قال: خرج علینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فرآنا حلقا فقال: مالی أراکم عزین؟ ثم خرج علینا فقال: ألا تصفون کما تصف الملائکة عند ربها، فقلنا یارسول اللّٰہ وکیف تصف الملائکة عند ربها قال: یتمون الصفوف الأولیٰ ویتراصون فی الصف. {رواہ مسلم}(مشکوة المصابیح، باب تسویة الصف: ۹۸/۱)(رقم الحدیث: ۱۰۹۱، انیس)

☆　پہلی صف کون سی ہے:

سوال:　بعض مسجدوں میں جگہ کی قلت کی وجہ سے امام کے قریب سے صف بنتی ہے، کیا یہ پہلی صف ہوگی، یا امام کے پیچھے مکمل ایک صف والی صف پہلی صف ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

امام کے قریب سے جو صف بنتی ہے، وہ پہلی صف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: العبد احمد خانپوری، یکم صفر المظفر ۱۴۲۵ھ، الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ۔ (محمود الفتاویٰ: ۴۴۱/۱)

یا جو شخص امام کے پیچھے ہے؟ ان میں بروئے ثواب تفاوت ہے؟ تحریر فرماویں۔

الجواب

اول صف کو زیادہ ثواب ہے اور اول صف میں امام کے پیچھے کو زیادہ، پھر داہنے کو، پھر بائیں کو۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (بدست خاص، ص:۴۲) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۵۷)

صف اول میں امام کے پیچھے پھر داہنی اور پھر بائیں جانب کھڑے ہونے کی فضیلت:

سوال: جماعت کی نماز میں صف اول سب سے بہتر جگہ اس شخص کی ہے، جو امام کے پیچھے ہوتا ہے اور اس کے بعد جو داہنی طرف اور بعد ازاں وہ شخص جو بائیں طرف ہے، اس ترتیب مراتب کے بارے میں جو فقہا کی عبارت ہو، وہ بجنسہ تحریر فرمانے کا ارشاد فرماویں؟ یہ ترتیب غالبًا البحر الرائق میں مذکور ہے، کتاب یہاں میسر نہیں آئی۔

الجواب

قال الشامی: روی فی الأخبار إن اللّٰہ تعالیٰ إذا أنزل الرحمة علی الجماعة ینزلها أولا علی الإمام، ثم تتجاوز عنه إلی من بحذائه فی الصف الأول، ثم إلی المیامن، ثم إلی المیاسر، ثم إلی الصف الثانی، إتمامه فی البحر، آه. (۱/۵۹۴)(۲)

قلت: والحدیث أخرجه فی کنز العمال نحوه قریبًا منه والظاهر من جلالة السیوطی أنه لا یسکت عن الموضوع فلا بأس فی الفضائل. (۳) واللّٰہ تعالیٰ أعلم

۲/رمضان ۴۷ھ (امداد الاحکام:۳/۱۵۳-۱۵۴)

پہلی صف میں کھڑے ہونا کس کا حق ہے:

سوال: بوڑھوں کی موجودگی میں نوجوان پہلی صف میں کھڑے ہو سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

نماز جماعت کے لئے پہلی صف میں کھڑے ہونا افضل ہے، عمر کے تفاوت کا کوئی اعتبار نہیں، البتہ امام کے پیچھے ایسے شخص کو کھڑا ہونا چاہیے، جو خود بھی امامت کی صلاحیت رکھتا ہو؛ تاکہ بوقت ضرورت اس کو خلیفہ بنایا جاسکے، ایسی حالت میں بے علم بوڑھوں کی جگہ ایسے نوجوان کا امام کے قریب ہونا بہتر ہے، جو نماز پڑھا سکتا ہو۔

(۱-۲) کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی کراهة قیام الإمام فی غیر المحراب، انیس

(۳) "الرحمة تنزل علی الإمام ثم علی من علی یمینه الأول فالأول"، أبو الشیخ فی الثواب عن أبی هریرة، الإکمال. (کنز العمال، الفصل الثانی فی الإمامة وما یتعلق بها (ح: ۲۰۳۷۶)/الفتح الکبیر فی ضم الزیادة إلی الجامع الصغیر: ۱۳۴/۲، دار الفکر بیروت، انیس)

وكل من يصلح إمامًا للإمام الذى سبقه الحدث فى الابتداء يصلح خليفة له ومن لايصلح إمامًا له فى الابتداء لايصلح خليفة له، كذا فى المحيط. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۲۴/۳)

صف میں کہاں ثواب زیادہ ہے:

سوال (۱) صف میں باعتبار جوانب ثواب میں کمی زیادتی ہے، یا برابر ثواب ملتا ہے؟ اور جو امام کے مقابل کھڑا ہو، اس کو زیادہ ثواب ملتا ہے، یا کیا؟ اور امام کے قریب علما کو کھڑا ہونا چاہیے، یا جاہل بھی کھڑا ہوسکتا ہے؟ جاہل کو امام کے قریب سے اٹھا سکتے ہیں، یا نہ؟

مسجد میں جگہ حاصل کرنے کا حکم:

(۲)　مسجد میں پیشتر سے کپڑا رومال وغیرہ رکھ کر قبضہ کرنا درست ہے، یا نہیں؟ اگر کوئی شخص مسجد سے اٹھ کر حوائج ضروریہ کے لیے مسجد سے باہر آوے اور رومال اپنی جگہ چھوڑ آوے تو یہ اس جگہ کا مستحق ہوگا، یا نہیں؟ اور اگر کوئی اس جگہ بیٹھ گیا تو وہ شخص اس کو اٹھا سکتا ہے، یا نہیں؟

مسجد میں پہلے آنے کا زیادہ ثواب ہوگا، یا نہیں:

(۳)　جو مسجد میں پہلے آوے گا، اس کو ثواب زیادہ ملے گا، یا کس کو؟

معتکف ضرورت سے باہر آیا تو کہاں بیٹھے:

(۴)　اگر کوئی معتکف حوائج ضروریہ کے لیے مسجد سے باہر جاوے، واپس آنے پر مقررہ جگہ پر بیٹھے، یا جس جگہ چاہے، بیٹھ سکتا ہے؟

دائیں اذان اور بائیں طرف اقامت کا کوئی ثبوت نہیں:

(۵)　دائیں طرف اذان اور بائیں طرف اقامت ہونے کا ثبوت شرعی ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱)　شامی میں ہے:

قوله: (وخير صفوف الرجال أولها) إلخ؛ لأنه روى فى الأخبار أن الله تعالىٰ إذا أنزل الرحمة

---

(۱)　الفتاوىٰ الهندية، فصل فى الاستخلاف: ۹۵/۱

عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليلنى منكم أولو الأحلام والنهى ثم الذين يلونهم (ثلاثًا) وإياكم وهيشات الأسواق. (الصحيح لمسلم، باب تسوية الصوف: ۱۸۱/۱) (كتاب الصلاة، رقم الحديث: ۴۳۲، انیس)

علی الجماعة ینزلها أولاً علی الإمام ثم یتجاوز عنه إلیٰ من بحذائه فی الصف الأول،ثم إلی المیامن،ثم إلی المیاسر،ثم إلی الصف الثانی،إلخ.(۱)

پھراس کے بعد فرمایا:

قال فی المعراج: أن الأفضل أن یقف فی الصف الآخر إذا خاف إیذاء أحدٍ،إلخ.(۲)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ صف اول میں بھی باعتبار جوانب ثواب میں کمی بیشی ہے، جو شخص امام کے محاذی ہے، اس پر رحمت کا نزول زیادہ ہے؛ مگر دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہو تو پھر افضل یہ ہے کہ اس جگہ کو چھوڑ دے اور بہتر یہ ہے کہ قریب علما، صلحا کھڑے ہوں؛(۳) لیکن جاہل کو بھی اٹھانا نہ چاہیے اور اس کو ایذا نہ دینی چاہیے۔

(۲) شامی میں ہے:

وینبغی تقییده بما إذا لم یقم عنه علیٰ نیة العود بلامهلة، کما لو قام للوضوء مثلاً،ولاسیما إذا وضع فیه ثوبه لتحقق سبق یده.(۴)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص پہلے سے آ کر مسجد میں کسی جگہ بیٹھا اور پھر بہ ضرورت وضو وغیرہ وہاں سے اٹھا اور اس جگہ اپنا کپڑا رکھ گیا تو وہ زیادہ مستحق ہے،اس جگہ کے ساتھ، پس اگر کوئی دوسرا اس جگہ بیٹھ گیا تو وہ اس کو اٹھا سکتا ہے اور بدوں اس حالت مذکورہ کسی جگہ رومال رکھنا اور قبضہ کرنا اچھا نہیں ہے۔

(۳) جو پہلے آوے گا،اس کو ثواب زیادہ ملے گا۔

(۴) مسجد میں جس جگہ چاہے، بیٹھ سکتا ہے۔

(۵) اس کا کچھ ثبوت نہیں۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۴۹-۳۵۱)

پہلی اور دوسری صف والے ثواب میں برابر ہیں:

سوال: کیا جماعت میں پہلی صف اور دوسری صف میں کھڑے ہونے والے نمازی کے ثواب میں کچھ فرق ہے، یا نہیں؟

---

(۱) کشف الخفاء،حرف الراء المهملة: ۴۸۹/۱،المکتبة العصریة،انیس

(۲) دیکھئے:ردالمحتار (باب الإمامة،مطلب فی کراهة قیام الإمام فی غیر المحراب: ۳۱/۲ ، دار الکتب العلمیة، انیس)

(۳) ارشادنبوی ہے:" لیلنی منکم أولو الأحلام والنهیٰ ثم الذین یلونهم ثلاثا .(مشکوٰۃ،ص :۹۸،ظفیر)(کتاب الصلاة ،باب تسویة الصف،رقم الحدیث: ۱۹۸۹/مسند أبی یعلی الموصلی،رقم الحدیث: ۵۱۱۱/شرح المصابیح لابن ملک،باب تسویة الصفوف: ۱۰۴/۲،إدارة الثقافة الإسلامیة،انیس)

(۴) رد المحتار،باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها،مطلب فیمن سبقت یده إلیٰ مباح: ۶۲۰/۱،ظفیر(مطلب فی الغرس فی المسجد،انیس)

الجواب

حامدًا و مصليًا،الجواب بالله التوفيق:

وفی الحديث: خير صفوف الرجال أولها. (مسلم)(۱)

قال ابن الملک: المراد بالخير كثرة الثواب، فإن الصف الأول أعلم بحال الإمام فتكون متابعته أكثر وثوابه أوفر". (مرقاة شرح المشکوٰة)(۲)

اس روایت سے واضح ہوا کہ پہلی صف کو بنسبت دیگر صفوف کے ثواب زیادہ ملتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

(مرغوب الفتاوی: ۲/ ۲۴۱-۲۴۲)

دوسری تیسری صفیں کہاں سے شروع کرنی چاہیے:

سوال: مسجد میں صف اول قائم ہوجانے کے بعد دوسری تیسری صفیں کہاں سے شروع کی جائیں، آیا امام ومؤذن کے قریب سے داہنے یا بائیں کو صفیں قائم کرتے جاویں یا مسجد کے داہنے کونے سے صف شروع کرکے بائیں طرف کو صف پوری کرتے آویں؟

الجواب

حامدًا و مصليًا،الجواب بالله التوفيق:

جس طرح صف اول امام کے پیچھے داہنے وبائیں کھڑے ہوکر پوری کی جاتی ہے، یہی حکم تمام پچھلی صفوف کا ہے، مسجد کے داہنے، یا بائیں کونے سے شروع کرکے دوسری جانب ختم کردینا تصریحات فقہا کے خلاف ہے، امام وموذن کے پیچھے داہنے، بائیں کھڑے ہوکر صفوں کو پورا کرنا مستحب ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاوی: ۲/ ۲۳۹)

---

(۱) مشكاة، باب تسوية الصفوف (كتاب الصلاة، الفصل الأول: ۳٤۱، رقم الحديث: ۱۰۹۲، المكتب الإسلامی)/ (الصحيح لمسلم: ۱۸۲/۱، باب تسوية الصفوف وإقامتها، إلخ (كتاب الصلاة، رقم الحديث: ٤٤۰، انيس)

عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خير صفوف الرجال أولها. (سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب صف النساء وكراهية التأخير عن الصف الأول: ۶۸۸/۱، رقم الحديث: ۶۷۸، بيت الأفكار/ سنن الترمذی، كتاب الصلاة، باب ماجاء فی فصل الصف الأول: ۲۲۸/۱، رقم الحديث: ۲۲٤، بيت الأفكار/ سنن ابن ماجة، كتاب إقامة الصلاة، باب صفوف النساء: ۱۱٤/۱، رقم الحديث: ۱۰۰۱، بيت الأفكار/ سنن النسائی، ذكر خير صفوف النساء، وشر صفوف الرجال: ٤۲۸/۱، رقم الحديث: ۸۱۹، دار المعرفة/ مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبی هريرة: ۳۲۰/۱۲، رقم الحديث: ۷۳۶۲، مؤسسة الرسالة، انيس)

(۲) المرقاة: ۷۰/۳، باب تسوية الصفوف (شرح المصابيح لابن ملک: ۱۰۶/۲، إدارة الثقافة الإسلامية، انيس)

(۳) (وقوله ويقف الأكثر من واحد) صادق بالأثنين وكيفيته أن يقف واحد بحذائه والآخر عن يمينه، إلخ. (الطحطاوی مع المراقی، ص: ۲٤۷، باب الإمامة فصل فی بيان الأحق بالامة)

دومنزلہ مسجد میں پہلی منزل جہاں امام ہو، وہاں صف مکمل کریں:

سوال: دومنزلہ مسجدوں میں امام کے سامنے اوپر کو کھلا ہونا (جیسا کہ دیکھا جاتا ہے) ضروری ہے، یا بغیر اس کے بھی بیک جماعت دونوں منزلوں میں نماز جائز ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ

جب مسجد کی منزل اسفل نمازیوں سے بھر جاوے تو اوپر کی منزل میں کھڑے ہوکر مقتدی جماعت میں شریک ہوسکتے ہیں، بشرطیکہ امام سے آگے نہ بڑھیں اور امام کے افعال کی اطلاع ہوتی رہے،(۱) امام کے سامنے اوپر کا حصہ کھلا ہونا شرط نہیں، البتہ اس سے اطلاع احوال امام میں سہولت ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

۲۴ رشعبان ۴۲ھ (امدادالاحکام: ۲/۱۲۴-۱۲۵)

لوگوں کو تکلیف پہونچا کر صف اول میں جانے کا حکم:

سوال: صفوں کو چیرتے ہوئے لوگوں کو پھاند کر، یا کسی کو ہٹا کر صف اول میں جگہ بنانا اور اظہار تفاخر نسب، یا زمین داری کے لیے امتیازی جگہ لینا کیسا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

تفاخر اور ایذا مسلم حرام ہے، صفوں کو چیرتے ہوئے جانا اور کسی کو ہٹا کر خود صف اول میں ملنا، اس کو ایذا مسلم سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

---

(۱) اس لیے کہ امام کی متابعت اور امام سے آگے نہ رہنا صحت نماز کے لیے ضروری ہے۔

عن أبی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه قال: إنما جعل الإمام ليؤتم به فلا تختلفوا عليه. (صحيح البخاری، باب إقامة الصف من تمام الصلاة (ح: ۷۲۲)/صحيح لمسلم، باب ائتمام المأموم بالإمام (ح: ٤١٤)/مسند أبی يعلی الموصلی، الأعرج عن أبی هريرة (ح: ٦٣٢٦) انيس)

(ومنها) أن لا يكون المقتدی عند الإقتداء متقدما علی إمامه عندنا. (بدائع الصنائع، فصل فی شرائط أركان الصلاة: ١/١٤٥، دارالكتب العلمية بيروت)

وإن كان وقوفه متقدما علی الإمام لا يجزئه لانعدام معنی التبعية كما لو كان فی جوف المسجد وكذلک لو كان علی سطح بجنب المسجد متصل به ليس بينهما طريق فاقتدی صح اقتدائه عندنا، الخ. (بدائع الصنائع، فصل فی واجبات الصلاة: ١/١٤٦، دارالكتب العلمية، انيس)

لأن متابعة الإمام واجبة. (حاشية الشلبی علی التبيين، فصل فی الشروع وبيان إحرامها: ١/١١٥، المطبعة الكبریٰ الأميرية بولاق القاهرة، انيس)

حدیث میں ہے:

”من ترک الصف الأول مخافة إيذاء المسلم أضعف له أجر الصف الأول“. (رد المحتار: ۳۸۲/۱)(۱)

یعنی: جوصف اول میں اس ڈر سے شامل نہ ہو کہ مسلمانوں کو تکلیف پہونچے تو اس کو صف اول کا اجر دونا ملے گا۔

ہاں! صف اول میں کثرت ثواب کے خیال سے بلا ایذا پہنچنا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲/۷/۱۳۵۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۹۴/۲-۱۹۵)

اگلی صف میں جگہ قبضہ کرنے اور مصحف کو پشت کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

(۱) ایک شخص کے لیے مسجد کی صف اول میں رومال، یا ٹوپی رکھ کر جگہ قبضہ کرنا کیسا ہے؟

(۲) اگلی صف میں نمازی بیٹھے ہیں، زید پیچھے صف میں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے، جس کی وجہ سے لوگوں کی پشت قرآن مجید کی طرف ہوتی ہے، کیا زید کا یہ طریقہ جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالرحمن حمید علی پارک اچھرہ، لاہور......۹/۸/۱۹۸۷ء)

الجواب

(۱) یہ ممنوع نہیں ہے، البتہ کسی کو اپنے مقام سے اٹھانا مکروہ ہے۔ (۲)

---

(۱) قال فی المعراج: الأفضل أن يقف فی الصف الآخر إذا خاف إيذاء أحد، قال عليه الصلاة والسلام: من ترک الصف الأول مخافة أن يؤذی مسلمًا أضعف له أجر الصف الأول، وبه أخذ أبوحنيفة ومحمد، وفی كراهة ترک الصف الأول مع إمكانه، خلاف. (ردالمحتار: ۳۱۰/۲)(كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی كراهة قيام الإمام فی غير المحراب، انيس)

ترغیب وترہیب میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے یہ حدیث ان الفاظ میں مروی ہے:

”من ترک الصف الأول مخافة أن يؤذی أحدًا أضعف الله له أجر الصف الأول“. (لايروی هٰذا الحديث عن ابن عباس إلا بهٰذا الإسناد تفرد به: سلام الطويل. (المعجم الوسيط للطبرانی: ۱۷۱/۱، رقم الحديث: ۵۴۷، دارالحرمين/الترغيب والترهيب، الترغيب فی الصف الأول وماجاء فی تسوية الصفوف والتراس، إلخ: ۲۳۳/۱، رقم الحديث: ۶۸۳، مكتبة المعارف، رياض شرح صحيح البخاری لابن بطال، باب إقامة الصف من تمام الصلاة: ۳۴۶/۲، مكتبة الرشد، انيس)

اسی طرح یہ روایت کنز العمال (۲۰۶۴۷) اور مجمع الزوائد للہیثمی (۹۵/۲) میں بھی مذکور ہے۔ (الترغیب والترہیب: ۱۷۴/۱)

”مخافة أن يؤذی مسلمًا“ کے الفاظ تذكرة الموضوعات للقيصرانی اورعدی، جلد: ۷، حدیث نمبر: ۲۵۰۷ میں موجود ہے۔ [مجاہد]

(۲) قال العلامة ابن عابدين: (قوله: وليس له) قال فی القنية: له فی المسجد موضع معين يواظب عليه ==

(۲) قرآن مجید اور کتب دینیہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے اور پشت کرنا مکروہ نہیں ہے۔(۱) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۲۹۴-۲۹۵)

رومال رکھنے سے صف میں جگہ کا حقدار ہو جاتا ہے، یا نہیں:

سوال: یہاں ایک مسجد ہے، جس میں چند صاحب زید، عمر وبکر وغیرہ نے یہ طریقہ جاری کر رکھا ہے کہ قبل جماعت اپنا اپنا رومال وغیرہ صف اول میں رکھ کر وضو وغیرہ کے لیے چلے جاتے ہیں اور اپنے کو اس فعل سے اس جگہ کا مستحق سمجھتے ہیں، مثلاً: خالد بعد اذان قبل جماعت اپنے مکان، یا حجرہ سے وضو وغیرہ کر کے تیار ہو کر صف اول کے شوق میں حاضر ہوتا ہے تو یہ صاحب ایک گونہ مانع ہوتے ہیں، وہ اگر کسی کا کپڑا وغیرہ دائیں، یا بائیں کھسکا کر سنن پڑھتا ہے تو اس کو غیر مستحق اور تعدی کرنے والا کہتے ہیں تو آیا زید وعمر وغیرہ اس فعل مذکور سے مستحق اس صف اول کے ہیں، یا خالد، جو تیار ہو کر صف اول کے لیے حاضر ہوا ہے؟

الجواب

"ردالمحتار، باب الوتر والنوافل" میں ہے:

قال فی القنیة: له فی المسجد موضع معین یواظب علیه، وقد شغله غیره، قال الأوزاعی: له أن یزعجه، ولیس له ذلک عندنا، آه، أی لأن المسجد لیس ملکاً لأحدٍ، بحر عن النهایة، قلت: وینبغی تقییده بما إذا لم یقم عنه علیٰ نیة العود بلامهلة، کما لوقام للوضوء مثلاً ولاسیما إذا وضع فیه ثوبه لتحقق سبق یده، إلخ. (۲)

== وقد شغله غیره، قال الأوزاعی: له أن یزعجه ولیس له ذلک عندنا، آه، أی؛ لأن المسجد لیس ملکاً لأحد، بحر عن النهایة، قلت: وینبغی تقییده بما إذا لم یقم عنه علیٰ نیة العود بلا مهلة، کما لوقام للوضوء مثلاً ولا سیما إذا وضع فیه ثوبه لتحقق سبق یده، تأمل. (ردالمحتار علی هامش الدرالمختار: ٤٩٠/١، قبیل باب الوتر والنوافل) (کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب فی الغرس فی المسجد انیس)

(۱) وفی الهندیة: مد الرجلین إلیٰ جانب المصحف إن لم یکن بحذائه لایکره وکذا لوکان المصحف معلقاً فی الوتد وهوقد مد الرجل إلیٰ ذلک الجانب لایکره، کذا فی الغرائب: (الفتاویٰ الهندیة، ص: ٣٢٢/٥، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة و المصحف، إلخ.)

وفی الخلاصة: مد الرجلین إلی جانب المصحف إذا لم یکن بحذائه لا یکره وکذا لو کان المصحف معلقا بالوتد وهو مد الرجلین إلی جانب المصحف لا یکره. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الحیض والنفاس والمستحاضة: ١٤٨، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

(۲) رد المحتار، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب فیمن سبقت یده إلیٰ مباح: ٦٢٠/١، ظفیر) (مطلب فی الغرس فی المسجد)/البحرالرائق، کتاب الکراهیة: ٢٦/٢، دارالکتاب الإسلامی بیروت، انیس) ==

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پہلے آنے والا جو رومال رکھ کر وضو کے لیے گیا، واپس آنے کی نیت سے اس کا قبضہ چونکہ پہلے ہوگیا تو دوسرا شخص بعد میں آنے والا اس کی جگہ نہ لے وے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/ ۳۳۹-۳۴۰)

☆ ☆ ☆

== ویکره تخصیص مکان فی المسجد لنفسه لأنه یخل بالخشوع.(البحر الرائق، کتاب الوقف: ۵/ ۲۷۰، دار الکتاب الإسلامی بیروت،انیس)

(۱) البتہ یہ حکم لازمی نہیں ہے؛ بلکہ اخلاقی تقاضہ ہے کہ وہ اس جگہ پر نہ بیٹھے، دوسری جگہ بیٹھ جائے؛ لیکن اگر بیٹھ گیا تو بہتر یہ ہے کہ وہ شخص آجائے تو اس جگہ سے اٹھ جائے، اگر نہ اٹھے تو اس کی وجہ سے جھگڑا کرنا درست نہیں ہے۔

نوٹ: بعض مساجد میں دیکھا جاتا ہے کہ کچھ مصلی جو نماز کے پابند ہوتے ہیں، مسجد میں اپنے لیے جگہ مخصوص کر لیتے ہیں، اپنی متعینہ جگہ میں ہی وہ لوگ نماز پڑھتے ہیں، اگر کوئی دوسرا شخص اس جگہ آکر بیٹھ جاتا ہے تو اسے اس جگہ سے اٹھا دیتے ہیں؛ حالاں کہ اس طرح مسجد میں اپنے لیے جگہ مخصوص کر لینا اور دوسرے کو اس جگہ بیٹھنے پر بیٹھنے سے اسے اٹھا دینا درست نہیں، چوں کہ مسجد اللہ کا گھر ہے، جس میں تمام مسلمانوں کا برابر حق ہے؛ بلکہ مسجد کے بانی، یا متولی کے لیے بھی اجازت نہیں کہ وہ مسجد میں کسی کے آنے سے روک دے؛ چوں کہ اس طرح کا یہ عمل کسی کو مسجد میں آنے سے روک دینے کے مشابہ ہے اور کسی کو مسجد میں آنے سے روک دینے والے کو اللہ عزوجل سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ﴾(سورة البقرة: ۱۱٤)(اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو مسجد میں ذکر الٰہی سے منع کرے۔)

امام کے کھڑا ہونے کی جگہ

امام کہاں کھڑے ہوں:

سوال: ایک مسجد ہے، جس کے بائیں سمت امام صاحب کا حجرہ ہے، مسجد تنگ پڑنے کی وجہ سے حجرہ کو توڑ کر مسجد میں شامل کر دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے محراب کے بائیں حصہ میں زیادہ نمازی آتے ہیں، اگر محراب کو کچھ بائیں کریں تو نہیں کر سکتے ہیں؛ اس لیے کہ غیروں کی زمین ہے، ایسی صورت میں کیا نماز ادا ہوگی، یا نہیں؟

هو المصوب

سنت یہ ہے کہ امام مقتدیوں کے درمیان کھڑے ہوں؛ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ!

"وسطوا الإمام وسدوا الخلل". (۱)

(یعنی: امام کو بیچ میں رکھو اور صفوں کے خلل کو پُر کرو۔)

اسی لیے فقہا نے لکھا ہے کہ امام محراب میں کھڑے ہوں؛ تاکہ دونوں طرف برابر ہوں۔

"السنة أن يقوم فى المحراب ليعتدل الطرفان". (۲)

اگر کسی ایک جانب مقتدی زیادہ ہوں، دوسری طرف کم ہوں تو یہ مکروہ ہے۔

"ولو قام فى أحد جانبى الصف يكره". (۳)

اور فتاویٰ ہندیہ میں مذکور ہے:

"وينبغى للإمام أن يقف بإزاء الوسط فإن وقف فى ميمنة الوسط أوفى ميسرته فقد أساء لمخالفة السنة، هٰكذا فى التبيين". (۴)

یہ تو مسئلہ کی اصل نوعیت ہوئی، آپ نے سوال میں جو شکل بیان کی ہے، وہ مجبوری کی چیز ہے، لہٰذا جب تک یہ

---

(۱) سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب مقام الإمام من الصف، رقم الحديث: ٦٧٧.

(۲) رد المحتار: ۳۱۰/۲ (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها؟ انيس)

(۳) كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها؟ ۳۱۰/۲، دار الكتب العلمية، انيس

(۴) الفتاوىٰ الهندية: ۸۹/۱ (الباب الخامس فى الإمامة، الفصل الخامس فى بيان مقام الإمام والمأموم، انيس)

مجبوری رہے گی، اس وقت تک کراہت نہیں ہوگی، نماز اس صورت میں مجبوراً ادا کی جاسکتی ہے؛ تاہم مجبوری کی شکل ختم کرنے کی کوشش جاری رہنی چاہیے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۲۱-۲۲۲)

امام کا وسط میں کھڑا ہونا مسنون ہے:

سوال: ایک مسجد قدیم جو کہ شاہی کے نام سے مشہور ہے اور شاہی زمانہ کی تعمیر شدہ ہے، مسجد مذکور کے اندرونی قطعہ کی جانب ایک اراضی تھی، جو درحقیقت شامل مسجد نہ تھی، اس اراضی میں شہر کے بعض صاحبان نے ایک تعمیر مسجد قدیم میں شامل کردینے کی غرض سے تیاری کردی اور اس جدید قطعہ میں آمد و برآمد کے واسطے در صحن مسجد قدیم میں کھول دیا، اس کے بعد جن حضرات نے اس اراضی میں جدید تعمیر بنائی تھی، ان کی یہ درخواست ہوئی کہ اندرونی حصہ مسجد قدیم اور قطعہ جدید کے پاس جو دیوار حائل ہے، اس کو علاحدہ کردیا جاوے؛ تاکہ اندرونی مسجد کی صف اس قطعہ جدید شامل ہوجانے سے بڑی ہوجایا کرے، اس کے بارے میں بالخصوص بہت سے مسجد کے نمازی اور بالعموم ساکنان اس امر پر راضی ہوئے کہ مابین قطعہ جدید اور مسجد قدیم کے جو دیوار حائل ہے، اس کو بھی علیٰحدہ کردیا جاوے، بایں وجہ کہ جب مابین کی دیوار کو علیٰحدہ کردیا جاوے گا تو بالضرور صف بڑھ جانے کی صورت میں جب کہ امام اصلی محراب مسجد میں کھڑا ہوگا تو ایک جانب کی صف؛ یعنی قطعہ جدید کی طرف صف بہ نسبت جانب مقابل کے بہت زیادہ ہوجایا کرے گی اور صف کا دونوں جانب سے برابر ہونا چوں کہ سنت مؤکدہ ہے، جو قریب واجب کے ہے، اس لئے کم وبیش ہونا صف کا ضرور خلاف سنت ہوگا اور جب کہ نمازیوں کا یہ عمل؛ یعنی صف کا کم وبیش کرنا ہر نماز میں لازم آئے گا؛ اس لیے اس صورت سے بچنے کے لیے بیشتر حضرات شہر مذکورہ دیوار؛ یعنی حد فاصل جو قطعہ جدید اور مسجد کے مابین ہے، علاحدہ کرنے سے مانع ہیں اور اگر حد فاصل علاحدہ کرنے کے بعد یہ اختیار کیا جاوے کہ امام اپنی جگہ سے؛ یعنی محراب سے ہٹ کر جانب شمال ایسی جگہ کھڑا ہوا کرے کہ توسط معہود برقرار رہے تو فی الحقیقت وسط ایسی جگہ آتا ہے کہ وہاں امام کے کھڑے ہونے میں مسجد کی ایک صف پوری کم ہوجاتی ہے؛ یعنی قدیم مسجد میں امام کے محراب میں کھڑے ہونے سے پوری دو صفیں نمازیوں کی ہوجاتی ہیں اور اگر محراب کو چھوڑ کر جانب شمال ایسی جگہ کھڑا ہونا اختیار کرے کہ مسجد قدیم اور قطعہ جدید کی دو صف دونوں جانب سے برابر رہے تو یہ معذوری لازم آتی ہے کہ بجائے دو صف کے اندرون مسجد کی صرف ایک ہی صف باقی رہتی ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ قطعہ جدید کے اضافہ سے اول صف میں نمازی زیادہ ہوجاویں گے تو دو صف کی بجائے ایک صف رہ جانے سے کم بھی ضرور ہوجائیں گے، لہٰذا قطعہ جدید کے شامل ہوجانے سے کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن حضرات نے متصل مسجد قدیم یہ قطعہ

جدید تیار کر دیا ہے اور چاہتے ہیں کہ جو دیوار مابین قطعہ جدید و مسجد قدیم کے حائل ہے اس کو علاحدہ کر دیا جاوے تو ان کی درخواست کے موافق دیوار مذکور کا علاحدہ کر دینا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے اور دیوار مذکورہ کا علاحدہ کر دینا بوجوہات مذکور بالا شرعاً مناسب ہے، یا نہیں؟

(۲) قطعہ جدیدہ مذکورہ سوال جو کہ بالکل متصل بمسجد قدیم ہے، صرف ایک دیوار مابین قطعہ جدید و مسجد قدیم کے حائل ہے، اس دیوار کو محض اس وجہ سے نہیں علیٰحدہ کیا گیا ہے کہ حد فاصل درمیان سے علاحدہ کر دینے کے بعد نمازی اس قطعہ میں غالباً صف قائم کیا کریں گے اور صف قائم کرنے کی صورت میں ضرور ایک جانب کی صف زیادہ ہوجایا کرے گی، اس مصلحت سے مذکورہ حد فاصل کو علاحدہ نہیں کیا گیا ہے؛ لیکن قطعہ جدید میں آمد برآمد کے لیے ایک در صحن مسجد قدیم میں ضرور کھلا ہوا ہے، اگر صف بندی کے وقت نمازی دونوں جگہ؛ یعنی مسجد قدیم اور قطعہ جدید میں کھڑے ہوجایا کریں اور ایک طرف صف زائد ہوجانے کا کچھ خیال نہ کریں، بشرطیکہ اشتباہ حالات امام قطعہ جدید کے نمازیوں پر نہ رہے، بایں طور کہ مبلغ کی آواز سے حالت انتقالات امام ان کو بخوبی معلوم ہوتی رہے تو اس صورت میں قطعہ جدید کے نمازیوں کی نماز صحیح و درست ہوجاوے گی، یا نہیں؟ یا یہ کہ جب مسجد قدیم نمازیوں سے بھر جاوے اور ایسی صورت میں قطعہ جدید میں بھی نمازی کھڑے ہوجاویں اور جو در کہ قطعہ جدید میں کھلا ہوا ہے، اس کے واسطے سے اتصال صفوف بالکل ہوجاوے تو اس صورت میں قطعہ جدید کے نمازیوں کی نماز بلا کراہت ہوجاوے گی، یا نہیں؟

الجواب

(۱) **لو كان المسجد الصيفي بجنب الشتوي و امتلأ المسجد يقوم الإمام في جانب الحائط ليستوي القوم من جانبيه، والأصح ماروي عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أنه قال: أكره أن يقوم بين الساريتين أو في زاوية أو في ناحية المسجد أو إلىٰ سارية؛ لأنه خلاف عمل الأمة، إلخ.** (۱)

عبارت مذکورہ تقریباً صورت زیر بحث کی پوری مثال ہے اور اس میں علامہ شامی کی عبارت مضطرب واقع ہوئی ہے، مذکور الصدر عبارت سے اس کی ترجیح معلوم ہوتی ہے کہ امام وسط مسجد کو نہ چھوڑے؛ تاکہ زاویہ مسجد میں کھڑا ہونا لازم نہ آئے، اگرچہ جماعت اس صورت میں دونوں جانب برابر نہ ہوگی تو گویا دو کراہتوں میں سے زاویہ مسجد میں کھڑے ہونے کی کراہت کو اشد سمجھ کر وسط صف میں نہ کھڑے ہونے کی کراہت کو برداشت کرلیا؛ لیکن اس کے بعد بعنوان تنبیہ فرمایا ہے:

يفهم من قوله: أو إلىٰ سارية، كراهة قيام الإمام في غير المحراب (إلىٰ قوله) والظاهر أن هٰذا في الإمام الراتب لجماعة كثيرة لئلايلزم عدم قيامه في الوسط، فلو لم يلزم ذٰلك لايكره تأمل. (۲)

---

(۱) ردالمحتار مصری: ۴۲۰/۲، كتاب الصلاة، باب الإمامة (مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها، انيس)

(۲) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها: ۳۱۰/۲، انيس

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ زاویہ مسجد میں کھڑا ہونا فی نفسہ مکروہ نہیں؛ بلکہ اس کی کراہت بھی دراصل اسی وجہ سے ہے کہ وسط صف فوت ہو جائے اور اگر وسط وصف فوت نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں؛ لیکن جو علت کراہت امام صاحبؒ کے قول کی عبارت سابقہ میں بعنوان خلاف عمل الامۃ مذکور ہے، یہ علت عام ہے، جس سے مطلقاً کراہت کا ثبوت ہوتا ہے۔

الغرض شامی کے کلام سے مسئلہ کا فیصلہ نہیں ہوتا اور اس میں شبہ نہیں کہ جب اس حصہ ملحقہ کو مسجد میں شامل کردیا گیا تو إحدی الکراھتین ضرور لازم ہوگی، یا ترک وسط صف اور قیام امام فی زاویۃ المسجد۔

اس لیے صورت مسئولہ میں مناسب یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس حصہ زائدہ کو مسجد کے ساتھ بالکلیہ توالحاق نہ کیا جائے کہ اندرونی حصہ مسجد کا مکان واحد بن جاوے؛ لیکن ایک دروازہ اندرونی حصہ میں بھی کھول دیا جائے اور جب جماعت کھڑی ہو تو اول اسی اندرونی حصہ میں پر کیا جائے؛ تاکہ امام اپنی جگہ محراب میں کھڑا ہو تو وسط صف کے خلاف نہ ہو اور نہ دوسری کراہت قیام امام فی زاویۃ المسجد لازم آئے، اس طرح جب اندرونی حصہ پُر ہو جائے تو پھر اس حصہ ملحقہ میں کھڑے ہوں، اس صورت میں اول تو اس حصہ کی صفیں جداگانہ ہوں گی، ان کی وجہ سے امام کا وسط صف سے علیٰحدہ ہونا لازم نہ آئے گا اور اگر بالفرض ان کی صف واحد بھی سمجھا جاوے، جب بھی نماز میں کراہت نہ آئے گی؛ کیوں کہ اس صورت میں بھی ایک جانب صف کا بڑھ جانا بضرورت عدم گنجائش ہوگا اور عدم گنجائش کی صورت میں بتصریحات فقہاء اس قسم کی کراہتیں معاف ہو جاتی ہیں۔ **کما فی شرح المنیۃ:**

وذکر عن شمس الأئمۃ الحلوانی: أن الصلاۃ علی الرفوف فی الجامع من غیر ضرورۃ مکروہ وعند الضرورۃ بأن امتلأ المسجد لابأس بہ وھٰکذا یحکی عن الفقیہ أبی اللیث فی الطاق: أنہ إذا ضاق المسجد عن القوم لایکرہ إنفراد الإمام فی الطاق، وکذا ذکرہ فی الکفایۃ عن جامع المحبوبی، انتھٰی. (۱)

الغرض اس طریق پر اول تو دونوں کراہتوں میں سے کوئی کراہت لازم نہیں آتی اور اگر بالفرض ترک وسط لازم بھی آیا تو وہ ابتداءً نہیں اور بقاءً بھی بوجہ عدم گنجائش کے ہے؛ اس لیے مکروہ نہ رہا، جیسے اکثر جوامع میں اور بالخصوص رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں عموماً ہجوم کی وجہ سے اطراف مسجد میں جس طرف جگہ دیکھی جاتی ہے، صفیں بڑھادی جاتی ہیں، اسی طرح عیدگاہوں میں بھی اور کسی عالم سے منقول نہیں کہ اس پر نکیر کی ہو اور شاید شامی کی دونوں عبارتوں میں تطبیق وتوفیق بھی اسی طرح نکل سکے کہ بوقت ضرورت مسجد شتوی کے پُر ہو جانے کا جب مسجد صیفی میں لوگ کھڑے ہوں اور ایک جانب صف اس ضرورت سے بڑھ جاوے تو ان کی پرواہ نہ کی جائے، کمافی عبارۃ الاول اور بغیر اس صورت کے وسط کو چھوڑا جائے تو یہ مکروہ ہے، **کمافی العبارۃ الشامیۃ.**

---

(۱)　غنیۃ المستملی فی فصل ما یکرہ فعلہ فی الصلاۃ وما لا یکرہ، ص: ۳٦۱، انیس

خلاصہ یہ کہ اس حصہ زائد کے درمیان سے بالکل دیوار کو علاحدہ تو نہ کیا جائے؛ لیکن دروازہ کھول دیا جائے اور جب تک اصلی حصہ مسجد پر نہ ہو، اس وقت تک اس حصہ زائدہ میں کھڑے نہ ہوں، اس طرح یہ حصہ ملحق ہو کر بھی کوئی کراہت لازم نہ آئے گی۔

(۲)　اگر انتقالات امام مشتبہ نہ ہوں اور اتصال صفوف بیرونی دروازہ کے ذریعہ ہو جائے تو بغیر الحاق بالمسجد کے بھی اس قطعہ جدید میں نماز بلا کراہت درست ہو جاوے گی۔ **كما فى الشامية:**

(**والحائل لالمنع)الإقتداء(إن لم يشتبه حال إمامه،إلخ.)**(۱)**والله أعلم**(امداد المفتین:۲/۲۸۳-۲۸۶)

امام کا کنارے کھڑا ہونا:

سوال:　ایک چھوٹی سی مسجد ہے، جس میں جگہ کی قلت ہے، اگر درمیان سے محراب کو کنارہ کر دیا جائے تو جگہ میں آسانی پیدا ہو جائے گی اور صفیں زیادہ ہو جائیں گی تو کیا محراب کو کنارہ کر کے امام اس جگہ سے؛ یعنی کنارے سے نماز پڑھائے تو نماز ہوگی، یا نہیں؟

هو المصوب

صورت مسئولہ میں امام کا درمیانی صف کے سامنے کھڑا ہونا سنت ہے، (۲) وسط صف کے دائیں، یا بائیں ہٹ کر کھڑا ہونا خلاف سنت ہے، مذکورصورت میں محراب وسط صف میں ہونا چاہئے؛ تا کہ سنت طریقہ پر ہو؛ لیکن اگر کنارے سے نماز پڑھائے اور فرق کم ہو تو درست ہے۔ (۳)

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۲۲)

امام کا مقتدیوں سے بلند جگہ پر کھڑا ہونا:

(الجمعیۃ، مورخہ ۹/ جون ۱۹۳۶ء)

سوال:　اگر امام مقتدیوں سے چار، یا چھ انگل اونچائی پر ہو تو نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟

---

(۱)　**الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۲/۳۳۳،انيس**

(۲)　**وسطوا الإمام وسدوا الخلل.(سنن أبى داؤد، كتاب الصلوة،باب مقام الإمام من الصف،رقم الحديث: ٦٧٧)**
السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف.(رد المحتار: ٣١٠/٢)(كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فى كراهة قيام الإمام فى غير المحراب،انيس)

(۳)　**وفى مبسوط البكر:السنة أن يقوم فى المحراب ليعتدل الطرفان،ولو قام فى أحد جانبى الصف يكره.(رد المحتار: ٣١٠/٢) (كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب هل الإساءة دون الكراهة أوأفحش منها؟انيس)**

الجواب

اگرامام دو چار انگل اونچی جگہ پر ہوتو نماز میں نقصان نہیں آتا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ دہلی ۔(کفایت المفتی:۱۳۳/۳)

امام کا کتنا اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہے:

سوال: امام کا اونچی جگہ کھڑا ہونا مکروہ ہے، خواہ کتنی ہی اونچی ہو، اس کی دلیل البحر الرائق (۲۶/۲) میں ہے اور محراب میں بھی امام کا کھڑا ہونا مکروہ ہے، وقت فرصت جواب مرحمت ہو؟

الجواب

میں نے یہ عرض کیا تھا کہ امام کا مطلقاً کسی قدر اونچا کھڑا ہونا مکروہ نہیں، مثلاً دو انگل، یا چار انگل اونچا ہو، یہ جائز ہے۔ البحر الرائق کی عبارت سے میرے اس قول کی تائید ہوتی ہے، چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

(قوله: وانفراد الإمام على الدكان وعكسه)أماالأول فلحديث الحاكم مرفوعًا: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقوم الإما م فوق ويبقى الناس خلفه، وعللوه بأنه تشبه بأهل الكتاب فإنهم يتخذون لإمامهم دكانا، أطلقه فشمل ما إذا كان الدكان قدر قامة الرجل أو دون ذلک وهوظاهرالرواية، وصححه فى البدائع لاطلاق النهى وقيده الطحاوى بقدر القامة ونفى الكراهة فيما دونه، آه. (۲)

غالبًا **(فشمل ما إذا كان الدكان قد رقامة الرجل أودون ذلک)** سے آپ کو یہ شبہ ہوا کہ ذرا سی بلندی بھی مکروہ ہے، حالانکہ صاحب بحر کا یہ مقصود نہیں ہے؛ بلکہ ان کا مقصود طحاوی کے قول کو رد کرنا ہے کہ انہوں نے قد آدم بلندی کو مکروہ کہا ہے، اس سے کم کو مکروہ نہیں کہا، یہ تقیید صحیح نہیں؛ کیوں کہ اطلاق حدیث قد آدم اور اس سے کم دونوں کی کراہت کو مقتضی ہے، رہا یہ کہ قد آدم سے کم جس قدر بھی ہو، سب مکروہ ہے، حتیٰ کہ ایک دو انگل بلندی بھی، یہ اس عبارت سے مفہوم نہیں ہوتا؛ بلکہ آگے چل کر خود البحر الرائق میں تصریح ہے کہ تھوڑی سی بلندی مکروہ نہیں ہے۔

(۱) قال فى التنوير وشرحه:"وكره (انفراد الإمام على الدكان)للنهى، بقدر الارتفاع بذراع، ولا بأس بمادونه، وقيل ما يقع به الامتيازوهوالأوجه.(باب ما يفسدالصلاة وما يكره فيها: ۶۴۶/۱، ط:سعيد)

(۲) كتاب الصلاب، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۴۶/۲، دارالكتب العلمية، انيس

عن أبى مسعود الأنصارى، قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم: أن يقوم الإمام فوق شئ والناس خلفه يعنى أسفل منه.(سنن الدارقطنى، كتاب الصلاة، باب نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم: أن يقوم الإمام فوق شيئ والناس خلفه: ۴۶۳/۲، رقم الحديث: ۱۸۸۲، مؤسسة الرسالة/المستدرک للحاكم، رقم الحديث: ۷۶۱، انيس)

وقال قاضی خان فی شرح الجامع الصغیر: إنه مقدر بذراع اعتبارا بالسترة وعلیه الاعتماد، وفی غایة البیان وهو الصحیح وفی فتح القدیر وهو المختار. (۱)

اس میں تصریح ہے کہ صحیح اور معتمد قول یہ ہے کہ ایک ذراع بلندی مکروہ ہے، اس پر اعتماد ہے، اس سے کم مکروہ نہیں۔
اس کے بعد لکھتے ہیں:

ولکن قال (أی صاحب الفتح): الأوجه الإطلاق وهو ما یقع به الامتیاز؛ لأن الموجب وهو شبه الإزدراء یتحقق فیه غیر مقتصر علیٰ قدر الذراع، آه. (۲)

یعنی صاحب فتح نے کہا ہے کہ زیادہ مناسب یہ ہے کہ ذراع کی قید نہ لگائی جائے؛ بلکہ اطلاق پر رکھا جائے کہ جتنی بلندی سے امتیاز حاصل ہو، وہ مکروہ ہے، سواولا یہ صاحب فتح کی رائے ہے، روایت نہیں ہے، دوسرے ان کا بھی یہ مطلب نہیں کہ ذراسی بلندی بھی مکروہ ہے؛ کیوں کہ وہ اگر ذراع کی قید نہیں لگاتے تو یہ قید ضرور بڑھاتے ہیں کہ جتنی بلندی سے امام کو امتیاز ہو جائے، وہ مکروہ ہے، اس سے کم مکروہ نہیں اور ظاہر ہے کہ ایک دوانگل بلندی سے امام کو امتیاز حاصل نہیں ہوتا، دوسرے اگر ذراسی بلندی بھی مکروہ ہو جاوے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ مسجدوں کا فرش آلات سے جانچ کر لگانا ضروری ہو؛ کیوں کہ جب بدون آلات سے دیکھے کیف ما اتفق فرش لگایا جاوے گا تو ایک دوانگل کسی جگہ سے اونچا نیچا ہو جانا ضرور ممکن ہے، حالاں کہ زمانۂ قدیم میں اس طرح آلات سے فرش کی برابری نہیں دیکھی جاتی تھی، اور نہ حدیث کا یہ مفہوم ہے، حدیث کا مطلب تشبہ اہل کتاب سے روکنا ہے اور وہ لوگ امام کے لیے خاص طور پر اونچی جگہ ممتاز بناتے تھے، ایک دوانگل بلندی سے ان کا تشبہ لازم نہیں آتا، رہا محراب میں کھڑا ہونا وہ اس وقت مکروہ ہے، جب کہ امام پورا محراب میں ہو اور اگر قدم باہر ہوں اور سجدہ محراب میں ہو، یہ جائز ہے۔

قال الشرنبلالی فی نور الایضاح: ویکره قیام الإمام بجملة فی المحراب لا قیامه خارجه وسجوده فیه. (ص: ۲۱۱) **والله أعلم**

قال الشامی: وفی التاتر خانیة: ویکره أن یقوم فی غیر المحراب إلا لضرورة، آه، ومقتضاه أن الإمام لو ترک المحراب وقام فی غیره یکره ولو کان قیامه وسط الصف؛ لأنه خلاف عمل الأمة وهو ظاهر فی الإمام الراتب دون غیره والمنفرد، آه، والله أعلم (۳)

۲ جمادی الثانیہ ۱۳۴۰ھ (امداد الاحکام: ۲/۱۱۴-۱۱۶)

(۱-۲) البحر الرائق، کتاب الصلاب، باب مایفسد الصلاة و ما یکره فیها: ۲/۴۶، دار الکتب العلمیة، انیس

(۳) کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة و ما یکره فیها، مطلب: إذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة أولیٰ: ۲/۴۱۴، دار الکتب العلمیة، انیس

صفوں میں کجی ہو تو امام کا مصلی کہاں ہو:

مسجد کے صحن میں کجی اکثر آجاتی ہے، بائیں طرف بڑھ جاتا ہے، اس صورت میں صحن میں جماعت ہو تو مصلیٰ محراب کے سامنے بچھایا جائے، یا کہ جہاں جماعت کا بیچ ہو؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مسجد کے صحن میں کجی آجانے کے سبب سے باہر جماعت کرنے کے وقت مسجد کا اندرونی محراب وسط صف میں نہیں آتا ہے تو امام صحن میں اسی جگہ کھڑا ہو جہاں پہلی باہری صف کا وسط واقع ہو۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور ۱/۸/۱۴۰۴ھ۔(منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۳۰۵)

صحن میں جماعت کرانے کی صورت میں امام کہاں کھڑا ہو، جماعت ثانیہ کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ!

(۱) نماز فرض باجماعت اول ادا کرنے کے لیے امام ومقتدی صحن مسجد میں کھڑے ہوں تو امام کو محراب مسجد کے سامنے کھڑا ہونا ضروری ہے؟

(۲) نماز فرض باجماعت ادا کرنے کے لیے امام کو محراب مسجد کے دائیں، یا بائیں طرف ہٹ کر کھڑا ہونا ضروری ہے، سنت رسول کی روشنی میں جواب طلب تحریر کرکے مہر لگا کر مشکور ہونے کا موقع دیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

(۱) امام کو وسط میں کھڑا ہونا چاہیے اور دونوں طرف برابر مقتدی کرنے چاہئیں، طریقہ سنت یہ ہے کہ جس وقت جماعت کھڑی ہو، دونوں طرف برابر مقتدی ہوں، پھر جو بعد میں آکر شریک ہوں، ان کو بھی یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ حتیٰ الوسع دونوں طرف برابر شریک جماعت ہوں، اگر باہر فرش صحن میں کھڑا ہو، تب بھی محاذی محراب کے کھڑا ہو، البتہ اگر کہیں مسجد کا صحن کسی طرف بڑھا یا گیا ہو تو صحن کے وسط کا خیال کرلیا جائے اور امام کو صحن کے اعتبار سے بیچ میں کھڑا ہونا چاہیے۔

شامی: ۱/۳۲۰ میں ہے:

---

(۱) وينبغي للإمام أن يقف بازاء الوسط فإن وقف في ميمنة الوسط أوفي ميسرته فقد أساء لمخالفة السنة.(الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۸۹،مكتبه رشيديه، پاكستان)(الباب الخامس في الإمامة،الفصل الخامس في بيان مقام الإمام والمأموم،انيس)

''السنة أن يقوم فى المحراب ليعتدل الطرفإن،ولوقام فى أحد جانبى الصف يكره،ولو كان المسجد الصيفى بجنب الشتوى وامتلأ المسجد يقوم الإمام فى جانب الحائط ليستوى القوم من جانبيه،و الأصح ماروى عن أبى حنيفة:أنه قال أكره أن يقوم بين الساريتين أوفى زاوية أوفى ناحية المسجد أوإلٰى ساريةٍ ؛لأنه خلاف عمل الأمة.(۱)

(۲) مسجد محلّہ میں؛یعنی جس مسجد کا امام مؤذن مقرر ہو،جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔

''قال المحقق الشامى:ولنا أنه عليه الصلاة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلٰى المسجد وقد صلٰى أهل المسجد فرجع إلٰى منزله فجمع أهله وصلٰى،ولوجاز ذلک لما اختار الصلاة فى بيته علٰى الجماعة فى المسجد.(۱/٤٠٩)(۲)

زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی''القطوف الدانية من كراهية الجماعة الثانية'' میں دیکھ لی جاوے۔(۲)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ،۱۶/جمادی الاخریٰ ۱۴۱۴ھ۔(فتاویٰ مفتی محمود:۲/۲۵۱-۲۵۲)

---

(۱) كتاب الصلاة،باب الإمامة،هل الإساءة دون الكراهة أوأفحش منها ؟انيس

(۲) كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد،انيس

المسجد إذا كان له إمام معلوم وجماعة معلومة فى محلة فصلٰى أهله فيه بالجماعة لايباح تكرارها فيه أذان ثان أما إذا صلوا بغيرأذان يباح إجماعًا،إلخ.(الفتاوٰى الهندية،الفصل الأول فى الجماعة: ۸۳/۱،الباب الخامس فى الإمامة،ط: ماجدية كوئٹه،انيس)

عن أبى بكرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أقبل من نواحى المدينة يريد الصلاة فوجد الناس قد صلوا، فمال إلٰى منزله فجمع أهله فصلٰى بهم.(رواه الطبرانى فى الكبيروالأوسط ورجاله ثقات-بغية الرائد فى تحقيق مجمع الزوائد،كتاب الصلاة، باب فيمن جاء إلى المسجد فوجد الناس قد صلوا: ۱۷۳/۲،رقم الحديث:۲۱۷۷، دارالفكربيروت،انيس)

عن خالد الحذاء،عن أبيه،أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أقبل من نواحى المدينة يريد الصلاة،فوجد الناس قد صلوا،فمال إلٰى منزله،فجمع أهله،فصلٰى بهم.(المعجم الأوسط للطبرانى،من إسمه عبدان،حديث نمبر: ۴۶۰۱،ج۵/ ۳۵،دارالحرمين،انيس)

وعن إبراهيم النخعى قال:قال عمررضى الله عنه:لايصلى بعد صلاة مثلها.(مصنف ابن أبى شيبة،من كره أن يصلى بعد الصلاة مثلها (ح:۵۹۹۷)انيس)

وعن خرشة بن الحرأن عمررضى الله عنه كان يكره أن يصلى بعد صلاة الجمعة مثلها.(شرح معانى الآثار،باب التطوع بعد الجمعة كيف هو (ح:۱۹۸۱)انيس)

(۲) فتاویٰ علماء ہند:۱۰/۵۰۱-۵۲۸،ملاحظہ فرمائیں،انیس

گرمی کی وجہ سے دوسری صف میں امام کھڑا ہو:

سوال: گرمی کے زمانہ میں مسجد کے اندر محراب کو چھوڑ کر پچھلی صف میں امام کا کھڑا ہو کر نماز پڑھانا کیسا ہے؟

هو المصوب

گرمی کی وجہ سے اگر ایسا کیا ہے تو جائز ہے۔(۱)

تحریر: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۲۴۲)

☆ ☆ ☆

(۱) مسجد کے کسی بھی حصہ میں ضرورتاً جماعت ہوسکتی ہے، اس میں سردی یا گرمی کی کوئی تخصیص نہیں ہے، سنت یہ ہے کہ امام بیچ صف میں کھڑے ہوں اور بلاضرورت محراب کو نہ چھوڑیں۔

السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف ألا ترى أن المحاريب ما نصبت إلا وسط المساجد وهي قد عينت لمقام الإمام.(رد المحتار: ۲/ ۱۰ ۲)(كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولىٰ، انيس)

محراب کی تعیین

محراب کس کو کہتے ہیں اور اس کا حکم:

سوال: محراب کا اطلاق از روئے شرع شریف آیا صرف اس پر ہوتا ہے، جو منبر کے قریب دیوار میں کندہ ہوتا ہے، یا باہر جو دروازے محراب نما ہوتے ہیں، اس کو بھی محراب کہا جا سکتا ہے؟ محراب کی صحیح تعریف فرمایئے؟ نیز باہر کے محراب نما دروازہ پر جو عوام کراہت صلوٰۃ کا حکم لگاتے ہیں، صحیح ہے، یا غلط؟

جواب شافی و مدلل تحریر فرمائیں؟ لوگوں میں اس مسئلے میں اختلاف شدید ہو رہا ہے۔ فقط بینوا توجروا۔

(المستفتی: حافظ محمد شفیع اللہ، کوچہ میر ہاشم دہلی)

الجواب

محراب اصل تو وہی ہے، جو دیوار قبلہ میں ہوتی ہے؛ لیکن اس کا حکم ان دروں پر بھی جو باہر کے دروازوں میں بصورت محراب بنائے جاتے ہیں، بعض فقہا نے عائد کیا ہے؛ اس لیے احتیاط یہ ہے کہ امام ان دروں کے باہر کھڑا ہو؛ تاکہ کسی قسم کا شبہ اور شک باقی نہ رہے؛ لیکن اگر امام در میں بھی کھڑا ہو جائے تو لڑنے جھگڑنے کا موقع نہیں ہے؛ کیوں کہ زیادہ سے زیادہ اولیٰ اور خلاف اولیٰ کا اختلاف ہے اور لڑائی جھگڑا حرام ہے۔(۱) فقط

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۷۸/۳)

(۱) أویکره قیام الإمام وحده فی الطاق وهو المحراب ولایکون سجوده فیه إذا کان قائماخارج المحراب، هٰکذا فی التبیین وإذا ضاق المسجد خلف الإمام فلا بأس بأن یقوم فی الطاق.(الفتاویٰ الهندیة.الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة وما لایکره: ۱۰۸/۱،ط:ماجدیة)

(و) کره...تنزیهاً...(قیام الإمام فی المحراب،لاسجوده فیه)وقدماه خارجة؛لأن العبرة للقدم (مطلقًا) وإن لم یتشبه حال الإمام إن علل بالتشبه وإن بالإشتباه ولا اشتباه فلا اشتباه فی نفی الکراهة.(الدرالمختار)

وفی الشامی قلت:أی المحراب إنما بنی علامة لمحل قیام الإمام لیکون قیامه وسط الصف،کما هوالسنة، لا؛لأن یقوم فی داخله،فهو وإن کان من بقاع المسجد؛لکن أشبه مکانًا آخر فأورث الکراهة...هٰذا وفی حاشیة البحرللرملی:الذی یظهرمن کلامهم إنها کراهة تنزیه تأمل، آه.(ردالمحتار: ۶۴۵/۱_۶۴۶)(کتاب الصلاة، ومایکره فیها،مطلب:إذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة أولٰی،انیس)

محراب کی تعیین اور مسجد کا حکم:

سوال: محراب سے مراد کیا ہے؟ کیا مسجد کی ہر در میں جو محراب کٹا رہتا ہے، جس میں لوگ آتے جاتے ہیں، محراب کی تعریف میں آتا ہے؟ یا صرف پچھمی دیوار کے درمیان منبر کے قریب جو محراب بنی رہتی ہے، صرف وہی محراب ہے، وضاحت فرمائیں اور یہ بھی واضح کریں کہ منبر کے قریب کی محراب کے علاوہ مسجد کی دوسری در میں اگر امام کھڑا ہوکر نماز پڑھا رہا ہو، اس کے صحن میں مقتدی کھڑے ہوں تو اس میں شرعاً کوئی ممانعت تو نہیں ہے۔

(خادم مشتاق احمد (محمد پور صدر اعظم گڑھ)

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

قبلہ کی دیوار میں بالکل بیچو بیچ میں جو محراب نما بنایا جاتا ہے، وہ مراد ہے؛ تاکہ امام کے دونوں طرف صفوں کی مقدار برابر رہے۔ پس اس محراب کو چھوڑ کر اور جگہ، یا کسی اور در میں کھڑے ہونے سے اگر امام کے دونوں جانب کی صفیں برابر نہ رہیں، کم وبیش ہوجائیں تو کراہت تحریمی کا ارتکاب لازم آئے گا۔(۱)

اسی طرح اگر کسی در (محراب نما) کے اندر امام کھڑا ہو اور سب مقتدی باہر، یا صحن میں کھڑے ہوں تو اگرچہ تعادل طرفین حاصل ہو؛ مگر اساءت ہوگی اور کراہت کو منجر ہوگی، ورنہ کوئی حرج نہ ہوگا۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند سہارنپور، ۱۴۰۱/۵/۳ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۳۰۸-۳۰۹)

محراب میں امام کے کھڑے ہونے کا معنیٰ:

سوال: محراب مسجد کے علاوہ صحن مسجد میں محاذی محراب کھڑا ہوکر امام راتب کو جماعت کرانا جائز بلا کراہت ہے، یا نہیں؟ اور فقہاء کرام جو قیام غیر محراب کو مکروہ لکھتے ہیں، اس کے کیا معنی ہیں؟ اور گرمی تبدل جماعت کے لئے عذر شرعی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گرمیوں کے ایام میں صحن مسجد میں جماعت کرانا ثابت

---

(۱) "السنة أن يقوم فی المحراب ليعتدل الطرفان، و لو قام فی أحد جانبی الصف يكره". (ردالمحتار علی الدر المختار: ۲/۳۱۰-۴۱۴) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها؟ انيس)

(۲) وقيام الإمام فی المحراب، لا سجوده فيه. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۴۱۴) (كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، انيس)

"أی كره" اس مسئلہ میں فتح القدیر میں ہے: ويكره أن يقوم فی الطاق أی المحراب لأنه يشبه صنيع أهل الكتاب من حيث تخصيص الإمام بالمكان بخلاف ما إذا كان سجوده فی الطاق ورجلاه خارجها فإنه لا يكره. (الهداية مع فتح القدير فی باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۴۲۵، انيس)

ہے، یانہیں؟ بعض علما میں رسم ہے کہ محراب مسجد میں کھڑے ہوکر جماعت کرانا ضروری جانتے ہیں، خواہ کیسی ہی تکلیف ہو اور طبیعت با قاعدہ نماز کی طرف متوجہ ہو، یا نہ ہو؟ اس کی کوئی سند ہے، یانہیں؟

الجواب

فی ردالمحتار (۵٦٨/١ ،باب الإمامة) تنبيه: يفهم من قوله:أو إلٰى سارية، كراهة قيام الإمام فی غير المحراب ويؤيده قوله قبله:السنة أن يقوم فی المحراب وكذا قوله فی موضع آخر:السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف،ألاترٰی أن المحاريب مانصبت إلاوسط المساجد وهی قد عينت لمقام الإمام،آه،والظاهر أن هٰذا فی الإمام الراتب لجماعة كثيرة لئلا يلزم عدم قيامه فی الوسط،فلولم يلزم ذلک لايكره،تأمل. (۱)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ محاذی محراب صحن میں کھڑا ہونا بلا کراہت جائز ہے؛ بلکہ عبارت اخیرہ (۲) سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اگر محراب کے محاذ بھی نہ ہو؛ مگر صف کا وسط ہو، تب بھی جائز ہے۔

پس معلوم ہوا کہ قول فقہا میں محراب سے مراد وسط مساجد، یا وسط صف ہے، اب گرمی کا تبدل مکان کے لئے عذر ہونا محتاج استفسار نہ رہا اور اس باب میں کوئی حدیث فعلی مرفوع نظر سے نہیں گزری، البتہ قولی حدیث غالباً ابوداؤد میں ہے: **"توسطوا الإمام و سدو الخلل"**. (۳) اس سے بھی تائید حکم مذکور ہوتی ہے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

(۱) مطلب فی كراهة قيام الإمام فی غير المحراب،انيس

(۲) ردالمحتار، باب الإمامة،مكروهات الصلاة:(٦٤٦/١) میں مذکور ہے:تنبيه:فی معراج الدراية من باب الإمامة:الأصح ماروی عن أبی حنيفة أنه قال:أكره للإمام أن يقوم بين الساريتين أوزاوية أوناحية المسجد أوإلٰى سارية؛لأنه خلاف عمل الأمة،اه.وفيه أيضًا:السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف،ألاترٰی أن المحاريب مانصبت إلاوسط المساجد وهی قد عينت لمقام الإمام،آه.وفی التاترخانية:ويكره أن يقوم فی غير المحراب إلا لضرورة،آه، ومقتضاه أن الإمام لوترک المحراب وقام فی غيره يكره ولوكان قيامه وسط الصف؛لأنه خلاف عمل الإمامة وهوظاهرفی الإمام الراتب دون غيره والمنفرد فاغتنم هٰذه الفائدة فإنه وقع السؤال عنها ولم يوجد نص فيها،آه.(رد المحتار،مكروهات الصلاة: ٦٤٦/١)(كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها،مطلب:إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترک السنة أولٰى:٤١٤/٢ ،دار الكتب العلمية،انيس)

یہ عبارت عبارت منقولہ فی الجواب کے معارض ہے؛ اس لئے جواب میں اس کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے۔(تصحیح الاغلاط، صفحہ:۷)

(۳) (ابوداؤد شریف، جلد:۱/ص:۱۰۶، باب مقام الإمام من الصف ولفظه ووسطو الإمام،إلخ) حدیث کا ترجمہ: امام کو بیچ میں رکھو (یعنی امام کے دائیں بائیں برابر ہوں) اور شگافوں کو بند کرو۔سعید)

ابوداؤد میں یہ حدیث اس طرح ہے: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم:وسطوا الإمام وسدوا الخلل.(كتاب الصلاة، باب مقام الإمام من الصف: ٩٥/١ ،رقم الحديث: ٦٨١ ،بيت الأفكار،انيس)

غیر مسجد میں بحالت سفر نماز پڑھنے سے استدلال کیا جاوے کہ وہاں محراب ہی نہ تھی تو گنجائش ہے اور اس تقریر سے رسم مذکور فی السوال کا بے اصل ہونا بھی ظاہر ہوگیا۔

(امداد: ۱/۳۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۱۸-۴۱۹)

محراب مسجد میں داخل ہے، یا نہیں:

سوال: محراب داخل مسجد ہے، یا نہیں؟ اگر فقط محراب ہی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائی جاوے، صحیح ہوگی، یا نہیں؟ بہر صورت صحت کیا ہے؟ فقط

الجواب

فی الدرالمختار، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا: (وقیام الإمام فی المحراب، لاسجودہ فیہ) وقدماہ خارجہ، إلخ. (۱)

اس سے ثابت ہوا کہ محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانا مکروہ ہے گو محراب داخل مسجد ہے۔

(تتمہ اولیٰ، ص: ۱۸) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۲۱)

امام کے لیے محراب میں کھڑا ہونا افضل ہے:

سوال (۱) اگر امام اصل مقام اور مقررہ جگہ؛ یعنی محراب چھوڑ کر مسجد ہی میں کسی دوسری جگہ، یا اس کے فرش پر گرمی کے سبب، یا کسی شخص کے کہنے پر پہلی جماعت سے نماز پڑھائے تو نماز میں، یا نماز کی اصلیت میں، یا اس کی فضیلت میں کوئی فرق آئے گا، یا نہیں؟

(۲) مسجد میں ثانی جماعت سے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے، کیا اس کے لیے کوئی خصوصیت ہے؟

(۳) خطبۂ جمعہ میں خطبۂ اولیٰ عربی کے بعد اس کا ترجمہ اردو نظم یا نثر میں پڑھنا کیسا ہے؟

(۴) امام کا ٹوپی پہن کر نماز پڑھانا اور عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

(المستفتی: ۲۱۵۲، محمد ظہیر (ضلع ناسک) ۲۸ رشوال ۱۳۵۶ھ م یکم جنوری ۱۹۳۸ء)

الجواب

(۱) محراب میں کھڑا ہونا افضل ہے اور گرمی کی وجہ سے باہر کھڑا ہونا، مگر امام محراب کے مقابل کھڑا ہو تو اس

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، مکروهات الصلاة: ۱/٦٤٥

میں بھی مضائقہ نہیں ہے اور محراب سے شمالاً، یا جنوباً ہٹ کر کھڑا ہونا پہلی جماعت میں بغیر عذر مکروہ ہے، گرمی کا عذر کافی نہیں۔(۱)

(۲) جس مسجد میں نماز، یا جماعت مقرر ہو، اس میں دوسری جماعت مکروہ ہے۔(۲)

(۳) اردو نظم ونثر خطبے میں خلاف اولیٰ ہے۔(۳)

(۴) ٹوپی پہن کر نماز پڑھانا جائز ہے؛ مگر عمامہ کے ساتھ افضل ہے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ غفرلہ (کفایت المفتی:۳/۴۸۷)

امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا:

سوال: امام صاحب عصر اور مغرب کی نماز مسجد کے برآمدہ میں ادا کرتے ہیں اور امام محراب کے اس قدر اندر ہوتے ہیں کہ بالکل نظر نہیں آتے، بعض مقتدی کہتے ہیں: اس صورت میں امام صاحب کا اندر کھڑا ہونا، جبکہ باہر جگہ بھی ہے، مکروہ ہے۔ امام صاحب کہتے ہیں کہ اس میں کوئی کراہت نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

برآمدہ میں جماعت ہونے کی صورت میں کم از کم امام کا آدھا قدم برآمدہ کے حصہ میں ہونا چاہیے؛ تاکہ اختلاف فقہا سے بچا رہے، ورنہ اسائت وکراہت سے خالی نہ ہوگا اور اصلاح لازم رہے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند سہارنپور۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ:۱/۳۱۲)

امام کا محراب میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنا شرعا کیسا ہے اور محراب کی شرعی حیثیت کیا ہے:

سوال (۱) منیۃ المصلی وکنز الدقائق، شرح وقایہ وغیرہ کتب میں امام کا محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانا مکروہ

(۱) قال الشامي: "(ويقف وسطاً) قال في المعراج: وفي مبسوط بكر: "السنة أن يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان، ولو قام في أحد جانبي الصف يكره... والأصح ماروى عن أبي حنيفة رحمه الله أنه قال: "أكره أن يقوم بين الساريتين أو في زاوية أو ناحية المسجد أو إلى سارية؛ لأنه خلاف عمل الأمة. (باب الإمامة: ١/٥٦٨، ط: سعيد) (مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها؟ انيس)

(۲) ويكره تكرار الجماعة... في مسجد محلة، إلخ. (التنوير و شرحه، باب الإمامة: ١/٥٥٢، ط: سعيد)

(۳) لاشک في أن الخطبة بغير العربية خالف السنة المتوارثة من النبي صلى الله عليه وسلم والصحابة رضي الله عنهم. (عمدة الرعاية علىٰ هامش شرح الوقاية، باب الجمعة: ١/٢٠٠، ط: سعيد)

(۴) (والمستحب) أن يصلي (الرجل في ثلاثة أثواب، إزار وقميص وعمامة) ولو صلىٰ في ثوب واحد متوحشًا به جميع بدنه كإزار الميت يجوز من غير كراهة، إلخ. (الحلبي الكبير، فروع في الستر: ٢١٦، ط: سهيل اكيڈمی، لاهور)

تحریمی میں سے لکھا ہے کہ اس میں مشابہت اہل کتاب کے ساتھ ہے؛ اس لیے اس میں نماز مکروہ ہے۔

(۲) مرقاۃ، جلد اول: ۴۷۳ میں حضرت ملا علی قاری مرحوم فرماتے ہیں:

"أن المحاريب في المساجد محدثة أول من أحدثه عمربن عبدالعزيز فى إمارة الوليد ومن ثم كره جمع من السلف اتخاذها والصلاة فيها".

اور مولانا عبدالحئ صاحب مرحوم لکھنوی فتاویٰ جلد اول میں فرماتے ہیں:

"المسجد الشريف لم يكن له محراب في عهده صلى الله عليه وسلم ولافي زمن الخلفاء" انتهىٰ.

اسی طرح سفر السعادت اور جذب القلوب میں ہے۔

(۳) عون المعبود میں شیخ ابن الہمام سے نقل کیا گیا ہے:

"بني المحاريب في المساجد من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم وأيضًا لايكره الصلاة فى المحاريب ومن ذهب إلى الكراهة فعليه البينة". (۱)

جناب سے جواب طلب امر یہ ہے کہ زید عبارت نمبر اول و دوم سے محراب کا بنانا اور اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی بتاتا ہے اور بکر عبارت نمبر سوم سے محراب کا بنانا اور اس میں نماز پڑھانا مسنون ثابت کرتا ہے، دونوں میں سے کون حق پر ہے اور مفتی بہ قول مذہب حنفیہ میں کونسا ہے؟

(المستفتی: ۲۵۹۴، بشیر احمد بھاولپور، ۱۳؍ربیع الاول ۱۳۵۹ھ م ۲۲؍اپریل ۱۹۴۰ء)

الجواب

صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد نبوی میں محراب نہ تھی اور یہ بھی محقق ہے کہ صحابۂ کرام کے زمانے میں مساجد میں محرابیں بنائی گئیں۔

پس بناء محاریب کو ناجائز اور بدعت بتانا درست نہیں اور محراب میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ ہاں! امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور کراہت کی وجہ یا تشبیہ بالیہود، یا اختفاء حال امام ہے، یہ نہیں ہے کہ محراب بدعت ہے ، اگر امام کے قدم محراب سے باہر ہوں تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۱۴۱/۳-۱۴۲)

---

(۱) فإنه بنى فى المساجد المحاريب من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم. (فتح القدير: ٤١٣/١، دارالفكر، انيس)

(۲) قال فى البحر الرائق، وجهة الكعبة تعرف بالدليل والدليل فى الأمصار والقرىٰ المحاريب التى نصبها الصحابة والتابعون رضى اللّٰه عنهم أجمعين فعلينا اتباعهم فى استقبال المحاريب المنصوبة، إلخ. (باب شروط الصلاة: ٣٠٠/١، ط: بيروت)

محراب میں امام کس طرح کھڑا ہو:

سوال: مسجد کی محراب میں امام کو کس طرح سے کھڑا ہونا چاہیے، اگر بالکل اندر کھڑا ہو جائے تو مکروہ تحریمی ہے، یا تنزیہی؟ کتنا قدم کا حصہ باہر نکال کر کھڑا ہو؟ معہ حوالہ کتب تحریر فرماویں۔

الجواب

در مختار میں ہے:

"(وقيام الإمام فى المحراب، لاسجوده فيه) وقدماه خارجة؛ لأن العبرة للقدم"، إلخ. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر قدم محراب سے باہر ہوں تو کراہت نہیں رہتی۔

اور شامی میں کہا:

وفى حاشية البحر للرملى: الذى يظهر من كلامهم أنها كراهة تنزيه، فتأمل. (١/٦٤٦)(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۷۲-۷۳)

امام کا محراب میں کھڑا ہونا:

سوال: امام کا محراب میں تنہا کھڑا ہونا کیسا ہے، عامہ کتب فقہ میں مطلقاً مکروہ لکھا ہے اور شرح وقایہ میں ہے:

"وقيام الإمام فى طاق المسجد: أى فى المحراب بأن يكون المحراب كبيراً، إلخ.

"کبیراً" کی قید احترازی ہے، یا واقعی اگر قید احترازی ہو اور قیام امام محراب صغیر میں مکروہ نہ ہو تو محراب کبیر کی حد کیا ہے؟

(۲) یہاں پر ایک مسجد ہے کہ اگر امام کے قدمین خارج محراب ہوں اور سجدہ محراب ہی میں ہو تو بھی صف اول سیدھی نہیں ہوتی؛ کیوں کہ محراب سے تھوڑے فاصلہ پر ستون ہے، پس جو مقتدی ستون کی محاذات میں ہوتا ہے، اس کو اور مقتدیوں سے کچھ آگے بڑھنا پڑتا ہے، بغیر اس کے اس کو رکوع کرنا مشکل ہوتا ہے اور اگر محراب چھوڑ کر وسط مسجد میں کھڑا ہو تو صف بالکل سیدھی ہوتی ہے اور مسجد میں گنجائش بھی ہے تو کیا امام کو محراب میں کھڑا ہونا ضروری ہے، خواہ صف ٹیڑھی ہو جائے؟

(۳) صف اول اس جگہ کا نام ہے، جو مغربی دیوار سے متصل ہو، یا ان مقتدیوں کی صف ہے، جو امام کے متصل صف میں ہوں۔

---

(۱) الدرالمختار على صدر ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها، ظفير (١/٦٤٥، دارالفكر، انيس)

(۲) ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها. ظفير. (مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولىٰ: ١/٦٤٦، دارالفكر بيروت، انيس)

(۴) مسجد مذکور کی ہیئت ایسی ہے کہ فقط اس کے سامنے پونے تین ہاتھ چھوڑ کر سامنے کی دیوار قائم ہے اور ایسا محض خوبی کے لیے کیا گیا، دیکھنے میں خوشنما معلوم ہوتی ہے اور وہ حصہ جو سامنے کی دیوار کے آگے ہے، یہاں کے عرف میں برآمدہ مسجد کے نام سے معروف ہے، یہ حصہ مسجد میں داخل ہے، یا نہیں؟ اس برآمدہ میں حجرہ بنا کر کسی کو رہنا جائز ہے، یا نہیں؟ بانی مسجد نے مسجد ہی کی نیت سے بنایا ہے۔

الجواب

شارح وقایہ کی غرض اس عبارت سے یہ نہیں کہ وہ محراب صغیر اور کبیرہ میں فقہی طور پر کوئی فرق ایسا کرنا چاہتے ہیں، جیسے مسجد صغیر وکبیر میں بعض احکام فقہیہ متفاوت ہیں؛ بلکہ درحقیقت شارح رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس جگہ محض صورت مسئولہ کا واضح کرنا اور ایک شبہ کا ازالہ مقصود ہے، جو صورت مسئلہ کے تصور میں عرف قدیم کے اعتبار سے پیدا ہوسکتا تھا، وہ یہ کہ سلف صالح رحمہم اللہ کے عہد میں مساجد کی محاریب اس قدر وسیع وفراخ نہ ہوتی تھی کہ ان میں کوئی آدمی کھڑا بھی ہوسکے، چہ جائے کہ پورا سجدہ رکوع وغیرہ وہاں کرسکے؛ بلکہ محراب کی صورت زمانہ سلف میں صرف یہ تھی کہ وسط مسجد میں کوئی نشان دروازہ کی شکل کا، یا اور کسی قسم کا بنادیا جاتا تھا؛ تاکہ وسط کا امتیاز پورا ہوجائے، اس میں امام کا کھڑا ہونا متصور ہی نہیں ہوسکتا، چہ جائیکہ نماز پڑھنا اس لئے حکم **کراھة الصلاة فی الطاق** کی تصویر میں بہ اشکال **بناء علی الرسم القدیم** عائد ہوا کہ یہ صورت تو متصور ہی نہیں ہوسکتا، کراہت یا عدم کراہت کی بحث کیسی؟

اس کا حل شارح نے اس طرح فرمایا:

"لأن یکون المحراب کبیرا فیقوم فیه وحده". (۱)

البتہ اس کے بعد وحدہ کی قید قید احترازی بیان حکم کے لیے ہے اور دلیل اس رسم قدیم کی شیخ جلال الدین سیوطیؒ کا مستقل رسالہ ہے مسمّٰی " **اعلام الأرانیب فی بدعة المحاریب**" جس میں ثابت کیا ہے کہ یہ طریقہ مروجہ زمانہ سلف میں نہ تھا۔

(۲) امام کے لیے محراب میں کھڑا ہونا کوئی سنت نہیں؛ بلکہ سنت صرف یہ ہے کہ وسط صف میں کھڑا ہو اور چونکہ محراب وسط میں ہی بنائی جاتی ہے؛ اس لیے عموماً محراب میں کھڑے ہونے سے یہ سنت ادا ہوجاتی ہے؛ لیکن اگر محراب میں کھڑے ہونے سے کوئی دوسری سنت فوت ہونے لگے، مثلاً تسویۂ صف وغیرہ تو پھر محراب میں کھڑا ہونا نہ چاہیے؛ بلکہ محراب سے باہر ایسی جگہ کھڑا ہوجائے کہ صف سیدھی ہوجائے، البتہ اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ امام وسط صف میں رہے۔ (**کذا فی عامة کتب الفقه**)

---

(۱) **شرح الوقایة، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها: ۱۸۵/۱، انیس**

(۳)　یہ اختلاف صف اول کا جدار غربی کے متصل، یا امام کے متصل ہونے کے متعلق ہمارے دیار کی عام مسجدوں میں تو متصور نہیں؛ کیوں کہ محراب کے اندر امام ہی کھڑا ہوتا ہے، قدمین باہر رہتے ہیں اور صفوف سب مسجد کے اندر ہوتی ہیں تو جو صف جدار غربی کی متصل ہوگی، وہی امام کے متصل ہوگی، اسی کو عرف اور شرع میں صف اول کہا جائے گا۔ حضرات فقہا شامی اور صاحب بحر وغیرہ نے جو اس بارے میں اختلاف نقل فرمایا ہے، وہ ایک خاص صورت پر مبنی ہے، جو عموماً ہمارے دیار میں نہیں، وہ یہ کہ محراب اس قدر وسیع ہو کہ اس میں امام آگے کھڑا ہو اور اس کے پیچھے چند آدمیوں کی چھوٹی سی صف محراب کے اندر ہی ہو جائے، اس قسم کی محراب کا نام عرف قدیم میں مقصورہ ہے اور پھر بڑی صف مسجد کے اندر جدار غربی کی متصل ہوتی تھی تو اس میں اختلاف واقع ہوا کہ صف اول اس خاص صورت میں وہ چھوٹی صف ہوگی، جو امام کے متصل مقصورہ کے اندر ہے، یا بڑی صف جو جدار غربی کے متصل مسجد میں ہے، اس اختلاف میں فقیہ ابواللیث کا فتویٰ یہ ہے کہ بڑی صف کو صف اول کہا جائے گا، علامہ شامی کے طرز کلام سے اسی کی تائید معلوم ہوتی ہے۔ بہر حال ہمارے یہاں تو جو صف امام کے پیچھے متصلاً ہوتی ہے، وہی صف اول ہے، خواہ جدار غربی کے متصل ہو، جیسا کہ امام کے محراب میں کھڑا ہونے کی صورت میں ہوگا، یا جدار غربی سے فاصلہ پر ہو، جیسا کہ امام اگر محراب چھوڑ کر اندرون مسجد کھڑا ہو۔

(۴)　اس معاملہ میں نیت بانی ہی معتبر ہوتی ہے، جب کہ بانی نے اس جگہ کو بہ نیت مسجد بنایا ہے تو وہ قیامت تک کے لیئے مسجد ہوگئی، اس کا تغیر کسی طرح کسی وقت جائز نہیں، اس میں نہ رہائش کا حجرہ بنا سکتے ہیں، نہ کوئی اور مکان، اگرچہ وہ مصالح مسجد ہی کے متعلق ہو، البتہ مسجد کے بوریئے رکھنے کے لیے کوئی جگہ مسجد کے اندر علاحدہ کر سکتے ہیں، جب کہ نمازیوں پر تنگی نہ ہو۔ **صرح بـه فـي الهـنـدية مـن الـوقف وأحـكـام المسجد والمسجد والشامي وصاحب البحر من أحكام المسجد. والله تعالىٰ أعلم** (امداد المفتین: ۲/ ۲۹۰-۲۹۲)

قیام امام یا صف در محراب:

سوال:　مسجد کے در میں بوقت جماعت لوگوں کا کھڑا ہونا کیسا ہے اور جب محراب ایسی گہری ہو کہ امام بالکل اس میں چھپ جاوے تو امام کا ایسی محراب میں کھڑا ہونا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

فـي الدر المختار في مكروهات الصلاة (۱): (وقيـام الإمام في المحراب لاسجوده فيه) وقدماه خارجة؛ لأن العبرة لـلـقـدم (مـطلقًا) وإن لم يتشبه حال الإمام إن علل بالتشبه وإن بالاشتباه ولا

(۱)　الـدر الـمـختار مع ردالمحتار، مكروهات الصلاة، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولىٰ: ۱/ ٦٤٥، انیس

اشتباه، فلا اشتبا ه فی نفی الکراهة.

وفی ردالمحتار:سواء کان المحراب من المسجد کماهو العادةالمستمرة أولا، کمافی البحر... وفیه عن الولوالجیة إذا لم یضق المسجد بمن خلف الإمام لاینبغی له ذلک؛لأنه یشبه تباین المکانین.

(وفیه بعدصفحة) وحکی الحلوانی عن أبی اللیث:لایکره قیام الإمام فی الطاق عند الضرورة بأن ضاق المسجد علی القوم.

وفی ردالمحتار،باب الإمامة،فی الکلام علی الصف الأول هٰکذا،ویعلم منه بالأولیٰ إن مثل مقصورةدمشق التی هی وسط المسجد خارج الحائط القبلی یکون الصف مایلی الإمام فی داخلها وما اتصل به من طرفیها خارجاعنها من أول الجدارإلیٰ آخره،فلاینقطع الصف ببناء ها، کمالا ینقطع بالمنبر الذی هو داخلهافیمایظهر،آه.(۱)

ان روایات سے چندامور معلوم ہوئے:

اول:امام کامحراب کے اندر کھڑا ہونا کہ قدم بھی اندر رہیں،مکروہ ہے۔

دوم:یہ کہ اگرضرورۃ ہوتومکروہ نہیں۔تیسرے:یہ کہ انقطاع صف موجب کراہت ہے،پس جماعت کادروں کے اندرکھڑاہونا موجب انقطاع صف ہے؛اس لیےمکروہ ہوگا۔

ویتأید بحدیث رواه الترمذی:عن عبد الحمید بن محمود قال،صلینا خلف أمیرمن الأمراء فاضطرنا الناس فصلینا بین الساریتین فلماصلینا قال أنس بن مالک:کنا نتقی هٰذاعلیٰ عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم.(۲)

لیکن ضرورت میں یہ بھی جائز ہوگا۔(۳)واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

۱۷/ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ۔(امداد:۱/۶۷)(امدادالفتاویٰ جدید:۱/۴۱۹۔۴۲۰)

امام کومحراب میں کھڑا ہونا کیسا ہے:

سوال: متعلقہ قیام امام بمحراب؟

الجواب

اگرامام محراب میں کھڑاہواورمقتدی باہر ہوں تونمازمکروہ ہوجاتی ہے۔

(۱) کتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب:فی الکلام فی الصف الأول:۲/۳۱۱،دارالکتب العلمیة،انیس

(۲) سنن الترمذی،باب کراهیة الصف بین السواری:۱/۳۱،سعید)(۱/۸۵،رقم الحدیث:۲۲۹، بیت الأفکار،انیس)

(۳) قال ابن العربی:ولا خلاف فی جوازه عند الضیق.(نیل الأوطار،باب کراهیة الصف بین السواری للمأموم:۲/۲۲۸، دارالحدیث مصر،انیس)

ہاں! امام کے قدم محراب سے باہر ہوں تو نماز درست ہوگی۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔(کفایت المفتی:۱۴۵/۳)

امام کا تنہا محراب میں کھڑا ہونا:

سوال: بہت سی مساجد کی تعمیر اس طرح ہوتی ہے کہ پہلی صف کے اندر ہی دیوارِ قبلہ سے متصل ممبر ہوتا ہے اور دیوارقبلہ سے محراب کا مدور حصہ دیوارقبلہ سے تین چار بالشت آگے باہر کو نکلا ہوا ہوتا ہے، عام طور پر مصلیٰ مذکورہ پہلی صف میں بچھایا جاتا ہے اور جماعت کے وقت مقتدیوں کی صفِ اول اس کے بعد ہوتی ہے، جو درحقیقت دیوارقبلہ سے صفِ ثانی ہوتی ہے، مگر عموماً جمعہ، عیدین بارش وغیرہ کے وقت نمازیوں کے ازدہام وکثرت اور جماعت خانہ میں جگہ کی قلت کی بنا پر امام کا مصلی ذرا آگے کو محراب کے اندر کردیا جاتا ہے، بایں طور کہ امام تو جماعت کے وقت خارج محراب کھڑا رہتا ہے؛ لیکن اس کا سجدہ محراب کے اندر واقع رہتا ہے اور مقتدی دیوارقبلہ سے متصل ممبر والی صفِ اول میں امام سے ڈھائی تین بالشت پیچھے کھڑے ہوجاتے ہیں، جس کی بنا پر زیادہ تعداد میں لوگ جماعت میں شریک ہوسکتے ہیں۔

ایک صاحب جو دینی جماعت کے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں، انہوں نے یہ مسئلہ بتایا کہ دیوارقبلہ سے متصل ممبر والی صفِ اول مذکور میں جماعت کے ساتھ، نیز بغیر جماعت کے انفرادی طور پر دونوں صورتوں میں فرض، واجب، سنت نفل کوئی بھی نماز پڑھنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے، جس سے اجتنابِ کلی بھی ضروری ہے، ان کی یہ بات موجب نزاع بنی ہوئی ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

حرمتِ قطعیہ کے ثبوت کے لیے دلیلِ قطعی اور صریح ہونا ضروری ہے؛ اس لیے قطعاً حرام کہنے والے شخص سے دلیلِ قطعی وصریح کا مطالبہ ہوگا، اگر وہ پیش نہ کرسکے تو اس کی بات قابل اعتنا والتفات بھی نہ ہوگی؛ اس لیے کہ مسئلہ اس طرح نہیں ہے، جس طرح حرام قطعی کہنے والا شخص کہتا ہے؛ بلکہ مسئلہ اس طرح ہے کہ امام تنہا بالکل محراب کے اندر کھڑا

---

(۱) وكره تنزيهًا...(قيام الإمام فى المحراب، لاسجوده فيه) وقدماه خارجه؛ لأن العبرة للقدم (مطلقًا) وإن لم يشتبه حال الإمام إن علل بالتشبه وإن بالاشتباه ولا اشتباه، فلا اشتباه فى نفى الكراهة.(الدر المختار)

وفى الشامى قلت: أى المحراب إنما بنى علامة لمحل قيام الإمام ليكون قيامه وسط الصف كما هو السنة لا؛ لأن يقوم فى داخله فهو وإن كان من بقاع المسجد لكن أشبه مكانا آخر فأورث الكراهة...هٰذا وفى حاشية البحر للرملى: الذى يظهر من كلامهم أنها كراهة تنزيه تأمل، اهـ.(الدر المحتار مع الشامى: ١/٦٤٥-٦٤٦)(كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة و مايكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولىٰ، انيس)

ہواور مقتدیوں میں سے کوئی اس امام کے ساتھ محراب کے اندر نہ ہوتو بلاضرورت اس طرح کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر امام کا نصف قدم بھی محراب کے باہر ہوتو اگر چہ سجدہ وغیرہ سب محراب کے اندر ہوتو قطعاً مکروہ نہیں ہے؛ بلکہ بلا کراہت جائز ہے اور یہ مسئلہ فقہ کی کتبِ معتبرہ میں عام طور سے مذکور ہے۔(۱)

اور یہاں یہی صورت ہے کہ امام محراب سے باہر کھڑا ہوجاتا ہے، لہٰذا یہ کھڑا ہونا بلا کراہت درست رہے گا۔

یہ شبہ نہ کیا جائے کہ محراب کا مدور حصہ قبلہ کی اور دیواروں کے اعتبار سے تین چار بالشت آگے باہر کو نکلا ہوا ہے، لہٰذا وہ تمام حصہ مسجد سے خارج ہوگیا اور امام ومقتدی کا مکان الگ الگ اور مختلف ہونے کی وجہ سے اقتدا درست نہیں ہوگی؛ اس لیے کہ یہ شبہ وارد نہیں ہوتا؛ کیوں کہ فقہاء محققین نے تصریح کی ہے کہ محراب کا یہ حصہ بھی حیز مسجد اور داخلِ مسجد ہی شمار ہوتا ہے، مسجد سے خارج شمار نہیں ہوتا، لہٰذا اختلاف مکان امام و ماموم کا وہم بھی غلط ہوگیا۔

اب رہا مقتدیوں کا صفِ اول میں امام سے صرف ڈھائی تین بالشت پیچھے کھڑا ہونا، یہ عمل چونکہ محض نمازیوں کے ازدحام وکثرت اور جماعت خانہ میں جگہ کی قلت کی وجہ سے ہوتا ہے؛ اس لئے یہ صورت بھی بلا کراہت جائز رہے گی، مثلاً محولہ عبارت میں بھی آگے جا کر تصریح ہے:

وهٰذا عندالعذر كجمعة وعيد فلوقاموا على الرفوف والإمام على الأرض أوفي المحراب لضيق المكان لم يكره لو كان معه بعض القوم فى الأصح،وبه جرت العادة فى جوامع المسلمين. (۱)

علاوہ ازیں فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ ازدحام وغیرہ کے وقت میں سجدہ بجائے راہوں پر کرنے کے اگلی صف کے مصلیوں کی پشت پر کرنا بلا کراہت جائز ہے؛ بلکہ خود اپنی ران پر بھی اپنا سجدہ کر لینا ایسی بھیڑ میں بلا کراہت جائز ہے، جیسا کہ درمختار وشامی وغیرہ میں ہے۔(۲)

حالانکہ ان صورتوں میں سجدہ کی بعض سنتیں بھی چھوٹ جاتی ہیں؛ مگر چوں کہ جماعت کی فضیلت اتنی زیادہ ہے اور جماعت اتنی اہم چیز ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے اس کی تحصیل کے لیے اتنی چھوٹ دیدی، پھر سوال میں ذکر کردہ صورت

---

(۱) وكره قيام الإمام في المحراب،لاسجوده فيه)وقدماه خارجه،لأن العبرة للقدم مطلقاً،"قال الشامي"وكذا سواء كان المحراب من المسجد كما هوالعادة المستمرة أولا،كمافى البحر".(ردالمحتار،كتاب الصلاة: ٤٣٤/١) (كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها،مطلب:إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولىٰ،انيس)

"ويكره قيام إمام فى المحراب لاقيامه خارجه وسجوده فيه".(حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح شرح نورالإيضاح،كتاب الصلاة :٤٩٣)

(۱) الدرالمختارمع ردالمحتار،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ٤١٥/٢ ،مكتبة بيروت،انيس

(۲) (وإن سجد للزحام علىٰ ظهرمصل صلاته) التى هوفيها (جاز) للضرورة إلىٰ قوله بل علىٰ غير الظهر كالفخذين للعذر.(الدرالمختارعلى الشامى،كتاب الصلاة: ٨٣٣/١)(كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،انيس)

میں تو ان سنتوں کا ترک بھی لازم نہیں آتا ہے؛ اس لیے یہ صورت بدرجہ اولیٰ اور بلا کراہت جائز رہے گی۔

رہ گیا یہ شبہ کہ مذکورہ صورت میں امام کے بائیں جانب اگر چہ پہلی صف میں بھی کہیں انقطاع تو واقع نہ ہو؛ لیکن امام کے دائیں جانب کم ازکم پہلی صف میں منبر کے حائل ہونے کی وجہ سے انقطاع صف لازم ہے اور یہ انقطاع بھی باعثِ کراہت ہوسکتا ہے، یہ شبہ نہ کیا جائے؛ اس لیے کہ شامی (۱/۳۸۳) میں تصریح موجود ہے کہ منبر کی حیلولت انقطاع صف شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

”کما قال: ویعلم منه بالأولٰی أن مثل مقصورة دمشق إلٰی قوله فلاینقطع الصف“.

عربی کی پوری عبارت بوجہ طوالت درج نہیں کی، قارئین حضرات خود دیکھ لیں۔(۳)

(۱) اس عبارت کے دیکھنے سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ پہلی صف وہی شمار ہوگی جو امام کے پیچھے قدم کی دیوار کے قریب تر صورت مسئلہ میں ہوگی۔

(۲) صف اول کی جگہ میں بھی جماعت کے وقت کے علاوہ فرض، واجب، سنن ونوافل وغیرہ سب نمازیں بلا کراہت جائز ہیں، اس لیے کہ مسجد بنائی ہی اس لیے جاتی ہے کہ اس میں نماز وغیرہ عباداتِ مقصودہ کی جائیں جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں موجود ہے، پس مسلمان جس جگہ چاہے مسجد کے اندر نماز ادا کرسکتا ہے اس کو روکنا جائز نہیں ہوگا، الا لعارضٍ، مثلاً جماعت کا وقتِ مقررہ ہو چکا ہے اور کوئی محراب میں یا کسی ایسی جگہ پڑھنا چاہے جہاں پڑھنے سے جماعت قائم نہ ہوسکے تو کہا جائے گا کہ بھائی یہاں مت پڑھو وہاں جا کر پڑھ لو، مسجد کے اندر نماز پڑھنے سے روکنا خطرناک وعید کی زد میں آتا ہے:

قال اللّٰه تعالٰی: ﴿ومن أظلم ممن منع مساجد اللّٰه أن یذکر فیها اسمه﴾ الأیة. (۲)

غرض صفِ اول میں بھی اگر جماعت کا وقت ابھی نہ ہوا ہو یا ہو چکا ہو، مگر اس طرح پڑھ رہا ہے کہ اس کی وجہ سے جماعت میں تنگی وغیرہ کوئی خلل واقع نہ ہوگا تو بھی پڑھ سکتا ہے اور اس کو پڑھنے کو حرام قطعی کہنا؛ بلکہ مسجد کے کسی حصہ میں نماز پڑھنے کو حرام قطعی کہنا سخت اور خطرناک قسم کی جرأت ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۳۰۹-۳۱۲)

---

(۱) پوری عبارت اس طرح ہے: ”فعلٰی هٰذا اختلف في الصف الأول، هل هو ما یلي الإمام من داخلها، أم مایلي المقصورة من خارجها؟ فأخذ الفقیه بالثاني توسعة علی العامة کی لا تفوتهم الفضیلة، ویعلم منه بالأولٰی أن مثل مقصورة دمشق التي هي في وسط المسجد خارج الحائط القبلي یکون الصف مایلي الإمام في داخلها وما اتصل به من طرفیها خارجًا عنها من أول الجدار إلٰی آخره، فلا ینقطع الصف ببنائها، کما لاینقطع بالمنبر الذی هو داخلها فیما یظهر“. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في الکلام علی الصف الأول: ۱/۸۳، انیس)

(۲) سورة البقرة: ۱۱٤

طاق اور محراب میں امام کا کھڑا ہونا:

سوال: مسجد کی کمانوں میں اور مسجد کے دونوں ستونوں کے درمیان میں امام کو کھڑا ہو کر نماز پڑھانا جائز ہے، یا نہ؟ اگر امام کمان سے ذرا ہٹ کر پیچھے کھڑا ہو تو پیچھے کی صف والے کو سجدہ کی جگہ نہیں رہتی، لہذا امام عین کمان میں کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے ہیں؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

کمانوں اور ستونوں میں بتمامہ امام کا کھڑا ہونا مکروہ ہے؛ لیکن اگر جگہ تنگ ہو تو کراہت باقی نہ رہے گی۔

قال في مراقي الفلاح: (و) يكره (قيا م الإمام) بجملته (في المحراب) لاقيامه خارجه وسجوده فيه... والكراهة لاشتباه الحال على القوم وإذا ضاق المكان فلا كراهة، آه. (۱)

۲۵ رشعبان ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام: ۳/ ۱۲۵)

محراب یا مکان میں تنہا امام کا کھڑا ہونا کیسا ہے:

سوال: امام محراب کے اندر ہو، یا گھر میں کھڑا ہو اور مقتدی اوسارے (ورانڈے) پر رہیں تو نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

امام کا محراب میں، یا مکان میں تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے، نماز ہو جائے گی۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۶/ ۹/ ۱۳۷۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/ ۱۴۱)

محراب اور در میں امام کا کھڑا ہونا مکروہ ہے:

سوال: امام مسجد کے در میں کھڑا ہو اور مقتدی فرش کے اوپر کھڑے ہوئے ایک شخص نے منع کیا کہ محراب میں امام کے کھڑے ہونے سے نماز نہ ہوگی، ایک دوسرے شخص نے کہا کہ محراب نہیں ہے، یہ در ہے، محراب اس کو کہتے ہیں، جو مسجد کے اندر دیوار میں گہرا ہوتا ہے، اس میں اگر امام کھڑا ہو اور مقتدی سے غائب ہو، اس میں نماز پڑھانے سے نماز نہ ہوگی، اب حضور جو تحریر فرما دیں، اس پر عمل کیا جائے؟

---

(۱) كتاب الصلاة، فصل يكره للمصلي سبعة وسبعون شيئًا: ۱۳۲، دار الكتب العلمية، انيس

(۲) (و) كره (التربع)... (وقيام الإمام في المحراب)... (مطلقًا)... (وانفراد الإمام على الدكان). (الدر المختار على هامش رد المحتار، مطلب مكروهات الصلاة: ۲/ ۴۱۲-۴۱۵)

الجواب

فی الدرالمختار: (وقیام الإمام فی المحراب، لاسجوده فیه) وقدماه خارجه؛ لأن العبرة للقدم (مطلقًا) وإن لم یتشبه حال الإمام إن علل بالتشبیه، إلخ.

وقال الشامی (تحت قوله: إن علل بالتشبیه): قید للکراهة وحاصله أنه صرح محمد فی الجامع الصغیر بالکراهة ولم یفصل، فاختلف المشایخ فی سببها: فقیل کونه یصیر ممتازاً عنهم فی المکان؛ لأن المحراب فی معنی بیت آخر وذلک صنیع أهل الکتاب واقتصر علیه فی الهدایة واختاره الإمام السرخسی. (ص: ٦٧٥)(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ مختار وجہ کراہت کی تشبیہ وامتیاز ہے اور اس میں اندرونی محراب اور دروازے برابر ہیں، لہٰذا مسجد کے در میں کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے۔ واللہ اعلم

احقر عبدالکریم عفی عنہ، جمادی الاولیٰ ۴۴ھ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ. (امدادالاحکام: ۱۳۸/۲)

در یا محراب میں امام کا کھڑا ہونا کیسا ہے، جب کہ وہ مقتدی کو نظر آتا ہو:

سوال: ایک مسجد کا در اور ستون ایسا ہے کہ امام اگر ان دونوں جگہوں میں کھڑا ہو کر نماز پڑھاوے تو مقتدی بخوبی اپنے امام کو دیکھ سکتے ہیں تو ایسی دونوں جگہوں میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ آیا مکروہ تنزیہی ہے، یا تحریمی؟

الجواب

قال الشامی: والأصح ماروی عن أبی حنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ أنه قال: أکره أن یقوم بین الساریتین، إلخ. (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ امام کو در، یا محراب میں اس طرح سے کھڑا ہونا کہ قدم بھی باہر نہ ہوں، مکروہ ہے اور مراد مکروہ سے کراہت تنزیہی ہے، اس کا حاصل خلافِ اولیٰ ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۵۲/۳)

امام کہاں کھڑا ہو، جب کہ محراب بیچ میں نہ ہو:

سوال: مسجد میں دائیں طرف کا جو حصہ ہے، وہ زیادہ ہے اور بائیں طرف کا حصہ کم ہے، محراب دونوں حصوں کے بیچ میں نہیں ہے، دائیں طرف حصہ زیادہ رہتا ہے، امام کو محراب کے اندر نماز پڑھنی چاہیے، یا بیچ کے حصہ میں؟

---

(۱) ردالمحتار، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب: إذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة أولیٰ، انیس

(۲) ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٣١/١، ظفیر (مطلب: هل الإساءة دون الکراهة أو أفحش منها/النهر الفائق: ٢٤٥/١، دارالکتب العلمیة/البنایة شرح الهدایة: ٢٤٣/٢، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

الجواب

اگرامام کے وسط صف میں (بیچ کے حصہ میں) کھڑے ہونے سے یہ صورت ہوتی ہے کہ امام کو مسجد کے ایک گوشہ میں یا کسی درمیانی ستون کے پاس کھڑا ہونا پڑے تو پھر بہتر یہی ہے کہ محراب کے اندر کھڑا ہوا گرچہ وسط صف سے فوت ہوجائے۔

کما فی ردالمحتار: والأصح ماروی عن أبی حنیفة رحمه اللّٰه تعالٰی أنه قال:أکره أن یقوم بین السارتین أوفی زاویة أو فی ناحیة المسجد أوإلٰی ساریة؛لأنه خلاف عمل الأمة،إلٰی أن قال: یفهم من قوله:أوإلٰی ساریة، کراهة قیام الإمام فی غیرالمحراب إلخ. (ردالمحتار: ۱/۴۲۰، کتاب الصلاة،باب الإمامة)(۱)**واللّٰه تعالٰی أعلم**(امداد المفتین:۲/۲۸۶)

کیا محراب کے محاذ سے ہٹ کر جماعت کرنا مکروہ ہے:

سوال: مسجد کے فرش بیرونی میں،جس جگہ چاہے،جماعت فرض ادا کرے،مثلاً: فرش مسجد وسیع کے اوپر موسم گرما میں سایہ کی جانب اور سرما میں دھوپ میں۔ایک صاحب یہ کہتے ہیں کہ صحن اور فرش مسجد پر محاذ محراب کے فرض جماعت ادا ہونا چاہیے،محاذ محراب کے خلاف جماعت فرض ادا کرنا ٹھیک نہیں ہے؟

الجواب

شامی میں ہے:

السنة أن یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولوقام فی أحد جانبی الصف یکره ولوکان المسجد الصیفی بجنب الشتوی وامتلأ المسجد یقوم الإمام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیه والأصح ماروی عن أبی حنیفة رحمه اللّٰه تعالٰی أنه قال:أکره أن یقوم بین الساریتین أوفی زاویة أوفی ناحیة المسجد أوإلٰی ساریة؛لأنه خلاف عمل الأمة،إلخ. (۲)

ان تمام عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت امام کے لیے محراب میں اور وسط قوم میں کھڑا ہونا ہے،لہٰذا اگر باہر فرش صحن میں کھڑا ہو،تب بھی محاذ محراب کے کھڑا ہو،باقی نماز ہر طرح ہوجاتی ہے؛لیکن سنت وہی ہے جو مذکور ہوا۔فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۶۰)

---

(۱) مطلب: هل الإساء ة دون الکراهة أوأفحش منها؟ومطلب فی کراهة قیام الإمام فی غیرالمحراب،انیس.

(۲) ردالمحتار،مطلب فی کراهة قیام الإمام فی غیرالمحراب: ۱/۵۳۱،ظفیر(مطلب:هل الإساء ة دون الکراهة أوأفحش منها؟انیس)

امام کا دروں، یاستونوں کے بیچ کھڑا ہونا

ستونوں کے درمیان امام کا کھڑا ہونا کیسا ہے:

سوال: امام اگر مابین ستونِ مسجد کھڑے ہوکر نماز پڑھائے تو کیا بوجہ مشابہت قیام فی المحراب نماز میں کراہت ہوگی، یانہ؟

الجواب

شامی میں ہے:

فی معراج الدراية من باب الإمام: الأصح ماروی عن أبی حنيفة رحمه الله أنه قال: أكره للإمام أن يقوم بين الساريتين، إلخ. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ قیام بین الساریتین مکروہ ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۶۵/۳)

مسجد کے در میں امام کا کھڑا ہونا کیسا ہے:

سوال: مسجد کے در میں امام کو کھڑا ہونا کیسا ہے؟ دلیل سے بیان فرمادیں۔

الجواب

فی الدرالمختار، مکروهات الصلاة: و(قيام الإمام فی المحراب، لاسجوده فيه) وقدماه خارجة؛ لأن العبرة للقدم (مطلقًا) وإن لم يشتبه حال الإمام، إلخ. (۲)

وفی ردالمحتار: واقتصر عليه فی الهداية واختاره الإمام السرخسی وقال: إنه الأوجه، إلخ. (۲۸/۲، دارالفکر)

امام کا مسجد کے اندر در میں اس طرح کھڑا ہونا کہ پاؤں بھی اندر ہوں، مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۷/ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ۔ (امداد: ۸۹/۱) (امدادالفتاویٰ جدید: ۴۲۰/۱-۴۲۱)

---

(۱) رد المحتار، باب الإمامة: ۵۳۱/۱، ظفير (مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها؟ انيس)

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، مكروهات الصلاة: ۶۴۵/۱-۶۴۶ (مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولیٰ، انيس)

مسجد کے در میں امام کے لئے کھڑا ہونا کیسا ہے:

سوال: مسجد کے درمیانی در میں کھڑے ہو کر کسی نے امامت کی تو نماز درست ہوئی، یا نہیں؟ اگر نماز درست ہوئی تو کراہت کے ساتھ، یا بلا کراہت؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

امام کا مسجد کے در میں بلا عذر کھڑا ہونا مکروہ ہے، اگر اس کا پاؤں باہر ہے تو کراہت نہیں ہے، اگر در میں کسی عذر کی وجہ سے کھڑا ہو تو کراہت نہیں ہے، نماز کسی حالت میں فاسد نہیں ہوگی۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۲/۱/۱۳۷۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۱۴۵/۲) ☆

(۱) (وقيام الإمام في المحراب لاسجوده فيه)وقد ماه خارجة؛لأن العبرة للقدم (مطلقًا)".(الدر المختار) (كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة ومايكرة فيها،مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولىٰ: ٤١٤/٢، دار الكتب العلمية،انيس)

الأصح ما روي عن أبي حنيفة أنه قال:أكره للإمام أن يقوم بين الساريتين أوزاوية أو ناحية المسجد أوإلىٰ سارية؛ لأنه بخلاف عمل الأمة...ويكره أن يقوم في غير المحراب إلا لضرورة،آه.(رد المحتار،مطلب مكروهات الصلاة: ٤١٤/٢ـ٤١٥)(كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب هل الإساءة دون الكراهة أوأفحش منها؟: ٣١٠/٢، دار الكتب العلمية)/كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة ومايكرة فيها،مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولىٰ: ٤١٤/٢،دار الكتب العلمية،انيس)

☆ امام کا در میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانا کیسا ہے:

سوال: امام مسجد کے در میں قیام کر کے نماز پڑھائے تو وہ نماز کس طرح کی ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

اگر امام مقتدیوں کی نظر سے اوجھل ہو جائے تو نماز نہ ہوگی، مکروہ تحریمی ہوگی اور اگر کچھ لوگوں کے نزدیک نمایاں ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر اکثر لوگ دیکھیں تو بلا اختلاف جائز ہے۔(یعنی اگر امام دیوار کی آڑ میں ہو اور مقتدی اس کو دیکھ نہ سکیں اور نہ اس کی حرکات اور کیفیات پر واقف کی کوئی صورت ہو کہ نہ اس کو دیکھا جا سکے اور نہ اس کی آواز سنی جا سکے؛ یعنی امام اور مقتدی کے درمیان کسی شئی کا اس طرح فاصل ہونا کہ امام کی حالت مقتدی پر واضح نہ ہو سکے تو ایسی صورت میں اقتدا صحیح نہ ہوگی۔)[مجاہد](والحائل لا يمنع) الاقتداء(إن لم يشتبه حال إمامه)بسماع أورؤية.(الدر المحتار)(قوله بسماع)أى من الإمام أوالمكبر،التاتر خانية...و حاصل كلام الشرنبلالى أن المعتبر الإشتباه وعدمه فقط دون اختلاف المكان،فإن حصل الاشتباه منع،سواء اتحد المكان أولا وإلا فلا (ردالمحتار، باب الإمامة: ٣٣٤/٢)(مطلب:الكافى للحاكم جمع كلام محمد فى كتبه التى هى ظاهر الرواية،انيس) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد نور الحسن غفرلہ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۳۰۸/۲)

==

صحن مسجد اور دروں میں امام کا کھڑا ہونا، مقتدی و منفرد کا کھڑا ہونا کیسا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ!

(۱) مسجد کے صحن میں، یا آگے کے درجہ میں یا سائبان میں محراب کی سیدھ میں امام کا کھڑا ہونا مکروہ ہے، یا نہیں اور محراب سے علیحدہ ہونا کب متصور ہوتا ہے اور مکروہ ہونے پر فرض اور تراویح اور وتر وغیرہ کا حکم ایک ہے، یا الگ الگ اور کیوں؟

(۲) مقتدی کو، یا منفرد کو، یا امام کو مسجد کے دروں میں، یا سائبان کے ستونوں کے درمیان کھڑا ہونا، خواہ وہ ستون لکڑی کے، یا لوہے کے، یا پتھر کے، یا پختہ عمارت کے ہوں اور ان پر گول ڈاٹ ہو، یا نہ ہو، جیسے کہ محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، ان میں بھی مکروہ ہے، یا نہیں؟ اور سب کا ایک حکم ہے، یا الگ الگ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) **ردالمحتار** (۵۹۳/۱-۵۹۴)، **ردالمحتار، باب الإمامة** (۵٦۸/۱) میں اول معراج سے "**السنة أن يقوم في المحراب**" اور اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے "**ليعتدل الطرفان**"، اس کے بعد امام صاحب کا قول نقل کیا ہے: "**أكره للإمام أن يقوم بين الساريتين أوفي زاوية أوفي ناحية المسجد أوإلىٰ سارية؛ لأنه خلاف عمل الأمة**" اور اس پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے: "**توسطوا الإمام**"، اس کے بعد اس کی تائید اس طرح کی ہے: "**ألاترى أن المحاريب مانصبت إلاوسط المساجد وهي قد عينت لمقام الإمام**"، اس سبب سے ظاہر ہے کہ مقصود محراب نہیں؛ بلکہ توسط امام ہے اور ترک محراب سے جب کہ ایک ناحیہ زاویہ میں ہو توسط کا ترک لازم آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کراہت میں قیام بین الساریتین وقیام فی زاویۃ وقیام فی ناحیۃ کا ذکر کیا قیام فی الصحن کا ذکر نہیں کیا کیوں کہ قیام فی الصحن مستلزم ترک توسط کو نہیں ہے، چناں چہ اس کے بعد تصریح کر دی۔(۱)

== **مسجد کے باہر کے دروں میں امام کا کھڑا ہونا:**

سوال: امام کے محراب میں کھڑے ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور مکروہ ہے امام کو کہ وہاں کھڑا ہو، لہٰذا گذارش ہے کہ مسجد کے باہر کے دروں میں کھڑا ہونا بھی حکم محراب میں ہے، یا نہیں؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

باہر کے دروں کا بھی محراب کا ہی حکم ہے۔ اس میں بھی امام کو قیام مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم (تالیفات رشیدیہ ۲۸۸)

(۱) حاصل جواب: امام کے لیے محراب میں کھڑا ہونا کوئی سنت نہیں ہے، سنت یہ ہے کہ امام وسط صف میں کھڑا ہو اور چوں کہ محراب وسط صف میں بنائی جاتی ہے؛ اس لیے عموماً محراب میں کھڑے ہونے سے یہ سنت ادا ہو جاتی ہے، پس اگر باہر کے درجہ میں جماعت ہو تو وہاں بھی وسط صف میں محاذی محراب کے کھڑا ہو، البتہ اگر صحن ایک طرف بڑھا ہوا ہو تو صحن کے وسط کا لحاظ رکھنا چاہیے ==

والظاهر أن هٰذا فی الإمام الراتب لجماعة کثیرة لئلا یلزم عدم قیامه فی الوسط فلو لم یلتزم ذلک لایکره، تأمل. (۱)

اوران احکام کو مطلقاً امام کے لیے کہا گیا ہے، فرض وغیر فرض میں کسی نے فرق نہیں لکھا اور اگر کسی کو **رد المحتار، مکروهات الصلاة** (۱/ ٦٤٦) کی اس عبارت سے شبہ واقع ہو:

وفی التاتارخانیة: ویکره أن یقوم فی غیر المحراب إلا لضرورة، آه، ومقتضاه أن الإمام لو ترک المحراب وقام فی غیره یکره ولو کان قیامه وسط الصف؛ لأنه خلاف عمل الأمة. (۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ غیر محراب سے مراد غیر وسط مسجد ہے، چنانچہ اس سے اوپر کی عبارت اس کا قرینہ ہے۔

السنة أن یقوم الإمام بإزاء وسط الصف، ألا تریٰ أن المحاریب مانصبت الأوسط المساجد وهی قد عینت لمقام الإمام. (۱/ ٦٧٥) (۳)

وجہ یہ کہ وسط مسجد کو چھوڑنے سے جب مسجد میں پوری صف ہوگی تو ایک طرف مقتدی کم ہوں گے، دوسری طرف زیادہ، (۲) امام کو مکروہ ہے، **لاشتراک العلة** اور مقتدی کو انقطاع صف کی حالت میں اور منفرد کو مکروہ نہیں، **لانتفاء علة الکراهة.**

۲۰ر رمضان ۴۳ھ۔ (تتمہ خامسہ: ۳۶۹) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۴۲۹-۴۳۱)

☆ ☆ ☆

== اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایت کا مطلب صرف یہ ہے کہ ما بین الساریتین کھڑا نہ ہو؛ بلکہ در سے باہر کھڑا ہو، جیسا کہ محراب میں بھی یہی حکم ہے کہ بالکل محراب کے اندر نہ کھڑا ہو؛ بلکہ قدم باہر ہونے چاہیے، وہی حکم در میں جاری ہوگا اور زاویہ اور ناحیہ مسجد میں امام کا کھڑا ہونا اس لیے مکروہ فرمایا کہ اس میں وسط نہیں رہتا اور اصل یہ ہے کہ وسط میں کھڑا ہو، جہاں کہیں بھی کھڑا ہو۔

اور رد المحتار: ۱/ ۵٦٨ (**کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی کراهة قیام الإمام فی غیر المحراب**، انیس) کے قول: **والظاهر، إلخ** کا مطلب یہ ہے کہ امام کا وسط مسجد میں کھڑا ہونا بھی اس وقت مسنون ہے کہ جماعت کثیرہ ہو کہ دونوں طرف کنارہ مسجد تک نمازی بھر جاویں تا کہ دونوں طرفوں میں مساوات رہے اور اگر نمازی پوری صف کے قدر نہیں ہیں تو پھر ناحیہ مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے؛ کیوں کہ مقتدی، الخ، دونوں طرف مساوی کھڑے ہو سکتے ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم قدیم ۱/ ۱۸۵-۱۶۳ و فتاویٰ دار العلوم جدید: ۳/ ۶۱-۳ سعید)

(۱) **کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: هل الإساءة دون الکراهة أو أفحش منها؟ ومطلب فی کراهة قیام الإمام فی غیر المحراب، انیس**

(۲) **کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب إذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة أولٰی: ۲/ ٤١٤، دار الکتب العلمیة، انیس**

(۳) **رد المحتار: ۱/ ٥٦٨ (ومکرهات الصلاة، مطلب إذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة أولٰی: ۱/ ٦٤٦، دار الفکر بیروت، انیس)**

صفوں کا سیدھا کرنا

صفوف کا سیدھا کرنا کرانا کیسا ہے:

سوال: صفوف کو سیدھا کرنا اور کرانا کیسا ہے؟

الجواب

صفوف کا سیدھا کرنا سنت ہے، اس کی بہت تاکید آئی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۶۶)

---

(۱) عن أنس عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: سووا صفوفکم، فإن تسویة الصفوف من إقامة الصلاة. (صحیح البخاری، کتاب الأذان،باب إقامة الصف من تمام الصلاة: ۱۵۲/۱،رقم الحدیث:۷۲۳،بیت الأفکار،انیس)

عن أنس بن مالک قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:سووا صفوفکم،فإن تسویة الصف من تمام الصلاة.(الصحیح لمسلم، کتاب الصلاة،باب تسویة الصفوف وإقامتها: ۱۸۵/۱،رقم الحدیث: ۴۳۳،بیت الأفکار/ سنن أبی داؤد،کتاب الصلاة،باب تسویة الصفوف: ۹۴/۱،رقم الحدیث: ۶۶۸،بیت الأفکار/سنن ابن ماجة،کتاب إقامة الصلاة،باب إقامة الصفوف: ۱۱۴/۱،رقم الحدیث:۹۹۳،بیت الأفکار/مسند الإمام أحمد بن حنبل،مسند أنس بن مالک رضی اللّٰه عنه: ۲۰۱/۲۰،رقم الحدیث:۱۲۸۱۳،،مؤسسة الرسالة،انیس)

عن سماک بن حرب قال:سمعت النعمان یخطب قال:کان النبی صلی الله علیه وسلم یسوی الصف أو الصفوف حتی یدعه مثل القدح أو الرمح فرأی صدر رجل نائتافقال:عباد اللّٰه ! لتسون صفوفکم أولیخالفن اللّٰه بین وجوهکم .(مسند ابن الجعد،شعبة عن سماک بن حرب: ۹۷/۱،رقم الحدیث: ۱۰۸۵،مؤسسة نادر، انیس)/(مشکوة،باب تسویة الصفوف،الفصل الاول،ص:۹۸،ظفیر)

سالم بن أبی الجعد قال:سمعت النعمان بن بشیر یقول:قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم:لتسون صفوفکم أو لیخالفن اللّٰه بین وجوهکم.(صحیح البخاری،کتاب الأذان،باب تسویة الصفوف عند الإمامة وبعدها: ۱۵۱/۱،رقم الحدیث: ۷۱۷،بیت الأفکار/الصحیح لمسلم،کتاب الصلاة،باب تسویة الصفوف واقامتها: ۱۸۶/۱،رقم الحدیث: ۴۳۶،بیت الأفکار/سنن الترمذی،کتاب الصلاة،باب ماجاء فی إقامة الصفوف: ۵۷/۱،رقم الحدیث: ۲۲۷،بیت الأفکار/مسند الإمام أحمد بن حنبل،حدیث النعمان بن بشیر رضی اللّٰه عنه: ۳۳۶/۳۰،رقم الحدیث:۱۸۳۸۹،مؤسسة الرسالة/مسند أبی داؤد الطیالسی،النعمان بن بشیر: ۱۴۰/۲،رقم الحدیث: ۸۲۸، دارهجر مصر،انیس)

رکوع اور سجدہ میں الصاقِ کعبین کی بحث:

سوال: الصاقِ کعبین رکوع وسجود میں جیسا درمختار میں ہے، کسی کتاب حدیث سے اس کا نشان معلوم نہیں ہوتا اور چوں کہ اس کی سنیت حیز خفا میں ہے، لہٰذا متروک ہے۔ بعض پہلے علما کو بھی اس میں تکرار ہوا ہے، بخاری(۱) کا الصاق کعاب باہم مقتدیوں کا مراد ہے،(۲) اور اس سے محاذات مقصود ہے اور اتصال وتراص صفوف اور یہاں وہ بظاہر مراد نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اگر سجود(۳) میں اِلصاق کعبین کیا جاوے تو توجہ أصابعِ رجلین إلی القبلة نہیں ہوسکتا؛ مگر ہاں! جس کا سارا پنجہ پاؤں کا مساوی اور سب انگشت پا برابر مساوی ہوویں تو مضائقہ نہیں اور ایسا پا[ؤں] تو کہیں شاذ ونادر ہوتا ہے تو اب حقیقی معنی الصاق میں توجہ أصابع إلی القبلة فوت ہوتی ہے، تو بظاہر یہ مراد نہیں، اگر محاذات(۴) پر حمل کیا جاوے تو رکوع وسجود کی خصوصیت کیا ہے، یہ قیام کی سنت ہونی چاہیے؛ مگر یہ معنی مراد نہیں ہوسکتے؛ کیوں کہ شامی سجدہ کی بحث میں کہتا ہے:

---

(۱) قال النعمان بن بشیر رضی اللّٰہ عنہ :رأیت الرجل منا یلزق کعبہ بکعب صاحبہ.(صحیح البخاری: ۱/۱۰۰، کتاب الصلاة،باب إلزاقِ المنکب (مطبوعہ مرادآباد، سن۱۴۱۵ھ) نیز ج:۱،رقم الحدیث: ۷۲۵،ط:مکتبة الریاض الحدیثة، سنة: ۱٤۰٤ھ)

(۲) یہ سوال مقدر کا جواب ہے، بخاری شریف میں ٹخنے ملانے کا تذکرہ ہے،(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰة، باب إلزاق المنکب) حضرت نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس سے مقتدیوں کا ٹخنے ملانا بھی صفیں سیدھی کرنے کے لئے تھا، یعنی نماز شروع کرنے سے پہلے باہم ٹخنے ملا کر محاذات کرلیں، پھر ڈھنگ سے کھڑے ہوکر نماز شروع کریں اور اگر صفیں سیدھی کرنے کا کوئی اور ذریعہ ہو، مثلاً صف کی لکیر بنی ہوئی ہو، یا صف بچھی ہوئی ہو تو اس کے ذریعہ بھی صف سیدھی کی جاسکتی ہے، اس وقت ٹخنے ملا کر صف سیدھی کرنے کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد نبوی میں کچا فرش تھا، کوئی نشان نہیں تھا؛ اس لیے صحابہ ٹخنے ملا کر صف سیدھی کیا کرتے تھے، غیر مقلدین نے اس کو حالت قیام میں کھڑے ہونے کا طریقہ سمجھ لیا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔ (پالن پوری)

(۳) یہ ایک دوسرے سوال مقدر کا جواب ہے کہ اگر درمختار کے قول سے سجدہ میں ٹخنوں کو ملانا مراد لیا جائے تو کیا حرج، شاذ ونادر ہی کسی کے پاؤں کا پنجہ مساوی ہوتا ہے اور سب انگلیاں برابر ہوتی ہوں اور حقیقی الصاق کی صورت میں عام لوگوں کے پیروں کی انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ نہیں ہوں گی؛ اس لیے بظاہر یہ بھی مراد نہیں۔ (پالن پوری)

(۴) یہ ایک اور سوال مقدر کا جواب ہے کہ بخاری میں ٹخنے ملانے کا جو مقصد محاذات ہے، درمختار کی روایت میں وہ کیوں نہ مراد لیا جائے؟ جواب یہ ہے کہ پھر رکوع وسجود کی خصوصیت کیا ہوگی؛ بلکہ یہ قیام کی سنت ہوگی؛ مگر یہ معنی مراد نہیں لے سکتے؛ کیوں کہ شامی نے صراحت کی ہے کہ سجدے رکوع کی طرح ہیں، پس اگر رکوع میں ٹخنے ملائے گئے تو وہ سجدوں میں بھی ملے رہیں گے۔ (پالن پوری)

قد منا أنه ربما يفهم منه أن السجود كذلك ،إذ لم يذكروا تفريجها بعد الركوع فالأصل بقاؤهما هنا كذلك،إلخ. (۱)

(ترجمہ:اس سے پہلے ہم کہہ چکے ہیں،کبھی کبھی اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ سجدے بھی اس طرح ہیں؛ کیوں کہ ان دونوں کو رکوع کے بعد،کھولنے کا ذکر نہیں تو اصل ان کا یہاں اس طرح باقی رہنا ہے۔)

سوتفریج (۲) کے مخالف الصاق مراد رکھتے ہیں اور وہ معنی حقیقی کے مراد ہونے پر دال ہے اور اس الصاق کی کہیں سند نہیں ملی، پہلے بھی تحقیق کیا تھا۔فقط

(مکتوبات بنام مولانا خلیل احمدؒ مکتوب نمبر:۳۴)(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۷۱-۱۷۲)

باجماعت نماز میں الزاق وتراص کا معنی:

سوال: آج کل یہاں غیر مقلد کا بہت زور شور ہورہا ہے،حتی کہ نماز میں کہا جاتا ہے کہ ایڑی سے ایڑی اور چھنگلیاں سے چھنگلیا ملا کر کھڑے ہوا کرو اور بہت لوگ کھڑے بھی ہوتے ہیں؟

الجواب

فی المشکوة،باب تسوية الصف:عن أنس رضی اللہ عنه قال:قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم رصوا صفوفكم وقاربوا بینها وحاذوا بالأعناق.{الحدیث}(رواہ أبوداؤد)(۳)

وعن أبی أمامة رضی اللہ عنه فی حدیث طویل قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: سووا صفوفكم و حاذوا بین مناكبكم.{الحدیث}(رواہ أحمد)(۴)

حدیث اول میں رصوا کے بعد قاربوا آیا ہے،ظاہر ہے کہ اگر تراص بمعنی مماست اقدام وغیرہ لیا جاوے تو قاربوا کے منافی ہوگا کہ مقاربت چاہتا ہے عدم مماست کو،جیسا کہ ظاہر ہے،اس سے معلوم ہوا کہ مقصود مقاربت ہے،اسی کو

(۱) شامی (نسخہ ہندیہ)ص:۳۳۹،ج:۱،**باب إطالة الركوع للجائی** (مطبع مجتبائی دہلی:۱۲۸۷ھ) نیز شامی،ص:۵۰۴/ج:۱، **باب إطالة الركوع.** (مطبوعہ دار الفکر بیروت: ۱۳۹۹ھ)[نور]

(۲) یہ بحث کا خلاصہ ہے کہ جو لوگ الصاق کعبین کے قائل ہیں اور تفریج (کشادہ رکھنے) کے مخالف ہیں،وہ الصاق کے حقیقی معنی مراد لیتے ہیں،صرف محاذات مراد نہیں لیتے اور الصاق حقیقی کی کوئی دلیل نہیں؛ بلکہ طحاوی **باب التطبیق فی الركوع** میں تفریق کے افضل ہونے کی صراحت ہے۔(پالن پوری)

(۳) **مشكوة المصابيح،الفصل الثانی: ۳٤۱،رقم الحدیث: ۱۰۹۳،المكتب الإسلامی،/سنن أبی داؤد.كتاب الصلاة،باب تسوية الصفوف: ۹۲،رقم الحدیث: ٦٦٧،بیت الأفكار،انیس**

(۴) **مسند الإمام أحمد،حدیث أبی أمامة الباهلی: ٥٩٧/٣٦،رقم الحدیث: ٢٢٢٦٣،مؤسسة الرسالة،انیس**

مبالغۃً تراص، یا بعض حدیثوں میں الزاق فرما دیا اور آگے جو " حاذوا" آیا ہے، گویا اسی کی تفسیر ہے اور اسی کو دوسری حدیث میں "حاذوا بین مناکبکم" سے تعبیر کیا ہے۔ وھٰذا ظاھر جدًا واللّٰہ أعلم وعلمه أتم وأحکم

۲۹/ رمضان ۱۳۲۳ھ۔ (امداد، صفحہ: ۷۷/ ج: ۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۴۰۷-۴۰۸)

الزاق الکعب بالکعب کی تشریح:

سوال: یہاں ایک مولوی صاحب جو اپنا شمار اہل حدیث میں کرتے ہیں؛ لیکن ایک بزرگ وسنجیدہ آدمی ہیں، آج کل تشریف لائے ہیں، نماز جماعت مسجد میں وہی پڑھاتے ہیں، انہوں نے صف بندی میں الزاق الکعب بالکعب کو بہت رواج دیا ہے، ہر شخص جماعت میں پیر کو اپنے پاس والے کے پیر سے چسپاں کرتا ہے، اس میں چند فتور ہوتے ہیں۔ اول: درمیان دونوں پیر ایک آدمی کے فصل زیادہ ہوجاتا ہے۔ دوسرے: جس کا پیر چھوٹا ہے اور صف سے پیچھے معلوم ہوتا ہے؛ یعنی اس کا مونڈھا مونڈھے سے نہیں ملتا۔ تیسرے: جب سجدے میں جاتے ہیں تو سب کے پیر اپنے مقام سے ہٹ جاتے ہیں، پھر جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے ہیں تو پیروں کی طرف ملتفت ہوکر ان کو دونوں طرف بڑھا کر ایک دوسرے سے ملاتے ہیں، اس التفات وحرکت غیر مامور بہا کو مکروہ خیال کر کے اپنے طریق پر قائم رہا اور رہوں، بعض حضرات نے مجھ سے کہا تو میں نے جواب دے دیا کہ میرے فعل سے آپ کو کیا بحث؟ لیکن ایک روز مولوی صاحب ممدوح نے اس پر مجھے ملامت کی اور کہا کہ تم تارک سنت مؤکدہ ہو، میں نے کہا کہ اس کا سنت ہونا غیر ثابت ہے، پس آپ مجھ پر افترا کرتے ہیں، یہ آپ کو مناسب نہیں، انہوں نے ثبوت میں روایت نعمان بن بشیرؓ کی جس کا جزو یہ ہے "رأیت الرجل منا یلزق منکبه بمنکب صاحبه و کعبه بکعبه" اور روایت حضرت انسؓ کی "فکان أحدنا یلزق منکبه بمنکب صاحبه وقدمه بقدمه فی الصف" {رواہ البخاری}(۱) پیش کی، میں نے کہا: حدیث اول سے مواظبت نہیں نکلتی اور حدیث ثانی سے الزاق الکعب کا استدلال صحیح نہیں، بہت ناراض ہوئے، پھر کہلا بھیجا کہ اپنے شبہات تحریراً پیش کرو، میں آپ کو اطمینان کردوں گا، میں نے ایک جز میں تقریر لکھ کر بھیج دی، جواب آج تک نہیں دیا، اس شبہ میں تمام لوگ پھر الزاق الکعب کے تارک ہوگئے، اب آپ سے عرض ہے کہ اس بیان کو مفصلاً تحریر فرمائیے کہ میرا اور لوگوں کا اطمینان ہوجاوے؟

الجواب

اس باب میں مختلف الفاظ سے روایات آئی ہیں، بخاری کے الفاظ تو سوال ہی میں مذکور ہیں اور سنن ابوداؤد میں نعمان بن بشیرؓ سے یہ الفاظ آئے ہیں:

---

(۱) سنن أبی داؤد، باب تسویة الصفوف (ح: ٦٦٢) / صحیح البخاری، باب إلزاق المنکب بالمنکب (ح: ٧٢٥) انیس

"قال: فرأيت الرجل يلزق منكبه بمنكب صاحبه وركبته بركبة صاحبه وكعبه بكعبه". (۱)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ الفاظ ہیں:

"وقاربوا بينهما وحاذوا بالأعناق". (۲)

اور عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً یہ الفاظ ہیں:

"حاذوا بالمناكب". (۳)

اور یہ امر یقینی ہے کہ ان سب عبارات معبر عنہ ایک ہی ہے، اسی کو کہیں الزاق سے تعبیر کر دیا، کہیں مقاربت سے، کہیں محاذاۃ سے، اس سے معلوم ہوا کہ محاذاۃ ومقاربت ہی کو الزاق کہہ دیا ہے مبالغت فی المقاربۃ۔

دوسرے اگر الزاق کے معنی حقیقی لیے جاویں تو الزاق المناکب اور الزاق الکعب اس صورت متعارفہ معتادہ میں مجتمع نہیں ہوسکتے کہ مصلی اپنے قدمین میں خوب انفراج رکھے؛ کیوں کہ اس میں الزاق الکعاب تو ہوگا؛ لیکن الزاق المناکب نہ ہوگا، جیسا کہ ظاہر اور مشاہد ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ الزاق الکعب کو مقصود سمجھا جاوے اور الزاق المناکب کی رعایت نہ کی جاوے، کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ الزاق المناکب اصل ہے اور الزاق الکعاب غیر مقصود۔

تیسرے الزاق الکعاب کی جو صورت بھی لی جاوے، الزاق الرکب کے ساتھ اس کے تحقق کی کوئی صورت نہیں؛ کیوں کہ رکبہ بمعنی: زانو کا الزاق دوسرے رکبہ سے جب ہوسکتا ہے کہ دو شخص باہم متقابل اور متواجہ ہوں، جیسا کہ ظاہر ہے، البتہ محاذات رکب میں ہر حال میں ممکن ہے، ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ جس الزاق کا دعویٰ کیا جاتا ہے، حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی؛ بلکہ فرجات چھوڑنے کی ممانعت سے اس کی نفی ہوتی ہے۔ واللّٰـه تعالىٰ أعلم وعلمه وأتم

۹ رشوال ۱۳۲۳ھ۔ (امداد، صفحہ: ۸، ج: ۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۰۸-۴۱۰) ☆

---

(۱) سنن أبي داؤد، باب تسوية الصفوف: ۹۳/۱ (ح: ٦٦٢) بيت الأفكار، انيس

(۲) سنن أبي داؤد، باب تسوية الصفوف: ۱۷۹/۱ (ح: ٦٦٧) المكتبة العصرية صيدا بيروت، انيس

(۳) موطأ الإمام مالك برواية محمد بن الحسن الشيباني، باب تسوية الصفوف (ح: ۹۸) انيس

☆ **ملفوظات متعلق الزاق مناکب:**

از مولانا رشید احمد گنگوہی:

الزاق مناکب والقدم سے اتصال صفوف ومحاذات اعضا مراد ہے اور جو حقیقت لحوق مراد ہو تو کعب با کعب کس طرح متصل ہوسکتا ہے کہ آدمی اوپر سے عریض قدم کے پاس سے دقیق اگر اقدام کو فراخ کرے اور پھیلا کر رکھے تو خشوع کے خلاف اور موجب کلفت کا ہے اور حکم تراصوا فی الصفوف دلیل محاذات اور اتصال صفوف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ: ۳۰۳)

تحقیق تسویہ صفوف والصاق القدم بالقدم:

سوال: جماعت میں صفوں کو سیدھا کرنے کی تاکید ہے کہ کندھے سے کندھا ملادیں اور حضرات اہل حدیث فرماتے ہیں کہ سدالخلل سے مراد پیر سے پیر بھی ملاکر صف میں نمازی کھڑے ہوں اور الصاق سے مراد حقیقۃً ملانا ہے، کیاان کا کہنا حق ہے؟ اور احناف غلطی پر ہیں کہ جو پیروں کو نہیں ملاتے؟

(۲) کیا سدالخلل کندھے کے ملانے سے ہوتا ہے کہ نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو کیا پیروں کو فراخ کر کے ملانے سے سدالخلل نہیں ہوگا؟ ان کو واضح کر کے جواب لکھیں، اس میں ہمارے یہاں کے احناف بھی مبتلا ہوتے ہیں۔

الجواب

عن أنس رضی اللّٰہ عنہ مرفوعًا قال: رصوا صفوفکم وقاربوابینھا وحاذوابالأعناق. {رواہ أبوداؤد والنسائی وصححہ ابن حبان}(بلوغ المرام: ۷٤/۱)

قال فی مجمع البحار: تراصوا فی الصفوف أی تلاصقوا حتٰی لایکون بینکم فرج من رص البناء إذا الملص بعضھا ببعض،آہ. (ج:۲/ص:۱۲)

وفی الباب عن النعمان بن بشیررضی اللّٰہ عنہ یقول: أقبل علینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بوجھہ فقال: أقیموا صفوفکم ثلٰثا واللّٰہ لتقیمن صفوفکم أولیخالفن اللّٰہ بین قلوبکم، قال: فقد رأیت الرجل منایلزق منکبہ بمنکب صاحبہ ورکبتہ برکبتہ وکعبہ بکعبہ. {أخرجہ أبوداؤد وصححہ ابن حزیمۃ}(فتح الباری: ۱۷٦/۲)

وعن أنس رضی اللّٰہ عنہ مرفوعًا قال: أقیموا صفوفکم فإنی أریکم من وراء ظھری وکان أحدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدمہ. {رواہ البخاری}

وقال الحافظ فی الفتح (ص:۱۷٦)**: وأخرجہ الإسمٰعیل** (وفی مستخرجہ الصحیح) **من روایۃ معمرعن حمید بلفظ قال أنس رضی اللّٰہ عنہ: فلقد رأیت أحدنا،إلٰی آخرہ،وزاد معمرفی روایۃ: ولو فعلت ذلک بأحدھم الیوم لنفرکأنہ بغل شموس،آہ.**

وذکرت فی إعلاء السنن: أخذت طائفۃ فی زماننا بظاھرھٰذا الحدیث فتراھم یلزقون أقدامھم بأقدام من یلیھم فی الصف ولایزالون یتکلفون ذلک إلٰی آخرالصلاۃ ولایخفی إن فی إلزاق الأقدام بالاقدام مع إلزاق المناکب بالمناکب والرکب بالرکب مشقۃ عظیمۃ لاسیما مع ابقائھا کذلک إلٰی آخرالصلوٰۃ کما ھومشاھد والحرج مدفوع بالنص علٰی أن إلزاق تلک الأعضاء بأجمعھا حقیقۃ غیرممکن إذا کان المصلون مختلفی القامۃ فالمراد منہ جعل بعضھا فی محاذات بعض.

قال الحافظ فی الفتح تحت قول البخاری باب الزاق القدم بالقدم فی الصف: المراد بذلک المبالغة فی تعدیل الصف وسدخلله.(ص:۱۷۶)

وفی عون المعبود قوله صلی اللّٰہ علیه وسلم حاذوا بالمناکب: أی اجعلوا بعضها حذاء بعض بحیث یکون منکب کل واحد موازیاً لمنکب الاٰخر ومسامتاله فتکون المناکب والأعناق و الأقدام علیٰ سمت واحد،آہ.(ج:۱/ص:۲۱۵)

وقال الشیخ:ولو حمل الالزاق علی الحقیقة فالمراد منه إحداثه وقت الاقامة لتسویة الصف فإن إحداث الالزاق فی تلک الأعضاء طریق تحصیل ھٰذہ التسویة ولادلالة فی الحدیث علیٰ إبقاء ہ فی الصلاۃ بعد الشروع فیھا ومن ادعیٰ ذلک فلیأت بحجة علیه،آہ.

قلت:وقول أنس کان أحدنا وقوله ولقد رأیت أحدنا یفید أن الفعل المذکور کان فی زمن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ولم یبق بعده کما صرح به فی روایة معمربقوله:ولوفعلت ذلک بأحدھم لنفرکأنه بغل شموس فلوکان ذلک سنة مقصودة من سنن الصلاۃ لم یترکھا الصحابة والتابعون ولم یتنفر منھا أحد فالصحیح ماقلنا أن ذلک کان للمبا لغة فی تسویة الصف حین الإقامة لابعدھا فی داخل الصلاۃ،آہ.(ج:٤/ص:۲۹۹)

ان عباراتِ مذکورہ سے واضح ہوگیا کہ سدالخلل سے مراد یہ ہے کہ نمازی خوب مل کر کھڑے ہوں کہ درمیان میں فرجہ نہ رہے اور یہ بات کندھا ملانے سے حاصل ہوتی ہے،قدم سے قدم ملانے سے فرجہ پیدا ہو جائے گا اور قدم سے قدم ملانا نماز شروع کرنے سے پہلے اسی غرض سے ہے؛ تا کہ صف سیدھی ہو جائے،نماز کے اندر قدم سے قدم ملانا سنت نہیں ہے؛اس لیے احناف غلطی پر نہیں ہیں۔

(۲) پیروں کو فراخ کر کے ملانے سے سدالخلل نہ ہوگا؛ بلکہ کندھے سے کندھا ملانے سے سدالخلل ہوگا؛ کیوں کہ ''إنّ اللّٰہ یحب الذین یصفون کماتصف الملائکة کأنھم بنیان مرصوص'' سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نمازیوں کو بنیان مرصوص کی طرح مل کر کھڑا ہونا چاہئے اور یہ تراص الزاق مناکب ہی سے ہوتا ہے۔واللہ اعلم

۲۱/ذی الحجہ ۴۵ھ (امدادالاحکام:۲/۱۴۱و۱۴۳)

صفوں میں ٹخنوں اور کندھوں کو ملانے سے مراد محاذات ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں ٹخنے اور کندھے ملا کر کھڑا ہونا چاہیے،یا بغیر کندھے ملائے ہوئے کھڑا ہونا چاہیے؟ حالاں کہ ان دونوں کو بیک وقت ملانا مشکل ہے؟ بینوتو جروا۔

(المستفتی: غلام حیدر چارسدہ)

الجواب

صفوف کو سیدھا رکھنا مطلوب ہے اور جن روایات میں کعب کو کعب سے، منکب کو منکب سے اور رکبۃ کو رکبۃ سے ملانے کا حکم وارد ہے اس سے مراد محاذات ہے، نہ کہ معنیٰ حقیقی مراد ہے، **لأنها متعذر في آن واحد، فافهم.** (۱)

وفي البحر (۳۵۳/۱)**: وينبغي للقوم إذا قاموا إلى الصلاة أن يتراصوا ويسدوا الخلل ويسووا بين مناكبهم في الصفوف.** (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۰۱/۲)

صف میں ہمواری کیسے ہو:

سوال: نماز میں جماعت کے اندر ایڑی برابر ہوں، یا کیسے؟

الجواب

ٹخنہ ٹخنے کی سیدھ میں ہونا چاہیے اور مونڈھا مونڈھے کی سیدھ میں ہونا چاہیے، اس سے صف سیدھی ہو جاوے گی۔ درمختار میں ہے: "**ويسووا مناكبهم**". (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۳/ ۳۳۷)

جماعت اور صف کی درستگی ضروری ہے، چاہے تکبیر کے بعد ہو:

سوال: تکبیر جب شروع ہو جائے، یا ختم ہو چکے، اس وقت جماعت کو دائیں بائیں سرک جانا، کیسا ہے؟

الجواب

جماعت [کی] اصلاح اور سیدھا [ہونا] ضرور[ی] ہے، اگرچہ تکبیر کے بعد ہو، درستیٔ جماعت کرنی چاہیے۔

(مجموعہ کلاں، ص: ۲۳۳-۲۳۴) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۵۶)

ضرورۃً صف میں انقطاع رکھنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا اندرونی حصہ اتنا ہے کہ جس میں تین صف آسانی کے ساتھ بنتی ہیں؛ لیکن صبح کے وقت نمازی زائد ہوتے ہیں اور باہر کھڑے ہونے میں سردی کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے، اب اگر مسجد کے اندر امام کے ایک بالشت فاصلہ سے چوتھی صف اس طرح بنائی جاوے کہ امام کے پیچھے ایک آدمی

(۱) **وفي المنهاج: وأما الزاق المنكب بالمنكب والركبة بالركبة والكعب بالكعب فالمراد منه المحاذاة دون المعنى الظاهر بدليل مارواه أبوداؤد وحاذوا بين المناكب وحاذوا بالأعناق... وأما مايفعله أهل الظاهر من حمل الالزاق على الحقيقة فلا سلف لهم فيه على أن إلزاق الكعب بالكعب والركبة بالركبة والمنكب بالمنكب حقيقة في وقت واحد عسير جداً بل محال. (منهاج السنن شرح جامع السنن: ۱۰۳/۲، باب ماجاء في إقامة الصفوف)**

(۲) **البحرالرائق: ۳۵۳/۱، باب الإمامة/ دررالحكام شرح غرر الأحكام: ۹۰/۱، دارإحياء الكتب العربية، انيس**

(۳) **الدرالمختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۳۱/۱، ظفير**

کی جگہ خالی رہے اور صف منقطع ہوجائے تو ایسا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

واجبات متعلقہ بالصفوف ومقام الامام والماموم کے ترک سے کراہت کا لزوم اس وقت ہوتا ہے، جب بغیر عذر کے ترک کئے جاویں، مع العذر ترک کرنے سے کوئی کراہیت لازم نہیں آتی، تنگی مکان سردی اور گرمی بھی عذر میں داخل ہیں، صاحب الدرالمختار نے مکروہات الصلاۃ کوذکر کرتے ہوئے جب (قیام الإمام فی المحراب... وانفراد الإمام علیٰ الدکان وعکسه) کوذکر کیا تو کہہ دیا: وهٰذا کله (عند عدم العذر) کجمعةٍ وعید، فلوقاموا علیٰ الرفوف والإمام علیٰ الأرض أوفی المحراب لضیق المکان، لم یکره، إلخ، وقال الشامی علیٰ قوله (کجمعةٍ وعید): مثال للعذر وهو علیٰ تقدیر مضاف، أی کزحمة جمعة وعید. پھر صاحب الدر نے چند سطر کے بعد فرمایا: ومن العذر إرادة التعلیم أوالتبلیغ وقال الشامی: (ومن العذر) أی فی الانفراد فی مکان مرتفع، إلیٰ أن قال: قلت: لکن فی المعراج ما نصه: وبقولنا قال الشافعی رحمه اللّٰه تعالیٰ إلا إذا أراد الإمام، إلخ. (٤٧٨/١) (۱)

حاصل یہ ہے کہ عدم جوازالانقطاع فی الصف حکماً عدم جوازقیام الإمام فی المحراب وانفراده علیٰ الدکان وعکسه ہے اور ضیق مکان سردی وگرمی کا عذر کسی طرح بھی تعلیم وتبلیغ کے عذر سے کم نہیں، باوجودیکہ ان کو اعذار میں شمار کیا گیا ہے، لہٰذا اگر چہ صورتِ مسئولہ میں صریح جزئیہ تو اس وقت پیش نظر نہیں؛ لیکن اعتباراً علی المسائل المحولة یہاں بھی عذر مذکور کی وجہ سے کراہت نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/ ۲۵۰)

نماز کے دوران صف سیدھی کرنا:

سوال: ہم صف میں صحیح طریقہ سے کھڑے ہوں، دائیں بائیں کوئی شخص صحیح نہیں کھڑا ہے تو خود نماز کی حالت میں صف صحیح کر سکتے ہیں اور دوسرے کو جو آگے پیچھے یا دور ہو اس کو اپنے ہاتھ سے قریب کر سکتے ہیں؟

ھو المصوب

اگر عمل کثیر نہ ہو تو تھوڑا آگے پیچھے ہونا ہو تو صف درست کر سکتے ہیں، (۲) دوسرے کو نماز کی حالت میں درست نہیں کریں گے۔

تحریر: محمد ظہور ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/ ۲۳۷-۲۳۸)

(۱) باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب: إذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة أولیٰ، انیس

(۲) عن أنس بن مالک قال: أقیمت الصلاة، فأقبل علینا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بوجهه، ==

تسویہ صفوف کے واسطے اساتذہ کا بچوں کی صف میں کھڑا ہونا:

سوال: مدرسہ ریاض العلوم گورینی میں طلبہ کے تسویۂ صفوف کے لئے ایک استاذ مقرر ہے، جو ہر نماز میں بچوں کو صفیں درست کرا کے بالکل پچھلی صف میں کھڑے ہوتے ہیں، جبکہ صف اول کے علاوہ بیچ میں تین صفیں نابالغ بچوں کی ہوتی ہیں، اگر کوئی استاذ پچھلی صف میں نہ کھڑا ہو تو ایسی صف میں یہ بچے نماز ہی میں شرارت کرنے لگیں تو کیا اس صورت میں اس استاذ کا پچھلی صف میں کھڑا ہونا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامدًا و مصليًا و مسلماً:

ان صورتوں میں اس استاذ کا بچوں کی صف میں کھڑا ہونا درست ہے، جیسا کہ التحریر المختار کی عبارت سے پتہ چلتا ہے۔

قوله ذكره في البحر...قال الرحمتي:...في زماننا إدخال الصبيان في صفوف الرجال إلا أن المعهود منهم إذا اجتمع صبيان فأكثر تبطل صلاة بعضهم ببعض وربما تعدى ضررهم إلىٰ إفساد صلاة الرجال،انتهىٰ. (الدر المختار: ۷۳/۱)(۱)

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ جب بچوں کو بالغین کی صف میں فساد صلوٰۃ کے اندیشہ کے سبب کھڑا ہونا درست ہے تو بالغ کو بھی بچوں کی صف میں کھڑا ہونا درست ہونا چاہیے؛ کیوں کہ علت فساد صلوٰۃ رجال ہے، کیوں کہ بسا اوقات بچوں کے ہنسنے اوران کے باہم جھگڑنے کی بناپر بڑوں کی نماز میں خلل واقع ہوجاتا ہے اور جب کوئی بڑا ان کی صف میں کھڑا ہوجاتا ہے تو وہ ان حرکتوں سے باز رہتے ہیں، اس بناپر ان استاذ کا بچوں کی صف میں کھڑا ہونا درست ہے؛ لیکن مناسب یہ ہے کہ استاذ مذکور کے ساتھ دو چار بالغ افراد اور کھڑے ہوجائیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بر بنائے ضرورت بچوں اور مردوں کا مختلط ہوکر صف بندی کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ ۲۲/۱/۱۳۱۴۱۳ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۲/۵۵۴-۵۵۵)

== فقال:أقيموا صفوفكم،وتراصوا فإني أراكم من وراء ظهري.(صحيح البخاري،كتاب الأذان،باب إقبال الإمام على الناس عند تسوية الصفوف،رقم الحديث: ۷۱۹)

عن ابن عباس رضي الله عنه قال:صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ذات ليلة، فقمت عن يساره،فأخذ رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم برأسي من ورائي،فجعلني عن يمينه.(صحيح البخاري، كتاب الأذان،باب:إذا قام الرجل عن يسار الإمام،رقم الحديث :۷۲۶/السنن الكبرىٰ للنسائي،موقف الإمام والمأموم صبي ،رقم الحديث: ۸۸۲،انیس)

(۱) إمداد الفتاویٰ،كتاب الصلاة،باب الإمامة والجماعة: ۴۱/۱،ط:زكريا ديوبند

ستونوں کے درمیان صف بندی

صلوٰۃ بین الساریتین کا حکم:

سوال: باب الإمامة، فتح القدير اور ردالمحتار کی اس عبارت سے ’’الأصح ماروی عن أبی حنیفة أنـه قال: أكره للإمام أن يقوم بين الساريتين أو زاوية أو ناحية المسجد أو إلٰی سارية؛ لأنه بخلاف عمل الأمة، آه. (۱)

بقول وتحقیق حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلاضرورت امام کا بحالت امامت مسجد کے درمیں، جو بین الساریتین ہو، کھڑے ہونے کی کراہت ثابت ہوتی ہے، یانہیں؟

(۲) بصورت ثبوت حکم کراہت صحیحین وغیرہما کی وہ حدیثیں قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے معارض ہوسکتی ہیں، جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بقول حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ کے اندر بین العمودین کھڑے ہوکر نماز پڑھنا ثابت ہے، یابوجہ منفرد ہونے حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معارضہ مذکور قیاس مع الفارق و باطل ہوگا؟

(۳) بدائع کی یہ عبارت ’’الأفضـل لـلإمـام أن يقف في مقام إبراهيم ‘‘جس کو ردالمختار: ۱/۵۶۹ نے حواشی درمختار کے باب الامامۃ و باب الصلوٰۃ فی الکعبہ میں نقل کیا ہے، معارض قول امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بوجہ وقوع مقام ابراہیم بین الساریتین ہے، یانہیں؟ بصورت ثانی تعارض ظاہری کے دفع کی، کیا تقریر و تنقیح ہے؟

الجواب

(۱) کراہت ثابت ہوتی ہے، كما هو ظاهر.

(۲) قیاس مع الفارق ہے، للوجه المذكور في السوال.

(۳) یہ مقام ابراہیم کہنا ایسا ہے، جیسا باب الامامۃ ردالمختار: ۱/۵۸ میں اس کے ذرا قبل کی عبارت میں ’’السـنة أن يـقـوم فـي الـمحراب، إلخ‘‘ (۲) فـي الـمحراب کہنا؛ مگر دوسری دلیل سے فی المحراب یقیناً مقید ہے خروج قدمین کے ساتھ في مكروهات الصلوٰة: وقيام الإمام في المحراب، لاسجوده فيه، وقدماه خارجه. (۳)

(۱) ردالمحتار: ٥٦٨/١، باب الإمامة مطلب في كراهة قيام الإمام

(۲) كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها: ۲/ ۳۱۰، دارالكتب العلمية، انيس

(۳) من الدرالمختار مع ردالمحتار، مكروهات صلاة: ٦٤٥/١، انيس

پس اسی طرح فی مقام ابرہیم بھی مقید ہے اسی قید کے ساتھ؛ اس لیے کچھ تعارض نہ رہا۔
۲۱/ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ۔(تتمہ اولیٰ:۲۳) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۴۲۸-۴۲۹)

صف کے درمیان ستون کا حائل ہونا:

سوال: در دیار پنجاب وخراسان بوقت ساختن مساجد درصیفی وشتوی زیر صف (۱) میان ہر دو جدار ستون میدہند وبوقت صف بستن مصلیان آں ستونہا میان صف می آیند وجائے یک مصلی میگیرند بعض علمائے فرمایند کہ ایں حائل کعدم الحائل ست، پس فرجات الشیطان متحقق شد ویدخل فیہ الشیطین کانھا حذف بر ومطلق وبعض می سرایند کہ حیلولت ستون درمیان صف مثل ایستادن مصلے شد ودر فرجات شیطان داخل نہ شد چہ دخول شیطان برآں صورت است کہ قصداً فرجہ درصف میان دوکس گزاشتہ شود وایں آمدن ستون حالت اضطراری ست نہ اختیاری چہ ایں قدر دراز چوب کہ سربسر برجدران نہادہ شود نادر الوجود ست والضرورات تبیح المحظورات دریں امر ہرچہ ارشاد شود واجب العمل خواہد شد اگر قول بعض اول درست شود تا ستونہا را از مساجد کشیدہ صورتی دیگر کردہ شود اگر قول بعض ثانی درست شود ما از وسواس وعید ایمن باشیم اما دریں صورت جزئیہ نوشتہ شود بحوالہ کتاب وصفحہ وباب تا کہ بر مخالف حجت قوی گردد۔(۲)

الجواب

ایں جزئیہ تصریحاً از نظر نہ گذشتہ ونہ ذخیرہ کتب نزد خود دارم کہ دراں تتبع نمایم؛ لیکن انچہ از کلیات ونظائر فہمیدہ ام آن است کہ اگر از آمدن ستونہا میان صف تحرز بوجہی ممکن باشد تحرز باید کرد زیرکہ مراصۃ درصفوف مامور بہ است وحیلولۃ سواری مفوت مراصۃ است واگر تحرز ممکن نباشد، پس امر واسع است۔(کمافی ردالمحتار، جلد اول،ص:۵۹۵)(۲)

---

(۱) کذا فی الأصل ولعل الصحیح ''سقف''۔سعید

(۲) خلاصۂ سوال: پنجاب اور خراسان کے علاقوں میں مساجد موسم گرما وسردی کے لحاظ سے بناتے وقت چھت کے نیچے دونوں دیواروں کے درمیان ستون رکھتے ہیں، جو صف بندی کے وقت درمیان میں پڑتے ہیں اور ایک آدمی کی جگہ گھیرتے ہیں، بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ حائل (آڑ) کالعدم ہے لہٰذا ''فرجات شیطان'' کی وعید کا محمل ہے اور بعض کا خیال یہ ہے کہ ستونوں کا درمیان صف ہونا مانند ایک نمازی کے کھڑا ہونے کے ہے ''فرجات شیطان'' کی وعید میں داخل نہیں ہے؛ کیوں کہ شیطان کا صف کے درمیان گھسنا اس وقت ہے کہ بالقصد صف کے درمیان فرجہ (کشادہ جگہ) چھوڑا جائے اور یہاں ستونوں کا صف کے درمیان واقع ہونا اضطراری حالت ہے، اختیاری نہیں ہے؛ کیوں کہ ایسی لمبی لکڑی جو ایک دیوار سے دوسری دیوار تک دراز ہو اور درمیان میں ستون نہ رکھنے پڑیں نادر الوجود ہے، لہٰذا ضرورت کی وجہ سے یہ جائز ہوگا۔ اس معاملہ میں جو آپ ارشاد فرمائیں گے وہ واجب العمل ہوگا، اگر اول حضرات کی رائے صحیح ہے تو مسجد میں سے ستون نکال کر کوئی اور صورت اختیار کی جائے گی اور اگر دوسرے حضرات کا قول درست ہے تو ہم اندیشہ وعید سے مطمئن ہو جائیں گے؛ لیکن بصورت ثانی جزئیہ مع قید کتاب وصفحہ وباب تحریر فرمائیں؛ تا کہ مخالف پر حجت قوی ہو۔انیس)

(۳) ترجمۂ جواب: یہ جزئیہ صراحۃً نظر سے نہیں گذرا نہ کتابیں پاس ہیں کہ ان میں تلاش کروں، ==

قال اس نقل میں اختصار مخل ہے؛ اس لیے اول پوری عبارت نقل کی جاتی ہے، اس کے بعد ضروری تحقیق لکھی جائے گی۔شامی ۵۹۵(۱) میں ہے:

قال فی البحر فی آخر باب الجمعة: تکلموا فی الصف الأول،قیل:ھو خلف الإمام فی المقصورة وقیل: مایلی المقصورة،وبه أخذ الفقیه أبو اللیث؛لأنه یمنع العامة عن الدخول فی المقصورة فلا تتوصل العامة إلیٰ نیل فضیلة الصف الأول،اھ.

أقول:والظاھر أن المقصورة فی زمانھم إسم لبیت فی داخل الجدار القبلی من المسجد کان یصلی فیھا الأمراء الجمعة ویمنعون الناس من دخولھا خوفًا من العد وفعلیٰ ھٰذا اختلف فی الصف الأول،ھل ھو مایلی الإمام من داخلھا،أم ما یلی المقصورة من خارجھا؟فأخذ الفقیه بالثانی توسعة علی العامة کی لاتفوتھم الفضیلة،ویعلم منه بالأولیٰ أن مثل مقصورة دمشق التی ھی فی وسط المسجد خارج الحائط القبلی یکون الصف مایلی الإمام فی داخلھا وماتصل به من طرفیھا خارجًا عنھا من أول الجدار إلیٰ آخره،فلاینقطع الصف ببنائھا،کما لاینقطع بالمنبر الذی ھو داخلھا فیما یظھر،وصرح به الشافعیة،وعلیه فلووقف فی الصف الثانی داخلھا قبل استکمال الصف الأول من خارجھا یکون مکروھًا،ویؤخذ من تعریف الصف الأول بما ھو خلف الإمام:أی لاخلف مقتد آخر أن من قام فی الصف الثانی بحذاء باب المنبریکون من الصف الأول؛لأنه لیس خلف مقتد آخر واللّٰه تعالیٰ أعلم،آہ.

اس عبارت میں علامہ شامی نے اولاً تعیین صف اول میں علماء کا اختلاف دکھلایا ہے کہ بعض اس صف کو اول کہتے ہیں، جو کہ امام کے پیچھے مقصورہ کے اندر ہوتی ہے اور بعض اس صف کو جو کہ مقصورہ کے قریب اس کے باہر ہوتی ہے،اس کے بعد علامہ موصوف نے ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ظاہر کی ہے کہ وہ......اس غرض سے کہ عوام صف اول کی فضیلت سے محروم نہ ہو جائیں،قول ثانی کو اختیار کرتے ہیں،اس کے بعد انہوں نے استنباط کیا ہے اور کہا ہے کہ امام ابو اللیث کے فتوے سے یہ امر بالاولیٰ معلوم ہوتا ہے کہ جامع دمشق جس میں مقصورہ حائط قبلے سے باہر اور مسجد کے درمیان میں واقع ہے،اس میں صف اول وہ ہے جو کہ مقصورہ کے اندر واقع ہے اور جو لوگ مقصورہ سے باہر صف

== کلیات ونظائر سے جو کچھ سمجھا ہوں وہ یہ ہیں ''اگر صف کے درمیان ستونوں کے واقع ہونے سے بچنا کسی طرح بھی ممکن ہو تو بچنا چاہئے؛ کیونکہ صف بندی میں مراصہ (ایک کو دوسرے سے جوڑنا، چمٹانا) مامور بہ ہے اور ستونوں کا صف کے درمیان آنا مراصہ کو ختم کرنے والا ہے اور اگر بچنا ممکن نہ ہو تو گنجائش ہے''۔انیس)

ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/ ۵٦۹،مطلب فی الکلام علی الصف الأول،انیس

(۱) کتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب:فی الکلام علی الصف الأول،انیس

مذکور کے دونوں پہلوؤں میں کھڑے ہیں، وہ صف اول میں داخل ہیں اور مقصورہ کی دیواروں کے بیچ میں حائل ہونے سے صف منقطع نہیں ہوتی، جیسا کہ مقصورہ کے اندر منبر کے حائل ہونے سے صف منقطع نہیں ہوتی اور گو علامہ موصوف نے اس استنباط کی وجہ نہیں بیان کی ہے؛ مگر میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ جب امام ابواللیث عوام کی فضیلت صف اول کو حاصل کرنے کے لیے اس صف کو صف اول کہتے ہیں، جو کہ صف واقع فی المقصورہ کے پیچھے ہے تو جو صفیں کہ اس کے دونوں پہلوؤں میں ہیں، وہ تو بالا ولیٰ صف اول میں داخل ہوں گی اور جب کہ وہ صف اول میں داخل ہوئیں تو اب پچھلی صف کو صف اول کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لہذا صف اول وہ صف ہوگی جو کہ مقصورہ کے اندر اور اس کے دونوں پہلوں میں واقع ہے اور جب کہ صف اول صف مذکور قرار پائی تو اب دیوار ہائے مذکورہ قاطع صف نہ ہوگی، یہ تقریر تھی وجہ استنباط کی؛ لیکن مجھے اس میں کلام ہے۔ اولاً:

اس لیے کہ حصول فضیلت صف اول کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ صف ثانی کو صف اول کہا جاوے؛ بلکہ اس کے لیے قرب امام کی امکانی کوشش کافی ہے، **کمالا یخفیٰ علی العارف بقواعد الشرع.**

اور ثانیاً: اس لیے کہ اگر صف خارج مقصورہ کو صف اول مان بھی لیا جاوے اور یہ بھی مان لیا جاوے کہ جو لوگ صف واقع فی المقصورہ کے پہلوؤں میں ہوں، وہ صف اول میں داخل ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مقصورہ کی دیواریں قاطع صف نہ ہوں، یہ ممکن ہے کہ نمازیوں کو قطع صف کا گناہ نہ ہو؛ کیوں کہ اس سے بچنا ان کے اختیار سے باہر ہے؛ مگر بانیان مقصورہ کا گناہ سے محفوظ رہنا دشوار ہے؛ کیوں کہ وہ اس قطع کا سبب اپنے اختیار سے بنے ہیں۔

اور ثالثا: اس لیے کہ امام ابواللیث کے صف خارج مقصورہ کو صف اول کہنے سے یہ لازم بھی نہیں آتا کہ صف واقع فی المقصورہ دمشق صف اول ہو اور جو لوگ اس کے پہلوؤں میں کھڑے ہیں، وہ صف اول میں داخل ہوں؛ کیوں کہ جس ضرورت سے امام ابواللیث نے صف خارج کو صف اول کہا تھا، وہ ہنوز موجود ہے؛ اس لیے کہ انہوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی تھی کہ اگر صف مقصورہ کو صف اول کہا جاوے گا تو عوام فضیلت صف اول سے محروم ہو جاویں گے؛ کیوں کہ عوام حجرہ میں داخل نہیں ہو سکتے، اب میں کہتا ہوں کہ اگر جامع دمشق میں صف اول صف واقع فی المقصورہ کو کہا جاوے گا تو وہ لوگ فضیلت صف اول سے محروم ہو جاویں گے؛ کیوں کہ مقصورہ میں داخل ہونے سے حکومت مانع ہے اور اس کے پہلوؤں میں کھڑے ہونے سے شریعت مانع ہے للزوم القطع، پس ضرور ہے کہ صف خارج کو صف اول کہا جاوے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نہ امام ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک قوی ہے، نہ علامہ شامی کا اس سے یہ استنباط کرنا کہ جامع دمشق میں صف اول فی المقصورہ ہوگی اور جو لوگ اس کے دونوں پہلوؤں میں کھڑے ہیں، وہ صف اول میں داخل ہوں گے اور جدران مقصورہ قاطع صف نہ ہوں گے، جب یہ تمہیدی مضمون معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ غالبا اس

روایت سے استدلال کی وجہ یہ تھی کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حائل بوقت ضرورت کالعدم ہے، سو یہ مضمون صحیح ہے اور مدعی پر اس سے استدلال درست ہے، گو یہ امر کہ جامع دمشق میں دیوار ہائے مقصورہ قاطع صف نہیں ہیں، محل کلام ہے، **كما تتبين ويؤيدماقلنا تصريح ابن الحاج المالكى بلزوم قطع الصفوف ببناء المقاصر** ؛لیکن اس کا اثر اصل مقصود پر کچھ نہیں پڑتا، پس یہ عبارت برمحل ہے اور اس کی بے تعلقی مقام کا شبہ مندفع ہوگیا، جو کہ اول نظر میں احقر کو ہوگیا تھا۔ (تصحیح الاغلاط:۱۳)

قال فى البحر:تكلموا فى الصف الأول،قيل:هوخلف الإمام فى المقصورة وقيل:مايلى المقصورة وبه أخذ الفقيه أبو الليث؛لأنه يمنع العامة عن الدخول فى المقصورة فلا تتوصل العامة إلٰى نيل فضيلة الصف الأول آه ثم قال،ويعلم منه بالأولٰى أن مثل مقصورة دمشق التى هى فى وسط المسجد خارج الحائط القبلى يكون الصف مايلى الإمام فى داخلها وما اتصل به من طرفيها خارجا عنها من أول الجدار إلٰى آخره،فلاينقطع الصف ببنائها كمالاينقطع بالمنبر الذى هو داخلها فيما يظهروصرح به الشافعية،آه. (۱)

قلت: (۲)وقد ثبت بهٰذه الرواية أن القاطع فى محل الضرورة ليس بقاطع و يؤيده ماروى الترمذى فى باب كراهة الصف بين السوارى عن عبد الحميد بن محمود قال:صلينا خلف أمير من الأمراء فاضطرَّنا الناس فصلينا بين الساريتين فلما صلينا قال أنس بن مالك:كنا نتقى هٰذا علٰى عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم. (الحديث)(۳)

فلينظر فى قوله:اضطرنا وقوله نتقى: يحصل التفصيل الذى ذكر.

(امداد، ج:۱رص:۸۰) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۴۳۱-۴۳۶)

ستون کے درمیان صفین بنانا مکروہ ہے:

سوال: **ماتقولون أن مسجدا له أعمدة هل يجوزأن يجعل الصفوف بينها أم لا؟**

الجواب

يكره الصف بين السوارى مالم يضطرإليه لورود النهى عن ذلک ولعل فقهه انتفاء رص الصفوف وهومامور به فى قوله صلى اللّٰه عليه وسلم تراصوا،أخرج ابن ماجة وابن خزيمة والحاكم عن معاوية بن قرة عن أبيه قال كنا ننهى أن نصف بين السوارى علٰى عهد رسول اللّٰه

(۱) كتاب الصلاة،باب الإمامة،حطب فى الكلام على الصف الأول:۲/۳۱۱،دارالكتب العلمية،انيس.

(۲) یہاں پر عبارت میں تصحیح الاغلاط:۱۵، سے تغیر کیا گیا ہے۔سعید

(۳) كتاب الصلاة،باب ماجاء فى كراهة الصف بين السوارى:۱/۵۸،رقم الحديث:۲۲۹،بيت الأفكار،انيس

صلی اللّٰہ علیه ونطرد عنها طردًا. {رجاله رجال الصحيح إلاهارون بن مسلم وهوحسن الحديث وثقه ابن حبان}وروى الترمذى عن عبدالحميد ابن محمود قال:صلينا خلف أميرمن الأمراء فاضطرنا الناس فصلينا بين الساريتين فلما صلينا قال أنس بن مالک:كنا نتقى هٰذا علٰى عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم.{قال الترمذى:حديث حسن صحيح}.(٣١/٣)

قال العلامة العينى فى شرح البخارى:إذا كان منفرداً لابأس فى الصلاة بين الساريتين إذا لم يكن فى جماعة وقيد بغيرجماعة؛لأن ذلک لقطع الصفوف وتسوية الصفوف مطلوبة فى الجماعة،آه.(٤٧٨/٢)

وفى فتح البارى قال المحب الطبرى كره قوم الصف بين السوارى للنهى الوارد عن ذلک ومحلها الكراهة عند عدم الضيق والحكمة فيه أما لانقطاع الصف أولأنه موضع النعال،آه.(٤٧٧/١)

قلت:وقواعدنا لا تاباه لاسيما والعينى من أئمتنا وقد منعه أيضًاواللّٰه أعلم(امدادالاحکام:۲/۱۳۷)

ستونوں کے درمیان صف بندی بلا عذر مکروہ ہے:

سوال: مسجد کے دروازوں، یا بیچ مسجد میں ستونوں کے درمیان مقتدی صف باندھ کر اقتدا کرے،مثلاً:اس کے دروازوں میں سے ہرایک دروازہ میں تین چار مقتدی سما سکتے ہیں، پھر بیچ میں ستون آجاتا ہے،آیا یہ ستون کا درمیان آجانا مانعِ اقتدا ہے،یا مستلزم کراہت کا ہےاور یہ کراہت کا لزوم عام ہے،یا خاص،باوجود گنجائش وعدم تنگی کے وقت پر منحصر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قال العينى فى شرح البخارى:إذا كان منفردًا لابأس بالصلٰوة بين الساريتين إذا لم يكن فى جماعة وقيد بغيرجماعة؛لأن ذلک يقطع الصفوف وتسوية الصفوف فى الجماعة مطلوبة،آه.(٤٧٨/٢)

وفى الدرفى كراهة قيام الإمام فى المحراب وعلٰى مكان مرتفع مانصّه وهٰذا كله عند عدم العذر كجمعة وعيد فلوقاموا على الرفوف والإمام على الأرض أوفى المحراب لضيق المكان لم يكره،آه. (٦٧٦/١)

وذكرالحافظ فى الفتح عن المحب الطبرى:كره قوم الصف بين السوارى للنهى الوارد عن ذلک ومحل الكراهة عند عدم الضيق،آه.(٤٧٧/٢)

قلت:و كلام علمائنا يوافقه فى هٰذا التقييد واللّٰه أعلم

ستونوں کے درمیان صف بندی کرنا بلا عذر مکروہ ہے؛مگر مانع اقتدا نہیں ہےاور یہ کراہت عام ہےاس صورت کو بھی جب کہ صف ستونوں کے درمیان اس طرح باندھی جائے کہ فرجہ باقی نہ رہے؛ کیوں کہ اس صورت میں بھی ستون قاطع صف ہے،البتہ اگر جمعہ وعید کے موقع پر تنگی ہوتو ایسی حالت میں صف بین السواری بلا کراہت جائز ہے۔واللہ اعلم

۴/شوال ۱۳۴۶ھ (امدادالاحکام:۲/۱۴۶-۱۴۷)

صف بندی کا طریقہ

صف میں کھڑا ہونے کا طریقہ:

سوال: نماز کے لیے صفیں باندھتے وقت صف کہاں سے شروع کی جائے؟ بعض کہتے ہیں کہ دائیں طرف سے، جب کہ بعض کہتے ہیں درمیان سے، اگر کوئی بائیں طرف سے صف باندھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر امام اور مقتدی ایک ہو تو بہتر یہ ہے کہ مقتدی امام کے دائیں طرف کھڑا ہو، بائیں طرف کھڑا ہونا خلاف اولیٰ ہے، البتہ اگر مقتدی زیادہ ہوں تو پھر درمیان سے صف کا انعقاد کیا جائے، دائیں بائیں جانب سے بھی صف باندھنا جائز ہے، اگرچہ خلاف اولیٰ ہے۔

قال الحصکفی (ویقف الواحد) ولو صبیًا، أما الواحدة فتتأخر (محاذیًا) أی مساویًا (لیمین إمامه) علی المذهب، ولا عبرة بالرأس بل بالقدم... (والزائد) یقف (خلفه) قوله: (والزائدة خلفی عدل، تبعاً للوقایة عن قول الکنز والإثنان خلفه؛ لأنه غیر خاص بالإثنین بل المراد ما زاد علی الواحد إثنان فأکثر، نعم یفهم حکم الأکثر بالأولیٰ، وفی القهستانی: وکیفیته أن یقف أحدهما بحذائه و الأخر بیمینه إذا کان الزائد اثنین، ولو جاء ثالث وقف عن یسار الأول، والرابع عن یمین الثانی و الخامس عن یسار الثالث وهٰکذا. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۲۰/۳-۱۲۱)

قیام میں دو پیروں کے درمیان فاصلہ:

سوال: حالت قیام میں دونوں پیروں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟

---

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، باب الامامة: ۵٦٦/۱ (مطلب: هل الإساءة دون الکراهة أو أفحش منها، انیس)

وفی الهندیة: إذا کان مع الإمام رجل واحد أو صبی یعقل الصلاة قام عن یمینه وهو المختار، ولا یتأخر عن الإمام فی ظاهر الروایة هٰکذا فی المحیط، ولو وقف علیٰ یساره جاز وقد أساء کذا فی محیط السرخسی...، وأفضل مکان المأموم حیث یکون أقرب إلی الإمام فإن تساوت المواضع ففی یمین الإمام وهو الأحسن، هٰکذا فی المحیط. (الهندیة، باب الإمامة: ۸۸/۱-۸۹) (الفصل الخامس فی بیان مقام الإمام المأموم، انیس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

بہتر یہ ہے کہ دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلی کے بقدر فاصلہ ہو، اگر اس سے کم یا زیادہ کا فاصلہ رہا، تب بھی نماز بلاکراہت درست ہوگی۔

”وینبغي أن یکون بینھما مقدار أربع أصابع الید؛ لأنہ أقرب إلی الخشوع“.(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۴۰۸/۳/۲۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۸۹/۲)

منبر کے دائیں، بائیں صف بنانا مکروہ نہیں:

سوال: یہاں مساجد میں منبر کی ہر دو جانب ایک صف کی مقدار چھوڑی جاتی ہے اور عیدین میں جب کہ بارش کی وجہ سے نماز عیدین مسجد میں ہوتی ہے تو مصلی اسی منبر کی جانبین والی صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں اور امام محراب میں آگے بڑھ جاتا ہے گوکہ امام کا سجدہ محراب میں ہوتا ہے اور قدمین محراب کے باہر ہوتے ہیں، لوگ آتے گئے اور اسی منبر کے جانبین والے فرجہ میں بیٹھتے گئے، میں نے یہ دیکھ کر انہیں کہا اور سمجھایا کہ چوں کہ درمیان میں منبر کا فصل واقع ہے، اس وجہ سے انقطاع صف لازم آتا ہے، جو مکروہ ہے، حضور اقدس اپنی تحقیق سے فرمائیں کہ احقر کا یہ امر بالمعروف صحیح تھا، یا غلط؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

قال فی البحر فی آخر باب فی الجمعة: فلاینقطع الصف ببنائھا (أی المقصورة) کمالاینقطع بالمنبر الذی ھو داخلھا فیما یظھر، صرح بہ الشافعیة. آہ. (ردالمحتار: ۵۳۲/۲)(۲)

وفی الدر المختار بعد ذلک: ولو صلّٰی علٰی رفوف المسجد إن وجد فی صحنہ مکاناً کرہ کقیامہ فی صف خلف صف فیہ فرجة. (ردالمحتار: ۵۳۳/۲)

عبارت نمبر: ۱، سے معلوم ہوا کہ منبر کے دائیں بائیں صف بنائی جاوے تو منبر کی وجہ سے صف کو منقطع نہ قرار دیا جاوے گا اور کوئی کراہت نہ ہوگی۔

اور عبارت نمبر: ۲، سے معلوم ہوا کہ ضرورت اور تنگی سے انقطاع صف کی رعایت بھی ساقط ہوجاتی ہے، کراہت نہیں رہتی؛ اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ یہ موقع نہی عن المنکر کا نہیں تھا؛ کیوں کہ ان کا فعل منکر نہیں؛ بلکہ جائز ودرست ہے؛ لیکن تاہم عوام کے لیے آپ پر لعن وطعن کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، ان کا یہ فعل سخت مکروہ ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۴/ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ (اضافہ) (امداد المفتین: ۲۹۲/۲-۲۹۳)

(۱) ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۱۳۱/۲ (بحث القیام، انیس)

(۲) کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی الکلام علی الصف الأول، انیس

امام کے دائیں بائیں ناہمواری، نیز تکبیرات انتقالات کے اندر جہر وسر میں توازن:

سوال: ایک امام بائیں طرف زیادہ مقتدی رکھتا ہے اور دائیں طرف کم اور نماز پڑھانے میں یہ حالت ہے کہ کبھی تو تسبیحات انتقالات اس طرح ادا کرتے ہیں کہ تمام مسجد کیا، محلّہ تک گونج اٹھے اور کبھی اس آہستگی اور نزاکت سے آخری سلام پھیر دیتے ہیں کہ مقتدیوں کو خبر تک نہیں ہوتی، ایسی حالت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

امام کو وسط میں کھڑا ہونا چاہیے اور دونوں طرف برابر مقتدی کرنے چاہئیں، بائیں طرف زیادہ مقتدیوں کو کھڑا کرنا خلاف سنت ہے، طریقۂ سنت یہ ہے کہ جس وقت جماعت کھڑی ہو، دونوں طرف برابر مقتدی ہوں۔(۱)

پھر جو بعد میں آکر شریک ہوں، ان کو بھی یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ حتی الوسع دونوں طرف برابر شریک جماعت ہوں اور امام کو حد سے زیادہ جہر، یا حد سے زیادہ اخفا دونوں امر خلاف سنت ہیں۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۳۴۶-۳۴۷)

جماعت میں صفیں امام کے دونوں جانب برابر ہوں:

سوال (۱) مشہور ہے کہ جماعت کے اندر مقتدی زیادہ تر داہنے ہاتھ کی طرف کھڑے ہوں، اس کا کچھ ثبوت ہے، یا کہ دونوں طرف برابر کھڑے ہوں؟

صحن ایک طرف بڑھا ہوا ہو تو صحن کے وسط کا لحاظ رکھنا چاہیے:

(۲) اگر کہیں مسجد کا صحن دس بارہ ہاتھ کسی طرف بڑھایا گیا ہو تو اب امام کو صحن کے اعتبار سے بیچ میں کھڑا ہونا چاہئے، یا محراب مسجد کا لحاظ رکھنا چاہیے؟

---

(۱) ’’وسطوا الإمام وسدوا الخلل‘‘.(سنن أبی داؤد،باب مقام الإمام من الصف،رقم الحديث:٦٧٧،انيس)

وينبغی للإمام أن يقف بإزاء الوسط فإن وقف فی ميمنة الوسط أو فی ميسرته فقد أساء لمخالفة السنة، هٰكذا فی التبيين،إلخ،فإن تساوت المواضع ففی يمين الإمام وهو الأحسن.(الفتاویٰ الهندية،الباب الخامس فی الإمامة : ٨٣/١ ،ظفير) (الفصل الخامس فی بيان مقام الإمام والمأموم،انيس)

(۲) ويجهر الإمام بتكبيرة ركوع وغيره وهو ظاهر الرواية.(الفتاویٰ الهندية مصری،الباب الرابع فی صفة الصلاة: ٦٩/١) (الفصل الثالث فی سنن الصلاة وآدابها و كيفيتها،انيس)

(وجهر الإمام بالتكبير)بقدر حاجته للإعلام بالدخول والانتقال وكذا بالتسميع والسلام.(الدر المختار)

قوله:(بقدر حاجته للإعلام،إلخ)وإن زاد أذكره آه،قلت:هٰذا إذا لم يفحش إلخ وأشار بقوله والانتقال إلٰی أن المراد بالتكبير هنا مايشمل تكبير الإحرام وغيره،وبه صرح فی الضياء. (ردالمحتار،باب صفة الصلاة،مطلب سنن الصلاة: ١ / ٤٤٣ ،ظفير)

باہر جماعت ہوتو کیا اندر بند کر دینا ضروری ہے:

(۳)　پنجاب میں بہت جگہ دیکھا گیا ہے کہ اگر جماعت صحن میں ہوتی ہو تو اندر مسجد کے دروازے لازمی طور پر بند کر دیتے ہیں، شرعاً اس کا بھی کچھ ثبوت ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱)　دونوں طرف مقتدی برابر رہنے چاہئیں۔

(۲)　باہر کھڑے ہوں تو صحن کے وسط کا خیال کرلیا جاوے۔(۱)

(۳)　بند کرنا اندر کے دروازوں کا اس وقت ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۶۰/۳-۳۶۱)

امام کے علاوہ مقتدیوں کے جائے نماز پر ہونے اوراس کے برعکس ہونے کا حکم:

سوال:　مقتدیوں کے نیچے جائے نماز اور امام کے نیچے نہ ہو، نماز کیسی ہے اور برعکس اس کے ہو تو نماز کیسی ہے؟

الجواب

جزئی نظر سے نہیں گزری، البتہ امام نیچا اور مقتدی اونچے کھڑے ہوں، اس کو مکروہ تنزیہی کہنے کی وجہ امام کے بے توقیری کو لکھا ہے۔(۲)

اس علت کے اشتراک سے صورت مسئولہ کی شق اول میں بھی کراہت کا گمان ہوتا ہے؛(۳) لیکن اگر کوئی عذر ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔

۲۰/جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ۔(امداد، صفحہ:۸۷/ج:۱) (امدادالفتاویٰ جدید:۳۷۷/۱)

---

(۱)　"ويقف وسطاً". (الدرالمختار) قال في المعراج: و في مبسوط بكر: السنة أن يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان ولو قام في أحد جانبي الصف يكره، ولو كان المسجد الصيفي بجنب الشتوي وامتلأ المسجد يقوم الإمام في جانب الحائط ليستوي القوم من جانبيه، إلخ ،قال عليه الصلاة و السلام: "توسطوا الإمام إلخ في موضع آخر: السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف. (رد المحتار، باب الإمامة : ٥٣١/١) (مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها؟ انيس)

وكيفيته أن يقف أحد هما بحذائه والأخر بيمينه إذا كان الزائد إثنين ولو جاء ثالث وقف عن يسار الأول والرابع عن يمين الثاني والخامس عن يسار الثالث وهكذا، آه. (أيضاً: ٥٣٠/١ ،ظفير) (مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها؟ انيس)

(۲)　في الدرالمختار: (وكره عكسه) في الأصح وهذا كله (عند عدم العذر)، آه.

قال الشامي: (قوله: (في الأصح) و هو ظاهر الرواية، لأنه إن لم يكن فيه تشبه بأهل الكتاب لكن فيه ازدراء بالإمام حيث ارتفع كل الجماعة فوقه ،أفاده في شرح المنية ...ولعل الكراهة تنزيهية. (ردالمحتار : ٤٧٨/١) (كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة و مايكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولىٰ، انيس)

(۳)　لیکن حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں "کچھ کراہت نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ رشیدیہ:۲۷۷-۲۸۱، باب ما یکرہ فی الصلوٰۃ، سعید احمد)

جماعت کے ساتھ کہاں بیٹھ کر نماز پڑھی جائے:

سوال (۱) جو معمر بیٹھ کر نماز پڑھنا چاہے، اس کے لئے شرعاً مسجد میں نماز ادا کرنے کی جگہ کون سی مقرر کی گئی ہے؟

(۲) کسی مصلی کو یہ حق حاصل ہے، یا نہیں کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے معمر کو صف کے سب سے کنارے پر جا کر نماز پڑھنے کے لئے کہے؟

الجواب ــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

(۱) صف میں کسی کی کوئی جگہ مقرر نہیں ہے، معذور جس جگہ چاہے، بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔(۱)

(۲) کسی کو ایسا حق نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۶۸/۱۰/۲۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۱۹۶-۱۹۷)

صف میں خالی جگہ چھوڑنا کیسا ہے:

سوال: ایک مسجد ہے، جس میں پنجگانہ اور جمعہ کی جماعت ہوتی ہے؛ مگر جگہ کی کمی کی بنا پر جمعہ کی نماز میں صف بندی اس طرح ہوتی ہے کہ امام کے بالمقابل جگہ چھوڑ کر دونوں طرف دائیں بائیں مقتدیوں کی صف رہتی ہے؛ لیکن کچھ لوگوں کو صف بندی کے اس طریقہ پر اعتراض ہے، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

صف بندی کا یہ طریقہ مکروہ ہے، وسط میں جگہ خالی رہتی ہے، جس کو خالی نہیں رہنا چاہیے اور صف پوری ہونی چاہیے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۷۳/۷/۱۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۱۹۶)

---

(۱) قال فی القنیة: له فی المسجد موضع معین یواظب علیه، وقد شغله غیره، قال الأوزاعی: له أن یزعجه، ولیس له ذلک عندنا اهـ، أی؛ لأن المسجد لیس ملكًا لأحد، بحر، عن النهایة. (ردالمحتار، مطلب فی من سبقت یده إلیٰ مباح: ۲/۴۳۶) (کتاب الصلاة باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب: فی الغرس فی المسجد، انیس)

(۲) عن ابن عمر قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: أقیموا الصفوف، وحاذوا بین المناکب، وسدوا الخلل، ولینوا بأیدی إخوانکم ولا تذروا فرجات للشیطان ومن وصل صفًا وصله اللّٰه ومن قطعه قطعه اللّٰه. {رواه أبوداؤد} (مشکوٰة المصابیح، باب تسویة الصف، الفصل الثالث: ۱/۹۹) (رقم الحدیث: ۱۱۰۲) / سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب تسویة الصفوف: ۱/۹۴ (ح: ۶۶۶) بیت الأفکار / سنن النسائی، باب الإمامة، من وصل صفا: ۱/۴۲۸ (ح: ۸۱۸) دار المعرفة / مسند الإمام أحمد، مسند عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما: ۱۰/۱۷ (ح: ۵۷۲۴) مؤسسة الرسالة / السنن الکبریٰ للنسائی، ثواب من صل صفا: ۱/۴۳۳ (ح: ۸۹۵) مؤسسة الرسالة / السنن الکبریٰ للبیهقی، ==

درمیان کی صفوں کو خالی چھوڑ کر کھڑا ہونا کیسا ہے:

سوال: اگر جماعت سے نماز ہو رہی ہے، اس کے دو، یا ایک جماعت درمیان میں چھوڑ کر کچھ آدمی پیچھے کھڑے ہو گئے تو ان کی نماز ہو گی، یا نہیں؟

الجواب

نماز ہو گئی؛ مگر یہ خلاف سنت ہے، صفوف کو متصل کرنا چاہیے اور فرجہ درمیان میں نہ چھوڑنا چاہیے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۳۸/۳)

امام کے صرف ایک طرف مقتدی ملیں اور دوسری طرف نہ ملیں تو کیا حکم ہے:

سوال: اگر مقتدی امام کے داہنی طرف کھڑے ہو جائیں اور بائیں طرف کوئی نہ ہو، علیٰ ہذا القیاس ایسے ہی بائیں طرف تو نماز میں کچھ قصور تو نہیں آئے گا؟

الجواب

امام صف کے بیچ میں کھڑا ہو، یہ سنت ہے، اگر مقتدی سب ایک طرف کھڑے ہو گئے، نماز صحیح ہو گئی: مگر مع الکراہت۔

== كتاب الصلاة،باب إقامة الصفوف وتسويتها: ١٤٣/٣ (ح: ٥١٨٦) دار الكتب العلمية،انيس)

یہ مسئلہ گنجائش کی صورت میں ہے، اگر جگہ کی تنگی ہو جس کی وجہ سے امام کے ساتھ اس کے دائیں اور بائیں صف لگانی پڑے اور امام کے بالمقابل پیچھے کچھ جگہ خالی رہے تو ضرورۃً ایسا کرنا جائز ہے۔[مجاہد]

"لأن مواضع الضرورة مستثناة من قواعد الشرع". (بدائع الصنائع، فصل في بيان ما يستحب في الصلاة وما يكره: ٥٦٦/٢)

(۱) ولو صلى على رفوف المسجد إن وجد في صحنه مكاناً كره كقيامه في صف خلف صف فيه فرجة. (الدر المختار)

هل الكراهة فيه تنزيهية أو تحريمية، ويرشد إلى الثاني قوله عليه الصلاة والسلام: ومن قطعه قطعه الله. (رد المحتار، باب الإمامة، مطلب في الكلام على الصف الأول: ٥٣٣/١، انيس)

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أقيموا الصفوف وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل ولينوا بأيدى إخوانكم... ومن وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف: ٩٤/١ (ح: ٦٦٦) بيت الأفكار، انيس)

عن عبد الله بن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ومن وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله عز وجل. (سنن النسائي، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٣٢٨/١ (ح: ٨١٨) دار المعرفة/مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله عمر رضي الله عنهما: ١٧/١٠ (ح: ٥٧٢٤) مؤسسة الرسالة)/السنن الكبرى للبيهقي، باب إقامة الصفوف وتسويتها: ١٤٣/٣ (ح: ٥١٨٦) دار الكتب العلمية/صحيح ابن خزيمة، كتاب الإمامة في الصلاة، باب فصل وصل الصفوف: ٢٣/٣ (ح: ١٥٤٩) المكتب العلمي، انيس)

"السنة أن يقوم فی المحراب ليعتدل الطرفان ولوقام فی أحد جانبی الصف يكره". (كذا فی ردالمحتار)(۱)فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۶۴)

در میں کھڑا ہونے والے مقتدی کا کیا حکم ہے:

سوال: ایک جامع مسجد میں چند در ہیں، وقت جماعت کے ہر در میں مقتدی کھڑے ہوتے ہیں، غرض یہ ہے کہ مقتدی، جو در میں کھڑے ہوتے ہیں اور نمازِ جمعہ اور نماز باالجماعت ادا کرتے ہیں، مستحق ثواب اسی قدر کے ہیں، جو ماقبل صف میں ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں، یا ثواب جماعت سے محروم ہوگئے، نمازِ جماعت بکراہت تو ادا نہیں ہوئی؟ کیا نماز کے ہونے میں احتمال ہے؟ در سے گذر کر باہر صحن میں اگر تمازت آفتاب میں باطمینان قلبی ادا نہ ہو سکے اور اس وجہ سے درہائے مسجد میں کھڑے ہو کر نماز جماعت ادا کی جائے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

قال الشامی: والأصح ماروی عن أبی حنيفة أنه قال: أكره للإمام أن يقوم بين الساريتين.(۲)

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ امام کو درمیان دوستونوں کے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور بعض روایات حدیث میں ہے کہ صحابہ درمیان دوستونوں کے کھڑے ہونے سے بچتے تھے۔

پس معلوم ہوا کہ بلاضرورت ستونوں کے درمیان، یعنی دروں میں کھڑا ہونا مکروہ ہے: مگر نماز ہو جاتی ہے اور ثواب جماعت بھی حاصل ہوگا اور اگر ایک در میں چند آدمی کھڑے ہو سکتے ہیں کہ چھوٹی سی جماعت ان کی ہو جاوے اور اس کی ضرورت ہو تو اس میں کراہت بھی بظاہر نہ ہوگی۔(۳)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۴۳-۳۴۴)

اگر اندر جگہ باقی نہ رہے تو مقتدی دروں میں ملیں، یا نہیں:

سوال: اگر مسجد اندر سے بھر جاوے تو بقیہ نمازی مسجد کے دروں میں کھڑے ہوں یا باہر فرش پر، بہتر کیا ہے؟

الجواب

دروں میں کھڑا ہونا اچھا نہیں ہے، جبکہ باہر فرش مسجد میں جگہ موجود ہے۔(۴)فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۵۱-۳۵۲)

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۳۱، ظفير (مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها، انيس)

(۲) كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها: ۲/۳۱۰، دارالكتب العلمية، انيس

(۳) والاصطفاف بين الأسطوانتين غير مكروه؛ لأنه صفٌ فی حق كل فريق، إلخ. (مبسوط السرخسی: ۲/۳۵. جميل)

(۴) ولهٰذا قال فی الولوالجية وغيرها: إذا لم يضق المسجد بمن خلف الإمام لاينبغی له ذلك. (ردالمحتار، باب ما يفسد الصلوٰة ومايكره فيها: ۱/۶۰۴، ظفير) (مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولٰى، انيس)

مقتدی کیسے کھڑے ہوں:

سوال: نماز میں مقتدی مونڈھوں کو مونڈھوں سے اور ٹخنوں کو ٹخنوں سے ملا کر کھڑے ہوں، یا کیوں کر؟

الجواب

مل کر کھڑا ہونا اور بیچ میں جگہ خالی نہ چھوڑنا سنت ہے، قدم کا قدم سے ملانے کا مطلب یہ ہے کہ ایک سیدھ میں اور برابر رہیں، آگے پیچھے نہ ہوں۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۴۷) ☆

اگر مقتدی اپنا خاص مصلّٰی بچھائے تو کیا حکم ہے:

سوال: فجر کی نماز کی تکبیر ہوئی، ایک شخص نے صف میں اپنا علاحدہ مصلی بچھایا، جو دری کا تھا، حالاں کہ امام اور تمام نمازی بوریہ پر نماز پڑھ رہے تھے، اسی وجہ سے اس کو ایک شخص نے منع کیا، اس کے جواب میں اس نے اسے جائز بتلایا اور مصلّٰی اٹھا کر علاحدہ بچھا کر نماز پڑھی، علاحدہ مصلّٰی بچھا کر نماز پڑھنے میں امام کی توہین تو نہیں ہوئی؟

الجواب

اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور کچھ ضرورت بھی نہیں ہے، بعض فقہا نے احتیاطاً ایسا لکھا ہے کہ اپنا مصلّٰی علاحدہ رکھنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور امام کی اس میں کچھ توہین نہیں ہے، یہ منع کرنے والوں کی غلطی ہے اور ناواقفیت ہے کہ اعتراض کرکے اس کو جماعت سے محروم رکھا۔

---

(۱) (ویصف) أی یصفهم الإمام بأن یأمرهم بذلک، قال الشمنی رحمه الله: وینبغی أن یأمرهم بأن یتراصوا ویسددوا الخلل ویسووا مناکبهم. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۳۱/۱، ظفیر.

☆ **امام کے پیچھے کیسے لوگ کھڑے ہوں:**

سوال: امام کے پیچھے کیسے مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہئے؟ جو پہلے آ گیا، خواہ علم دین سے بے بہرہ ہے، یا واقف ہے؟

الجواب

امام کے قریب اہل علم واہل عقل کا کھڑا ہونا بہتر ہے؛ لیکن اگر امام کے قریب دوسرے لوگ نمازی آ گئے ہیں تو ان کو ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے؛ کیوں کہ نماز ہر طرح ہو جاتی ہے۔ (امام کے پیچھے کھڑے ہونے کا حق تو قانوناً انہی کو ہے جو پہلے آئیں، اس لئے کہ امام کو وسط میں رکھنے کا حکم ہے۔ قال علیه الصلوٰة والسلام: "توسطوا الإمام وسددوا الخلل". ومتیٰ استویٰ جانباه یقوم عن یمین الإمام إن أمکنه. اور پھر جب صف پوری ہو جائے تو دوسری صف بھی امام کے سامنے ہی سے شروع ہوگی: "ولو لم یجد عا لماً یقف خلف الصف بحذاء الإمام للضرورة" لیکن اگر اہل علم کو دوسرے لوگ ترجیح دیں اور اپنی جگہ امام کے پیچھے کھڑا کریں تو یہ فعل بھی درست؛ بلکہ مطلوب ہے۔ "وإن سبق أحد إلی الصف الأول فدخل رجل أکبر سناً أو أهل علم ینبغی أن یتأخر ویقدمه تعظیماً له، آه. ان عبارات اور دوسری تفصیل کے لئے دیکھئے: ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی جواز الإیثار بالقرب: ۵۳۲/۱، ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۵۶)

درمختار میں ہے:

”حمل السجادة فی زماننا أولٰی احتیاطاً“إلخ.(۱)

پس ایسے امر پر جس کو بعض علما نے جائز لکھا ہے، انکار اور اعتراض کرنا مناسب نہیں ہے، اگر چہ اس کو ضرورت بھی کچھ نہیں ہے؛ کیوں کہ مسجد کے بوریہ پاک ہیں ان کو پاک ہی سمجھنا چاہیے اور عام نمازیوں کی برابر اپنے کو رکھنا چاہیے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۴۴، ۳۴۵)

اگلی صف کی خالی جگہ کو پُر کرنے کے لیے پھاند کر جانا کیسا ہے:

سوال: کوئی شخص جماعت میں جگہ خالی چھوڑ کر پیچھے بیٹھ گیا اور دوسرا شخص اس کو پھاند کر خالی جگہ پر جا بیٹھا تو کچھ حرج تو نہیں؟

الجواب

جو شخص آگے جگہ خالی دیکھ کر پھلانگ کر وہاں جا کر بیٹھا، اس پر کچھ گناہ نہیں ہے اور جس نے باوجود آگے جگہ خالی ہونے کے پیچھے بیٹھنا اختیار کیا، اس نے خلافِ اولیٰ کیا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۴۵)

---

(۱) الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار (کتاب الطهارة، باب الأنجاس، فروع یجب الاستبراء بمشی: ۱/۵۶۶، دارالکتب العلمیة، انیس)

(۲) لو وجد فرجةً فی الأول لا الثانی له خرق الثانی لتقصیرهم وفی الحدیث:”من سد فرجة غفرله.(الدرالمختار)

وفی القنیة: قام فی آخر صف وبینه وبین الصفوف مواضع خالیة فللداخل أن یمر بین یدیه لیصل الصفوف؛ لأنه أسقط حرمة نفسه فلا یأثم المار بین یدیه، دلّ علیه ما فی الفردوس عن ابن عباس رضی اللّٰه عنه صلی اللّٰه علیه و سلم: ”من نظر إلٰی فرجة فی صف فلیسدها بنفسه، فإن لم یفعل فمرّ مارّ فلیتخط علٰی رقبته فإنه لاحرمة له“أی فلیتخط المارّ علٰی رقبة من لم یسد الفرجة“.(رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۳۳، ظفیر (مطلب الکلام علی الصف الأول، انیس)

عن عون بن أبی جحیفة عن أبیه أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من سد فرجة فی الصف غفرله.(مسند البزار، مسند أبی جحیفة رضی اللّٰه عنه: ۱۰/۱۶۹ (ح:۴۲۳۲) مکتبة العلوم والحکم المدینة المنورة، انیس)

عن عائشة قالت: قال رسول اللّٰه صلی علیه وسلم: من سد فرجة فی صف اللّٰه رفعه اللّٰه بها درجة وبنٰی له بیتا فی الجنة.(المعجم الوسیط للطبرانی: ۶/۶۱ (ح:۵۷۹۷) دارالحرمین/مسند الإمام أحمد، مسند عائشة رضی اللّٰه عنها: ۴۱/۱۳۴ (ح:۲۴۵۸۷) مؤسسة الرسالة/(مصنف ابن أبی شیبة، فی سد الفرج فی الصف: ۱/۳۳۳ (ح:۳۸۲۴) انیس)

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه صلی علیه وسلم ...من نظر إلٰی فرجة فی صف فلیسدها بنفسه فإن لم یفعل فمرمار فلیتخط علٰی رقبته فإنه لا حرمة له.(المعجم الکبیر للطبرانی، ==

اگلی صف میں جگہ ہوتو پچھلی صفوں کو چیر کر وہاں جا سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: جماعت ہورہی ہے اور سب لوگ نیت باندھ چکے ہوں، ایک شخص وضو کر کے آیا اور اگلی صف میں جگہ ہے تو وہ شخص کنارہ سے صفوں کو پھاڑتا ہوا اگلی، یا درمیان والی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور گنہ گار تو نہ ہوگا؟

الجواب

کھڑا ہوسکتا ہے اور کچھ گناہ نہ ہوگا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۳/ ۳۵۴)

== عمروبن دینار،عن ابن عباس: ۱۰۵/۱۱ (ح:۱۱۱۸۷۔۱۱۲۱۴)/مجمع الزوائد،باب فیمن وجد فرجة فی صف فلم یسدها: ۲/ ۲۵۹(ح:۲۰۳۵)دار الفکر/کنز العمال،کتاب الصلاة،باب الإمامة الاکمال: ۶۳۳/۷ (ح:۲۰۶۳۳) مؤسسة الرسالة/جامع الأحادیث،حرف المیم: ۴۷۸/۲۱ (ح:۲۴۰۶۳)انیس)

(۱) لو وجد فرجةً فی الأول لا الثانی له فرق الثانی لتقصیرهم،وفی الحدیث:" من سد فرجة غفرله" (الدرالمختار)وفی القنیة:من قام فی آخر صف وبینه وبین الصفوف مواضع خالیة فللداخل أن یمربین یدیه لیصل الصفوف؛لأنه أسقط حرمة نفسه فلایأثم الماربین یدیه،دلّ علیه ما فی الفردوس عن ابن عباس رضی اللّٰه عنه صلی اللّٰه علیه وسلم:"من نظرإلٰی فرجة فی صف فلیسدها بنفسه فإن لم یفعل فمرّمارّ فلیتحظ علٰی رقبته فإنه لاحرمة له"أی فلیتحظ المارّعلٰی رقبته من لم یسد الفرجة .(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۳۳/۱ ،ظفیر)(سنن أبی داؤد،کتاب الصلاة،باب تسویة الصفوف: ۹۴/۱ (ح: ۶۷۱)بیت الأفکار/سنن النسائی،باب الإمامة،الصف المؤخر: ۴۲۸/۱ (ح:۸۱۷) دارالمعرفة/مسند الإمام أحمد،مسند أنس بن مالک:۳۵۵/۱۹(ح:۱۲۳۵۲)مؤسسة الرسالة،انیس)

عن عون بن أبی جحیفة عن أبیه،أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:من سد فرجة فی الصف غفرله.(مسند البزار،مسند أبی جحیفة رضی اللّٰه عنه: ۱۶۹/۱۰(ح:۴۲۳۲)مکتبة العلوم والحکم المدینةالمنورة،انیس)

عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت:قال رسول اللّٰه صلی علیه وسلم...ومن سد فرجة،رفعه اللّٰه بها درجة.(مسند الإمام أحمد،مسند عائشة رضی اللّٰه عنها: ۱۳۴/۴۱(ح:۲۴۵۸۷)مؤسسة الرسالة ،انیس)

عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت:قال رسول اللّٰه صلی علیه وسلم:من سد فرجة فی صف اللّٰه رفعه اللّٰه بها درجة ،وبنٰی له بیتا فی الجنة.(المعجم الوسیط للطبرانی :۶۱/۶(ح:۵۷۹۷) دارالحرمین/مصنف ابن أبی شیبة،فی سد الفرج فی الصف: ۳۳۳/۱(ح:۳۸۲۴)انیس)

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه صلی علیه وسلم ...من نظرإلٰی فرجة فی صف فلیسدها بنفسه فإن لم یفعل فمرمار فلیتخط علٰی رقبته فإنه لا حرمة له.(المعجم الکبیرللطبرانی،عمروبن دینار،عن ابن عباس: ۱۰۵/۱۱ (ح:۱۱۱۸۷۔۱۱۲۱۴)/مجمع الزوائد،باب فیمن وجد فرجة فی صف فلم یسدها: ۲/ ۲۵۹(ح:۲۰۳۵)دار الفکر/کنز العمال،کتاب الصلاة،باب الإمامة الاکمال: ۶۳۳/۷ (ح:۲۰۶۳۳) مؤسسة الرسالة/جامع الأحادیث،حرف المیم: ۴۷۸/۲۱ (ح:۲۴۰۶۳)انیس)

پہلی صف میں جگہ ہونے کے باوجود دوسری صف میں کھڑا ہونا:

سوال: ہماری مسجد میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پہلی صف میں جگہ ہوتی ہے، بعض لوگ باوجود جگہ ہونے کے دوسری صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں، کیا شرعا ایسا کرنا جائز ہے، یا مکروہ ہے؟

الجواب

صفوں کو پُر کرنا جماعت کے آداب میں سے ہے، اگر کوئی شخص ایسا عمل کرتا ہے کہ پہلی صف میں جگہ ہونے کے باوجود دوسری صف میں کھڑا ہوجاتا ہے تو بوجہ مخالفت حدیث کے مکروہ ہے۔

عن أنس قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أتموا الصف لمقدم ثم الذى يليه، فما كان من نقص فليكن فى الصف المؤخر. {رواه أبوداؤد}(۱)

ولما قال ابن عابدين: وعليه فلو وقف فى الصف الثانى داخلها قبل استكمال الصف الأول من خارجها يكون مكروها. (۲)(فتاویٰ حقانیہ:۳/۱۲۴)

---

(۱) (مشكوٰة المصابيح، باب التسوية الصفوف: ۱۰۵/۱)(الفصل الثانى، رقم الح: ۱۰۹٤/مسند الإمام أحمد، مسند أنس بن مالك: ۳۵۵/۱۹ (ح:۱۲۳۵۲)/مسند البزار، مسند أبى حمزة أنس بن مالك: ۳۸۷/۱۳ (ح:۷۰۷۱)/ السنن الكبرىٰ للنسائى، الصف المؤخر: ٤۳۳/۱ (ح:۸۹٤)/سنن النسائى، الصف المؤخر: ۹۳/۲ (ح:۸۱۸)/مسند أبى يعلى الموصلى، قتادة عن أنس: ٤٥۰/۵ (ح:۳۱٦۳)/صحيح ابن خزيمة، باب الأمر بأن يكون النقص والخلل فى الصف المتقدم: ۲۲/۳ (ح:۱۵٤٦)/ صحيح ابن حبان، ذكر الأمر بإتمام الصف المقدم ثم الوقوف: ۵۲۸/۵ (ح:۲۱۵۵)/ السن الكبرىٰ للبيهقى، باب إتمام الصفوف المقدمة: ۱٤٤/۳ (ح:۵۱۹۱)/ شرح السنة للبغوى، باب فضل الصف الأول: ۳۷٤/۳ (ح:۸۲۰)انيس)

عن أبى سعيد الخدرى أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم رأى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى أصحابه تأخرًا فقال لهم: تقدموا فأتموا بى وليأتم بكم من بعد كم، لايزال قوم يتأخرون حتىٰ يؤخرهم اللّٰه. (رواه مسلم: ۱۸۲/۱)(كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها (ح:٤۳۸)/سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب صف النساء وكراهية التأخيرعن الصف الأول: ۹۵/۱(ح:٦۸۰)بيت الأفكار/سنن النسائى، باب الإمامة، الائتمام بمن يأتم بالإمام: ٤۱۸/۱ (ح:۷۹٤)/سنن ابن ماجة، كتاب إمامة الصلاة، باب من يستحب أن يلى الإمام: ۱۱۲/۱(ح:۹۷۹) بيت الأفكار/مسند الإمام أحمد، مسند أبى سعيد الخدرى رضى اللّٰه عنه: ۲۲٦/۱۷(ح:۱۱۱٤۲) مؤسسة الرسالة/ صحيح ابن خزيمة، كتاب الإمامة فى الصلاة، باب الأمر بالائتمام أهل الصفوف الأواخر بأهل الصفوف الأول: ۵۱/۳ (ح:۱٦۱۲)المكتب الإسلامى/السنن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب الصلاة، كراهية التأخرعن الصفوف المقدمة: ۱٤٦/۳ (ح:۵۱۹۷)دارالكتب العلمية، انيس)

(۲) رد المحتار، مطلب فى جوازالايثاربالقرب: ۵٦۹/۱ (باب الإمامة، مطلب: فى الكلام على الصف الأول، انيس)

صف میں تنگی پیدا کرنا کیسا ہے:

سوال: اسی مسجد میں جماعت کھڑی ہوتی ہے تو بعض باوجود اس کے کہ صف اولیٰ میں جگہ نہیں ہوتی خواہ مخواہ صف اول میں گھس آتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جب صف میں پچیس آدمی کی جگہ ہے اور اس میں ستائیس آدمی زبردستی کرکے ہوجائیں گے تو ان زائد کی وجہ سے صف بالکل ٹیڑھی ہوجائے گی اور نمازی آگے پیچھے ہوجاتے ہیں، علاوہ اس کے نمازیوں کو سخت تنگی وایذا ہوتی ہے تو آیا ان بعض زائد صاحبوں کو صف اول میں گھس آنے سے صف اول کا ثواب ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــ

قال في الدر المختار: وينبغي أن يأمرهم بأن يتراصوا ويسدوا الخلل ويسووا مناكبهم. (۱)

اس کا حاصل یہ ہے کہ امام مقتدیوں کو حکم کرے کہ خوب مل کر کھڑے ہوں اور دو نمازیوں کے درمیان میں کشادگی نہ چھوڑیں اور اپنے مونڈھے برابر کریں، پس اگر اگلی صف میں گنجائش ہے تو پھر بموجب حکم مذکور اگلی صف میں کھڑا ہونا اور درمیان کی کشادگی کو بند کرنا مستحب ومسنون ہے اور اگر جگہ نہ ہو تو تکلیف دینا اگلی صف کے نمازیوں کو مناسب نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۴۰/۳)

مسجد کے نیچے اور اوپر والے حصہ میں نماز کا حکم:

(۱) مسجد میں نیچے نماز پڑھنا بہتر ہے، یا اوپر؟ چند نمازی کہتے ہیں کہ جب اوپر بھی باقاعدہ مسجد ومحراب بنی ہوئی ہے تو اوپر بھی نماز پڑھنے کا ثواب اتنا ہی ہے، جتنا نیچے کا۔

---

(۱) **الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۳۱/۱، ظفیر**

(۲) **قال في المعراج: الأفضل أن يقف في الصف الأخر إذا خاف إيذاء أحد، قال عليه الصلوٰة والسلام: "من ترك الصف الأول مخافة أن يؤذي مسلماً أضعف له أجر الصف الأول" وبه أخذ أبو حنيفة ومحمد. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۳۲/۱، ظفیر) (مطلب: في كراهة قيام الإمام في غير المحراب، انیس)**

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ترك الصف الأول، مخافة أن يؤذي أحدا أضعف الله له أجر الصف الأول. (مجمع الزوائد، كتاب الصلاة، باب من ترك الصف الأول مخافة أن يؤذي غيره: ۱۵۹/۲ (ح: ۲۵۳٦) دار الفكر، انیس)

من ترك الصف الأول مخافة أن يؤذي مسلما فصل في الصف الثاني أو الثالث أضعف الله له آجر الصف الأول. (جامع الأحاديث، من إسمه أحمد: ۱٤٤/۲۰ (ح: ۲۱۷۳۹) / المعجم الأوسط للطبراني: ۱۷۱/۱ (ح: ۵۳۷) دار الحرمين، انیس)

بڑی جماعت میں دروں کے بیچ میں نماز پڑھنا:

(۲)　بڑی جماعت میں تیسری، یا چوتھی صف میں لوگ جگہ کم ہونے کی وجہ سے دروں کے بیچ میں نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں، کیا ان لوگوں کی نماز ہوجاتی ہے؟

الجواب

(۱)　اگر اوپر بھی مسجد بنی ہوئی ہے تو نیچے، یا اوپر نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر اوپر مسجد نہ بنی ہو؛ یعنی محراب نہ ہو تو فرض کی جماعت نیچے پڑھیں، سنتیں اور نوافل اوپر پڑھ سکتے ہیں۔(۱)

(۲)　دروں کے درمیان کھڑے ہونے والوں کی نماز ہوجاتی ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۱۴۶/۳)

سخت دھوپ کی وجہ سے صف اول چھوڑنا:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد میں ایک حصہ پر چھت اور جنوبی حصہ بغیر چھت کا ہے، اب ایک بزرگ عالم دین لوگوں کو زبردستی دھوپ میں پہلی صف میں شمولیت پر مجبور کرتے ہیں کہ صف اول کی فضیلت زیادہ ہے، جب کہ دھوپ بھی شدید ہے تو اس صورت میں مقتدی کیا کریں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: فضل حلیم بونیر...... ۱۹۷۸/۷/۲۹ء)

الجواب

جب سخت دھوپ کی وجہ سے ترک جماعت جائز ہے، (۳) تو صف اول چھوڑنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا، البتہ جب دھوپ قابل برداشت ہو تو صف اول کی فضیلت حاصل کرنا چاہیے؛ **لأن من ابتلى ببليتين فليختر أهونهما**، (۴) **فافهم وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲۹۵/۲)

---

(۱)　الصعود على سطح كل مسجد مكروه ولهذا إذا اشتد الحر يكره أن يصلون بالجماعة فوقه إلا إذا ضاق المسجد فحينئذٍ لايكره الصعود على سطحه للضرورة، إلخ (الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس فى آداب المسجد، إلخ: ۳۲۲/۵، ط: سعيد)

(۲)　والاصطفاف بين الأسطوانتين غير مكروه؛ لأنه صف فى حق كل فريق. (مبسوط السرخسي، باب الجمعة: ۳۵/۲، ط: بيروت لبنان) (شروط الجمعة، انيس)

(۳)　ولا (يجب الجماعة) على من حال بينه و بينها مطر وطين وبرد شديد، قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: (قوله: وبرد شديد) لم يذكر الحر الشديد أيضاً، ولم أر من ذكره من علمائنا ... نعم قد يقال: لو ترك الإمام هذه السنة وصلىٰ فى أول الوقت كان الحر الشديد عذر، تأمل. (ردالمحتار: ۴۱۱/۱، باب الإمامة (مطلب: فى تكرار الجماعة فى الصف، انيس)

(۴)　التفسير المظهري: ۳۳/۱۰، مكتبة الرشدية باكستان/روح المعاني: ۴۳۰/۲، دار الكتب العلمية، انيس

قسم میں حانث ہونے والے کے ساتھ صف میں نماز پڑھنا جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بعد از نمازِ جمعہ مسجد میں حلف اٹھایا کہ فلاں کام کو کروں گا، اب وہ قسم کے خلاف کرے اور وہ کام نہ کرے، کیا اس کے ساتھ نماز با جماعت ایک صف میں جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: زردارخان حویلیاں ہزارہ......۱۹۷۲/۸/۱۴ء)

الجواب

اہل سنت والجماعت کا یہ مسلک ہے کہ گناہ کی وجہ سے نیکی کو نقصان نہیں پہنچتا، (۱) اور گناہ کی وجہ سے کسی کا نیک کام سے روکنا گناہ ہے، لہٰذا اس خلاف وعدہ ہونے والے آدمی کی نماز درست ہے اور اس کو مسجد آنے سے روکنا اور صف سے نکالنا بڑا گناہ ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے، البتہ فساق کے ساتھ تعلقات قطع کرنا چاہیے؛ تاکہ وہ واپس اور تائب ہو جائے۔ فقط (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۹۶)

صفوں کا قبلہ کی جانب سے ٹیڑھا بچھانا:

سوال: مسجد کا پیش امام مسجد میں صفیں غیر رخ بچھاتا ہے، اگر کوئی مقتدی صف کو درست کرتا ہے تو خفا ہوتا ہے، اور کہتا ہے کہ صفیں درست ہیں؛ مگر صفیں بالکل ٹیڑھی ہوتی ہیں، جس کا خاکہ یہ ہے، قبلہ صحیح اس حالت میں نماز میں کراہت تو نہیں ہوگی؟

الجواب

صورت مذکورہ میں نماز تو سب کی ہو جاتی ہے؛ مگر امام کا بلا وجہ صفیں ٹیڑھی بچھانا اور اس پر اصرار کرنا موجب نقصان صلوٰۃ ہے اور باعث تشویش قوم، لہٰذا اس کو اس لغو حرکت سے احتراز کرنا چاہیے۔

(۱) قال الإمام نعمان بن ثابت: نقول: المسئلة مبينة مفصلة: من عمل حسنة بشرائطها خالية عن العيوب المفسدة والمعاني المبطلة ولم يبطلها حتىٰ خرج من الدنيا، فإن الله تعالىٰ لايضيعها بل يقبلها منه ويثيبه عليها وما كان من السيئات دون الشرك والكفر ولم يتب عنها حتىٰ مات مؤمناً فإنه في مشيئة الله تعالىٰ إن شاء عذبه وإن شاء عفا عنه ولم يعذبه بالنار أبداً.

قال الملا علي القاري في شرحه: و في اقتصار حكم الإمام الأعظم رحمه الله علىٰ الرياء والعجب دون سائر الآثام أشعار بأن باقي السيئات لا تبطل الحسنات؛ بل قال الله تعالىٰ: إن الحسنات يذهبن السيئات وذلك للحديث القدسي: سبقت رحمتي غضبي. (شرح القاري علىٰ الفقه الأكبر، ص: ۷۷-۷۸، الطاعات بشروطها مقبولة)

قال فی الخلاصة: فی القبلة المختار أنه ینظر إلٰی غروب الشمس فی أقصر یوم فی الشتاء وإلی الغروب فی أطول یوم فی الصیف فیجعل ثلثی ذلک عن یمینه والثلث عن یساره ویصلی فیما بین ذلک. (۷۰/۱)(۱)

۲۲/رمضان ۱۳۴۱ھ۔ (امداد الاحکام: ۱۲۴/۲)

بوقت ضرورت پہلی صف خالی چھوڑنا:

سوال: ہمارے محلّہ کی مسجد کے قبلہ کی جانب شمال ومشرق کی طرف ایک دیوار ہے، جب کہ جنوب کی طرف کا حصہ خالی ہے؛ لیکن جب جماعت کھڑی ہوتی ہے تو بعض لوگ شدت گرمی کی وجہ سے جنوب کے حصے کی جانب نہیں کھڑے ہوتے اور مسجد کے امام صاحب لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ پہلے اس صف کو پورا کیا جائے؛ کیوں کہ اس کا ثواب زیادہ ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی صف جو باہر کے حصے میں ہے اور مسجد کے اندر، جو دوسری، یا تیسری صف ہے، کیا یہ ثواب میں برابر ہیں، یا ان کے درمیان فرق ہے؟

الجواب

پہلی صف دوسری صفوف سے افضل ہے، چاہے یہ دوسری صفوف مسجد کے ہال میں ہوں، یا باہر ہوں، چوں کہ شرعاً سخت دھوپ کی وجہ سے جماعت کا ترک کرنا مرخص ہے تو پہلی صف کا ترک کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا؛ تاہم پہلی صف کی دوسری صفوف کے مقابلہ میں افضلیت احادیث میں ثابت ضرور ہے۔

عن أبی هریرة قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: خیر صفوف الرجال أولها وشرها آخرها وخیر صفوف النساء آخرها وشرها أولها. (۲)(فتاویٰ حقانیہ: ۱۲۰/۳)

---

(۱) قال شارحها ابن أمیر الحاج وذکر هذه العبارة فی الملتقط مع زیادة وهی وقال أبو منصور: ینظر إلی أقصر یوم فی الشتاء وإلی أطول یوم فی الصیف فیعرف مغربیهما ثم یترک الثلثین عن یمینه والثلث عن یساره ویصلی فیما بین ذلک وهذا استحباب والأول للجواز، آه. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۳۰۱/۱، دار الکتاب الإسلامی بیروت، انیس)

(۲) الصحیح لمسلم: ۱۸۲/۱، باب تسویة الصفوف (رقم الحدیث: ۴۴۰/مسند أبی داؤد الطیالسی، أبو صالح: ۱۶۱/۴ (ح: ۲۵۳۰)/مصنف ابن أبی شیبة، من قال: خیر صفوف النساء آخرها (ح: ۷۶۲۹)/مسند الإمام أحمد، مسند أبی هریرة (ح: ۷۳۶۲)/سنن الدارمی، باب أی صفوف النساء أفضل (ح: ۱۳۰۴)/سنن أبی داؤد، باب صف النساء وکراهة التأخر عن الصف (ح: ۶۷۸)/سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل الصف الأول (ح: ۲۲۴)/ سنن النسائی، ذکر خیر صفوف النساء وشر صفوف الرجال (ح: ۸۲۰)/المنتقی لابن الجارود، باب صلاة الإمام علی دکان (ح: ۳۱۷)/صحیح ابن خزیمة، باب ذکر خیر صفوف الرجال وخیر صفوف النساء (ح: ۱۵۶۱) انیس)

امام سے بلاضرورت دور کھڑا ہونا:

سوال: ایک شخص مسجد میں آکر امام کی اقتدا میں نیت باندھ لیتا ہے؛ لیکن صف میں کھڑا نہیں ہوتا؛ بلکہ بعض اوقات امام کمرہ میں ہوتا ہے اور مقتدی برآمدہ میں کھڑے ہوکر امام کی اقتدا میں نماز پڑھتا ہے، ایسے شخص کی نماز کا کیاحکم ہے؟

الجواب

اگر یہ شخص صفوں کو چھوڑ کر اکیلا امام کی اقتدا کرتا ہے تو اس کی نماز جائز ہے؛ لیکن خلاف اولی ہے۔

وفی الهندية: ولو اقتدى بالإمام فی أقصى المسجد والإمام فی المحراب فإنه يجوز، كذا فی شرح الطحطاوی. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۲۳/۳)

☆☆☆

(۱) الهندية، باب الإمامة: ۸۸/۱ (الفصل الرابع فی بيان ما يمنع صحة الاقتداء ومالايمنع/بدائع الصنائع، فصل شرائط أركان الصلاة: ۱٤٥/۱، دارالكتب العلمية بيروت/الجوهرة النيرة، باب صفة الصلاة: ٦۳/۱، المطبعة الخيرية/ حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الإمامة: ۲۹۳/۱، دارالكتب العلمية بيروت، انيس

قال ابن عابدين رحمه الله: فإن المسجد مكان واحد، ولذا لم يعتبر فيه الفصل بالخلاء إلا إذا كان المسجد كبيرًا جدًا. (ردالمحتار على الدرالمختار، باب الإمامة: ٥٨٦/۱) (مطلب: الكافی للحاكم جمع كلام محمد فی كتبه التی هی ظاهرالرواية، انيس)

صف میں جگہ نہ ہو تو کہاں کھڑا ہو

صف پوری تھی ایک شخص آ کر پیچھے تنہا کھڑا ہو گیا تو کیا حکم ہے:

سوال: نماز جماعت میں پوری صف بھری ہوئی ہے، ایک نمازی کو صف میں جگہ نہ ملی وہ تنہا کھڑا ہو گیا، نماز ہوئی، یا نہیں؟ یا وہ جماعت میں شامل ہوا، یا نہ؟ اگر دوسرے شخص کو اپنی ہمراہی کے واسطے صف سے لینا چاہے تو کس جانب سے لے؟

الجواب

اگر وہ تنہا پیچھے کھڑا ہو گیا بوجہ اگلی صف میں جگہ نہ ہونے کے تو نماز اس کی بلا کراہت ہو گئی؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ اگلی صف میں سے کسی کو کھینچ کر اپنے برابر کھڑا کر لے، بشرطیکہ اندیشہ کسی کی فساد صلوٰۃ کا نہ ہو، مثلاً: یہ کہ وہ شخص، جس کو کھینچا جاوے، واقف ہو مسئلہ سے اور اس کے کھینچنے سے سمجھ جاوے کہ مجھے پیچھے ہونا مناسب ہے اور اختیار ہے کہ صف کے جس موقعہ سے چاہے کھینچے؛ لیکن قریب سے اچھا ہے اور اس زمانہ میں بوجہ عموماً ناواقف ہونے لوگوں کے مسائل سے اگر کھینچنا مناسب نہ سمجھے تو نہ کھینچے؛ کیوں کہ نماز تنہا کی بھی ہو جاتی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۴۸-۳۴۹)

صف مکمل ہونے کے بعد درمیان صف سے مقتدی مسبوق کے کسی کو پیچھے کھینچنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور نماز با جماعت قائم ہے اور پہلی صف تمام ہو چکی ہے، اب یہ شخص صف میں کس مقام سے مصلی کو کھینچ کر اپنے ساتھ لاوے، اگر وسط صف سے

(۱) وقدمنا كراهة القيام فى صف خلف صف فيه فرجة للنهي وكذا القيام منفردًا وإن لم يجد فرجةً بل يجذب أحدًا من الصف،ذكره ابن الكمال؛لكن قالوا:فى زماننا :تركه أولىٰ،فلذا قال فى البحر:يكره وحده إلا إذا لم يجد فرجة.(الدرالمختار)

والأصح ماروىٰ هشام عن محمد رحمه الله أنه ينتظر إلى الركوع،فإن جاء رجل وإلاجذب إليه رجلاً أودخل فى الصف،ثم قال فى القنية:والقيام وحده أولىٰ فى زماننا لغلبة الجهل على العوام،فإذاجره تفسد صلاته،آه، قال فى الخزائن:قلت:وينبغي التفويض إلىٰ رأى المبتلىٰ،فإن رأى من لايتأذى لدين أوصداقة زاحمه أوعالماً جذبه وإلا انفرد،آه، قلت: وهوتوفيق حسن اختاره ابن وهبان فى شرح منظومته.(ردالمحتار،باب ما يفسد الصلوٰة ومايكره فيها: ۱/۶۰۵)(إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولىٰ،انيس)

کھینچے تو بظاہر "ولاتذروا فرجات للشیطان" کا خلاف لازم آتا ہے اور جو کنارہ صف سے کھینچے اور وہیں کھڑا ہو جاوے تو "توسطوا الإمام" کا خلاف ہوتا ہے اور جو کنارہ صف سے وسط صف میں لاوے تو حرکت زیادہ ہوتی ہے اور نیت باندھ کر کھینچنا بہتر ہے، یا خارج نماز سے کھینچے؟ فقط

الجواب

تصریح تو ملی نہیں، (۱) لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ وسط صف میں سے کھینچ لے، رہا یہ کہ "لاتذروا، إلخ" کے خلاف لازم آتا ہے، سو فرجات بند کرنے کا حکم اصطفاف کے وقت ہے اور اثنائے صلوٰۃ اگر کسی عارض ضروری سے درمیان میں فرجہ ہو جاوے تو ایسے فرجات کی کراہت کی کوئی دلیل نہیں، چناں چہ امام کا اگر وضو ٹوٹ جاوے اور اس کو استخلاف کی حاجت ہو، یا کسی مقتدی کا وضو ٹوٹ جاوے اور وہ چلا جاوے، ظاہر ہے کہ اس صورت میں فرجہ موجب کراہت نہیں، اسی طرح صورت مسئولہ میں بھی وہ عارض ضروری اقامت ہے سنت کی اور تحرز ہے قیام خلف الصّف وحدہ سے، لہذا کراہت نہ ہوگی، البتہ جو شخص اس کے بعد جماعت میں حاضر ہو، اس کو چاہیے کہ اس فرجہ کو بند کردے، گو مرور پیش مصلی لازم آوے؛ کیوں کہ ضرورت شرعی کے وقت یہ بھی مکروہ نہیں یہ تو تحقیق ہے، اس حکم جذب المصلی کی؛ لیکن درمختار ورد المحتار میں مصرح ہے:

لکن قالوا: فی زماننا ترکه أولٰی لغلبة الجهل علی العوام فإذا جره تفسد صلاته. (۶۷۶/۱)(۲)

---

(۱) شامی: ۵۳۱/۱، در بحث کراهیة قیام الإمام فی غیر المحراب میں تصریح موجود ہے، وعبارته: انتظر حتٰی یجئی أخر فیقفان خلفه وإن لم یجئی حتٰی رکع الإمام یختار اعلم الناس بهٰذه المسئلة فیجذبه، ویفقان خلفه، ولو لم یجد عالمًا یقف خلف الصف بحذاء الإمام للضرورة، آه.

مجالس الابرار: ۳۰۲/۲ مجلس ۵۴ - میں ہے: وإن لم یوجد فی الصف فرجة ینتظر إلی الرکوع فان جاء واحد یقوم أحدهما فی جنب الآخر بحذاء الإمام وإلا یجذب واحداً من الصف إلٰی نفسه، فیقف فی جنبه لکن الأولٰی فی زماننا القیام وحده بحذاء الإمام، إلخ، کذا فی مبسوط السرخسی: ۱۹۳/۱.

حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آنے والا صف کے دائیں، یا بائیں جانب سے جس طرف ایسا جو اشارہ پانے سے ہٹ آئے، ایک کو لے کر وہیں پر پیچھے دونوں کھڑے ہو جائیں، اسے کھینچ کر درمیان میں نہ لائے، اگر دونوں طرف ایسا آدمی نہ ہو تو تنہا کھڑا ہو جائے۔ (کفایت المفتی: ۱۰۴/۳، سعید احمد)

(۲) یعنی اس زمانہ میں ناواقفی عام ہے، پس کھینچنے میں احتمال ہے کہ وہ اپنی نماز خراب کرے گا، یا برا مانے گا؛ اس لیے جانے دے، نہ کھینچے۔ ولٰکن فی الخزائن: قلت: وینبغی التفویض إلٰی رائی المبتلی، فإن رأی من لایتأذی لدینه أو صداقة زاحمه أو عالمًا جذبه والا انفرد آه. قلت: أی الشامی: وهو توفیق حسن اختاره ابن وهبان فی شرح منظومته اه (الدر المختار مع ردالمحتار: ۶۰۵/۱، سعید أحمد) (کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب: إذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة أولٰی، انیس)

اور کھینچنا نیت باندھ کر اور قبل نیت باندھنے کے ہر طرح درست ہے۔

في الهندية،الفصل الخامس من الباب الخامس من كتاب الصلاة:فجاء ثالث وجذب المؤتم إلٰى نفسه قبل أن يكبر للافتتاح حكى عن الشيخ الإمام أبى بكر بن ظفر أنه لايفسد صلاة المؤتم جذبه الثالث إلٰى نفسه قبل التكبير أو بعده،إلخ.واللّٰه أعلم

۲۲/رمضان ۱۳۲۵ھ (امداد صفحہ:۹۳/ج:۱)(امداد الفتاویٰ جدید:۱/۳۸۹-۳۹۰)☆

صف اول میں جگہ نہ ہوتو تنہا شخص کیا کرے:

سوال: ایک صف مقتدیوں کی امام کے پیچھے ہے،اس میں بالکل جگہ اور مقتدی کی نہیں،اب جو شخص آوے تو کس جگہ کھڑا ہو،صف ثانی میں تنہا،یا صف اول سے کسی مقتدی کو لیوے اور اس کے ساتھ کھڑا ہو؟ اگر صف اول سے لے تو کس جگہ سے،شروع صف سے یا اخیر سے،اگر اخیر سے لے گا تو نماز میں کچھ نقصان آئے گا،یا نہیں؟

الجواب

اگر صف میں جگہ نہیں ملی تو انتظار کرے؛تاکہ دوسرا آجاوے،اگر نہیں آیا تو صف سے ایسے شخص کو جو کہ مسئلہ جانتا ہو،کھینچ لے،اگر ایسا شخص نظر نہ آوے تو تنہا امام کے پیچھے اور صف کے پیچھے کھڑا ہوجاوے۔(۱)

☆ صف میں علاحدہ کھڑا ہونا:

سوال: نمازی کو صف سے علاحدہ تنہا کھڑا ہونا،باوجودیکہ صف میں فرجہ نہیں ہے،مکروہ ہے،یا کیا؟

الجواب

صف کے بعد اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔(حدیث میں ہے:عن علي بن شيبان أنه صلى اللّٰه عليه وسلم رأى رجلاً فردًا يصلي خلف الصف قال:فوقف عليه نبي اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم حين انصرف وقال استقبل صلاتك،لا صلاة للذي خلف الصف. {رواه ابن ماجة}(كتاب إقامة الصلاة، باب صلاة الرجل خلف الصف وحده: ۱/۱۱۵(ح:۱۰۰۳)بيت الأفكار، انيس) اس شخص کو چاہیے کہ اگلی صف میں سے ایک آدمی کو اپنے ساتھ کھڑا کرنے کے لیے لے لے۔ہاں اس کا لحاظ رکھے کہ کسی واقف کار کو لے؛تاکہ نماز میں مزاحمت کی صورت پیدا نہ ہوجائے۔(قال في الشامية:"وإن وجد في الصف فرجة سدها وإلا انتظر حتٰى يجيء آخر فيقفان خلفه،وإن لم يجيء حتٰى ركع الإمام يختار أعلم الناس بهٰذه المسألة فيجذبه ويقفان خلفه ولو لم يجد عالماً يقف بحذائه الإمام للضرورة،ولو وقف منفرداً بغير عذر تصح صلاته(باب الإمامة: ۱/۵۶۸)(مطلب:هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها،انيس) واللّٰہ اعلم بالصواب

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔(کفایت المفتی:۳/۱۴۵)

---

(۱) وكذا القيام منفردًا إن لم يجد فرجةً بل يجذب أحدًا من الصف ذكره ابن الكمال لكن قالوا:في زماننا تركه أولٰى.(الدر المختار)والأصح ما روىٰ هشام عن محمد رحمه اللّٰه أنه ينتظر إلى الركوع فإن جاء رجل وإلا جذب إليه رجلاً أو دخل في الصف،ثم قال في القنية:والقيام وحده أولٰى في زماننا لغلبة الجهل على العوام.(ردالمحتار،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۰۵ ،ظفير)(مطلب:إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولٰى،انيس)

انتظر حتٰی یجئ اٰخر فیقفان خلفه وإن لم یجئ حتٰی رکع الإمام یختار أعلم الناس بهٰذه المسألة فیجذبه ویقفان خلفه، ولو لم یجد عالماً یقف خلف الصف بحذاء الإمام للضرورة. (کذا فی ردالمحتار)(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۳۵-۳۳۶)

اگلی صف پر ہونے کے بعد اکیلا آدمی کیا کرے:

سوال: اگر کوئی شخص جماعت کھڑی ہونے کے بعد آئے اور تنہا ہوتو صف میں ملے کسی نمازی کو اپنے ساتھ شامل کرنے کے واسطے پیچھے کو کھینچے تو نیت اول باندھے یعنی تکبیر تحریمہ اول کہے) یا بدون نیت (و تکبیر وتحریمہ) باندھے کھینچ لے اور اس کو اپنے برابر کھڑا کر کے نیت باندھے، اگر بدون نیت باندھے کھینچے گا تو تعلیم خارج تو نہ ہوگی؟

الجواب

آج کل کسی کو نہ کھینچے، نہ بعد تکبیر تحریمہ، نہ قبل تکبیر تحریمہ؛ بلکہ مسنون صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہو جائے اور تفرد خلف الصّف میں جو کراہت ہے، وہ جب کہ صف میں فرجہ ہو اور جب صف بھر گئی ہو، پھر تفرد میں کراہت نہیں، آج کل فتویٰ اسی پر ہے اور اگر کوئی مسئلہ جذب ہی پر عمل کرنا چاہے تو جذب جاہل میں فساد کا خوف ہے۔

قال فی ردالمحتار عن القهستانی عن الجلابی: أن المقتدی یتأخر عن الیمین إلٰی خلف إذا جاء آخر، آه، وفی الفتح: ولو اقتدٰی واحد بأخر فجاء ثالث یجذب المقتدی بعد التکبیر، ولو جذبه قبل التکبیر لایضره، آه. (۲)

قلت: ومسئلة المتفرد خلف الصف مثله والله تعالٰی أعلم

۱۹/ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ (امدادالاحکام:۲/۱۵۲)

جب صف میں جگہ نہ ہوتو بعد میں آنے والا تنہا کھڑا ہو، یا کیا کرے:

سوال: جماعت میں پوری صف ہونے کے بعد اگر کوئی شخص آوے اور دا ہنی بائیں صف میں جگہ باقی نہ ہوتو بائیں جانب سے کسی مقتدی کو کھینچے، یا داہنی جانب سے، یا بیچ سے، اندیشہ فساد کی جگہ تو تنہا پیچھے کھڑا ہونا چاہیے؛ مگر جہاں اہل علم ہوں، وہاں کس طرف سے کھینچے؟

الجواب

جب صف میں جگہ نہ ہوتو تنہا صف میں کھڑا ہونا مکروہ تو ہے نہیں، جیسا کہ عالمگیری میں محیط سے بروایت محمد بن

(۱) باب الإمامة، مطلب کراهة قیام الإمام فی غیر المحراب: ۱/۵۳۱، ظفیر (هل الإساءة دون الکراهة أو أفحش منها، انیس)

(۲) باب الإمامة، مطلب: هل الإساءة دون الکراهة أو أفحش منها: ۲/۳۰۹، دارالکتب العلمیة / فتح القدیر، باب الإمامة: ۱/۳۶۷، دارالفکر، انیس

شجاع وحسن بن زیاد عن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہے اور صف سے کسی کو کھینچنے میں اندیشہ ہے اور کھینچنا ضروری ہے نہیں، فقط اولی ہے، اس واسطے فقہا نے اب اس سے مطلقا منع کر دیا ہے اور تنہا کھڑا ہونے کو اولیٰ قرار دیا۔

فی الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح: الأصح أنه ينتظر إلى الركوع فإن جاء رجل وإلا جذب إليه رجلاً ودخل في الصف، والقيام وحده أولىٰ في زماننا لغلبة الجهل فلعل إذا جره تفسد صلاته. (۱)

اوراس میں یہ تفصیل کہ اگر عالم بالا حکام ہوتو اس کو کھینچ لے، ورنہ نہیں، قیل کے ساتھ نقل کی ہے اور ایسے موقع پر اندیشہ فساد کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ عین اس وقت اس شخص سے فساد صلوٰۃ متوہم ہو، جس کو کھینچنا چاہتا ہے؛ بلکہ اس مسئلہ کو شائع کرنے سے اور اس پر عمل کرنے سے اندیشہ ہے کہ عوام اپنی نمازیں توڑ لیں گے، غلبۂ جہل سے اس طرف اشارہ ہے کہ گو قلیل مقدار میں عالم ہیں؛ مگر کثرت کے اعتبار کر کے سب جگہ یکساں عمل کریں گے۔ واللہ اعلم

باقی رہی یہ بات کہ اگر کوئی بنابر جواز کسی عالم بالا حکام کو کھینچنا چاہے تو کس جگہ سے کھینچے تو اس کا جزئیہ تو ملا نہیں؛ لیکن قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ رکوع تک انتظار کرے کہ شاید کوئی نمازی آجاوے اور اگر نہ آوے تو درمیان سے کھینچے؛ کیوں کہ اس میں ایک ہی خرابی ہے کہ صف مقدم میں جگہ خالی رہے گی اور کنارہ سے کھینچنے میں اس کے علاوہ یہ بھی خرابی ہے کہ صف آخر درمیان سے شروع نہ ہوگی اور یہ جب ہے کہ دونوں جگہ عالم بالا حکام موجود ہوں، ورنہ جہاں ہو، وہیں سے گنجائش معلوم ہوتی ہے اور اسلم یہی ہے کہ تنہا کھڑا ہو جائے اور قواعد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کھینچنے کے بعد اگر کوئی شخص آجاوے تو جدید آنے والے کو چاہیے کہ صف مقدم میں جو جگہ خالی ہو، اس کو پر کرے۔ واللہ اعلم

احقر عبدالکریم۔ الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ، ۱۷/رمضان ۱۳۴۸ھ (امداد الاحکام: ۱۵۶/۲-۱۵۷)

اخیر نماز میں ایک شخص آیا اور صف میں جگہ نہیں ہے تو وہ کیا کرے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید وضو کر کے جماعت میں شریک ہونے کے لیے چلا، صف میں جگہ باقی نہیں ہے اور امام قریب ہے کہ دونوں طرف سلام پھیر دے، زید اس حالت میں کیا کرے؟

الجواب

پیچھے کھڑا ہو کر شریک جماعت ہو جائے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۶۴/۳)

---

(۱) کتاب الصلاة، فصل فی بيان الأحق بالإمامة: ۳۰۷، دار الكتب العلمية، انیس

(۲) وإن لم يجئ حتى ركع الإمام يختار أعلم الناس بهذه المسئلة فيجذبه و يقفان خلفه ولو لم يجد عالماً يقف خلف الصف بحذاء الإمام للضرورة ولو وقف منفردًا بغير عذر تصح صلاته عندنا. (ردالمحتار: ۵۳۱/۱) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها، انیس)

صف میں جگہ نہ ہوتو آنے والا کہاں کھڑا ہو:

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶/جولائی ۱۹۳۱ء)

سوال: نماز باجماعت ہورہی ہے، کسی طرف جگہ نہیں ہے، باہر سے آنے والا اگلی صف میں سے بائیں سے آدمی کو نکالے گا، یا دائیں سے؟ اگر باہر سے آنے والے کو بائیں والے پر یہ شک ہے کہ شاید یہ شخص واقف ہے، یا نہیں؟ اور دائیں والے سے واقف ہے کہ یہ جانتا ہے تو کس کو نکالے گا؟ پھر اگر دونوں کو نہیں نکال سکتا تو اکیلے نماز ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اگر اس نے کسی طرف سے آدمی کو نکال لیا ہے تو پھر بیچ میں کھینچ کر لے جائے، یا وہیں پر دونوں پیچھے کی صف میں کھڑے ہوجائیں؟ کتنی رکعت تک وہ پیچھے کھینچ سکتا ہے؟

الجواب

آنے والے صف کے دائیں، یا بائیں جانب سے جس طرف ایسا آدمی ہو، جو اشارہ پانے سے ہٹ آئے، ایک کو لے کر وہیں پر پیچھے دونوں کھڑے ہوجائیں، اسے کھینچ کر درمیان میں نہ لائے، اگر دونوں طرف ایسا آدمی نہ ہوتو تنہا پیچھے کھڑا ہوجائے، رکعت پہلی ہو، یا دوسری، یا تیسری، یا چوتھی سب کا حکم یہی ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی:۳/۱۴۷)

صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہوکر نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: صف سے علیحدہ کھڑے ہوکر اکیلا نماز پڑھنا درست ہے، یا نہ؟ اور نماز ہوگئی یا نہ؟

الجواب

نماز ہوگئی؛ مگر بلا عذر اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۴۵)

خلف الصّف منفرداً کھڑے ہونے کا حکم:

سوال: ایک مکتوب میں کسی سائل کو خلف الصّف منفرداً کھڑے ہونے کے متعلق یہ جواب تحریر فرمایا، منشاء سوال جواب سے ظاہر ہے۔ (خالد عفا اللہ عنہ)

(۱) قال في الشامية:"وإن وجد في الصف فرجه سدها،وإلا انتظر حتٰی یجيء آخر فيقفان خلفه،وإن لم يجيء حتٰی رکع الإمام يختار أعلم الناس بهٰذه المسألة فيجذبه ويقفان خلفه،إلخ.(باب الإمامة: ۵٦۸/۱)(کتاب الصلاة، باب الإمامة،مطلب:هل الإساءة دون الکراهة أو أفحش منها،انيس)

(۲) (وکذا(يکره)للمقتدي أن يقوم خلف الصفوف وحده إذا وجد فرجة في الصفوف.(الفتاویٰ الهندية کشوری: ۱۰٦/۱ ،ظفير)(الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يکره فيها،الفصل الثاني فيما يکره في الصلاة وما لا يکره،انيس)

الجواب ـــ

صف کے پیچھے منفرداً کھڑا ہونا مکروہ ہے؛(۱) لیکن فقہانے مبتلا بہ کی رائے پر محمول کیا ہے، اگر یہ سمجھے کہ اندیشہ فساد کا ہے تو تنہا کھڑا ہوجائے اور اگر یہ دیکھے کہ صف اولیٰ میں کوئی دوست، یا واقفِ مسائل شامل ہے تو اس کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کردے، وہ پیچھے ہٹ آئے، اس میں نماز کے فساد کا اندیشہ نہیں ہے۔(۲)

خلیل احمد عفی عنہ۔ (فتاویٰ مظاہر علوم:۱/۹۸)

درمیان نماز میں شامل ہونے والا کس طرف کھڑا ہو:

سوال (۱) نماز میں جماعت کے درمیان آنے والا شخص کس طرف کھڑا ہو، دائیں یا بائیں؟

درمیان نماز میں آنے والا جس حال میں امام کو پائے شریک ہوجائے:

(۲) کوئی فرض نماز ہو رہی ہو تو پیچھے آنے والا شخص پہلے چھوٹی ہوئی رکعتوں کو پڑھے گا، یا جماعت کے ساتھ شریک ہوجائے گا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) جماعت کی نماز شروع ہوجانے کے بعد ملنے والا شخص صف کی دائیں اور بائیں دیکھ کر جس طرف لوگ کم ہو، اس طرف جا کر مل جائے۔(۳)

(۲) اگر درمیان نماز میں کوئی آئے تو امام کو جس حال میں پائے، اس کے ساتھ شریک ہوجائے، جب امام سلام پھیر دے تو جتنی رکعات نماز چھوٹ گئی ہے، اسے ادا کرے۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ قاضی مجاہد الاسلام:۸۱)

---

(۱) یکرہ للمقتدی أن یقوم خلف الصف وحدہ.(منیة المصلی:۱۰۸، مطبع مجتبائی)(کتاب الصلاة،انیس)

(۲) ولو جاء والصف متصل انتظر حتٰی یجئ الآخرفإن خاف فوت الرکعة جذب واحدًا من الصف إن علم أنه لایؤذیه و إن اقتدٰی به خلف الصفوف جاز.(البحرالرائق:۱/۳۷٤،مصری،خالد عفااللّٰه عنه)(باب الإمامة،انیس)

(۳) حدیث میں ہے:

’’وسطوا الإمام وسدوا الخلل‘‘.(سنن أبی داؤد:۱/۴۳۹)(کتاب الصلاة،باب مقام الإمام من الصف:۱/۹۵ (ح:۶۸۱)بیت الأفکار،انیس)

اور ردالمحتار میں ہے:

’’و متٰی استوٰی جانباه یقوم عن یمین الإمام إن أمکنه رد المحتار،باب الإمامة:۲/۳۱۰،طبع بیروت)(مطلب:هل الإساءة دون الکراهة أوأفحش منها؟،انیس)

(۴) إعلاء السنن:٤/٣٣٤

پچھلی صف میں کوئی آدمی اکیلا ہوتو اگلی صف سے کسی آدمی کو کھینچنے کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ جماعت ہورہی ہو اور صف میں جگہ نہیں تو وہ شخص کس جگہ کھڑا ہو، بہشتی گوہر میں مولانا اشرف علی صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ صف میں سے ایک آدمی کو کھینچ لے تو کس جانب سے کھینچے؟

الجواب

آج کل چونکہ جہالت عام ہے، اگر اگلی صف سے کسی کو کھینچا گیا تو غالب گمان یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے گا کہ نماز خراب ہوجائے؛ اس لئے کسی کو کھینچنا مناسب نہیں تنہا پچھلی صف میں مجبوراً کھڑا ہوجائے، جیسا کہ خود حضرت مولانا موصوف دام مجدہم نے بہشتی گوہر میں اس کی تصریح فرمادی ہے اور اگر آدمی سمجھ دار مسائل جاننے والے ہوں اور اس کا خطرہ نہ ہو کہ نماز فاسد کرلے گا تو یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بائیں جانب سے کسی کو کھینچ لے اور اگر داہنی جانب سے کھینچے تو بھی مضائقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین:۲/۲۹۴)

پہلی صف مکمل ہوئے بغیر دوسری صف میں کھڑا ہونا:

سوال: ایک مسجد ہے جس میں پہلی صف میں ۲۵ آدمی کھڑے ہوسکتے ہیں؛ لیکن صرف ایک ہی پنکھا ہے، جو بیچ میں لگا ہے، گرمی شدت کی ہے، کیا ایسی صورت میں کہ ہوا سب کو لگے، پہلی صف کو پورا نہ کرکے مقتدی دوسری صف بنالیں؛ یعنی کل ۲۰، ۲۲ ہی نمازی ہیں، چھوٹی چھوٹی دوصف میں کھڑے ہونے پر سب کو ہوا مل جائے گی اور نماز بھی سکون سے ادا کی جاسکتی ہے؟

هو المصوب

ضرورت کی بنا پر مقتدی حضرات دوصف بناسکتے ہیں۔

"ولهم نصب متول وجعل نصب متول وجعل المسجدين واحدأوعكسه لصلاة لا لدرس". (۱)

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۲۴۰-۲۴۱)

☆☆☆

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار: ٤٣٧/١ (كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها،انيس)

جماعت میں شامل شخص کہاں کھڑا ہو

اگر صرف ایک، یا دو مقتدی ہوں تو کہاں کھڑے ہوں:

سوال: اگر ایک امام ہو اور دو یا ایک مقتدی تو وہ مقتدی برابر کھڑے ہوں، دائیں بائیں، یا پیچھے؟

الجواب

دو مقتدی پیچھے کھڑے ہوں، [ایک مقتدی ہے تو امام کے دائیں جانب]۔(۱) فقط

(بدست خاص، ص:۱۴) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۶)

پہلے سے امام کے بغل میں صرف ایک شخص ہو، جب اور لوگ آئیں تو کیا کریں:

سوال: امام کے دہنی طرف ایک مقتدی ہے، بعد میں چند اشخاص اور آ گئے اور امام کے پیچھے بفاصلہ سجود، صف باندھی، نماز صحیح ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

جب امام کے ساتھ ایک آدمی داہنی طرف تھا پھر اور آ گئے تو مقتدی کو یا امام کو اپنی جگہ چھوڑنی ہوگی اور اگر ایسا نہ ہوا اور بعض مقتدی فاصلہ صف کھڑے ہو گئے تو نماز مع الکراہت جائز ہے۔

شامی جلد اول: ولو قام واحد بجنب الإمام وخلفه صف كره إجماعاً. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۴۷)

جو مقتدی امام کے برابر کھڑا ہے جب دوسرا مقتدی آ جائے تو کیا کرے:

سوال: دو مرد جن میں ایک مقتدی اور دوسرا امام ہے تیسرا مرد ان کی جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہے، اس تیسرے آدمی نے نیت باندھنے سے پہلے اس مقتدی کو جو امام کے پاس کھڑا ہوا ہے، پیچھے اپنے برابر کر کے نیت باندھ

---

(۱) عن ابن عباس قال: قمت ليلة أصلي عن يسار النبي صلى الله عليه وسلم فأخذ بيدي أو بعضدي حتى أقامني عن يمينه وقال بيده: من ورائي. (صحيح البخاري، باب ميمنة المسجد والإمام، رقم الحديث: ۷۲۸، انيس)

(۲) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۳۱/۱، ظفير

لی، بعد سلام کے اس مقتدی نے جس کو پیچھے ملایا تھا، یہ کہا کہ میری نماز نہیں ہوئی۔ (امام کے آگے بڑھنے کی جگہ نہ تھی) تو ایسی صورت میں ایک مقتدی کا دوسرے مقتدی کو پیچھے اپنے برابر لے لینا جائز ہے، یا نہیں؟

دوسرے کو پیچھے کرنے میں نیت باندھ کر کرنا افضل ہے، یا بلانیت باندھے؟ بعض کہتے ہیں کہ نیت باندھ کر اگر پیچھے گیا تو اسے پیچھے ہٹانے والے مقتدی کو حرکات نماز میں کرنی پڑتی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اگر بلانیت باندھے پیچھے ہٹایا تو ہٹنے والے کی نماز جاتی ہے؛ کیوں کہ نماز میں ہٹنے میں ایسے شخص کے اشارہ پر چلا، جو نماز میں داخل نہیں ہے، بعض کہتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ امام آگے بڑھے، یا نہ بڑھے؟ ان کے ہی برابر شامل ہو جائے، پیچھے ہٹانے کی ضرورت نہیں، شامل ہونے والا خواہ ایک ہو، یا چند؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

فی ردالمحتار: فی الفتح: ولو اقتدٰی واحد بآخر فجاء ثالث یجذب المقتدی بعد التکبیر ولو جذبه قبل التکبیر لایضره، إلخ، والذی یظهر أن ینبغی للمقتدی التأخر إذا جاء ثالث، فإن تأخر وإلا جذبه الثالث إن لم یخش إفساد صلاته، فإن اقتدی عن یسار الإمام یشیر إلیهما بالتأخر وهو أولٰی من تقدمه؛ لأنه متبوع ولأن الإصطفاف خلف الإمام من فعل المقتدین لا الإمام، فالأولٰی ثباته فی مکانه وتأخر المقتدی. (ردالمحتار، مصری: ۱/ ۴۲۰)(۱)

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں مقتدی اول کو چاہئے کہ جب دوسرا مقتدی آ گیا تو خود پیچھے ہٹ جائے اور اگر وہ پیچھے نہ ہٹے تو اس دوسرے مقتدی کو پیچھے کھینچ لے خواہ نیت باندھے اور تکبیر کہنے سے پہلے کھینچے، یا بعد، دونوں صورتوں میں کوئی نقصان کسی کی نماز میں نہیں آتا، البتہ اگر یہ خیال ہو کہ یہ شخص بوجہ جہالت کے نماز توڑ دے گا تو اس کو نہ کھینچے؛ بلکہ امام کی بائیں جانب کھڑا ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲/ ۲۹۳-۲۹۴)

دو آدمی نماز پڑھ رہے ہوں تو تیسرا آدمی کہاں کھڑا ہو:

سوال: اگر دو آدمی نماز فرض پڑھ رہے ہوں اور تیسرا آدمی بعد میں شریک ہو جائے تو وہ امام کو آگے بڑھا دے، یا اسی صف میں تیسرا آدمی نماز میں شریک ہو جائے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

تیسرے آدمی کو امام کے بازو میں کھڑا ہو جانا چاہیے، اگر امام چاہے خود آگے بڑھ جائے، یا دونوں مقتدیوں کو پیچھے ہٹا دے اور اگر تیسرے آدمی نے امام کو بڑھا دیا تو یہ بھی جائز ہے، بالخصوص جب تین آدمی پڑھ رہے ہوں تو یہ آدمی امام

(۱) **کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: هل الإساءة دون الکراهة أو أفحش منها، انیس**

کو آگے بڑھا کر شریک جماعت ہو اور اگر جگہ نہ ہو تو دونوں مقتدیوں کو پیچھے کھینچ لے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد بشیر احمد، رجب ۱۳۸۹ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۴۳۲/۲-۴۳۳)☆

اگر امام کے ساتھ ایک شخص ہو اور پھر دوسرا آجائے تو کیا کرے:

سوال: اگر امام کے ساتھ صرف ایک مقتدی نماز پڑھتا ہو اور دوسرا اور آجائے، یا جماعت کی پوری صف بھر گئی ہو اور ایک نمازی بعد کو آوے تو اس کو اگلی صف میں سے ایک مقتدی کو کھینچنا ضروری ہے، یا صرف جائز؟

الجواب

اگر امام کے ساتھ ایک مقتدی ہے، پھر دوسرا آجاوے تو بہتر یہ ہے کہ پہلا مقتدی پیچھے ہو جاوے اور دونوں امام

(۲) والذی یظهر أنه ینبغی للمقتدی التأخر إذا جاء ثالث،فإن تأخر وإلا جذبه الثالث إن لم یخش إفساد صلاته،فإن اقتدیٰ عن یسار الإمام یشیر إلیهما بالتأخر،فالأولیٰ ثباته فی مکانه و تأخر المقتدی (ردالمحتار،باب الإمامة:۳۰۹/۲)(کتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب:هل الإساءة دون الکراهة أو أفحش منها،انیس)

واضح رہے کہ امام کو آگے بڑھانا، یا مقتدی کو پیچھے ہٹانا، اس صورت میں ہے، جب کہ اس کا امکان ہو اور امام قعدۂ اخیرہ میں نہ ہو، اگر تقدیم وتاخیر ممکن نہ ہو، یا امام قعدۂ اخیرہ میں ہو تو پھر تیسرا شخص امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جائے گا، ان دونوں صورتوں میں تقدیم وتاخیر نہیں ہے۔[مجاہد]

وهٰذا کله عند الإمکان وإلا تعین الممکن والظاهر أیضًا أن هٰذا إذا لم یکن فی القعدة الأخیرة وإلا اقتدیٰ الثالث عن یسار الإمام ولا تقدم ولا تأخر".(ردالمحتار:۳۰۹/۲)(کتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب:هل الإساءة دون الکراهة أو أفحش منها،انیس)

☆ **دو آدمی نماز پڑھ رہے تھے کہ تیسرا آیا تو امام آگے بڑھے، یا مقتدی پیچھے ہٹے:**

سوال: امام ومقتدی صرف دو آدمی ہیں؛ اس لئے برابر کھڑے ہوتے ہیں، اب تیسرا آدمی اور آگیا، اب امام آگے بڑھے، یا مقتدی پیچھے ہٹے؟

الجواب

اس حالت میں امام آگے بڑھے، یا مقتدی پیچھے کو ہٹے دونوں امر جائز ہیں؛ لیکن مقتدی کا پیچھے ہٹنا اولیٰ ہے، بہ نسبت امام کے آگے بڑھنے سے، کما فی الشامی: وهو أولیٰ من تقدمه؛لأنه متبوع،إلخ.(وفیه إشارة إلیٰ أن الزائد لو جاء بعد الشروع یقوم خلف الإمام ویتأخر المقتدی الأولیٰ،إلخ،والذی یظهر أنه ینبغی للمقتدی التأخر إذا جاء ثالث، إلخ، فإن اقتدیٰ عن یسار الإمام یشیر إلیهما بالتأخر وهو أولیٰ من تقدمه؛لأنه متبوع ولأن الاصطفاف خلف الإمام من فعل المقتدیین لا للإمام فالأولیٰ ثباته فی مکانه وتأخر المقتدی،إلخ.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۳۱/۱،ظفیر)(کتاب الصلاة،مطلب:هل الإساءة دون الکراهة أو أفحش منها، انیس) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۳۵۲/۳-۳۵۳)

کے پیچھے ہو جاویں اور اس میں یہ شرط لکھی ہے کہ اگر اس مقتدی کی نماز کے فساد کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو پیچھے کو ہٹا دے، ورنہ نہ ہٹاوے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیچھے کرنے کی ضرورت اس وقت ہے کہ یہ معلوم ہو کہ وہ پیچھے ہٹ جاوے گا اور اس کو یہ مسئلہ معلوم ہو، اسی طرح صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونے کا حکم ہے، اگر صف میں سے کوئی شخص اس کے پیچھے ہٹانے سے بے تکلف پیچھے ہٹ جاوے تو ایسا کرے، ورنہ تنہا کھڑا ہو جاوے، جیسا کہ شامی میں اس کی تفصیل مذکور ہے، فلیراجع۔

والذی یظهر أنه ینبغی للمقتدی التأخر إذا جاء ثالث فإن تأخر وإلا جذبه الثالث إن لم یخش إفساد صلاته، فإن اقتدٰی عن یسار الإمام یشیر إلیهما بالتأخر، وهو أولٰی من تقدمه؛ لأنه متبوع (إلٰی) وهٰذا کله عند الإمکان وإلا تعین الممکن، إلخ. (۱)

وفی الدر المختار: ولو صلّٰی علٰی رفوف المسجد إن وجد فی صحنه مکاناً کره کقیامه فی صف خلف صف فیه فرجةٌ، إلخ. (۲)

عبارت درمختار سے یہ واضح ہے کہ ایک مقتدی کا تنہا کھڑا ہونا صف کے پیچھے اس وقت مکروہ ہے کہ اگلی صف میں جگہ ہو، اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اگلی صف بھری ہوئی ہو تو پیچھے تنہا کھڑا ہو سکتا ہے۔

ہاں! اولیٰ یہ ہے کہ صف میں سے ایک شخص پیچھے چلا جاوے اور اگر یہ آنے والا کسی کو آگے سے کھینچے تو یہ بھی جائز ہے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

فی الشامی: لو جذبه آخر فتأخر الأصح لا تفسد صلاته، إلخ. (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۳۵۸-۳۵۹)

مقتدی کے کہنے سے حالت نماز میں امام آگے بڑھ جائے تو نماز ہوگی، یا نہیں:

سوال: زید فجر کی نماز پڑھا رہا ہے اور صرف ایک دوسرا شخص مقتدی ہے، جو حسب قواعد شرعیہ زید سے بالکل داہنی جانب قریب ہے، دوسری رکعت کی قرأت ختم ہونے سے پہلے ایک اور مقتدی آیا اور شامل جماعت ہونا چاہا، چونکہ پہلے مقتدی کو پیچھے ہٹنے کا موقعہ نہیں تھا؛ اس لیے مقتدی ثانی نے زید سے ان الفاظ میں کہا کہ آپ ایک قدم

---

(۱) رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۳۱ (کتاب الصلاة، مطلب: هل الإساءة دون الکراهة أو أفحش منها، انیس)

یہ جو کہا: "هٰذا کله عند الإمکان وإلا تعین الممکن" اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر مقتدی کے پیچھے آنے کی جگہ ہے، تب تو مقتدی پیچھے ہٹ آویں اور اگر پیچھے ہٹنے کی جگہ نہیں ہے تو پھر امام کو آگے بڑھانا چاہئے اور اگر اس کی بھی گنجائش نہیں ہے تو دوسرا مقتدی امام کے بائیں کھڑا ہو جاوے ذرا پیچھے ہٹ کر جیسا کہ پہلا مقتدی کھڑا ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر الدین غفرلہ)

(۲) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۳۲، ظفیر

(۳) رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۳۳، ظفیر (مطلب فی الکلام علی الصف الأول، انیس)

آگے بڑھ جایئے، چنانچہ زید نے ایک قدم بڑھ کر بدستور قرأت جاری رکھی اور نماز ختم کردی۔ زید کہتا ہے کہ سب کی نماز فاسد ہوگئی؛ کیوں کہ مقتدی کو بجائے کہنے کے اشارہ ہاتھ سے کرنا چاہئے تھا؛ اس لیے نماز کے اعادہ کی ضرورت ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں بعض فقہا کا قول فساد نماز کا ہے؛ مگر صحیح یہ ہے کہ نماز ہوگئی، واقعی اس مقتدی کو اشارہ سے امام کو آگے بڑھنے کو کہنا چاہیے تھا؛ لیکن بہرحال نماز ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸/۳)

کیا صحن میں جماعت کرانے کا ثواب مسقّف حصہ کے برابر ہے:

سوال　کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ آیا ایک مسجد ہے، اس کے چاروں طرف فرش ہے، گول قسم پر ہر جگہ مسجد کے قبضہ میں ہے، کسی کا حق نہیں، جیسے فرش پاک صاف ہوتے ہیں، کبھی جماعت سردی گرمی کی وجہ سے جنوب کی طرف سے کبھی جماعت مغرب کی طرف کبھی شمال کی طرف تو ان فرشوں پر جماعت کرانے کی فضیلت مسجد کے بیچ جیسی ہے، یا گھروں جنگلوں میں جیسی ہے، تشریح فرمایئے کہ شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲)　دوسرا مسئلہ ایک امام اور ایک ہی مقتدی جماعت کراتے ہیں، وہ قدرے برابر ہوتے ہیں، پھر دوسری، یا تیسری رکعت، یا پہلی ہی رکعت میں ایک مقتدی اور آ گیا تو فرمایئے: امام آگے چل کر جگہ مصلی میں جاوے، یا مقتدی پیچھے ہٹ کر مقتدی کے ساتھ ہووے، تحریر فرمادیں شرعا کیا حکم ہے؟ آپ کی کمال مہربانی ہوگی۔

الجواب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اگر یہ فرش داخل مسجد ہے اور اس کو برائے نماز پڑھنے کے علی التابید وقف کردیا گیا تو اس پر نماز پڑھنے کا ثواب مسجد کے بیچ جیسا ہوگا، ہاں! اگر جماعت کرنی ہے تو مسجد، یا اس کے صحن کے بیچ میں امام کھڑا ہو؛ تاکہ دونوں طرف کے

---

(۱)　ثم نقل تصحيح عدم الفساد فی مسئلة من جذب من الصف فتأخر. (الدر المختار)

وعبارة المصنف فی المنح بعد أن ذکر: لوجذبه آخر فتأخر الأصح لا تفسد صلاته وفی القنية: قيل لمصل منفرد تقدم فتقدم بأمره أو دخل رجل فرجة الصف فتقدم المصلی حتٰی وسع المکان عليه فسدت صلاته، وينبغی أن يمکث ساعة ثم يتقدم برأی نفسه، وعلله فی شرح القدوری بأنه إمتثال لغير أمر اللّٰه تعالٰی، أقول ما تقدم من تصحيح صلاة من تأخر ربما يفيد تصحيح عدم الفساد فی مسئلة القنية؛ لأنه مع تأخره بجذبه لاتفسد صلاته. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۳۳/۱، ظفير) (مطلب فی الکلام علی الصف الأول، انيس)

مقتدی تقریباً برابر برابر ہوں، یہ افضل وبہتر ہے اوراس میں ثواب زیادہ ہے اوراگر یہ فرش نماز کے لئے علی التابید وقف نہ ہوتو اس پرنماز پڑھنے کا ثواب اندرون مسجد پڑھنے کے ثواب کے برابر نہ ہوگا۔

(۲) دونوں طرح جائز ہے، ہاں اگر آگے جگہ نہ ہوتو مقتدی کو پیچھے ہٹ جانا چاہیے اوراگر پیچھے جگہ نہ ہوتو امام کو آگے بڑھ جانا چاہیے اوراگرآگے پیچھے دونوں طرف جگہ ہوتو امام کوآگے ہو جانا چاہیے اوراگر وہ آگے نہ ہوتو مقتدی پیچھے ہٹ جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ، الجواب صحیح: محمود عفا اللہ عنہ، ۲۵/ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود:۲/۲۵۲-۲۵۳)

☆ ☆ ☆

(۱) والذی یظهر أنه ینبغی للمقتدی التأخر إذا جاء ثالث فإن تأخر وإلا جذبه الثالث إن لم یخش إفساد صلاته فإن اقتدٰی عن یسار الإمام یشیر إلیهما بالتأخر وهو أولٰی من تقدمه؛لأنه متبوع ولأن الاصطفاف خلف الإمام من فعل المقتدیین لا للإمام فالأولٰی ثباته فی مکانه وتأخر المقتدی،إلخ.(ردالمحتار: ۱/۵۶۸، کتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب:هل الإساء ة دون الکراهة أوأفحش منها،دارالفکر بیروت،انیس)

مقتدی کا امام کے ساتھ کھڑا ہونا

مقتدی کا امام کی صف میں ذرا پیچھے کھڑا ہونا کیسا ہے:

سوال: زید عید کا امام ہے، جس وقت زید عید کی نماز پڑھاتا ہے، زید کی داہنی جانب بکر ایک بالشت پیچھے اور عمر زید کی بائیں جانب ایک بالشت پیچھے اور باقی نمازی بدستور کھڑے ہوتے ہیں تو نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نماز ہو جاتی ہے؛ مگر یہ ہیئت خلاف سنت ہے اور مکروہ ہے۔

درمختار میں ہے:

"فلو توسط إثنين كره تنزيهًا".

پھر آگے لکھا ہے:

"ولو قام واحد بجنب الإمام وخلفه صف كره إجماعاً". (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۳۴۶)

عیدین میں امام کے برابر ذرا پیچھے کھڑا ہونا کیسا ہے:

سوال: ایک شخص نماز عیدین میں قصداً امام کی برابر کسی قدر پیچھے کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے، اس کی نماز میں اور مقتدیوں کی نماز میں کچھ خرابی ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

برابر کھڑے ہونے والے شخص کی نماز میں جبکہ وہ امام سے کچھ پیچھے ہوتا ہے اور دیگر مقتدیان کی نماز میں کچھ فساد اور خلل نہیں آتا، نماز سب کی صحیح ہے؛ لیکن بلا کسی ضرورت خاص مثل تنگی مکان وغیرہ کے ایک شخص کو جماعت سے علاحدہ ہو کر تنہا امام کی برابر کھڑا ہونا مکروہ ہے، اچھا نہیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۳۴۷) ☆

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۳۱، ظفير.

(۲) (ويقف الواحد محاذياً) أى مساوياً (ليمين إمامه) ولا عبرة بالرأس بل بالقدم، فلو صغيرًا فالأصح مالم يتقدم أكثر قدم المؤتم لا تفسد، إلخ، (والزائد) يقف (خلفه) ولو قام واحد بجنب الإمام وخلفه صف كره إجماعاً.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۹، ظفير)

==

قلت مکان کی وجہ سے امام کے پیچھے ایک آدمی کھڑا رہ سکتا ہے:

سوال: ریل گاڑی میں جگہ کی قلت کی وجہ سے دوسیٹوں کے درمیان میں آگے امام کھڑا رہے، اور برابر اس کے پیچھے ایک مقتدی کھڑا رہے تو درست ہے، یا اکیلے ہی نماز پڑھنا بہتر ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

نماز درست ہوگی، اور اکیلے نہ پڑھیں؛ بلکہ جماعت کر لینا چاہیے، عذر کی وجہ سے اکیلے آدمی کے لیے امام کے پیچھے کھڑے رہنے میں حرج نہیں ہے۔

لأن قيام الواحد خلف الإمام مكروه تنزيهاً. (كما صرح فى الدرالمختار: ٤١٩/١، علىٰ هامش ردالمحتار) **فقط والله تعالىٰ أعلم** (محمود الفتاویٰ: ۴۴۲/۱)

بوجہ بارش صرف چار انگل پیچھے صف درست ہے، یا نہیں:

سوال: امام کی برابری میں چار انگل پیچھے، جیسا کہ ایک مقتدی کھڑا رہتا ہے، صف بنانا بسبب عذر بارش، یا گرمی کے، حالاں کہ صحن کشادہ ہے، یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

درست ہے۔ فقط (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۵۱/۳)

== ☆ امام کے برابر کھڑے ہونے سے نماز ہوتی ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص جماعت میں سے ہٹ کر امام کی برابر جا کھڑا ہوا، اس صورت میں نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

نماز اس شخص کی بھی ہوگئی، جو امام کے برابر کھڑا ہو، بشرطیکہ امام سے آگے نہ ہو جاوے، قدم کچھ پیچھے رہے؛ لیکن بلاضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں ہے کہ جماعت میں سے نکل کر تنہا امام کی برابر کھڑا ہو۔ (ولو قام واحد بجنب الإمام وخلفه صف كره إجماعاً (الدرالمختار) أى للمؤتم ليس على الإمام منها شئ ويتخلص من الكراهة بالقهقرىٰ إلىٰ خلف إن لم يكن المحل ضيقًا علىٰ ظاهر إلخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٣١/١، ظفير) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: هل الإساء ة دون الكراهة أو أفحش منها، انيس) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۶۶/۳)

(۱) فلو قاموا على الرفوف والإمام على الأرض أوفى المحراب لضيق المكان، لم يكره لو كان معه بعض القوم فى الأصح وبه جرت العادة فى جوامع المسلمين. (الدرالمختار)

وظاهره أنه لايكره و لو بلاعذر. (ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ٦٠٥/١، ظفير) (مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان إذا ترك السنة أولىٰ، انيس)

امام ومقتدی کے درمیان فاصلہ

اقتدا کے شرعی حدود کیا ہیں:

سوال(۱) اقتدا کے لیے شرعی کیا حدود مقرر ہیں، حسب ذیل صورتیں قلمی میں سے کون سی صورت جائز ہے اور کون سی نہیں؟

(۲) امام بلند مقام پر ہے اور مقتدی پست میں، خواہ یمین، خواہ یسار، خواہ خلف، اس کی پھر دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ امام سے قریب ہوں، خواہ درمیان میں دیوار وغیرہ حائل ہو، یا نہ ہو۔ دوسری یہ کہ امام سے دور ہوں، خواہ دیوار وغیرہ حائل ہو، یا نہ ہو۔

(۳) امام نیچے کے مقام پر ہے اور مقتدی او پر اس کی حسب بالا چار شکلیں۔

(۴) ان دیار افریقہ میں اکثر مکانات کا زیریں حصہ فرش کاٹ اور چوبیں کا ہوتا ہے اور اس کے نیچے زمین تک قد آدم کی برابر کم وبیش مجوف ہوتا ہے، ایسی صورتوں میں اس جماعت خانہ کے زیریں حصہ میں بھی مقتدی کھڑے ہو سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۵) مسجد کے متصل رہنے والا، یا دور رہنے والا؛ مگر ایسا کہ تکبیرات انتقالات وغیرہ سن سکتا ہے، ایسا شخص اپنے مکان میں اقتدا کر سکتا ہے، یا نہیں؟ مریض، بیمار، معذور، یا مقیم، اس میں کون سی صورت جواز کی ہے؟

الجواب

(۱-۲) امام اگر تنہا او نچے، یا نیچے مقام پر ہو تو مکروہ ہے اور اگر امام کے ساتھ کچھ مقتدی ہوں تو پھر کسی حال میں کراہت نہیں ہے، دور اور نزدیک جب کہ صفوف متصل ہوں، دونوں درست ہیں۔(۱)

درمختار میں ہے:

لو كان معه بعض القوم في الأصح.(۲)

اس سے پہلے یہ عبارت ہے:

(و) كره (التربع) الخ (انفراد الإمام على الدكان) للنهي وقدر الارتفاع بذراع ولا بأس بمادونه،

(۱) إلا إذا اتصلت الصفوف فيصح مطلقاً. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۳۱/۱، ظفير)

(۲) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۶۰۵/۱

إلخ،(وكره عكسه)في الأصح وهٰذا كله (عند عدم العذر،الخ،فلو قاموا على الرفوف والإمام على الأرض أوفي المحراب لضيق،المكان لم يكره لو كان معه بعض القوم.(۱)

(۳) اس میں بھی یہی جواب ہے کہ اگر امام کے ساتھ بعض مقتدی ہیں تو حصہ زیریں میں کھڑا ہوکر اقتدا کرنا درست ہے۔(۲)

(۴) مکان میں سے اقتدا امام کی جو مسجد میں ہے نہیں کرسکتا؛ مگر بصورت اتصال صفوف کہ مسجد سے مکان تک برابر صفوف مقتدیوں کی ہوں تو اس صورت میں اقتدا درست ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۵۵-۳۵۶)

مقتدی امام سے کتنے فاصلہ پر کھڑا ہو:

سوال: مقتدی امام سے کتنے فاصلہ پر کھڑے ہوں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

مقتدی امام سے اتنے فاصلہ پر کھڑے ہوں کہ بے تکلف ان کا سجدہ ہوجاوے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۷)

امام اور مقتدی کے درمیان فاصلہ کی حد:

سوال: امام اور مقتدی کے درمیان فاصلہ کتنا ہوسکتا ہے؟ اسی طرح نماز جنازہ میں امام اور میت کا درمیانی فاصلہ کتنا ہوسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر نماز کھلے میدان یا بہت بڑی مسجد میں پڑھی جائے تو امام اور مقتدیوں کے درمیان اتنا فاصلہ نہیں ہونا چاہیے، جس سے بیل گاڑی آسانی سے گذر جائے؛ بلکہ صفوں کو متصل ہونا چاہیے، اگر چھوٹی مسجد میں نماز پڑھی جائے تو بہتر یہی ہے کہ صفیں متصل ہوں؛ لیکن اگر صفوں کے درمیان کچھ فاصلہ رہا تو بھی نماز صحیح ہوجائے گی۔

(ويمنع من الاقتداء) ...(طريق تجرى فيه عجلة)آلة يجرها الثور(أونهر تجرى فيه السفن) ...(أو خلاء)أى فضاء (في الصحراء)أوفي مسجد كبير جدًا كمسجد القدس.(۴)

---

(۱) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها:۱/۶۰۵۔

(۲) الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار،باب الإمامة:۱/۵۳۱،ظفیر۔

(۳) ويمنع من الاقتداء صف النساء،إلخ، وطريق تجرى فيه عجلة إلخ أونهر تجرى فيه السفن أوخلاء في الصحراء،إلخ، يسع صفين فأكثر إلا إذا اتصلت الصفوف فيصح مطلقاً،إلخ.(الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار،باب الإمامة: ۱/۵۳۱،ظفير)

(۴) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار: ۲/۳۳۰-۳۳۲ (كتاب الصلاة،باب الإمامة،انيس)

جنازہ امام کے سامنے، قبلہ کی جانب اور امام سے قریب ہونا چاہیے، امام اور جنازہ کے درمیان فاصلہ کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۶/۲۸/ ۱۴۱۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۳۳/۲۔۴۳۴)

امام ومقتدی کے درمیان کا فاصلہ:

سوال: گھر، یا جنگل اور مسجد میں امام اور مقتدی کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟

الجواب

اگر امام محراب میں ہو اور مقتدی اطراف مسجد میں، تو نماز جائز ہے؛ کیوں کہ مسجد بمنزلہ مکان واحد کے ہے، باوجودیکہ اطراف بعید ہی کیوں نہ ہوں اور کمرہ کا بھی حکم یہی ہے اور جنگل میں دو صفوں کے فاصلے کی اجازت ہے۔

السراج المنیر میں ہے:

قدرما ينبغي أن يكون بين الإمام والقوم في الصحراء مايسمح فيه الصفان وعليه الفتوٰى كما في الغاثية والبيت كالمسجد مع تباعدأطرافه كبقعة الواحدة في حق الإقتداء و هوالأصح كمافي القنية وخزانة المفتين،إنتهٰى.

اور قنیہ میں ہے:

قيل: المسافة التي تمنع الإقتداء في الصحراء تمنعه في البيت والأصح أنه يجوزفي البيت كالمسجد،إنتهى. (۲)

اور سراجیہ میں ہے:

لواقتدى من أقصى المسجد بالإمام وهوعند المحراب جاز،إنتهىٰ(۳) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۲۳۔۲۳۳)

مقتدی وامام کے درمیان فاصلہ:

سوال: مقتدی کی سجدہ گاہ سے امام کے کھڑے ہونے کی جگہ کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟

---

(۱) (ووضعه)...(إمام المصلي)وكونه للقبلة،إلخ. (الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار: ۱۰٤/۳) (كتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة،انيس)

(۲) قنية المنية لتتميم الغنية،باب في الإقتداء و ما منعه: ۲۲/۱،مخطوطة ملك سعود،انيس

(۳) ولواقتدٰى بالإمام في أقصى المسجد والإمام في المحراب،جاز. (بدائع الصنائع،فصل في شرائط أركان الصلاة: ۱٤٥/۱،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

الجواب

بیچ میں صف کا فاصلہ چھوڑیں اور کچھ تحدید نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۴۷)

صفوں کے درمیان کتنا فصل رہے:

سوال: دوصفوں کے درمیان کتنا فاصلہ زیادہ سے زیادہ رکھا جاسکتا ہے؟

(۲) امام اور مقتدی کے درمیان کتنا فصل ہونا چاہیے؟

(۳) صفوں میں بڑے آگے اور بچے پیچھے کھڑے ہونا چاہیے، ان کو کتنا پیچھے کھڑا ہونا چاہیے اور یہ حکم کب تک ہے، امام کی تکبیر تک، یا سلام تک، یا اقامت تک؟ اس لیے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بڑے مسبوق ہوتے ہیں اور نابالغ طلبہ مدرک۔

کیا اگر بچے جو تکبیر کے وقت بڑوں کے پیچھے کھڑے ہوں، اس کے بعد پھر بڑے آکر ان کو پیچھے ہٹا سکتے ہیں؟

ھو المصوب

(۱-۲) دریافت کردہ صورت میں دوصفوں کے درمیان اتنی جگہ رہنی چاہیے، جس سے رکوع اور سجدہ آسانی سے ہوسکے۔

۳۔ صفوں میں بڑوں کی صف آگے ہوگی اور بچوں کی پیچھے، صفیں شروع میں ہی لگائی جائیں گی، البتہ نماز شروع کرنے کے بعد بڑوں کی شرکت کا امکان ہوتو بچوں کی صف اندازے کے ساتھ پیچھے لگائی جائے؛ تاکہ بڑے اگر صف میں کھڑے ہوسکیں تو وہ کھڑے ہوجائیں اور بچے بڑوں کے پیچھے ہوں۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۲۵-۲۲۶)

☆ ☆ ☆

(۱) والزائد يقف خلفه. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۳۰، ظفير)
اس قدر فصل ہو کہ مقتدی کا سر رکوع وسجدہ میں جاتے ہوئے امام سے نہ ٹکرائے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

صفوں کی ترتیب

بچوں سے متعلق صفوف کے چند مسائل:

محترم ومکرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام کے عرض ہے کہ میں بہت ہی مؤدبانہ التماس کے ساتھ مندرجہ ذیل سوالات آپ کی خدمت اقدس میں ارسال کررہا ہوں، جن کے جوابات کی روشنی میں مسجد کے مصلی حضرات کی عمومی طور پر اور مسجد کے متولی حضرات کی خصوصی طور پر رہنمائی ممکن ہوگی، آپ کے جوابات کے لیے میں؛ بلکہ سب کے سب مصلی بہت بہت ممنون اور مشکور ہوں گے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی خصوصی رحمتوں اور برکتوں سے نوازے۔ (آمین)

(۱) عام طور پر کتنی عمر کے بچے (لڑکے) مسجد میں فرض نماز ادا کرسکتے ہیں؟

(۲) فرض نماز کی ادائیگی کے لیے بچوں کی (لڑکوں کی) صف کہاں بنانی چاہیے؟

(۳) عام طور پر کتنی عمر کے بعد بچے (لڑکے) بڑوں کی صف میں شامل ہوسکتے ہیں؟

(۴) اگر چھوٹی عمر کے لڑکے بڑوں کے ساتھ صف میں شامل ہوجائیں تو کیا اس طرح بڑوں کی نماز ضائع ہوجائے گی؟ اگر واقعی اس طرح نماز ضائع ہوتی ہے تو کس حد تک؟

(۵) کوئی مصلی دیر سے آیا، جماعت کھڑی ہوچکی تھی، اس نے دیکھا کہ ایک چھوٹا بچہ بڑوں کی صف میں کھڑا نماز ادا کررہا ہے تو کیا وہ مصلی چھوٹے بچے کو کھینچ کر پیچھے کی قطار میں لاسکتا ہے؟

(۶) کیا کوئی والد، یا نگہبان چھوٹے لڑکے کو پہلی صف میں، یا اس کے بعد کی صف میں اپنے ساتھ کھڑا کرسکتا ہے؟ ایک عالم کی رائے کے مطابق ایسے کرنا کوئی مکروہ فعل نہیں۔

(۷) کیا یہ ایک مناسب دلیل ہے کہ بچوں کو بڑوں کے ساتھ صف میں کھڑا کیا جائے؛ کیوں کہ جب ان کو الگ پچھلی صف میں کھڑا کیا جاتا ہے تو وہ شرارتیں کرکے بڑوں کی نماز میں مخل ہوتے ہیں اور ان کی توجہ کو ہٹانے کا سبب بنتے ہیں؟

(۸) انتظامیہ کمیٹی یا امام صاحب کے لیے یہ کس حد تک ضروری ہے کہ وہ اس بات پر اصرار کریں کہ جماعت خانہ (مسجد) میں بچوں کی صف سب سے آخر میں بنائی جائے، یا بڑوں کی صفوں کے بعد ایک یا دو قطاریں بچوں کے لیے مختص کردی جائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

(۱) ایسے بچے جو نماز اور وضو وغیرہ کی تمیز رکھتے ہیں اور آداب مساجد سے واقف ہو کر اس کی بجا آوری کی صلاحیت رکھتے ہوں ان کو مسجد میں لایا جا سکتا ہے اور جو بچے نماز وضو وغیرہ کی تمیز نہیں رکھتے اور آداب مسجد کی بجا آوری کی صلاحیت نہیں رکھتے، ان کو مسجد میں لانا درست نہیں۔(۱)

(۲) صفوں کی ترتیب یہ ہے کہ نابالغوں کی مستقل صف بالغین کی صف سے پیچھے ہو، وہ بالغین کی صف میں نہ کھڑے ہوں؛ البتہ اگر نابالغ تنہا ہو تو وہ بالغین کی صف میں ہی کھڑا ہوگا۔(۲)

(۳) صفوں کی ترتیب میں شریعت نے بلوغ اور عدم بلوغ کو ملحوظ رکھا ہے، عمر کو ملحوظ نہیں رکھا، اگر لڑکا بالغ ہو تو وہ بڑوں کی صف میں شامل ہوگا۔

(۴) چھوٹی عمر کے لڑکوں کے بڑوں کے ساتھ شامل ہو جانے کی وجہ سے بڑوں کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔(۳) ایک بچہ ہونے کی صورت میں اس کو بڑوں کے ساتھ کھڑا کرنے کا حکم کتابوں میں صراحۃً موجود ہے، اگر نابالغ بچہ کے بڑوں کے ساتھ صف میں شامل ہونے سے بڑوں کی نماز خراب ہو جاتی تو یہ حکم نہ دیا جاتا۔

(۵) اگر ایک ہی چھوٹا بچہ بڑوں کی صف میں کھڑا ہو کر نماز ادا کر رہا ہے تو اس کا یہ عمل شرعاً درست ہے؛ اس لیے کہ یہی حکم ہے، بعد میں آنے والا مصلی اسکو کھینچ کر پیچھے کیوں لائے گا؟

(۶) اگر چھوٹے بچوں کی صف مستقل بنی ہوئی ہے تو والد، یا نگہبان کو ایسا کرنا مناسب نہیں؛ لیکن اس کے باوجود اس نے اپنے چھوٹے بچہ کو اپنے ساتھ پہلی، یا اس کے بعد کی صف میں کھڑا کیا تو یہ گناہ نہیں۔

(۷) جی ہاں! ''احسن الفتاوی'' میں ہے: ''اگر صرف ایک ہی نابالغ لڑکا ہو تو اس کو بالغوں کے ساتھ ہی کھڑا کیا جائے، اگر نابالغ لڑکے زیادہ ہوں تو ان کو پیچھے کھڑا کرنا مستحب ہے، واجب نہیں: مگر اس زمانہ میں لڑکوں کو مردوں کی صفوف ہی میں کھڑا کرنا چاہیے؛ کیوں کہ دو یا زیادہ لڑکے ایک جگہ جمع ہونے سے اپنی نماز خراب کرتے ہیں؛ بلکہ بالغین کی نماز میں بھی خلل پیدا کرتے ہیں''۔

قال العلامة الرافعي رحمه اللّٰه تعالٰى: (قوله ذكره في البحر بحثاً) قال الرحمتي رحمه اللّٰه: ربما يتعين في زماننا إدخال الصبيان في صفوف الرجال؛ لأن المعهود منهم إذا اجتمع صبيان فأكثر تبطل صلاة بعضهم ببعض وربما تعدّى ضررهم إلٰى إفساد صلاة الرجال، انتهٰى. (۴)

---

(۱) ماخوذ از احسن الفتاوی: ۳/۲۸۰

(۲-۳) ماخوذ از فتاوی محمودیہ: ۱۶/۲۹۷

(۴) التحرير المختار: ۱/۷۳، احسن الفتاوی: ۳/۲۸۰

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''جو بچے بالکل کم عمر ہوں ان کو تو مسجد میں لانا ہی جائز نہیں، نابالغ بچوں کے بارے میں اصل حکم تو یہی ہے کہ ان کی الگ صف بالغ مردوں کی صف سے پیچھے ہو؛ لیکن آج کل بچے جمع ہوکر زیادہ اودھم مچاتے ہیں؛ اس لیے مناسب یہی ہے کہ بچوں کو ان کے اعزہ اپنے برابر کھڑا کرلیا کریں، بچوں کو سمجھانا چاہیے اور پیار و محبت و شفقت سے ان کو نماز میں کھڑے ہونے کا طریقہ بتانا چاہیے، بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے چنداں فائدہ نہیں ہوتا''۔

مزید ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''اگر بچہ ایک ہو تو اس کو بالغ مردوں کی صف میں ہی کھڑا کیا جائے اور اگر بچے زیادہ ہوں تو ان کی الگ صف بالغ مردوں سے پیچھے ہونی چاہیے اور یہ حکم بطور وجوب نہیں، بطور استحباب ہے؛ تاہم اگر بچے اکھٹے ہوکر نماز میں گڑبڑ کرتے ہوں، یا بڑا مجمع ہونے کی وجہ سے ان کے گم ہوجانے کا اندیشہ ہو تو ان کو بڑوں کی صف میں کھڑا کرنا چاہیے؛ تاکہ ان کی وجہ سے بڑوں کی نماز میں خلل نہ آئے اور یہ حکم ان بچوں کا ہے، جو نماز اور وضو کی تمیز رکھتے ہوں، ورنہ زیادہ چھوٹی عمر کے بچوں کو مسجد میں لانا جائز نہیں''۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۲/۲۲۲)

(۸)　اوپر کے جوابات میں اس کی تفصیل آچکی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: العبد احمد خانپوری عفی عنہ، ۱۰/صفر المظفر ۱۴۲۵ھ، الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ (محمود الفتاویٰ: ۱/۴۴۲-۴۴۶)

پندرہ برس کی عمر کا لڑکا بالغ ہے، اسے بڑوں کی صف میں کھڑا ہونا چاہیے:

(۱)　کتنی عمر کے لڑکے کو نماز کی صف میں بڑوں کے ساتھ پڑھنا چاہئے؟

اندھوں کے لئے صف میں کوئی مخصوص جگہ نہیں:

(۲) اندھوں کو نماز کی صف میں کہاں پر رہنا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

(۱)　نابالغ لڑکوں کو بالغ کی صف کے پیچھے کھڑا رہنا چاہیے، پندرہ برس کے لڑکے بالغ ہوجاتے ہیں، اگر نابالغ لڑکا ایک ہی ہو تو بالغ کی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے۔(۱)

---

(۱)　والسنة أن يصف الرجال ثم الصبيان ثم النساء لما مرمن حديث أنس رضى الله عنه...ثم الترتيب بين الرجال والصبيان سنة لافرض،هوالصحيح،أما بينهم وبين النساء ففرض عندنا .(غنية المستملى الكبير: ٥٢١)

عن أبى مالك الأشعرى قال: لا أعلمكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه كان يكبر إذا رفع وإذا وضع وكان يسلم عن يمينه وعن يساره وكان يليه الرجال ثم الصبيان ثم النساء.(الحجة على أهل المدينة،باب التشهد: ١/١٤٢،عالم الكتب بيروت،انيس)

(۲) اندھوں کے لیے صف میں کوئی جگہ مخصوص نہیں ہے، ہر جگہ صف میں کھڑے ہو سکتے ہیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ، ۱۳۴۵/۵/۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۸/۱)

باشعور بچہ کہاں کھڑا ہو:

سوال: ایک ۱۳/سال کا لڑکا جو تنہا پچھلی صف میں نماز پڑھ رہا تھا، مگر کسی صاحب نے انہیں اگلی صف میں کھڑا کردیا، جس میں دیگر مصلیان تھے اور ان کے بازو میں خود آگے کرنے والے صاحب نے امام کی اقتدا کی تو مسئلہ بالا میں کسی نماز میں کوئی خرابی پیدا ہوئی، یا نہیں؟ جب کہ وہ تیرہ سالہ لڑکا جماعت والی صف اور آگے کرنے والے صاحب کے درمیں حائل رہا؟

هو المصوب

صورت مسئولہ میں نماز میں خرابی نہیں پیدا ہوئی۔

نوٹ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑے ہو گئے، آپ نے اپنے داہنی جانب کھڑا کرلیا، اس وقت حضرت ابن عباس بالغ نہ تھے۔ (۲)

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۳۴)

حافظ لڑکے کا نمازیوں کی پہلی صف میں شریک ہونا:

سوال: اگر کوئی لڑکا جس کی عمر ۱۳/سال ہے اور وہ قرآن ختم کرچکا ہے، ساتھ ہی ساتھ ایک پارہ کا حافظ بھی ہے تو کیا ایسا لڑکا نمازیوں کی پہلی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

هو المصوب

اگر بالغ ہے تو صف میں کھڑا ہوگا اور اگر نابالغ ہے تو پیچھے کھڑا ہوگا، (۳) لڑکے کا بیان لے کر فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

تحریر: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۲۷-۲۲۸)

---

(۱) نابینا مقتدی مرد ہو تو مردوں کی صف میں اور عورت ہو تو عورتوں کی صف میں کھڑا ہونا چاہئے، بینا، یا نابینا ہونے کا کوئی اثر اس حکم پر نہیں پڑتا۔ (مجاہد)

(۲) صحيح البخاری، كتاب الجماعة و الإمامة، باب إذا لم ينو الإمام إن يوم ثم جاء فأمهم (رقم الحديث: ٦٦٧)

(۳) قال أبو مالک الأشعری: ألا أحدثكم بصلاة النبی صلى الله عليه وسلم قال: فأقام الصلاة وصف الرجال وصف الغلمان خلفهم ثم صلى بهم. (سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب مقام الصبيان من الصف (رقم الحديث: ٦٧٣) / السنن الكبرىٰ للبيهقی، باب الرجال يأتمون بالرجل ومعهم صبيان (ح: ٥١٦٥) انیس)

ایک بالغ مقتدی کے ساتھ کئی نابالغ مقتدی کیسے کھڑے ہوں:

سوال: جماعت میں ایک مقتدی بالغ ہو اور باقی لڑکے نابالغ ہوں تو کس طرح کھڑے ہوں؟

الجواب

سب لڑکے مقتدی کے پاس کھڑے ہوں اگر قریب بلوغ ہوں اور سب چھوٹے ہوں تو مقتدی امام کے برابر اور لڑکے پیچھے کھڑے ہوں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ:۳۰۱)

صفوف میں شیوخ، نوجوانوں، بچوں اور عورتوں کی ترتیب:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں صفوف بنانے میں پہلی صف میں بڑی عمر والے، پھر نوجون، پھر بچے اور آخر میں عورتیں کھڑی ہوں گی، اس کا شرعی ثبوت کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ولی اللہ، تبوک سعودی عرب......۲۰/ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ)

الجواب

یہ مسئلہ درست ہے، حدیث شریف میں وارد ہے:

”ليلني منكم أولوا الأحلام والنهى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم“.(رواه مسلم)(۱)

پس اہل علم اور اہل عقل درجہ بدرجہ صفوف بنائیں گے، مثلاً: اولاً مرد بالغ، ثانیاً نابالغ وغیر ذلک۔(۲) وہو الموفق

(فتاویٰ فریدیہ:۲/۲۹۷-۲۹۸)

بالغ جاہلوں کی صف نابالغ کے پیچھے ہوگی یا آگے:

سوال: عیدین یا دوسری نمازوں میں کتنی عمر تک کے نابالغ بچے صف میں ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں؟ بالغین جاہل ہوں تو ان کو پچھلی صف میں کر کے نابالغوں کو آگے کیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) مشكوة المصابيح: ۹۸/۱،باب تسوية الصف،الفصل الأول (رقم الحديث: ۱۰۸۹)/عن أبي مسعود قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح مناكبنا في الصلاة ويقول:استووا ولا تختلفوا فتختلف قلوبكم، ليلني منكم اولوا الأحلام والنهى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم.(الصحيح لمسلم،كتاب الصلاة،باب تسوية الصفوف وإقامتها: ۳۲۳/۱، دارإحياء التراث العربي بيروت (ح: ٤٣٢)انيس)

(۲) قال العلامةالحصكفي رحمه الله تعالىٰ:الرجال ثم الصبيان ثم الخناثي ثم النساء.(الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار: ٤٢٢/١،باب الإمامة)/كذا في منحة السلوك في شرح تحفة الملوك،فصل في الجماعة: ١٦٩/١، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية قطر،انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

نماز جماعت میں سنت یہ ہے کہ بالغ لوگ آگے رہیں اور بچے پیچھے، یا ایک ہی صف ہو تو بچے بائیں طرف کھڑے کئے جائیں، اسی طرح عمل کرنا چاہیے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۰/۱۰/۷ ۱۳۶ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۱۹۴)

نابالغ بچہ تنہا صف میں کس جگہ کھڑا ہو:

سوال: نابالغ، یعنی لڑکا اگر اکیلا ہو تو صف اول میں بالغوں کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھے، یا پیچھے تنہا کھڑا ہو کر پڑھے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

اگر تنہا ہو تو بائیں جانب صف میں کھڑا ہو جاوے۔(۲)

(بدست خاص، ص:۵۲)(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۵۷)

بالغوں کی اگلی صف پوری نہ ہو اور پیچھے نابالغوں کی صف پوری ہو تو بعد میں آنے والا کہاں ملے:

سوال: امام کے پیچھے آدمیوں کی جماعت قلیل ہے اور اس کے پیچھے لڑکوں کی جماعت کثیر ہے، یعنی نابالغ لڑکوں کی اگر مسبوق آدمی بالغ اگلی جماعت میں ملنا چاہے تو لڑکوں کی جماعت کو کس طرح رکھے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

اگر لڑکوں کے آگے جا کر، یا صف کو چیر کر بالغوں کی جماعت میں مل سکے تو چلا جاوے اور بالغوں کی جماعت میں شریک ہو جاوے اور اگر کچھ ممکن نہ ہو اور لڑکوں کی ہی جماعت میں کھڑا ہو جاوے تب بھی نماز صحیح ہے۔(۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۳۸-۳۳۹)

---

(۱) (ویصف) ... (الرجال) ظاهره يعم العبيد (ثم الصبيان) ظاهره تعددهم فلو واحدًا دخل الصف''.(الدر المختار، باب الإمامة:۲/۳۰۹-۳۱٤)

(۲) وكان عبدالله بن مسعود رضى الله عنه يقيم أحدهما عن يمينه والآخر عن يساره حتى يكونوا ثلاثة سوى الإمام فيقومون خلفة ويروى ذلك عن النبى صلى الله عليه وسلم.(شرح مختصر الطحاوى للجصاص، باب الإمامة:۲/۷٥،دارالبشائر الإسلامية،انيس)

(۳) فلو شرعوا و فى الصف الأول فرجة خرق الصفوف.(ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۳۲،ظفير)(مطلب:فى كراهة قيام الإمام فى غير المحراب،انيس)

بچوں کی صف سے ہوکر آگے جا سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: مقدم صف میں ۵/ یا ٦/ رجال ہیں اور دویم صف صبیان کی ہے، جس میں پندرہ یا سولہ لڑکے ہیں؛ یعنی لڑکوں کی صف نے رجال کی صف کو یمین و یسار سے گھیر لیا ہے۔ اب جو مرد آوے وہ اطفال کے آگے سے مرور کرنے کے سوا اگلی صف میں شامل نہیں ہوسکتا، تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

مرد آنے والا اس صورت میں اطفال کے آگے کو مرور کر کے شامل صف رجال ہو جاوے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۳۵۴)

نابالغ بچوں کا مردوں کی صف میں کھڑا ہونا:

سوال: نابالغ لڑکے جماعت میں شریک ہو جاتے ہیں تو اور مقتدیوں کی نماز صحیح ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

أخرج ابن أبی شیبة عن أبی مالک الأشعری أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أقام الرجال یلونه وأقام الصبیان خلف ذلک، من شرح الهدایة للعینی. (۱)

وفی البحر الرائق: الصبی الواحد لا یکون منفرداً عن صف الرجال بل یدخل فی صفهم وأن محل هٰذا الترتیب إنما هو عند حضور جمع من الرجال وجمع من الصبیان فحینئذٍ تؤخر الصبیان. (۲)

عبارات مذکورہ اور عام کتب فقہ کی عبارات مشہورہ سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکوں کا مردوں کی صف میں کھڑا ہونا خلاف سنت ہے، خواہ نماز جمعہ ہو، یا دوسری نمازیں، نماز جمعہ میں جس شخص کے پاس لڑکے کھڑے ہوں، اس کو چاہیے کہ انہیں پیچھے ہٹائے، یا صف سے علاحدہ کسی جگہ کھڑا کر دے، ورنہ نماز مکروہ ہوگی۔ (امداد المفتین: ۲/۲۹۳)

بالغ کے ساتھ نابالغ اگر صف میں آملے تو کوئی حرج تو نہیں ہے:

سوال: ایک لڑکا نابالغ اگر جماعت کی داہنی طرف، یا بائیں طرف آکر نماز میں شریک ہوا، یا درمیان صف میں بالغین کے ساتھ آکر کھڑا ہو گیا تو نماز میں کچھ نقصان آئے گا، یا نہیں؟

الجواب

اگر ایک نابالغ ہے تو صف میں کھڑا ہو۔

---

(۱) البنایة شرح الهدایة، کیفیة ترتیب الصفوف فی الصلاة: ۲/۳٤٦، انیس

(۲) البحر الرائق: ۱/۳۷۵، کتاب الصلاة، باب الإمامة

ثم الصبيان ظاهره تعددهم فلو واحدًا دخل الصف. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۳۶/۳)

نابالغ تنہا کہاں کھڑا ہو:

سوال: نابالغ لڑکا اگر تنہا ہو تو اکیلا مردوں کی صف کے پیچھے کھڑا ہو، یا مردوں کی صف میں شریک ہو جائے؟

الجواب

اکیلا لڑکا مردوں کی صف میں شریک ہو جائے۔ (كذا في الشامي) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۳۸/۳)

نابالغ جب تنہا ہو، بالغوں کی صف میں کھڑا ہوگا:

سوال: اگر زید کی عمر تیرہ سال کی ہو چکی ہے تو اس کو جماعت اول میں کھڑا کرنے سے جب کہ جماعت ثانی میں کوئی شخص موجود نہ ہو، کسی کی نماز میں کچھ نقصان تو نہیں آئے گا؟

الجواب

اس صورت میں جب کہ وہ لڑکا اکیلا ہے اس کو جماعت اولیٰ میں شامل کرنا چاہیے، اس سے کسی کی نماز میں کچھ نقص نہ آوے گا۔ (كذا في الشامي) (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۴۹/۳)

لڑکے جب ایک سے زیادہ ہوں تو پیچھے کھڑے ہوں:

سوال: دو شخص جوان ہیں اور چار پانچ لڑکے ہیں جماعت میں لڑکے برابر کھڑے ہوں، یا پیچھے؟

الجواب

اس صورت میں لڑکے پیچھے کھڑے ہوں۔ (۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۴۰/۳)

نابالغ کی صف کہاں ہو:

سوال: اگر دو تین بالغ ہوں اور تین چار نابالغ بچے ہوں، تو ایک ہی صف میں علی الترتیب کھڑے ہوں، یا بالغین ایک صف میں اور بچے دوسری صف میں پیچھے کھڑے ہوں؟

(۱) الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۳٤/۱، ظفير

(۲-۳) ثم الصبيان ظاهره تعددهم فلو واحدًا دخل الصف. (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۳٤/۱، ظفير الدين غفرله)

(۴) يصف، إلخ، الرجال، إلخ، ثم الصبيان ظاهره تعددهم. (الدر المختار)

وكذا لو كان المقتدى رجلاً وصبياً يصفهما خلفه. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۳٤/۱، ظفير) (مطلب الكلام على الصف الأول، انيس)

الجواب

نابالغ لڑکے جب کئی ہوں تو بالغین سے پیچھے کھڑے ہوں، ایک صف میں نہ کھڑے ہوں۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۴۷۔۳۴۸)

نابالغ لڑکے صف میں کہاں کھڑے ہوں:

سوال: نابالغوں کو صف اول میں کھڑا ہونا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

نابالغ اگر ایک ہوتو اس کو صف کے ایک طرف کھڑا ہونا چاہیے، زیادہ ہوتو پیچھے کھڑے ہوں، صف کے بیچ کھڑے ہونے کا حکم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ: ۳۰۱)

نابالغ کا پہلی صف میں ہونا اور بالغ کا پیچھے، یہ درست ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص اپنے ساتھ نابالغ لڑکے کو صف اول میں کھڑا کرتا ہے اور دوسرے بالغ آدمی اس لڑکے کے پیچھے صف ثانی میں کھڑے ہوتے ہیں تو ان لوگوں کی نماز میں کراہت ہوگی، یا نہیں؟ اور تحریمی ہوگی، یا تنزیہی اور تمام صف کی نماز مکروہ ہوگی، یا کسی خاص کی؟

الجواب

طریق سنت یہ ہے کہ لڑکوں کی صف بالغین کے پیچھے ہو؛ لیکن درمختار میں ہے کہ اگر ابتدا جماعت میں ایک ہی لڑکا نابالغ ہوتو اس کو مردوں کی صف میں داخل کردیا جائے۔

عبارت درمختار کی یہ ہے:

(ثم الصبیان) ظاهره تعددهم فلو واحداً دخل الصف. (۲)

اور شامی میں کہا کہ صاحب بحر نے اس بارے میں حدیث انس رضی اللہ عنہ **"فصففت أنا و الیتیم ورائه"** (۳) سے استدلال کیا ہے۔ پس اس حدیث اور روایت درمختار سے معلوم ہوا کہ اگر ایک نابالغ لڑکا جماعت میں ہوتو اس کو

---

(۱) ولو اجتمع الرجال و الصبیان إلخ یقوم الرجال أقصٰی مایلی الإمام ثم الصبیان. (الفتاویٰ الهندیة، مصری، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الخامس فی بیان مقام الإمام و المأموم: ۱/ ۸۳، انیس)

(۲) الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۳٤، ظفیر

(۳) رد المحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۳٤، ظفیر (مطلب الکلام علی الصف الأول/ موطأ الإمام مالک بروایة محمد بن حسن الشیبانی، باب الرجلان یصلیان جماعة: ۷۳ (ح: ۱۷۸) قاهره، انیس)

بالغ کی صف میں شامل کرلیا جاوے اور اگر نابالغین متعدد ہوں تو ان کو بالغین کی صف سے پیچھے کھڑا کیا جاوے۔

بہرحال یہ معلوم ہوگیا کہ نابالغ لڑکا اگر مردوں کی صف میں کھڑا ہوگیا اور دونوں طرف اس کے بالغین کھڑے ہوگئے تو ان بالغین کی نماز میں کچھ فساد اور کراہت نہیں آئی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۳۴۱-۳۴۲)

امرد کو صف میں کھڑا کرنا کیسا ہے:

سوال: زید کو ایک لڑکے نابالغ امرد سے محبت ہے اور وہ اس کو باوجود اور نابالغ لڑکوں کے جماعت میں بالغین کی اپنے پاس کھڑا کرتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

امرد لڑکے صبیح الوجیہ کو جماعت میں برابر کھڑا کرنے سے بعض فقہا نے فسادِ صلوٰۃ کا حکم فرمایا ہے، اگرچہ اصح عدمِ فسادِ صلوٰۃ ہے اور نظر بالشہوۃ کو اس کی طرف حرام لکھا ہے، پس نماز میں ایسے لڑکے کو برابر کھڑا کرنا نہیں چاہیے۔ (۱)

اور اصل مسئلہ یہ ہے کہ لڑکے اگر متعدد ہوں تو ان کی صف مردوں کے پیچھے ہونی چاہیے اور اگر ایک ہی لڑکا جماعت میں ہو تو اس کو مردوں کی جماعت میں کھڑا ہونا درست ہے۔ (۲)

لیکن جو صورت سوال میں درج ہے، اس صورت میں کسی طرح اور کسی حالت میں اس لڑکے کو برابر کھڑا کرنا درست نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۳۴۱)

بے ریش لڑکوں کی شرکت پہلی صف میں:

سوال: بے ریش لڑکوں کا پہلی صف میں کھڑا ہونا کیسا ہے؟

الجواب

نابالغ لڑکوں کو مردوں سے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے؛ لیکن اگر ایک لڑکا ہو تو اس کو مردوں کی برابر صف میں کھڑا ہونا درست ہے۔

---

(۱) (ومحاذاة الأمرد الصبيح) المشتهي (لايفسدها على المذهب) تضعيف لما في جامع المحبوبي ودرر البحار من الفساد لأنه في المرأة غير معلول بالشهوة بل بترك فرض المقام. (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۳۹)

(ولايجوز النظر إليه بشهوة كوجه أمرد) فإنه يحرم النظر إلٰى وجهها و وجه الأمرد إذا شک في الشهوة. (الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار، باب شروط الصلاة، مطلب في النظر إلٰى وجه الأمرد: ۱/ ۳۷۷، ظفير صديقي)

(۲) يصف، إلخ، الرجال، إلخ، ثم الصبيان ظاهره تعددهم فلو واحدًا دخل الصف. (الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۳۴، ظفير)

درمختار میں ہے:

ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحداً دخل الصف،وهٰکذا فی الشامی. (۱)فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۶۲/۳)

کیا اکیلا نابالغ بالغ کی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب بالغین کی صف میں جگہ موجود ہوتو کیا نابالغ جب اکیلا ہو، بالغین کی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: کرک استاذ بھرت بنو۔۔۔۲۰/۱۱/۱۹۷۵ء)

الجواب

یہ نابالغ بالغ کی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے۔ (کمافی الدرالمختار)(۲) وہوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۹۴/۲)

عیدین اور تراویح میں بالغ اور بچوں کی کثرت کی صورت میں صف کی درستگی کی ترتیب:

سوال (۱) جامع مسجد میں عیدین کی نماز پر اور رمضان المبارک کے بکثرت نمازی ہونے پر جماعت کی صفیں دس بارہ اور بیس پچیس ہوجاتی ہیں، حکم ہے کہ اول صف مردوں کی ان کے پیچھے لڑکوں کی ان کے پیچھے خنثیٰ، پھر عورتیں، پھر لڑکیاں، یہ تو جب ہوسکتا ہے کہ شروع میں قسم وار افراد موجود ہوں اور ہر قسم اپنی صف میں ختم ہوجائیں اور مرد ایک صف سے زیادہ نہ ہوں، بچے وغیرہ تو زیادہ ہوتے ہی ہیں، اگر مرد بہت زیادہ ہوں، کچھ شروع میں آئے ہوئے نہ ہوں اور اخیر تک آتے رہیں تو کیا لڑکوں کی صف نمبر دو سے ہٹا ہٹا کر پیچھے کرتے چلے جائیں گے، یہاں تک کہ مسجد سے برآمدے میں پہنچادیں اور برآمدے سے صحن میں اور صحن سے اور بھی باہر، یا ایسے موقع پر ترتیب اور کوئی ہے؟

مسجد میں بچوں کونماز کے لیے بھیجنا، جب کہ بچے بڑوں کی نماز خراب کردیتے ہوں:

(۲) میں بچوں لڑکوں کو مسجد میں نماز کی عادت پڑنے کے لیے بھیجتا ہوں، جب چند لڑکے جمع ہوجاتے ہیں تو جماعت میں گاہے ہنس بھی پڑتے ہیں، ان پر بعد نماز آنکھیں بھی دکھائی جاتی ہیں، کوئی جوشیلا تھپڑ بھی ماردیتا ہے، بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ مسجد میں نہ آیا کرو، تم ہماری نمازیں خراب کرتے ہو، کیا کیا جاوے؟

(المستفتی: ۷۴۶، نور محمد صاحب ہیڈ ماسٹر، جونڈلہ ضلع کرنال، ۱۷/ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ ۱۱/فروری ۱۹۳۶ء)

---

(۱) الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة:۵۳٤/۱،ظفیر

(۲) قال الحصکفی:ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحداً دخل الصف.(الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار:۴۲۲/۱،مطلب فی الکلام علی الصف الأول)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) یہ حکم ابتدائے نماز کا ہے، مگر عورتیں بہر حال مردوں کے پیچھے رہیں، اگر درمیان نماز میں عورتیں کسی مرد سے آگے ہو جائیں تو ان مردوں کی نماز نہ ہوگی جو عورتوں سے پیچھے ہوں گے، لڑکے درمیان میں آجائیں تو نماز فاسد نہ ہوگی، ایک لڑکا ہو تو مردوں کی صف کے بائیں طرف کھڑا ہو سکتا ہے، دو یا زیادہ ہوں تو ان کی صف علاحدہ پیچھے کردی جائے۔(۱)

(۲) بچوں کو نماز کے لئے مسجد میں لانا چاہئے، ان کی کسی شرارت اور ہنسی پر انہیں تنبیہ بھی کرنی چاہیے؛ مگر سختی سے مارنا، یا مسجد میں آنے سے روک دینا درست نہیں۔(۲) (کفایت المفتی: ۱۳۵/۳-۱۳۶)

دو نمازیوں کے بیچ میں ایک نابالغ ہے، وہ کہاں کھڑا ہو:

سوال: اگر جماعت میں صرف دو شخص ہوں، ایک بالغ اور ایک نابالغ تو ان دونوں کو امام کے پیچھے کس طرح کھڑے ہونا چاہیے۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر ایک امام کی اقتدا ایک بالغ مرد اور ایک نابالغ لڑکا کرنا چاہے تو دونوں کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے، ان دونوں کے پیچھے کھڑے ہونے کی کیا ترتیب ہونا چاہیے، اس کی صراحت میری نظر میں نہیں گزری، عباراتِ فقہا دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بالغ کو امام کے محاذ میں کھڑا ہونا چاہیے، جیسا کہ بحر میں ہے: ''**وینبغی أن یکون بحذاء الإمام من هو أفضل**''. (۳) اور نابالغ لڑکے کو مقتدی کے داہنے ہاتھ پر کھڑا ہونا چاہیے، بشرطیکہ کسی تیسرے نابالغ کے جماعت میں شرکت کا ظن نہ ہو اور اگر کسی بالغ کے شریک جماعت ہونے کا ظن ہو تو لڑکے کو بائیں طرف کھڑا

---

(۱) **قال فی التنویر وشرحه: ''ویصف الرجال، ثم الصبیان، ظاهره تعددهم فلو واحدا دخل الصف، ثم الخناثٰی، ثم النساء. (باب الإمامة: ۵۷۱/۱)**

وفی الشامی: إن المرأة تفسد صلٰوة رجلین من جانبها: واحد عن یمینها وواحد عن یسارها. وکذا تفسد صلاة من خلفها إلخ. (باب الإمامة، فی الکلام علی الصف الأول: ۵۷۳/۱)

(۲) **وفی حظر الاختیار: أنه یؤمر بالصوم والصلاة وینهی عن شرب الخمر لیألف الخیر ویترک الشر. (الدر المختار)**

قال الشامی قوله قلت: ... أن الصبی ینبغی أن یؤمره بجمیع المأمورات، وینهی عن جمیع المنهیات ،اهـ. (الدرالمختار مع الرد، کتاب الصلاة: ۳۵۲/۱) (انیس)

(۳) ترجمہ: امام کے محاذ میں اس شخص کو کھڑا ہونا چاہئے، جو مقتدیوں میں افضل ہو۔ **(البحر الرائق، کتاب الصلاة، وقوف المأمومین فی الصلاة خلف الإمام: ۳۷۴/۱، دارالکتاب الإسلامی بیروت، انیس)**

ہونا چاہیے، جوثواب کے لحاظ سے کمتر جگہ ہے اور اگر دونوں امام کے محاذی ہوں، اس طور سے کہ نصف حصہ امام کی پشت کا بالغ کے حصہ جسم کے محاذی ہو اور نصف حصہ نابالغ کے حصۂ جسم کے محاذی ہو اور بالغ کے محاذات امام کے داہنے ہاتھ کی طرف سے ہو اور نابالغ کے بائیں ہاتھ کی طرف سے ہو تو بھی جائز ہے اور اسی طریقہ پر میں نے اکابر علمائے فرنگی محل کا عمل دیکھا ہے۔ (فتاویٰ فرنگی محل موسوم بہ فتاویٰ قادریہ، ص:۱۵۶-۱۵۷)

مخنث مردوں کی صف میں کھڑا ہونا:

سوال: خنثیٰ مردوں کے درمیان نماز میں کھڑا ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

نماز درست ہوجائے گی، اسد نہ ہوگی۔

"ومحاذاة الخنثىٰ المشكل لا تفسد صلاته" إلخ. (۱) **والله أعلم وعمله أتم**

مفتی محمد شاکرخان قاسمی پونہ۔ (فتاویٰ شاکرخان: ۱/۱۲۱-۱۲۲)

خنثیٰ کا مقام بچوں کی صف کے پیچھے ہے:

سوال: ہجڑے کی امامت جائز نہیں تو اس کا صف اول میں کھڑا ہونا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجوب ـــــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر خنثیٰ میں مردانہ علامت زیادہ ہوں تو صف اول میں کھڑا ہوسکتا ہے اور اگر زنانہ علامات زیادہ ہوں تو عورتوں کی صف میں کھڑا ہوگا، اگر دونوں علامات برابر ہوں تو اس کا مقام بچوں اور عورتوں کی صف کے درمیان ہے؛ یعنی بچوں کے پیچھے اور عورتوں سے آگے۔

قال في التنوير: (فيقف بين صف الرجال والنساء).

وفي ردالمحتار: إذ لو وقف مع الرجال احتمل أنه أنثىٰ أو مع النساء احتمل أنه رجل. (۲)

وفي التنوير، ويصف الرجال ثم الصبيان ثم الخناثىٰ ثم النساء. (۳) **فقط والله أعلم**

۹؍ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۲۷۶)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية: ۱/۹۰ (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الخامس في بيان مقام الإمام والمأموم، انيس)

(۲) ردالمحتار، كتاب الخنثىٰ: ۵/۵۱۴، انيس

(۳) الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب الكلام على الصف الأول: ۱/۵۳۴، انيس

مجبوری میں عورتوں کا مردوں سے پیچھے کے بجائے نچلی منزل میں کھڑی ہونا:

سوال: رمضان میں پنج وقتہ نماز کے ساتھ تراویح کی نماز بھی با جماعت ہوتی ہے (علما ومفتیان کرام نے بعض اعذار کی وجہ سے اجازت دے رکھی ہے) گھر کی مستورات بھی پردہ کے اہتمام کے ساتھ مردوں کے پیچھے کھڑی ہوکر نماز پڑھتی ہیں، فی الحال اس جگہ کی مرمت جاری ہے اور مرد حضرات بنگلہ کے ٹیرس پر نماز با جماعت پڑھ رہے ہیں، دوسرے مالہ پر آفسیں ہیں، جورات کو بند ہو جاتی ہیں، کیا عورتیں نیچے پہلے مالہ پر اسی امام کی اقتدا میں عشا اور تراویح پڑھ سکتی ہیں؟

منشاء سوال یہ ہے کہ عورتیں جماعت میں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوں، یہ حکم ہے، یہاں پیچھے کے بجائے نیچے کھڑی ہورہی ہیں تو کیا یہ مجبوری میں جائز ہے؟

(مستفتی: عبدالرزاق رامپوری، پونہ، ۲/رمضان ۱۴۲۵ھ)

الجواب

عورتوں کا مردوں کے پیچھے کھڑی ہونے کا حکم، اس صورت میں ہے، جب کہ سطح زمین پر مردوں کے ساتھ با جماعت نماز پڑھ رہی ہوں، البتہ مذکورہ صورت میں جب کہ وہ نیچے کے مالہ پر کھڑی ہوکر مرد کی اقتدا کررہی ہیں تو یہ جائز ہے اور ان کی نماز تراویح صحیح ہوگی، بشرطیکہ امام کے انتقالات کا انہیں علم ہو اور وہ امام سے پیچھے رہیں، غفلت میں کہیں آگے نہ بڑھ جائیں۔

”وإن كان الذين فوق الظلة بحذائهم من تحتهم نساء جازت صلاة من كان على الظلة، كذا في فتاوىٰ قاضي خان“. (۱)

”ولو قام علىٰ سطح المسجد واقتداء بإمام في المسجد إن كان للسطح باب في المسجد ولا يشتبه عليه حال الإمام يصح الاقتداء، وإن اشتبه عليه حال الإمام لا يصح“إلخ. (۲) **والله أعلم وعمله أتم**

مفتی محمد شاکر خان قاسمی پونہ (فتاویٰ شاکر خان: ۱/۱۲۲-۱۲۳)

☆ ☆ ☆

(۱) الفتاویٰ الهندية، الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحته الاقتداء ومالايمنع: ۱/۸۷، انيس

(۲) الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس في الإمامة: ۱/۸۸

سترہ کے احکام ومسائل

مرور بین الصفین:

سوال: ایک عالم شخص مرور بین الصفین کے جواز کے استدلال میں حدیث شریف حضرت عبداللہ بن عباسؓ پیش کرتے ہیں، کیا یہ استدلال صحیح ہے؟ اور امام صاحبؒ کے نزدیک مسئلہ کس طرح ہے؟

الجواب

یہ حنفیہ کا بھی مذہب ہے کہ امام کا سُترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے۔

درمختار میں ہے:

(وكفت سترة الإمام) للكل. (۱)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرور بین یدی المصلی قاطع صلوٰۃ نہیں ہے اور یہی مذہب حنفیہ کا ہے۔ (۲)

---

(۱) الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب ما يفسد الصلٰوة وما يكره فيها: ۵۹۷/۱، ظفير (مطلب مكروهات الصلاة، انيس)

(۲) ولا يفسدها، إلخ، مروره (بين يديه) إلٰى حائط القبلة (فى) بيت و(مسجد) صغير فإنه كبقعة واحدة (مطلقاً) ولو امرأة أو كلباً. (الدر المختار)

بيان للإطلاق وأشار به إلٰى الرد على الظاهرية بقولهم: يقطع الصلاة مرور المرأة والكلب والحمار وعلٰى أحمد: فى الكلب الأسود، وإلٰى أن ماروى فى ذلك منسوخ، كما حققه فى الحلية. (ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۵۹۳/۱، ظفير) (مطلب: إذا قرأ قوله تعالٰى جدك بدون ألف لا تفسد، انيس)

عن عبد اللّٰه بن عباس رضى اللّٰه تعالٰى عنهما قال: أقبلت راكباً علىٰ حمار أتان وأنا يومئذٍ قد ناهزت الاحتلام. (صحيح البخارى، كتاب العلم، باب متٰى يصح سماع الصغير: ۴۰/۱ (ح: ۷۶) بيت الأفكار/الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب سترة المصلى: ۲۰۶/۱ (ح: ۵۰۴) بيت الأفكار/سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب من قال الحمار لايقطع الصلاة: ۹۸/۱ (ح: ۱۷۵) بيت الأفكار/مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عباس رضى الله عنهما: ۲۰۷/۴ (ح: ۲۳۷۶) مؤسسة الرسالة، انيس)

اورعلاوہ بریں وہ اس وقت تک بالغ نہ تھے، وہ خودفرماتے ہیں کہ ’’ناهزت البلوغ‘‘ ؛یعنی میں اس وقت قریب البلوغ تھا، پس اس سے حجت جواز مرور کی نہیں ہوسکتی۔(۱)

دوسری حدیث میں صراحت ہے:

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:’’لویعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیه لکان أن یقف أربعین خیرًا له من أن یمر بین یدیه‘‘. {متفق علیه}(۲)

ایک روایت میں ہے:

’’فلیقاتله فإنما هو شیطان‘‘. (رواه البخاری)(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۱۲-۱۱۳)

نمازی کے آگے سے گذرنے کی حد:

سوال: حدیث شریف میں مذکور ہے کہ اگرلوگوں کونمازی کے آگے سے گذرنے کا گناہ معلوم ہوجائے تو چالیس سال تک بیٹھے رہنےکوترجیح دیں گے۔(بخاری ومسلم)

قصداًنمازی کےآگے سے گذرنے والا شیطان ہے،اس کوزبردستی روکو۔(بخاری ومسلم)

نمازی کےآگے سےقصداً گذرنازمین میں دھنس جانے سے زیادہ بُرا ہے۔(موطأ امام مالک)

اگرتم کونمازی کےآگے سے گذرنے کا گناہ معلوم ہوجائے تو سوسال تک کھڑے رہو۔

---

(۱) وعن ابن عباس رضی اللّٰه عنه قال:أقبلت راکباً علی أتانٍ و أنا یومئذٍ قد ناهزت الاحتلام،إلخ.(مشکوة المصابیح، باب السترة،ص:۷٤)(الفصل الأول،رقم الحدیث:۷۸۰/صحیح لمسلم،رقم الحدیث:٥٠٤انیس)

(۲) مشکوة المصابیح،باب السترہ،الفصل الأول،ص:۲٤۲ (ح:۷۷٦)المکتب الإسلامی،انیس

فقال أبو جهیم:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لویعلم المار بین یدی المصلی ما ذا علیه،لکان أن یقف أربعین خیراً له من یمربین بین یدیه.(صحیح البخاری،کتاب الصلاة،باب إثم المار بین یدی المصلی:۱/۱۱۷ (ح:٥١٠)بیت الأفکار/الصحیح لمسلم،کتاب الصلاة،باب:منع المار بین یدی المصلی:۱/۲۰۷ (ح:٥٠٧)بیت الأفکار/سنن أبی داؤد،کتاب الصلاة،باب ما ینهٰی من المروربین یدی المصلی:۱/۹۸(ح:۷۰۱)بیت الأفکار/سنن الترمذی،کتاب الصلاة،باب ماجاء فی کراهیة المرور بین یدی المصلی:۱/۷٦(ح:۳۳٦)بیت الأفکار/مسند الإمام أحمد بن حنبل،حدیث أبی جهیم بن الحارث بن الصمة:۲۹/۸۳ (ح:۱۷٥٤٠)مؤسسة الرسالة،انیس)

(۳) دیکھئے: مشکوة،باب السترة،ص:۷٤،ظفیر (الفصل الأول،رقم الحدیث:۷۷۷/مصنف ابن أبی شیبة،من کان یکره أن یمر الرجل بین یدی الرجل (ح:۲۹۱٤)/صحیح البخاری،باب یرد المصلی من مر بین یدیه (ح:٥٠۹)/صحیح لمسلم،باب منع المار بین یدی المصلی (ح:٥٠٥)/سنن أبی داؤد،باب ما یؤمر المصلی أن یدرأ عن الممر (ح:٦۹۷)/مسند أبی یعلی الموصلی،من مسند أبی سعید الخدری (ح: ۱۲٤٠)/المنتقی لابن الجارود، ماجاء فی القبلة (ح:۱٦۷)انیس)

مندرجہ بالا حدیثوں میں گذرگاہ کا فاصلہ نہیں ہے، ان چاروں حدیثوں میں سے کسی ایک سے بھی پتہ نہیں چلتا ہے کہ کتنے فاصلے سے گذرنا نمازی کے آگے سے گناہ ہے، ازراہ کرم اس کی وضاحت کرکے شکریہ کا موقع دیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نمازی کے سامنے سے کتنی دور سے گذرنا جائز ہے، اس میں علما کا اختلاف ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مسجد کبیر اور صحرا میں مقام سجدہ کے اندر سے گذرنا جائز نہیں، اس کے آگے سے گذرسکتے ہیں، گھر اور (چھوٹی) مسجد میں کہیں سے بھی جب تک حائل نہ ہو، گذرنا جائز نہیں۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کی حد ایک ذراع ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سنت طریقہ پر نماز پڑھنے والے کی نظر جہاں تک جاتی ہو، وہاں تک سے نہیں گذرا جاسکتا ہے۔

اس لیے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ مطلقاً بغیر حائل اور سترہ کے گذرا ہی نہ جائے۔ الھدایۃ، ردالمحتار، الدرالمختار، فتح القدیر میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۱۸/۲-۴۱۹)

نمازی کے آگے سے گذرنے کی حد کیا ہے:

سوال: نمازی کے آگے کو گذرنا منع ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ اگر کوئی شخص باہر فرش پر نماز پڑھ رہا ہے تو اندر مسجد کے اس کے آگے کو گذرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

اس کی وجہ یہ ہے کہ بڑی مسجد میں جہاں نمازی کی نظر پہنچے، جب کہ وہ اپنی نظر کو موضع سجود پر رکھے، وہاں تک آگے کو نہ گذرے، پس اگر کوئی شخص باہر فرش پر نماز پڑھتا ہو تو اندر کے درجہ میں آگے کو گذر سکتا ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۰/۴)

(۱-۲) ومرور مارّ فی الصحراء أو فی مسجد کبیربموضع سجوده) فی الأصح (أو) مروره (بین یدیه)إلٰی حائط القبلة (فی)بیت و(مسجد)صغیر فإنه کبقعة واحدة (مطلقًا) ولو امرأة أو کلبًا.(الدرالمختار)

قوله:فی الأصح)هوما اختیاره شمس الأئمة وقاضی خان وصاحب الهدایة واستحسنه فی المحیط وصححه الزیلعی ومقابلة ماصححه التمرتاشی وصاحب البدائع واختاره فخر الإسلام ورجحة فی النهایة والفتح أنه قد رما یقع بصره علی المارّ لوصلٰی بخشوع:أی رامیاً ببصره إلٰی موضع سجوده وأرجع فی العنایة الأول إلی الثانی بحمل موضع السجود علی القریب منه.(ردالمحتار،باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها: ۳۹۸/۲)(مطلب:إذا قرأ قوله تعالٰی جدک بدون ألف لاتفسد، انیس)

نمازیوں کے آگے سے کتنے فاصلہ سے گذرنا چاہیے:

سوال: بروز جمعہ اکثر آدمی نمازیوں کے آگے سے گذر جاتے ہیں، آیا کچھ فاصلہ بھی مقرر ہے کہ اس فاصلہ سے گذرنا جائز ہے؟

الجواب

بڑی مسجد میں اگر موضع سجود، یا موضع بصر سے آگے کو کوئی شخص گذر جائے تو درست ہے اور چھوٹی مسجد میں جو چالیس ہاتھ سے کم ہو، آگے سے گذرنا کسی جگہ بھی درست نہیں ہے۔ (کذا فی الدر المختار)(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۳۶/۴) ☆

(۱) ولا يفسدها نظره إلى مكتوب، إلخ، ومرور مار في الصحراء أو في مسجد كبير بموضع سجوده (في الأصح) (أو) مروره (بين يديه) إلى حائط القبلة (في) بيت و (مسجد) صغير، فإنه كبقعة واحدة (مطلقاً) إلخ (وإن أثم المار) لحديث البزار "لويعلم المار ماذا عليه من الوزر لوقف أربعين خريفاً". (الدر المختار)

قوله: (مسجد صغير): هو أقل من ستين ذراعاً وقيل من أربعين وهو المختار كما أشار إليه في الجواهر، قهستاني. (رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة و مايكره فيها: ۵۹۳/۱، ظفير) (مطلب إذا قرأ قوله تعالىٰ جدك، بدون ألف لاتفسد، انيس)

قال أبو جهيم: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لويعلم المار بين يدي المصلي ماذا عليه، لكان أن يقف أربعين خير اله من أن يمر بين يديه. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب يرد المصلي من مر بين يديه: ۱۱۷/۱ (ح: ۵۱۰) بيت الأفكار/الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب منع المار بين يدي المصلي: ۲۰۷/۱ (ح: ۵۰۷) بيت الأفكار/ سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب ماينهي عنه من المرور بين يدي المصلي: ۹۷/۱ (ح: ۷۰۱) بيت الأفكار/جامع الترمذي، كتاب الصلاة، باب ماجاء في كراهية المرور بين يدي المصلي: ۷۶/۱ (ح: ۳۳۶) بيت الأفكار/مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث أبي جهيم بل الحارث بن الصمة: ۸۳/۲۹ (ح: ۱۷۵۴۰) مؤسسة الرسالة، انيس)

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لويعلم المار بين يدي المصلي ماذا عليه كان لأن يقوم أربعين خريفاً خير له من أن يمر بين يديه. (مسند البزار، ماأسند زيد بن خالد الجهني عن النبي صلى الله عليه وسلم: ۲۳۹/۹، مكتبة العلوم والحكم المدينة المنورة، انيس)

☆ **نماز پڑھنے والے کے سامنے سے کس قدر فاصلے سے گزرنے کی اجازت ہے:**

سوال: نمازی کے آگے کو نماز پڑھتے ہوئے نکل جانا، کتنے فاصلہ تک جائز ہے؟

الجواب

جنگل میں سجدہ کی جگہ کو بچا کر نکلنا درست ہے اور جو مسجد چالیس ہاتھ لمبی اور چالیس ہاتھ چوڑی ہو، اس میں بھی ایسا ہی (ہے) اور اس سے کم مسجد اور گھر میں، مطلقاً آگے جانا منع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص: ۲۳) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۵۶)

==

مسجد میں نماز ادا کرنے والے کے آگے مسجد سے باہر یا اندر گزرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسجد کے اندر، یا صحن میں نماز ادا کر رہا ہے اور دوسرا شخص مسجد سے دور سامنے گزر گیا، کیا وہ گنہگار ہوگا؟ نیز مسجد اور غیر مسجد کا کوئی فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حبیب اللہ......۳۰/۳/۱۹۷۴ء)

الجواب

محقق ابن الہمام نے اس کو مختار کہا ہے کہ مسجد اور غیر مسجد میں فرق نہیں ہے؛ یعنی مسجد میں بھی کچھ دور (**أی ما لا یقع علیہ بصر المصلی الخاشع**) گزرنا جائز ہے۔ (کمافی فتح القدیر:۱/۲۸۸)(۱) وہوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۰۰)

نمازی کے آگے سے کوئی چیز اٹھانے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نمازی کے آگے سے گزر جاتا ہے، یا نمازی کے آگے جوتا، یا کپڑا پڑا ہوا ہے، دوسرا آدمی ہاتھ لمبا کر کے اٹھالیتا ہے، خود آگے نہیں جاتا، کیا یہ گنہگار ہوگا؟

الجواب

ہاتھ لمبا کرنے والے کا گناہ نہیں ہے، کسی چیز کا اٹھانا جائز ہے، صرف گزرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ، ۶/ذوالحجہ/۱۳۷۵ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود:۲/۲۵۷)

== سوال: امام محمدؒ کے قول سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سامنے نمازی کے گزرنے سے باز نہ آئے، تو اس سے لڑنا بھی نہیں چاہیے (اصل میں اسی طرح ہے، غالباً صحیح عبارت یوں ہوگی: ’’تو اس سے لڑنا نہیں چاہیے‘‘۔) اس صورت میں قتال کا مطلب کیا ہوگا؟

الجواب

امام محمدؒ نے کہیں نہیں لکھا کہ نمازی کے سامنے سے جانے سے باز نہ آوے (یہ فقرہ اسی طرح ناتمام ہے۔(نور) (کذا) معلوم نہیں تم سے کس نے کہا ہے۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد، ص:۴۰-۴۲) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۵۶)

(۱) **قال العلامة ابن الهمام: وفي النهاية: الأصح أنه إن كان بحال لو صلى صلاة الخاشعين نحو أن يكون بصره في قيامه في موضع سجوده وفي موضع قدميه في ركوعه و إلى أرنبة أنفه في سجوده وفي حجره في قعوده وإلى منكبه في سلامه لايقع بصره على المار لايكره ومختار السرخسي مافي الهداية: وما صحح في النهاية مختار فخر الإسلام ورجحه في النهاية.(فتح القدير: ۱/ ۳۵٤،باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها/ كذا في النهر الفائق شرح كنز الدقائق،باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/ ۲۷٦،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)**

نمازی کے آگے، جو نماز پڑھ رہا ہے، وہ آگے سے ہٹ سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: دو مصلی آگے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، آگے والا پہلے فارغ ہوگیا، اب وہ داہنی جانب، یا بائیں جانب سے اٹھ کر چلا جاوے، یہ جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

آگے والا فوراً دائیں بائیں کو جا سکتا ہے، یہ جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۸/۴)

عورت کے سامنے آنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

سوال: اگر نماز ادا کرتے وقت عورتیں سامنے آجاویں تو نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

عورتوں کے سامنے آنے جانے سے نماز میں کچھ خلل نہیں ہوتا اور نماز فاسد نہیں ہوئی۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۸/۴)

نمازی کے آگے سے عورت، یا کوئی جانور گذر جائے تو نماز ہوگی، یا نہیں:

سوال: نمازی کے سامنے سے اگر کتا، یا اور کوئی جانور، یا عورت گذر جائے تو اس کی نماز فاسد ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

نمازی کے سامنے سے کتا، یا کوئی جانور، یا عورت اگر نکل جاوے تو نماز اس کی فاسد نہ ہوگی۔

درمختار میں ہے:

"ولا یفسدها مرور مار، إلخ، ولو امرأة أو كلباً، إلخ".

اور شامی میں حلیہ سے منقول ہے کہ جو کچھ اس بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے، وہ منسوخ ہے، یا مؤول، کما هو منقول في الشروح والحواشي. (۲) بہر حال اعادہ اس نماز کا واجب نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۳/۴)

---

(۱) (ولا يفسدها نظره إلى مكتوب، إلخ، ومرور مار في الصحراء أو في مسجد كبير بموضع سجوده) في الأصح (أو) مروره (بين يديه، إلخ، مطلقاً) ولو امرأة أو كلباً. (الدر المختار)

وأشار به إلى الرد على الظاهرية. (ردالمحتار، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها: ۵۹۳/۱، ظفير) (مطلب: إذا قرأ قوله تعالىٰ جدك، بدون ألف لاتفسد، انيس)

(۲) قوله: (ولو امرأة أو كلباً) بيان للإطلاق، وأشار به إلى الرد على الظاهرية بقولهم: يقطع الصلوٰة مرور المرأة والكلب والحمار وعلىٰ أحمد في الكلب الأسود، وإلىٰ أن ماروى في ذلك منسوخ كما حققه في الحلية. (الدر المختار مع ردالمحتار، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها: ۵۹۳/۱، ظفير) (مطلب: إذا قرأ قوله تعالىٰ جدك، بدون ألف لاتفسد، انيس)

اگر آگے سے کتّا گذر جائے تو نماز فاسد ہوتی ہے، یا نہیں:

سوال: اگر نمازی کے آگے کو کتا نکل جاوے تو نماز فاسد ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز فاسد نہیں ہوتی، دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۴۱)

مسجد حرام میں نمازی کے سامنے سے گذرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد حرام میں نمازی کے سامنے سے گذرنا کیسا ہے؟ کیا اس کا حکم دوسری مساجد کی طرح ہے، یا کہ مختلف ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

اس مسئلہ میں مسجد حرام کی کوئی تخصیص نہیں؛ بلکہ دوسری بڑی مساجد کی طرح اس میں بھی نمازی کے مقام سے دوصفوں کی جگہ چھوڑ کر گزرنا جائز ہے، اس حد کے اندر گزرنا جائز نہیں، مگر طواف کرنے والے موضع سجود چھوڑ کر گذر سکتے ہیں۔

قال فی الشامية: تنبيه: ذكر فی حاشية المدنی: لايمنع المار داخل الكعبة وخلف المقام و حاشية المطاف، لماروى أحمد وأبوداؤد عن المطلب بن أبی وداعة (۲) أنه رأى النبی صلی الله عليه وسلم يصلی مما يلی باب بنی سهم والناس يمرون بين يديه وليس بينهما ستره، وهو محمول على الطائفين فيما يظهر، لأن الطواف صلاة، فصار كمن بين يديه وصفوف المصلين، انتهٰى ومثله فی البحرالعميق وحكاه عزالدين بن جماعة عن مشكلات الأثار للطحاوی ونقله المنلا رحمه الله فی منسكه الكبير ونقله سنان افندی أيضًا فی منسكه، آه، وسيأتی إن شاء الله تعالٰى تأييد ذلك فی باب الإحرام من كتاب الحج. (رد المحتار: ۱/۵۹۴)(۳)

وقال الرفعی رحمه اللّٰه تعالٰى: (قوله: لايمنع المار داخل الكعبة، إلخ) المرور بين يدی

(۱) (ولايفسدها، إلخ، مروره (بين يديه) إلٰى حائط القبلة (فی) بيت و (مسجد) صغير مطلقاً، إلخ، ولو امرأةً أو كلباً. (الدرالمختار علٰى هامش ردالمحتار، باب مايفسد الصلٰوة ومايكره فيها: ۱/۵۹۳، ظفير)

(۲) عن جده أنه رأى النبی صلی الله عليه وسلم يصلی مما يلی باب بنی سهم والناس يمرون بين يديه وليس بينهما سترة، قال سفيان: ليس بينه وبين الكعبة سترة. (سنن أبی داؤد، كتاب المناسک، باب فی مكة: ۱/۲۳۰ (ح: ۲۰۱۶) بيت الأفكار، انيس)

(۳) كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب: إذا قرأ قوله، تعالٰى جدک بدون ألف لاتفسد، انيس

المصلی فی موضع سجوده داخل الکعبة لاشک فی کراهته وإن ورائه أوخلف المقام أوحاشیة المطاف فلایتوهم فیه الکراهة حیث کان لا فی موضع السجود هٰذا معلوم من کلام المصنف فإن لمسجد کبیر ولاحاجة حینئذ إلٰی حمل الوارد علی الطائفین. (التحریرالمختار: ۸۳/۱)

قلت: حمل الوارد علی الطائفین محمول علٰی أن منع المرور غیرمختص بموضع السجودبل هو قدر مایقع بصره علی المارلوصلّٰی بخشوع: أی رامیًا ببصره إلٰی موضع سجوده فقط واللّٰه تعالٰی أعلم

۱۲/محرم ۱۳۹۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۴۱۱-۴۱۲)

فسادِ وضو کے عذر سے نمازیوں کے سامنے سے گذرنا:

سوال: زید اول جماعت میں شریک تھا کہ ریح خارج ہوگئی، اب زید نمازیوں کے سامنے سے نکل کر وضو کرنے جائے تو سامنے سے نکلنا جائز ہے، یا نہیں، جب کہ درمیان سے گذرنا مشکل ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

جائز ہے؛ بلکہ صف کو درمیان سے چیرنے کی بہ نسبت سامنے سے گزرنا اہون واولی ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵/رجب ۱۳۹۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۴۱۲)

ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد نمازی کے سامنے سے گذرنا جائز ہے:

سوال: زید نے نماز کا ایک طرف سلام پھیرا تھا کہ بکر آگے سے نکل گیا تو بکر گنہگار رہوگا، یا نہیں؟ ایک عالم دین کہتے ہیں کہ دونوں طرف سلام پھیرنا واجب ہے، لہٰذا بکر گنہگار رہوگا تو کیا ان کا کہنا صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اس صورت میں بکر گنہگار نہیں ہوگا؛ کیوں کہ نماز پہلے سلام سے ختم ہوجاتی ہے؛ بلکہ لفظ ''السلام'' یعنی علیکم کہنے سے بھی پہلے ہی نماز پوری ہوجاتی ہے، دونوں سلام واجب ہیں، مگر سلام ثانی خارج صلوۃ میں واجب ہے؛ اس لیے اگر کوئی پہلا السلام کہنے کے بعد اور علیکم کہنے سے قبل اقتدا کرلے تو اقتدا کرلے تو اقتدا صحیح نہیں۔

کما فی الدرالمختار: (ولفظ السلام) مرتین فالثانی واجب علی الأصح، برهان، دون علیکم وتنقضی قدوة، بالأول قبل علیکم علی المشهورعند نا وعلیه الشافعیة.

وفی الشامیة: (قوله: وتنقضی قدوة بالأول) أی بإسلام الأول، قال فی التجنیس: الإمام إذا

(۱) ومن سبقه الحدث فی الصلاة انصرف فإن کان إماما استخلف وتوضأ وبنی ... والمنفرد إن شاء أتم فی منزله وإن عاد إلی مکانه، الخ. (الهدایة، باب الحدث فی الصلاة: ۵۹/۱-۶۰، دارإحیاء التراث العربی بیروت، انیس)

فـرغ مـن صـلٰـوتـه،فـلما قال السلام جاء رجل واقتدى به قبل أن يقول عليكم لايصير داخلاً في صلٰوته؛لأن هٰذا سلام،ألاترىٰ أنه لو أراد أن يسلم علىٰ أحد في صلاته ساهيًا فقال السلام ثم علم فسكت تفسد صلاته،آه،رحمتي.(رد المحتار : ٤٣٦/١)(۱)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱محرم ۱۳۸۷ھ (احسن الفتاویٰ:۴۰۵/۳و۴۰۶)

نمازی کے سامنے گزرنے والے کو روکنا:

سوال: میں نماز پڑھ رہا تھا ایک شخص سامنے سے گزرا، دوسرے شخص نے کہا تھا کہ ہاتھ سے روک دیتے، کیا یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟

هو المصوب

مذکورہ عمل آپ صلی اللہ علیہ سلم سے ثابت ہے، ابن ماجہ کی روایت ہے۔(۲)

تحریر: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲۴۸/۲)

مصلی سامنے سے گذرنے والے کو داہنے ہاتھ سے روک سکتا:

سوال: کیا مصلی سامنے سے گذرنے والے کو داہنے ہاتھ سے روک سکتا ہے، اس سے نماز پر کوئی اثر تو نہ ہوگا؟

هو المصوب

داہنے ہاتھ سے گزرنے والے کو روک سکتا ہے۔(۳)

نوٹ: ہاتھ سے روکنے کی صورت میں عمل قلیل ہے لہٰذا نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲۴۸/۲-۲۴۹)

---

(۱) كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،واجبات الصلاة،مطلب:لاينبغي أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية،انيس

(۲) عن أم سلمة قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي في حجرة أم سلمة فمر بين يديه عبد الله أوعمر بن أبي سلمة فقال: بيده فرجع فمرت زينب بنت أم سلمة،فقال: بيده هٰكذا فمضت فلما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:هن أغلب (سنن ابن ماجة: كتاب إقامة الصلاة،رقم الحديث:٩٤٨،مسند الإمام أحمد بن حنبل:٢٩٤/٦،رقم الحديث:٢٦٥٦٦، قال شعيب الارناؤط:إسناده ضعيف لجهالة والدة محمد بن قيس)/(المعجم الكبير للطبراني،عن أم محمد بن قيس عن أم سلمة (ح:٨٥١)انيس)

(۳) ومرور مارفي الصحراء أوفي مسجد كبير بموضع سجوده) في الأصح (أو) مروره (بين يديه)إلىٰ حائط القبلة (في)بيت و(مسجد)صغير.(الدرالمختارمع ردالمحتار :٣٩٨/٢)(كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها،مطلب:إذا قرأ قوله،تعالىٰ جدك،بدون ألف لاتفسد،انيس)

نابالغ بچوں کے سامنے گذرنا:

سوال: جامع مسجد میں مردوں کی صف کے بعد بچوں کی صفیں ہوتی ہیں، جوسات سال سے لے کر۱۲/سال تک کی عمر تک ہوتے ہیں، مردوں کی صف میں کچھ جگہیں خالی رہتی ہیں، آنے والے مرد اگر مردوں کی صف میں شامل ہوتے ہیں تو بچوں کی صف سے گزرنا پڑتا ہے، آیا بچوں کی نماز نماز ہے، یانہیں، مرور جائز ہوگا؟

هو المصوب

اگر بچے نابالغ ہیں توضرورۃ ان کے سامنے سے حالت نماز میں گذر سکتے ہیں، بچوں کی نماز نماز ہے۔

تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۴۹/۲)

سترہ کی جگہ چھتری وغیرہ ہوتو کافی ہے، یانہیں:

سوال: نمازی کے آگے چادر یا چھتری سترہ کے بجائے ہو، تو کافی ہے، یانہیں؟ یا سترہ لکڑی کا ہی ہونا ضروری ہے؟ اورلکڑی کا سترہ کم ازکم انگشت موٹا ہونا ضروری ہے، یااس سے کم بھی کافی ہوسکتا ہے؟

الجواب

چادر، یا چھتری مصلی کے آگے ہوتو بجائے سترہ کے کافی ہے، لکڑی کی خصوصیت نہیں ہے اور قید غلظ اصابع کو صاحب بدائع نے قول ضعیف لکھا ہے۔

فی الشامی: لکن جعل فی البدائع بیان الغلظ قولاً ضعیفاً وأنه لا اعتبار بالعرض وظاهره أنه المذهب، بحر، إلخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲/۴-۴۳)

اگر جنگل میں نمازی سترہ نہ گاڑے تو کہاں سے گذرنا چاہیے:

سوال: اگرکوئی شخص مسجد، یاجنگل میں نماز پڑھ رہا ہےاور سترہ کھڑا نہیں کیا تو کہاں تک اس کے آگے کو چلنا نہ چاہئے؟

الجواب

جنگل میں نمازی کی نظر، جہاں تک پہنچے، اس سے آگے کو جانا درست ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۵/۴)

---

(۱) ویغرز ندباً الإمام و کذا المنفرد (فی الصحراء) ونحوها (سترة بقدر ذراع) طولاً (وغلظ أصبع) لتبدو للناظر (بقربه) دون ثلاثة أذرع (علی) حذاء (أحد حاجبیه)، إلخ. (الدر المختار)

لکن جعل فی البدائع بیان الغلظ، إلخ. (ردالمحتار، باب ما یفسد الصلوٰة ومایکره فیها، مطلب: إذا قرأ قوله تعالٰی جدک بدون ألف لا تفسد: ۵۹۵/۱، ظفیر)

(۲) (ولایفسدها نظره إلی مکتوب، إلخ، و مرور مار فی الصحراء أو فی مسجد کبیر بموضع سجوده)==

نماز پڑھنے والے کے سامنے، اگر گذرنے والا سترہ رکھ دے تو:

سوال: زید نماز پڑھتا ہے اور بکر اس کے آگے کو جانا چاہتا ہے تو اگر بکر خود ایک لکڑی مقدار سترہ سامنے کھڑی کر کے، نمازی کے روبرو سے گزر جاوے تو جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ کرنا جائز ہے اور سترہ اس سے ہو جاتا ہے۔ (۲)

(بدست خاص، ص:۵۱) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۵۵)

بوقت ضرورت سترہ کی مختلف صورتیں:

سوال: اگر نمازی اپنے سامنے دستی بیگ، یا کوئی کپڑا وغیرہ رکھ لے تو اس کے سامنے سے گزرنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

سترہ کم از کم ایک ہاتھ اونچا ہونا چاہیے، اس سے کم اونچائی کے اکتفا میں اختلاف ہے، راجح قول یہ ہے کہ بقدر ذراع سترہ میسر نہ ہو تو اس سے کم بھی کافی ہے، بوقت ضرورت سترہ کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً:

(۱) کوئی ایسی چیز جو ایک ذراع سے کم بلند ہو۔

(۲) چھڑی وغیرہ لٹا لینا، اگر کھڑی نہ ہو سکے۔

(۳) سامنے خط کھینچ لینا، چھڑی اور خط طولاً یعنی قبلہ رخ ہونا زیادہ بہتر ہے، اگرچہ عرضاً بھی جائز ہے۔

(۴) جانماز یا کپڑا بچھا کر اس پر نماز پڑھنا۔

(۵) اگر دو آدمی گزرنا چاہیں تو ایک نمازی کے سامنے اس کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو جائے، دوسرا گزر جائے، پھر وہ اسی طرح نمازی کے سامنے ہو جائے اور پہلا گزر جائے۔

== فی الأصح (أو) مروره (بین یدیه،إلخ)فی بیت و(مسجد) صغیر،إلخ،وإن أثم المارفی ذلک المرورلو بلاحائل، إلخ. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار،باب ما یفسد الصلوٰة ومایکره فیها: ۵۹۳/۱،ظفیر)/(وکذا فی النهر الفائق،باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها: ۲۷۵/۱ـ۲۷۷،دارالکتب العلمیة بیروت،انیس)

(۲) اس فتویٰ کا مصداق یہ صورت ہے کہ نمازی کے سامنے پہلے کوئی سترہ قائم کر دیا جائے، پھر گذرنے والا گذر جائے اور سترہ وہیں قائم رہے، جیسے پلیٹ فارم پر کوئی نماز پڑھ رہا ہے، اس کے سامنے اٹیچی رکھی، پھر آگے سے گذر گیا اور اٹیچی وہیں رکھی رہی، یا کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے سامنے کوئی تختہ رکھ کر سترہ بنا دیا؛ لیکن اگر نمازی کے سامنے اپنا ہاتھ لمبا کر کے، رومال یا کوئی کپڑا لٹکا دیا اور اس سترے کے ورے سے گزر کر، رومال لے کر چلا گیا تو یہ صورت اس جواب کا مصداق نہیں، یہ رومال لٹکانا سترہ شمار نہ ہوگا؛ کیونکہ اس سے نمازی کی نماز میں جو خلل پڑنا تھا پڑ گیا اور مستقل سترہ بنانے میں نمازی کی توجہ مقصور ہو جائے گی۔ واللہ اعلم (پالن پوری)

(۲)　ایک قول مصحح یہ بھی ہے کہ ۳۶۰۰ مربع فٹ = ۳۳۴ء۴۵۱ مربع میٹر، یا اس سے بڑی مسجد اور صحرا میں موضع سجود سے ہٹ کر گذرنا بدون سترہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ / رمضان ۱۳۹۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۱۰-۴۱۱)

رومال یا چھڑی کا سترہ بنانا:

سوال: ایک شخص نمازی کے سامنے سے گزرنے کے لیے اپنا رومال لٹکا کر، یا اپنی چھڑی کھڑی کر کے اس کے پیچھے سے گذر جاتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کو اس بارے میں کوئی صریح جزئیہ نہیں ملا۔

ونصه: وإذا كان معه عصا لا تقف على الأرض بنفسها فأمسكها بيده ومر من خلفها هل يكفي ذلك؟ لم أره. (ردالمحتار: ۱/ ۵۹۵)(۱)

بظاہر اس کے جواز سے کوئی مانع نہیں، لہٰذا بوقت ضرورت اس کی گنجائش ہے، بالخصوص جبکہ عند البعض لکڑی زمین پر لٹا دینا، یا خط کھینچ دینا بھی سترہ کے لئے کافی ہے، علاوہ ازیں مسجد کبیر اور صحرا میں موضع سجود کے ساتھ کراہت مرور کی تخصیص کا قول بھی مصحح ہے، بوقت ضرورت اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ / رمضان ۱۳۹۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۱۰) ☆

---

(۱)　كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب: إذا قرأ قوله تعالىٰ جدك بدون ألف لاتفسد، انيس

☆　**نمازی کے آگے بیٹھا ہوا شخص سترہ کے قائم مقام ہے:**

مسئلہ:　اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے آگے کی صف میں بالکل اس کی سیدھ میں کوئی شخص قبلہ رخ ہو کر محض بیٹھا ہوا ہے، نماز نہیں پڑھ رہا ہے تو یہ بیٹھنے والا شخص اس نماز پڑھنے والے کے لیے سترہ ہو جائے گا اور گزرنے والوں کے لیے اس بیٹھے ہوئے شخص کے سامنے سے گزرنا جائز ہوگا۔ (ما في "الموسوعة الفقهية: ذهب جمهور الفقهاء الحنفية والمالكية والحنابلة، وهو قول عند الشافعية إلىٰ صحة الاستتار بالآدمي في الصلاة، وذلك في الجملة، لكنهم اختلفوا في التفاصيل، فقال الحنفية والمالكية: يصح أن يستتر بظهر كل رجل قائم أو قاعد، لابوجهه ولا بنائم. (۲۴/ ۱۷۹، سترة)(الاستتار بالآدمي: ۲۴/ ۱۷۹)/ وما في "البحرالرائق": وإن استتر بظهر إنسان جالس كان سترة وإن كان قائمًا اختلفوا فيه. (۲/ ۳۰، ما يفسد الصلاة و ما يكره)/ ما في "الدرالمختار مع الشاميه": واستظهره في الحلية بأن القاعد يكون سترة للمصلي بحيث لايكره المرور وراءه. (۲/ ۳۵۵، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة) (كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، كان ترك السنة أولىٰ، انيس)/ وما في "حلبي كبير" ويكره المرور بين يدى في الحلية إذا لم يكن عنده حائل نحو السترة أى العصا المركوزة أمامه الأسوانة ونحوهما من شجرة أو آدمي أو دابة أو غير ذلك. (ص: ۳۶۷، فروع الخلاصة، سهيل اكيڈمی لاهور. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/ ۱۰۴، ما يفسد الصلاة ومايكره فيها) (اہم مسائل: ۲/ ۶۶)

مدرک، لاحق اور مسبوق کے احکام ومسائل

مدرک، لاحق اور مسبوق کی تعریف:

سوال: مدرک اور مؤتم میں کیا فرق ہے اور مسبوق اور لاحق میں کیا؟

الجواب

مؤتم کا لفظ کبھی تو مطلق مقتدی کے معنی میں بولا جاتا ہے اور اس اطلاق میں یہ لفظ مدرک اور لاحق اور مسبوق سب کو شامل ہے، **کما لایخفی علیٰ من تتبع کتب الفن** اور کبھی لفظ مؤتم خاص مدرک کے معنی میں بولا جاتا ہے تو اب یہ مسبوق اور لاحق کے مقابل ہو جائے گا، اس سے معلوم ہوا ہے کہ مؤتم کوئی خاص قسم نہیں؛ بلکہ مقتدی جس کو دوسرے لفظ میں مؤتم بھی کہتے ہیں، تین قسم پر ہے، جن کی تفصیل مع تعریفات کے درج ذیل ہے۔

(۱) مدرک وہ شخص ہے، جس نے پوری نماز امام کی اقتدا میں پڑھی ہو۔

(۲) لاحق وہ شخص ہے، جو ابتداءً امام کے ساتھ شریک نماز ہوا؛ مگر بعد میں کسی عذر سے، یا بلا عذر اس کی تمام رکعتیں، یا بعض رکعتیں رہ گئیں۔

(۳) مسبوق جو ابتدا میں امام کے ساتھ شریک نماز نہ تھا، ایک، یا چند رکعتیں گذرنے کے بعد شریک ہوا۔

كما في الدرالمختار: واعلم أن المدرك من صلاها كاملة مع الإمام واللاحق من فاتته الركعات (كلها أوبعضها) ولكن(بعد اقتدائه (إلىٰ قوله) والمسبوق من سبقه الإمام بها أوببعضها. (۱)

مسبوق اور لاحق کے احکام میں اہم فرق یہ ہے کہ لاحق اپنی تمام نماز میں مقتدی کا حکم رکھتا ہے؛ اسی لیے فوت شدہ رکعات میں بھی قرأت نہ کرے گا اور مسبوق اپنی فوت شدہ رکعات میں منفرد کا حکم رکھتا ہے؛ اسی لیے ان رکعتوں میں اس کو قرأت کرنا چاہیے۔

كما في الدرالمختارفي حكم اللاحق وحكمه: أي اللاحق كمؤتم فلايأتي بقراء ته ولاسهو، إلخ، قال: وفي حكم المسبوق(هو)أي المسبوق منفردحتىٰ يثني ويتعوذ و يقرأ، إلخ. (۲)

۱۰ صفر ۱۳۵۰ھ (امداد المفتین: ۲/۲۹۵)

(۱) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲/۳۴۳_۳۴۶، انیس
(۲) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲/۳۴۵_۳۴۶، انیس

مسبوق جو اخیر رکعت میں لاحق بن گیا، نماز کیسے پوری کرے:

سوال: شخصے مسبوق، در نماز چہارگانہ، خلف امام در رکعت اخیر، لاحق شدہ، بعد از سلام امام، بچہ طور باقی نماز، خواہد ساخت؟(۱)

الجواب

مذکور مسبوق، بقیہ نماز را بعد فراغ امام، بدیں طریق ادا کند کہ در رکعت اولیٰ از سہ رکعات باقیہ فاتحہ وسورۃ بخواند، وایں رکعت را تمام کردہ قعدۂ اولیٰ بکند، بعدہ قیام کردہ، رکعت ثانیہ بفاتحہ وسورۃ تمام کردہ، رکعت اخیرہ سویمی را از قرأت سورہ خالی داشتہ صرف بفاتحہ اکتفا کردہ، آن رکعت را تمام کردہ، قعدہ بکند وسلام کند۔(۲)

قال فی الدر المختار فی حکم المسبوق: ویقضی أول صلاته فی حق قراءة وآخرها فی حق تشهد، فمدرک رکعة من غیر فجر یأتی برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بینهما وبرابعة الرباعی بفاتحة، إلخ. (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۳۹۱)

امام کے ساتھ دوسرے سجدہ میں شرکت ہو تو پہلا سجدہ کرنا چاہیے، یا نہیں:

سوال: نماز باجماعت میں کوئی شخص امام کے ساتھ دوسرے سجدے میں شریک ہوا تو پہلا سجدہ اس کو کرنا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق

جب کوئی شخص نماز باجماعت میں رکوع میں امام کے ساتھ شریک نہ ہو تو وہ رکعت اس کو سلام کے بعد پوری کرنی چاہیے، سجدہ میں شریک ہونے سے رکعت پوری نہیں ہوئی، جب امام کے ساتھ دوسرے سجدہ میں شریک ہو تو پہلا سجدہ اس کو نہیں کرنا چاہیے، جس سجدہ میں شریک ہو، اس کو پورا کرنے کے بعد اٹھ جانا چاہیے۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۹/۲/۱۳۷۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۲۳۲)

---

(۱) خلاصۂ سوال: ایک مسبوق شخص، چار رکعت والی نماز میں، امام کے پیچھے آخری رکعت میں لاحق ہو جائے تو امام کے سلام کے بعد، بقیہ نماز کیسے پوری کرے گا؟ انیس

(۲) خلاصۂ جواب: وہ مسبوق امام کے فارغ ہونے کے بعد بقیہ نماز اس طرح پوری کرے کہ باقی تین رکعات میں سے پہلی رکعت میں فاتحہ اور سورۃ پڑھے اور یہ رکعت مکمل کر کے قعدۂ اولیٰ کرے، اس کے بعد کھڑا ہو کر دوسری رکعت فاتحہ اور سورت کے ساتھ مکمل کرے اور آخری تیسری رکعت کو سورت کے بغیر صرف فاتحہ پر اکتفا کر کے اس رکعت کو مکمل کرے اور قعدہ کر کے سلام پھیرے۔ انیس

(۳) **الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۸، ظفیر**

(۴) **(ولو اقتدی بإمام راکع فوقف حتی رفع الإمام رأسه لم یدرک) المؤتم (الرکعة) ... ومتی لم یدرک الرکوع معه تجب المتابعة فی السجدتین وإن لم تحسبا له".** (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب إدراک الفریضة: ۲/۵۱۶-۵۱۷)

مسبوق سے رکعت سابقہ میں اگر کوئی فرض ترک ہو جائے تو وہ کیا کرے:

سوال: اگر مسبوق سے رکعت سابقہ میں فرض چھوٹ جائے تو تمام نماز از سرِ نو پڑھے، یا سجدہ سہو کرے؟

الجواب

اگر اس فرض کا اس نے اعادہ نہیں کیا تو نماز پھر سے پڑھے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۹۰)

امام کی نماز باطل ہونے سے مسبوق کی نماز بھی باطل ہے:

سوال: امام نے ظہر کی نماز میں قعدہ اخیرہ بالکل نہیں کیا اور بھول کر پانچویں رکعت بھی پڑھ لی، اب وہ مسبوق جس کی ایک رکعت رہی ہوئی تھی، اس نے یہ جان کر کہ میرا قعدہ اخیرہ تو امام کی پانچویں رکعت میں ہے، امام کا اقتدا توڑ دیا، امام تو چھٹی رکعت کے واسطے کھڑا ہوا اور اس نے اپنی چار رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا، اب مسبوق کہتا ہے کہ میرے چار فرض ادا ہو گئے؛ کیوں کہ میں نے قعدہ اخیرہ ترک نہیں کیا اور امام نے قعدۂ اخیرہ ترک کر دیا، اس کی نماز نفل ہو گئی، کیا عنداللہ مسبوق کے فرض اس حالت میں ادا ہو گئے، یا مثل امام کے اس کی نماز بھی نفل ہو گئی اور اقتدا توڑنے کی وجہ سے نفل صحیح ہو گئے، یا نہیں؟ ایسی حالت میں مسبوق کو اقتدا توڑنا جائز تھا، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ امام کی نماز بوجہ قعدۂ اخیرہ نہ ہونے کے، نہ ہوئی اور فرضیت اس کی باطل ہو گئی تو مسبوق کی نماز بھی باطل ہو گئی؛ یعنی فرضیت اس کی ادا نہ ہوئی، اس کو پھر نماز پڑھنی چاہیے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۸۰-۳۸۱)

مسبوق کی نماز امام کی نماز کی صحت پر موقوف ہے:

سوال: ایک شخص فجر کی نماز میں التحیات میں شامل ہوا، بعد سلام امام کے، وہ نماز پڑھ کر فارغ ہو گیا اور کسی سبب سے امام کی نماز نہیں ہوئی تو مسبوق کی نماز ہوئی، یا نہ؟

---

(۱) ومن فرائضها التی لا تصح بدونها (الدر المختار) إذ لا شیٔ من الفروض ماتصح الصلوٰة بدونه بلا عذر. (ردالمحتار، باب صفة الصلوٰة: ۴۱۱/۱، ظفیر)

(۲) من فرائضها التی لاتصح بدونها التحریمة، إلخ، ومنها القعود الأخیر. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب شروط الصلوٰة: ۴۱۷/۱)

(وإذا ظهر حدث إمامه) وكذا كل مفسد فی رأی مقتدٍ (بطلت فیلزم إعادتها) لتضمنها صلاة المؤتم صحةً وفساداً (كما یلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب) أو فاقد شرط أو ركن. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۳۵۳/۱، ظفیر)

الجواب

اس مسبوق کی بھی نماز اس صورت میں نہ ہوئی۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۹۱)

جلد بازی میں تکبیر تحریمہ کہنا:

سوال: ماقولكم رحمكم الله تعالٰى فى إن رجلاً أدرك الإمام فى الركوع فكبرورفع يديه إلٰى شحمتى أذنيه وتابعه فيه إلا أنه لم يقبض بيده اليمنٰى يده اليسرى ولم يضعهما تحت السرة ولم يأت بشئى من الثناء ولم يكبرثانيًا عند الركوع مخافة أن تفوته الركعة الأولٰى.

(۱) ورجلاً آخر راى الإمام فى الركوع فكبر ورفع يديه إلا أن قوله الله كان فى قيامه وأكبروقع فى الركوع مخافة ما ذكر. فكل واحد منهم يكون شارعًا بالصلٰوة أم لا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ ایک شخص جماعت میں شریک ہونے کے لیے آیا اور اس نے امام کو رکوع میں پایا، پس اس شخص نے تکبیر تحریمہ کہی، اپنے ہاتھ کانوں کی لوتک اٹھائے اور رکوع میں شریک ہوگیا؛ لیکن نہ تو اپنے ہاتھ ناف کے نیچے باندھے، نہ ثنا پڑھی، نہ رکوع میں جانے کے لیے دوسری تکبیر کہی؛ کیوں کہ اس کو اس پہلی رکعت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ تھا، آیا اس کی نماز صحیح ہوگئی، یا نہیں؟

(۲) ایک شخص نے امام کو رکوع میں دیکھ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہی اور چوں کہ رکعت کے فوت ہونے کا اندیشہ تھا؛ اس لیے جلدی میں یہ ہوا کہ لفظ اللہ حالت قیام میں اور لفظ اکبر حالت رکوع میں واقع ہو تو اس کی نماز صحیح ہوئی، یا نہیں؟

---

(۱) إذا ظهر حدث إمامه) وكذا كل مفسد فى رأى مقتدٍ (بطلت فيلزم إعادتها) لتضمنها صلاة المؤتم صحةً وفساداً. (الدرالمختار)

وأشار به إلٰى حديث "الإمام ضامن". إذ ليس المراد به الكفالة، بل التضمن بمعنى أن صلٰوة الإمام متضمنة لصلاة المقتدى، ولذا اشترط عدم مغايرتهما، فإذا صحت صلاة الإمام صحت صلٰوة المقتدى، إلا لمانع آخر، وإذا فسدت صلٰوته فسدت صلاة المقتدى؛ لأنه حتٰى فسد الشئ فسد ما ضمنه. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۳۵۳، ظفير) (مطلب: المواضع التى تفسد صلاة الإمام دون المؤتم، انيس)

عن أبى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن اللٰهم أرشد الأئمة واغفر للمؤمنين. (سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب مايجب على المؤذن من تعاهد الوقت: ۱/۸۰، رقم الحديث: ۵۱۷، بيت الأفكار/ سنن الترمذى، كتاب الصلاة، باب ما جاء أن الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن: ۱/۵٤، رقم الحديث: ۲۰۷، بيت الأفكار/ سنن ابن ماجة، كتاب إقامة الصلاة، باب مايجب على الإمام: ۱/۱۱۳، رقم الحديث: ۹۸۱، بيت الأفكار/ مصنف عبد الرزاق، باب المؤذن أمين والإمام ضامن: ۱/٤۷۷، رقم الحديث: ۱۸۳۸/ مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبى هريرة رضى الله عنه/: ۱۳/۲۲۲، رقم الحديث: ۷۸۱۸، مؤسسة الرسالة، انيس)

الجواب

الرجل الذی أتٰی بتکبیرة التحریمة فی حالة القیام لکنه لم یضع یدیه تحت السرة ولم یکبر ثانیاً للرکوع صحت صلاته ویکون شارعًا فی الصلاة.

وأما الذی قال اللّٰه فی القیام وأکبرفی حالة الانحناء فإن کان بحیث لاتنال یداه إلی الرکبة یصیر شارعًا فی الصلا ة وتصح صلاته وإن کان بحیث تنال یداه إلی الرکبة لم تصح صلاته ولایکون شارعًا فی الصلاة.(ومنها القیام)بحیث لومد یدیه لاینال رکبتیه...فلوکبرقائمًا فرکع و لم یقف صح.(۱) فلووجد الإمام راکعًا فکبرمنحنیا أن القیام أقرب صح ولغت فیه تکبیرة الرکوع.(۲)

قال فی الدرالمختار:أدرک الإمام راکعًا فقال:اللّٰه قائماً وأکبر راکعًا لم یصح فی الأصح،إلخ.

(قوله قائمًا):أی حقیقة وهوالانتصاب أوحکمًا وهوالانحناء القلیل بأن لاتنال یداه رکبتیه.(۳)

جس شخص نے حالت قیام میں تکبیرِ تحریمہ کہہ لی؛ لیکن ہاتھ نہیں باندھے اور دوسری تکبیر رکوع میں جاتے وقت نہیں کہی، اس کی نماز صحیح ہوجائے گی اور اس کو شارع فی الصلوٰۃ سمجھا جائے گا۔

(۲)　اور جس شخص نے تکبیر تحریمہ کے لفظ اللہ کو حالت قیام میں اور لفظ اکبر کو جھکنے کی حالت میں کہا تو اگر اس کے ہاتھ ابھی گھٹنوں تک نہیں پہنچے تھے تو اس کی نماز صحیح ہوگئی اور اس کو شارع فی الصلوٰۃ کہا جائے گا اور اگر لفظ اکبر کہتے وقت اس کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ چکے تھے تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی اور وہ شارع فی الصلوٰۃ نہ ہوگا۔

درمختار میں ہے کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے اور تکبیر تحریمہ اس طرح کہے کہ حالت قیام میں لفظ اللہ اور حالت رکوع میں لفظ اکبر کہے تو صحیح یہی ہے کہ اس کی نماز نہ ہوگی۔

اور قیام سے مراد یا تو حقیقی قیام ہے؛ یعنی بالکل سیدھا کھڑا ہونا، یا حکمی قیام؛ یعنی معمولی جھکاؤ کہ اس کے ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچیں۔(ردالمختار)(کفایت المفتی:۳/۴۳۱-۴۳۲)

جن کا امام کے پیچھے رکوع چلا جائے، ان کی یہ رکعت فوت ہوگئی:

سوال:　امام نے قرأت میں سجدہ کی سورت پڑھی اور سجدۂ تلاوت کی جگہ امام نے رکوع کردیا اور مقتدی جو امام کے قریب تھے، وہ رکوع میں چلے گئے اور جو مقتدی امام سے دور تھے، جن کو یہ معلوم تھا کہ یہاں سجدۂ تلاوت ہے، وہ لوگ سجدہ میں چلے گئے، جب امام نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا، تب ان کو پتہ چلا کہ امام رکوع میں تھا، ان میں سے کچھ لوگ

(۱)　الدرالمختار،باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۴،ط:سعید

(۲-۳)　الدرالمختار،باب صفة الصلاة: ۱/۴۸۰،ط:سعید

کھڑے ہوکر رکوع میں گئے اور پھر امام کے ساتھ سجدے میں مل گئے اور کچھ لوگ سجدے میں سے بیٹھ کر پھر امام کے ساتھ سجدہ میں چلے گئے۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ جو لوگ امام کے رکوع کرنے کے بعد رکوع کر کے امام کے ساتھ سجدہ شامل ہو گئے، ان کی نماز ہوئی، یا نہیں؟ دوسرے جو لوگ رکوع میں نہیں گئے؛ بلکہ بیٹھ کر ہی امام کے ساتھ سجدہ میں شامل ہو گئے، ان کی بھی نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

جو لوگ امام کے ساتھ رکوع میں شامل نہیں ہوئے، ان کی یہ رکعت جاتی رہی، پھر جب وہ رکوع کر کے امام کے ساتھ سجدہ میں مل گئے تو ان کی نماز صحیح ہوگئی اور جو لوگ بغیر رکوع ادا کئے ہوئے سجدہ میں ملے، ان کی ایک رکعت فوت ہوگئی، اگر وہ امام کے سلام کے بعد اپنی رکعت پوری کر لیتے تو نماز ہوجاتی ہے، جب انہوں نے سلام پھیر دیا تو نماز نہیں ہوئی۔(۱)

محمد کفایت اللہ (کفایت المفتی:۴۳۲/۳)

مسبوق کا رکعت پوری کرنے سے پہلے سلام پھیر دینا:

سوال: مسبوق اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس کی نماز ہوئی، یا نہ؟

(المستفتی:۱۰۴۱، مولوی عبدالقدوس امام مسجد (دہلی) ۱۶/ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۷/جولائی ۱۹۳۶ء)

الجواب

فوراً کھڑا ہوکر اپنی نماز پوری کرے اور اگر سلام امام کے بعد سلام پھیرا ہے تو سجدۂ سہو کرنا ہوگا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۴۳۴/۳-۴۳۵)

---

(۱) (واللاحق من فاتته) الركعات (كلها أو بعضها) لكن (بعد اقتدائه) بعذر ... بأن سبق إمامه في ركوع سجود فإنه يقضي ركعة ... يبدأ بقضاء ما فاته عكس المسبوق، ثم يتابع إمامه إن أمكنه وإدراكه وإلا تابعه، ثم ما نام فيه بلا قراءة (تنوير الأبصار و شرحه الدر المختار: ۵۹٤/۱، ط: سعيد) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

(۲) (والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقًا ثم يقضي مافاته)، إلخ. (الدر المختار)

وفي الشامية: "فإذا سلم الإمام قام إلى القضاء، فإن سلم: فإن كا عامدًا فسدت، وإلا لا ولا سجود عليه إن سلم سهوًا قبل الإمام أو معه، وإن سلم بعده لزمه لكونه منفردًا حينئذٍ، إلخ. (باب سجود السهو: ۸۲/۲، ط، سعيد)

(والمسبوق يسجد مع إمامه) تبعا له ولا يسلم (ثم يقضي) ما فاته. (مجمع الأنهر، باب سجود السهو: ۱٤۹/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت، انيس)

اگر نماز کا کسی واجب یا سنت کے ترک پر اعادہ ہو تو مسبوق کا کیا حکم ہے:

سوال: اگر نماز کا کسی واجب، یا سنت کے ترک پر اعادہ کیا جائے تو مسبوق کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ اپنی گئی ہوئی رکعت کو پورا کر کے جماعت میں ملے، یا سلام پھیر کر فوراً مل جائے؟

(المستفتی:۱۳۴۹، محمد یونس صاحب (متھرا) ۲۷/ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ ۱۰/فروری ۱۹۳۷ء)

الجواب

سنت، یا واجب کے ترک پر اعادہ کیا جائے تو مسبوق اپنی نماز پوری کرلے اور اعادہ والی نماز میں اپنی نماز پوری کر کے شریک ہو۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۴۳۵/۳)

مسبوق کا سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرنا:

سوال (۱) مسبوق سجدۂ سہو کے سلام میں اپنے امام کی متابعت کرے، یانہیں؟

(۲) اگر متابعت نہ کرنی چاہیے تھی اور پھر (الف) اگر عمداً متابعت کرے تو کیا حکم ہے؟

(ب) اگر سہواً متابعت کرے تو اس مسبوق کو اپنی نماز کے ختم پر سجدہ سہو کرنا پڑے گا، یانہیں؟

(۳) جب امام نماز کے ختم پر نماز سے فارغ ہونے کا سلام پھیرے تو مسبوق بھی امام کے ساتھ سلام پھیرے، یانہیں؟

(۴) اگر اس صورت میں مسبوق کو امام کیساتھ سلام پھیرنا نہ چاہئے تھا اور پھر اگر!

(الف) اس مسبوق نے امام کے ساتھ عمداً سلام پھیر دیا، حالاں کہ اس کو یاد تھا کہ مجھ کو ابھی اپنی باقی نماز ادا کرنی ہے تو اس مسبوق کی نماز فاسد ہوگی، یانہیں؟

(ب) اپنی باقی نماز کی دائیگی یاد نہیں تھی اور بھولے سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہوگی، یانہیں؟ اگر فاسد نہ ہوگی اور نماز صحیح رہے گی تو کیا اس مسبوق کو اپنی نماز کے ختم پر سجدہ سہو کرنا پڑے گا، یانہیں؟ اگر سجدۂ سہو کرنا پڑے گا تو کس صورت میں اور اگر سجدہ سہو نہ کرنا پڑے گا تو کس صورت میں؟

(المستفتی:۱۳۵۱، حافظ محمد عثمان صاحب سوداگر گھڑی وچشمہ چاندنی چوک دہلی ۲۷/ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ ۱۰/فروری ۱۹۳۷ء)

---

(۱) والمسبوق يقضي ما سبق به بعد فراغ الإمام. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب في أحكام المسبوق: ۵۹۶/۱، دارالفكر بيروت، انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

مسبوق سجدۂ سہو ادا کرنے میں تو امام کی متابعت کرے؛ یعنی سجدۂ سہو امام کے ساتھ ادا کرے؛ مگر سلام میں متابعت نہ کرے؛ یعنی مسبوق بغیر سلام پھیرے امام کے ساتھ سجدہ میں چلا جائے۔

ثم المسبوق إنما يتابع الإمام في السهو (أى في سجدة السهو بأن سجد هو) دون السلام بل ينتظر الإمام حتىٰ يسلم فيسجد فيتابعه في سجود السهو لا في سلامه. (۱)

(۲)　اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو!

(الف) اگر قصداً سلام پھیرا ہے تو اس کی نماز فاسد ہوگئی۔ **وإن سلم فإن كان عامدًا تفسد صلاته.** (۲)

(ب)　اور اگر سہواً سلام پھیرا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ **وإن كان ساهيا لاتفسد.** (۳) اور سجدۂ سہو بھی اپنی نماز کے آخر میں لازم نہ ہوگا۔ **ولا سهو عليه؛ لأنه مقتد، وسهو المقتدى باطل، انتهىٰ.** (۴)

(۳)　جب امام نماز ختم کرنے کا سلام پھیرے اس سلام میں بھی مسبوق امام کی متابعت نہ کرے، **ولا يسلم إذا سلم الإمام (أى للخروج عن الصلوٰة)؛ لأن هٰذا السلام للخروج عن الصلاة وقد بقى عليه أركان الصلاة.** (۵)

(۴)　اگر اس آخری سلام میں مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو:

(الف) اگر قصداً یہ بات یاد رکھتے ہوئے کہ میری نماز باقی ہے، سلام پھیرا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، **فإذا سلم مع الإمام فإن كان ذاكرًا لما عليه من القضاء فسدت صلاته؛ لأنه سلام عمد.** (۶)

(ب)　اور اگر یہ بات یاد نہ تھی اور سہواً سلام پھیر دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی، **وإن لم يكن ذاكرًا له لاتفسد؛ لأنه سلام سهو فلم يخرجه عن الصلاة.** (۷)

اور یہ سلام جو سہوا پھیرا گیا مفسد نماز تو نہیں؛ لیکن یہ سلام امام کے سلام سے کچھ پہلے، یا بالکل ساتھ ساتھ واقع ہوا، جب تو مسبوق پر اپنی نماز کے آخر میں اس کی وجہ سے بھی سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا اور اگر امام کے سلام کے بعد اس نے سلام پھیرا تھا تو اپنی نماز کے آخر میں اس پر اس سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

وهل يلزمه سجود السهو لأجل سلامه، ينظر إن سلم قبل تسليم الإمام أو سلما معاً لايلزمه؛ لأن سهوه سهو المقتدى وسهو المقتدى متعطل وإن سلم بعد تسليم الإمام لزمه؛ لأن سهوه سهو المنفرد فيقضى مافاته ثم يسجد للسهو في آخر صلاته، انتهىٰ. (هٰذا كله في البدائع: ۱/۱۷۶) (۸)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۴۳۵-۴۳۷)

(۱-۸)　فصل في بيان من يجب عليه سجود السهو: ۱/۱۷۶، ط، سعيد) (بدائع الصنائع، انيس)

تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے رکوع میں جانا:

سوال: اگر کوئی امام کو رکوع میں پائے اور تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے اور تکبیر تحریمہ بحالت رکوع (نہ بحالت قیام) ختم کریں تو یہ شخص نماز میں شامل ہوگیا یا نہیں اور اس کی نماز ہوئی، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۰۳۹، ولی محمد صاحب کاٹھیاواڑ، ۱۲؍رمضان ۱۳۵۶ھ م ۱۷؍نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

اگر تکبیر تحریمہ بحالت قیام ختم نہ ہو تو اس کا نماز میں شمول صحیح نہیں ہوا۔

فلو أدرك الإمام راكعًا فكبر منحنيًا لم تصح تحريمته. (ردالمحتار)(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۴۳۷)

مسبوق کے تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد امام کا سلام پھیر دینا:

سوال: ایک مسبوق نے امام کو نماز میں ایسی حالت میں پایا کہ امام قعدۂ اخیرہ میں بیٹھا تھا، مسبوق نے اللہ اکبر تکبیر تحریمہ کہا اور امام نے سلام پھیر دیا، مسبوق قعدہ میں امام کے ساتھ بیٹھنے نہیں پایا تو مسبوق اسی تکبیر تحریمہ پر اپنی نماز پوری کرے، یا سیدھا کھڑا ہو کر پھر تکبیر تحریمہ کہے؟

(المستفتی: ۲۷۶۸، مولوی شاہ ولی خاں، ۲۳؍جمادی الثانی ۱۹۶۲ھ م ۲۷؍جون ۱۹۴۳ء)

الجواب

جب مسبوق مقتدی نے امام کے سلام سے پہلے امام کے نماز میں شریک ہونے کی نیت سے تکبیر تحریمہ ادا کرلی تو وہ امام کی نماز میں داخل ہوگیا، صحت اقتدا کے لئے تحریمہ بہ نیت اقتدا کہنا کافی ہے، اقتدا کی صحت صرف نیت اقتدا کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنے سے ہوجاتی ہے۔

نية المؤتم الاقتداء. (الدرالمختار) أى الاقتداء بالإمام، أو الاقتداء به فى صلاته أو الشروع فيها أو الدخول فيها، إلىٰ قوله: وشرط النية أن تكون مقارنة للتحريمة. (ردالمحتار)(۲)

وفى باب إدراك الفريضة: فإذا كبر قائمًا ينوى الشروع فى صلاة الإمام تنقطع الأولىٰ فى ضمن شروعه فى صلاة الإمام. (۳)

(۱) الدرالمختار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۸۰، ط،سعيد) (نقلا بالمعنىٰ) (بحث شروط التحريمة، انيس)

(۲) باب الإمامة: ۱/۵۵۰، ط: سعيد (مطلب: شروط الإمامة الكبرىٰ، انيس)

(۳) ردالمحتار: ۲/۵۲، ط: سعيد (مطلب: قطع الصلاة يكون حراماً ومباحاً ومستحباً وواجباً، انيس)

پس اگر مقتدی کے بیٹھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی اسی تحریمہ سے مسبوق کی طرح نماز ادا کرے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۴۳۸/۳)

آخری رکعت کے قعدہ میں شامل ہونے سے جماعت کا ثواب:

سوال: آخری رکعت کے قعدہ میں جماعت میں شامل ہونے سے جماعت کا ثواب ملتا ہے کہ نہیں؟
(المستفتی: مولوی محمد رفیق دہلوی)

الجواب

ہاں جماعت کا ثواب ملنے کی امید ہے۔
وكذا لو أدرك التشهد يكون مدركًا لفضيلتها علىٰ قولهم،إلخ.(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۱۳۸/۳)

جو امام کے سلام پھیرنے سے پہلے نیت باندھ چکا، وہ نماز میں شریک ہے:

مسئلہ: جو قبل سلام امام کے نیت باندھ چکا، شریک (جماعت) ہو گیا، اب اس کو قعدہ کرنا ضروری نہیں، نماز ویسے ہی تمام کرے۔
(مکتوبات بنام مولانا خلیل احمد، مکتوب نمبر:۱۸) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۶)

امام نے پہلے سلام کا صرف ''السلام'' کہا تھا کہ ایک شخص جماعت میں شریک ہو گیا:

سوال: اگر کوئی شخص جماعت میں امام کے ساتھ اس وقت شریک ہوا کہ امام نے پہلے سلام میں صرف ''السلام'' کہا تھا اور ''علیکم ورحمۃ اللہ'' نہیں کہا تھا تو اس کی اقتدا صحیح ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

وتنقضي قدوة بالأول قبل "عليكم" علىٰ المشهور عندنا وعليه الشافعية خلافاً للتكملة.(الدر المختار)
أي بالسلام الأول،قال في التنجيس: الإمام إذا فرغ من صلاته،فلما قال:''السلام''جاء رجل اقتدى به قبل أن يقول:''عليكم''لايصير داخلاً في صلاته ؛لأن هٰذا سلام.(ردالمحتار)(۲)
أي فلايصح الاقتداء به بعد ها لانقضاء حكم الصلاة.(ردالمحتار)(۳)

(۱) رد المحتار: وباب إدراك الفضيلة:۵٦/۲.(مطلب في كراهية الخروج من المسجد بعد الأذان،انيس)
(۲) كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،مطلب:لاينبغي أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية،انيس
(۳) ہمارا یعنی احناف کا مشہور قول اور شافعیہ کے نزدیک بھی پہلے سلام پر اقتدا ختم ہو جاتی ہو؛ یعنی پہلی بار السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں ''علیکم'' ==

پس صورت مسئولہ میں جب مقتدی امام کے قعدۂ اخیرہ میں اس وقت شریک ہوا تھا اور ''علیکم'' نہیں کہا تھا تو تو اس کی اقتدا درست نہیں ہوئی، اس کو علاحدہ نماز پڑھنا چاہیے؛ اس لیے کہ لفظ ''السلام'' کہنے سے امام کی نماز ختم ہوگئی اور اس کے بعد اقتدا کرنا صحیح نہیں۔ (فتاویٰ فرنگی محل موسوم بہ فتاویٰ قادریہ، ص:۱۵۷) ☆

امام کو جس حالت میں پائے، شریک ہوجائے:

سوال: زید ایسے وقت آیا کہ جماعت ظہر ہورہی تھی، زید وضو کر کے فارغ ہوا، امام سجدہ میں تھا تو کیا زید کو تکبیر تحریمہ کہہ کر سجدہ میں ہی ملنا واجب ہے، یا قیام کا انتظار کرے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

امام کے ساتھ شریک ہونا چاہئے، یہ صرف سجدہ ہی کی خصوصیت نہیں، بلکہ امام جس حالت میں بھی ہو اسی میں شامل ہوجائے، بلاوجہ تاخیر گناہ ہے۔

عن علي ومعاذ بن جبل رضی الله تعالیٰ عنهما قالا: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إذا أتیٰ أحد کم الصلاة والإمام علیٰ حال فلیصنع کما یصنع الإمام. (رواه الترمذی)(۱)

== سے جو پہلے ''السلام'' ہو تکملہ میں اس کے خلاف لکھا ہے (درمختار) تجنیس میں ہے کہ امام جب اپنی نماز سے فارغ ہو تو جب اس نے ''السلام'' کہا اور قبل اس کے کہ ''علیکم'' کہے، ایک شخص آیا اور جماعت میں شریک ہوگیا تو اسے جماعت میں شریک نہیں قرار دیا جائے گا اس لئے کہ یہ سلام ہوگیا یعنی اس کے مقتدی ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا نماز کے ختم ہونے کی وجہ سے (شامی)

☆ **امام کے ساتھ نماز میں شریک ہونے کے لئے انتظار:**

مسئلہ: بعض لوگ امام کے ساتھ نماز میں شریک ہونے کے لئے کھڑے ہو کر انتظار کرتے ہیں، جب وہ قیام میں پہنچتا ہے یا قعدہ میں بیٹھتا ہے تب تکبیر تحریمہ کہہ کر شریک ہوتے ہیں، جب کہ حکم یہ ہے کہ امام کو جس حال میں پاؤ شریک ہوجاؤ۔

(ما فی ''إعلاء السنن'': عن عبد العزیز بن رافع، عن أناس من أهل المدینة، أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: ''من وجدنی قائمًا أو راکعاً أو ساجداً فلیکن معی علی الحال التی أنا علیها''. رواه سعید بن منصور فی سننه. (۳۲۵/٤، باب إدراک الرکعة بإدراک الرکوع مع الإمام، إلخ)

ما فی ''سنن أبی داؤد'': عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: ''إذا جئتم الی الصلاة، ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شیئاً ومن أدرک الرکعه فقد أدرک الصلاة''. (ص: ۱۲۹، کتاب الصلاة، باب الرجل یدرک الإمام ساجدًا کیف یصنع)(رقم الحدیث: ۸۹۳، انیس)

ما فی ''جامع الترمذی'': عن معاذ بن جبل رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ''إذا أتیٰ أحدکم الصلاة والإمام علیٰ حال فلیصنع کما یصنع الإمام''. (۴۳۳/۱، أبواب السفر، رقم الباب: ''۴۱۳'' ما ذکر فی الرجل یدرک الإمام وهو ساجد کیف یصنع؟ رقم الحدیث: ۵۹۱)(اہم مسائل: ۶۹/۱)

(۱) ۴۳۳/۱، أبواب السفر، رقم الباب: ۴۱۳، ما ذکر فی الرجل یدرک الإمام وهو ساجد کیف یصنع؟ رقم الحدیث: ۵۹۱

وعن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا جئتم إلى الصلوٰة ونحن سجود فاسجدوا ولاتعدوه شيئا. {الحديث}(رواه أبوداود)(۱)

وفي العلائية: ولو أدركه راكعًا أوساجدًا إن أكبر رأيه أنه يدركه أتى به أي بالثناء، وفي الشامية قوله: (أو ساجدًا) أي السجدة الأولىٰ، كما في المنية وأشاربالتقليد براكعًا أوساجدًا إلىٰ أنه لو أدركه في إحدىٰ القعدتين فالأولىٰ أن لايثنى لتحصيل فضيلة زيادة المشاركة في القعودوكذا لوأدركه في المسجدة الثانية وتمامه في شرح المنية. (رد المحتار: ۱/۴۵۶)(۲)فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم

۲۶/ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ (احسن الفتاوی:۳/۲۷۵)

امام کے قرأت کرنے کی حالت میں جو مقتدی ملے، اسے ثنا، نہ پڑھنی چاہیے:

سوال: جماعت میں امام کے قرأت شروع کرنے کے بعد، اگر کوئی شریک ہوا تو اس کو ثنا پڑھنا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

اس کو ثنا نہ پڑھنی چاہیے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۳۷۹)

مسبوق ثنا کب پڑھے:

سوال: مسبوق ثنا اور تعوذ کس طرح پڑھے؟

الجواب

مسبوق کو یہ حکم ہے کہ جس وقت اپنی رکعت باقی ماندہ پڑھنے کھڑا ہو، اس وقت ثنا وتعوذ پڑھے اور جس وقت امام کے ساتھ شریک ہوا، اس وقت اگر امام جہری قرأت کرتا ہو تو نہ پڑھے اور اگر سری قرأت ہے تو اس وقت بھی پڑھے۔(۴)

(۱) عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: "إذا جئتم الىٰ الصلاة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئاً ومن أدرك الركعة فقد أدرك الصلاة". (ص: ۱۲۹، كتاب الصلاة، باب الرجل يدرك الإمام ساجدًا كيف يصنع؟)(رقم الحديث: ۸۹۳، انيس)

(۲) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في بيان المتواتر بالشاذ، انيس

(۳) وقرأ سبحانك اللّٰهم، إلخ، (إلاإذا) شرع الإمام في القراءة، سواء (كان مسبوقاً) أومدركاً وسواءٌ كان (إمامه يجهر بالقراءة) أولا، فإنه (لايأتي به) لما في النهرعن الصغرىٰ: أدرك الإمام في القيام يثني مالم يبدأ بالقراءة. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۶، ظفير)

(۴) إنه إذا أدرك الإمام في القراءة في الركعة التي يجهرفيها لايأتي بالثناء (إلىٰ قوله) فإذا قام إلىٰ قضاء ماسبق يأتي بالثناء ويتعوذ للقراءة، إلخ، وفي صلاة المخافتة يأتي به، هٰكذا في الخلاصة. (عالمگيري، كشوري: ۱/۹۰، ظفير) (الباب الخامس في الإمامة، الفصل السابع في المسبوق واللاحق، انيس)

پھر جب اپنی رکعت پوری کرنے کھڑا ہو، اس وقت دوبارہ پڑھے۔ (کذا فی الدر المختار و الشامی) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۹۲/۳)

جو دوسری رکعت میں ملے تو ثنا پڑھے، یا نہیں:

سوال: ایک رکعت امام پڑھا چکا تھا، جب مقتدی شریک جماعت ہوا تو مقتدی شریک جماعت ہو کر "سبحانک اللّٰھم" الخ، پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسبوق جب اپنی رکعت فوت شدہ، پڑھنے کو امام کی فراغت کے بعد کھڑا ہو، اس وقت "سبحانک اللّٰھم" إلخ، پڑھے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۹۲/۳)

سجدہ میں ملنے والا مسبوق ثنا کب پڑھے:

سوال: ایک شخص مغرب کی نماز میں، دوسری رکعت کے سجدہ میں شریک ہوا، کیا اسے تیسری رکعت میں ثنا پڑھنی چاہیے؟

الجواب

اس کو اسی وقت؛ یعنی بعد تکبیر تحریمہ ثنا پڑھ لینی چاہیے۔

ولو أدرکه راكعاً أوساجداً إن أكبر رأيه أنه يدركه أتى به. (الدر المختار) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۹۱/۳)

جو رکوع میں ملے، اس کے لیے ثنا نہیں:

سوال: جو شخص رکوع میں شریک ہوا، اس سے ثنا ساقط ہوگئی، یا نہیں؟

الجواب

ثنا اس سے ساقط ہوگئی۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۷۹/۳)

(۱) (والمسبوق من سبقه الإمام بها أوببعضها وهومنفرد) حتٰی يثني ويتعوذ، إلخ (إلٰی قوله) فيما يقضيه، إلخ، قوله: (حتٰی يثني، إلخ) تفريع علٰی قوله: منفرد فيما يقضيه، بعد فراغ إمامه، فيأتي بالثناء والتعوذ؛ لأنه للقراءة، ويقرأ؛ لأنه يقضي أول صلاته في حق القراءة، كما يأتي. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، ظفير) (مطلب: فيما لوأتى بالركوع والسجود أوبهما مع الإمام أوقبله أوبعده، انيس)

(۲) الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، باب صفة الصلاة بعد الفصل: ۴۵۶/۱، ظفير

(۳) قرأ سبحانک اللّٰهم، إلخ، إلا إذا شرع الإمام في القراءة إلخ فلا يأتي به ولوأدركه راكعاً أوساجداً إن أكبر رأيه أنه يدركه أتى به. (الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، باب صفة الصلوٰة: ۴۵۶/۱، ظفير)

مسبوق حالت نماز میں اپنی رکعتیں پوری کرلیں تو:

سوال: ایک مسبوق ظہر کی دوسری رکعت میں امام کی جماعت میں داخل ہوا، امام کے قعدہ میں بیٹھے وقت مسبوق اپنی فوت شدہ رکعت کو ادا کر کے باقی نماز امام کے ساتھ پوری کرتا ہے، مسبوق کی یہ حرکت خلاف ترتیب ہونا تو ظاہر ہے؛ مگر مفسد صلوٰۃ ہونا نہ ہونا معلوم نہ تھا؛ اس لیے کچھ نہ کہا گیا، سوال یہ ہے کہ مسبوق کی نماز ادا ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

حامدًا مصليًا، الجواب بالله التوفيق:

مسبوق نے جب کہ امام کی اقتدا کرلی تو امام کو کسی ایک رکن میں چھوڑ کر اپنی فوت شدہ نماز ادا نہیں کرسکتا، اس طرح تبعیت و اقتدا فوت ہوجاتی ہے، لہٰذا مسبوق کی نماز فاسد ہوگئی۔(۱)

مسبوق کے لیے ضروری ہے کہ پہلے امام کے ساتھ شریک ہوکر جس قدر نماز باقی ہو امام کے ساتھ جماعت سے ادا کرے، بعد امام کی نماز ختم ہونے کے کھڑے ہوکر اپنی گئی ہوئی رکعتوں کو منفرد کی طرح قرأت کے ساتھ ادا کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاوی:۲/۲۵۲-۲۵۳)

---

(۱) ...والمسبوق يقضي ماسبق به بعد فراغ الإمام.(ردالمحتار: ۲/۳٤٦، مطلب: فيما لو أتى بالركوع أو السجود، إلخ)(كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

وقوله: (وكره تحريمًا) أى قيامه بعد قعود إمامه قدر التشهد لوجوب متابعته فى السلام. (ردالمحتار: ۲/۳٤۹، مطلب: فيما أتى بالركوع والسجود، إلخ) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

نوٹ:

قعدہ اخیرہ میں اگر مسبوق امام کو چھوڑ کر کھڑا ہو، یا امام کے ساتھ قاعدہ میں شریک ہوئے بغیر کھڑا ہو، یا امام کے بقدر تشہد بیٹھنے کی مقدار کے بعد کھڑا ہو، ہر صورت کا حکم الگ ہے:

۱۔ امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد مسبوق کو امام کے سلام سے پہلے کھڑا نہیں ہونا چاہیے، اگر کھڑا ہوگیا تو نماز صحیح ہوجائے گی؛ مگر مکروہ تحریمی ہوگی؛ کیوں کہ اس سے امام کے ساتھ سلام میں متابعت ترک ہوگئی، جو واجب تھی؛ لیکن عذر کی وجہ سے امام سے پہلے کھڑا ہوجانا چند صورتوں میں بلا کراہت جائز ہے؛ یعنی اگر مسبوق نے موزہ پر مسح کیا ہو اور اس کو امام کے سلام تک ٹھہرنے اور پھر اپنی باقی نماز پڑھنے میں اس کی مدت گذر جانے کا خوف ہو، یا معذور ہو اور اس کو وقت نکل جانے کا خوف ہو، یا فجر، یا جمعہ، یا عیدین میں وقت نکل جانے کا خوف ہو؛ یعنی فجر کی نماز میں سورج نکل آنے کا اور نماز جمعہ میں عصر کا وقت داخل ہوجانے کا اور عیدین کی نماز میں ظہر کا وقت داخل ہوجانے کا خوف ہو، یا حدث؛ یعنی بے وضو ہوجانے کا خوف ہو، یا کسی گذرنے والے کے اس کے سامنے سے گذرنے کا خوف ہو تو ان سب صورتوں میں مسبوق کو جائز ہے کہ امام کے فارغ ہونے، یا سجدہ سہو کا انتظار نہ کرے اور اپنی بقیہ نماز کے لیے کھڑا ہوجائے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہوگی۔

۲۔ اگر مسبوق امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے کھڑا ہوگیا تو امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے جو کچھ وہ اپنی بقیہ نماز میں سے قیام وقرأت وغیرہ ادا کرے گا اس کا شمار نہیں ہوگا، اس کے بعد کا البتہ شمار ہوگا، مثلا: امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے یہ قرأت سے فارغ ہوگیا ==

امام قعدہ اخیرہ کے بعد اٹھ گیا، مسبوق نے اس کا اتباع کیا تو نماز فاسد ہوگئی:

سوال: آخری قعدہ کے بعد امام سہوا کھڑا ہوگیا، اس کے ساتھ مسبوق بھی کھڑا ہوگیا، لقمہ ملنے پر امام نے واپس آکر سجدہ سہو کر کے نماز پوری کر لی، مسبوق نے بھی امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور امام کے سلام کے بعد اپنی باقی نماز پوری کر لی تو اس کی نماز ہوگئی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اس صورت میں کھڑے ہوتے ہی مسبوق کی نماز فاسد ہوگئی، اس پر لازم تھا کہ بیٹھا رہتا اور امام کے لوٹنے کا انتظار کرتا۔

قال في شرح التنوير قبيل باب الاستخلاف: ولو قام إمامه لخامسة فتابعه، إن بعد القعود تفسد وإلا لا، حتٰى يقيد الخامسة بسجدة.

وفي الشامية: قوله: (إن بعد القعود) أي قعود الإمام القعدة الأخيرة (قوله: تفسد) أي صلاة المسبوق؛ لأنه اقتداء في موضع الانفراد ولأن اقتداء المسبوق بغيره مفسد كمامر (قوله: وإلا) أي وإن لم يقعد وتابعه المسبوق لاتفسد صلاته؛ لأن ما قام إليه الإمام علٰى شرف الرفض ولعدم تمام الصلاة فإن قيدها بسجدة انقلبت صلاته نفلا، فإن ضم إليها سادسة ينبغي للمسبوق أن يتابعه ثم يقضي ماسبق به وتكون له نافلة كالإمام، ولاقضاء عليه لو أفسده؛ لأنه لم يشرع فيه قصدًا، رحمتي. (رد المحتار: ۱/ ۵۶۰)(۱) والله تعالىٰ أعلم

۹ رشعبان ۱۳۹۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۳۷۹-۳۸۰)

== تو یہ قرأت کافی نہیں اور نماز نہ ہوگی؛ لیکن اگر امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد بھی اس قدر پڑھ لیا ہو، جس سے نماز ہو جاتی ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی اور یہ حکم ایک رکعت یا دو رکعت کے مسبوق کا ہے اور اگر تین رکعت کا مسبوق ہو تو اگر اس کو امام کی تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد بھی اس قدر پڑھ لیا ہو، جس سے نماز ہو جاتی ہو تو اس کی اس کو امام کی تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد صرف قیام مل گیا، اگر چہ اس نے کچھ نہ پڑھا ہو تو نماز جائز ہو جائے گی؛ اس لیے کہ وہ باقی دو رکعتوں میں قرأت کرلے گا اور قرأت فرض دو رکعتوں میں ہی ہے، خواہ کوئی سی ہوں (لیکن ترک واجب الاعادۃ ہوگی؛ کیوں کہ مسئلہ ہذا میں صرف ادائیگی فرضیت کا ذکر ہے۔) (مؤلف)

۳۔ اگر مسبوق امام کے بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد کھڑا ہوا اور امام کے سلام سے پیشتر اپنی بقیہ نماز سے فارغ ہوا، پھر سلام میں امام کی متابعت کی تو بعض نے کہا کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور بعض نے کہا کہ اس کی نماز صحیح ہوگی، اسی پر فتویٰ ہے (اور اگر اس نے امام کی متابعت نہ کی اور پہلے سلام پھیر دیا تو اس کی نماز کا فساد بالکل ظاہر ہے۔) (مؤلف)

اور اگر قعدہ اور تشہد میں متابعت کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی؛ کیوں کہ امام سے الگ ہونے کے بعد امام کے فراغ سے پہلے اس کی متابعت ہو جائے گی اور یہ مفسد نماز ہے اور امام کے تشہد سے فراغ کے بعد اس کی سلام میں متابعت جیسا کہ پہلے بیان ہوا، مفسد نہیں ہوتی، جیسا کہ اس حالت میں عمداً حدث مفسد نہیں ہوتا۔ (عمدۃ الفقہ: ۲/ ۲۲۲)

(۱) مطلب: في أحكام المسبوق والمدرك واللاحق، انيس

اگر رکوع سے پہلے مل گیا، تو وہ مسبوق نہیں ہے:

سوال: اگر مسبوق رکعات قیام میں مل گیا؛ مگر فاتحہ نہیں پڑھی تو اس کی رکعات پوری ہوئی، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

اس کی نماز ہوگئی اور وہ رکعت بھی ہوگئی۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۸۹/۳)

امام کو رکوع میں پانے والے کی رکعت کا حکم:

سوال: جماعت کے اندر کوئی شخص رکوع میں آ کر ملا تو امام کے اٹھنے سے قبل کتنی مرتبہ تسبیح پڑھ لینے سے اس کی وہ رکعت پوری ہو جائے گی؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

امام کے ساتھ رکوع میں جب آدمی شریک ہوگیا تو اس کی رکعت پوری ہوگئی۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۸/۱۱/۱۳۶۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۲۸/۲)

امام رکوع میں ہو، اور مسبوق صرف تکبیر تحریمہ کیساتھ رکوع میں شامل ہوا:

سوال: امام رکوع میں ہے کہ ایک شخص آیا، کیا وہ تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں چلا جاوے، یا تکبیر تحریمہ کہہ کر پھر رکوع کی تکبیر کہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

تکبیر تحریمہ کہہ کر، پھر دوسری تکبیر کہہ کر، رکوع میں جانا چاہیے، یہ طریقہ مسنون ہے؛ لیکن اگر صرف تکبیر تحریمہ ہی کہہ کر بلا تکبیر ثانی رکوع میں چلا گیا اور امام کے ساتھ شریک ہوگیا، تو وہ رکعت اس کو مل گئی اور نماز بھی صحیح ہوگئی۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۹۸/۳)

---

(۱) وحاصله أن الاقتداء لايثبت فى الابتداء علىٰ وجه يدرک به الركعة مع الإمام إلا بإدراک جزء من القيام أومما فى حكمه وهوالركوع لوجود المشاركة فى أكثرها فإذا تحقق منه ذلک لا يضره التخلف بعده. (ردالمحتار، باب إدراک الفريضة، تحت قوله: لأن المشاركة: ٦٧٥/١، ظفير) (مطلب: فى كراهة الخروج من المسجد بعد الأذان، انيس)

(۲) "عن ابن عمر أنه قال إذا أدركت الإمام راكعًا فركعت معه قبل أن يرفع رأسه فقد أدركت الركعة وأن رفع رأسه قبل أن تركع فقد فاتتک تلک الركعة" (تبيين الحقائق، باب أدراک الفريضة: ١٨٥/١)

(۳) و سننها رفع اليدين للتحريمة) فى الخلاصة: إن اعتاد تركه أثم، إلخ، ووضع يمينه علىٰ يساره، إلخ، وتكبيرة الركوع. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، مطلب سنن الصلاة: ٤٤٣/١، ظفير)

امام رکوع میں ہو اور مقتدی تکبیر تحریمہ کہہ کر فوراً رکوع میں شرکت کر لے تو نماز ہوئی، یا نہیں:

سوال: امام رکوع میں ہو تو تحریمہ کہہ کر فورا مقتدی رکوع کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اس کی نماز ایسا کرنے سے ہوگی، یا نہیں؟ ایک شخص مسجد میں ایسے وقت آیا کہ امام رکوع میں ہے، اس نے تکبیر تحریمہ کہہ کر فورا رکوع میں شرکت کر لی؛ یعنی تکبیر تحریمہ کہہ کر قیام کچھ نہیں کیا، فورا جھک گیا تو نماز صحیح ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

اگر تکبیر تحریمہ بحالت قیام کہی ہے، یا بحالت انحناء کہی ہے، اگر وہ اقرب الی القیام تھا تو نماز درست ہے اور اگر بحالت انحناء کہی اور اقرب الی الرکوع تھا تو نماز درست نہیں ہوئی، غرض تکبیر تحریمہ کا بحالت قیام، یا بحالت اقرب الی القیام ہونا فرض ہے، تکبیر تحریمہ کے بعد مزید قیام فرض نہیں۔

قال في مراقي الفلاح: والثاني من شروط صحة التحريمة الإتيان بالتحريمة قائمًا، أو منحنيًا قليلاً قبل وجود انحنائه بما هو أقرب للركوع، قال في البرهان: لو أدرك الإمام راكعًا فحنى ظهره ثم كبر إن كان إلى القيام أقرب صح الشروع ولو أراد به تكبير الركوع وتلغو نيته؛ لأن مدرك الإمام في الركوع لايحتاج إلٰى تكبيرمرتين خلافًا لبعضهم وإن كان إلى الركوع أقرب لايصح الشروع، آه. (ص: ۱۲۷)(۱)

۳ رشعبان ۱۳۴۱ھ (امداد الاحکام: ۱۳۲/۲)

رکوع میں ملے تو تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھے یا بغیر ہاتھ باندھے ہوئے رکوع میں جائے:

سوال: امام رکوع، یا سجدہ میں ہے، ایک شخص آیا تو اس کو تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ کر رکوع، یا سجدے میں جانا چاہیے، یا بغیر ہاتھ باندھے؟

الجواب

تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھنا مسنون ہے، اگر ہاتھ نہ باندھے اور ویسے ہی رکوع، یا سجدہ میں چلا گیا تو نماز صحیح ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۹۹/۳)

---

(۱) شروط الصلاة وأركانها: ۸۳/۱، انيس

(۲) وسننها رفع اليدين للتحريمة، إلخ، ووضع يمينه علٰى يساره تحت سرته وتكبيرة الركوع. (كنز الدقائق)
لـمـا روى أنـه عـليه الصلٰوة والسلام كان يكبر عند كل رفع وخفض. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۳۲۰/۱، ظفير)

مقتدی کے نیت باندھتے ہی امام نے سر اٹھالیا، اس صورت میں بھی مقتدی شامل نماز ہوگا:

سوال: امام رکوع میں ہے، کہ مقتدی نے نیت باندھ کر ارادہ رکوع میں جانے کا کیا، کہ جو امام نے رکوع سے سر اٹھالیا تو مقتدی شامل نمازِ امام ہوگیا، یا دوسری نیت کرے؟

الجواب

اس صورت میں شامل نماز کا ہوگیا، دوسری نیت کی کیا ضرورت ہے؟

(بدست خاص، سوال:۱۶۲) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۶)

مقتدی ''اللہ اکبر'' کہہ کر سیدھا رکوع میں چلا جائے تو رکعت کا حکم:

(۱) فرضوں کی جماعت کھڑی ہے اور ایک آدمی بعد میں اس وقت شامل ہوتا ہے جب کہ امام رکوع میں چلا جاتا ہے۔ اور آنے والا اللہ اکبر کہہ کر سیدھا رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہوجاتا ہے؛ لیکن رکوع سے پہلے اللہ اکبر کے بعد ہاتھ باندھ کر قیام نہیں کرتا اور امام کے ساتھ نماز مکمل کرلیتا ہے تو کیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

(۲) بعد میں آنے والا شخص اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ کر قیام کرتا ہے تو یہ قیام کتنی دیر کا ہونا چاہئے۔

(۳) بعد میں شامل ہونے والا شخص اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ کر معمولی سا قیام کر کے رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہوجاتا ہے۔ ابھی اس نے ایک دفعہ ہی ''سبحان ربی العظیم'' کہا کہ امام صاحب رکوع سے کھڑے ہوگئے تو کیا اس کو وہ رکعت مل گئی، یا نہیں؟

(۴) بعد میں آنے والا شخص تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ کر قیام کر کے رکوع میں گیا ہی تھا اور کوئی تسبیح وغیرہ بھی نہیں کہہ سکا اور امام صاحب رکوع سے اٹھ کھڑے ہوگئے تو کیا اس کو وہ رکعت مل گئی، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد لطف اللہ خالد، شاہ جمال ٹاؤن، لاہور)

الجواب

ان تمام صورتوں میں وہ رکعت مل گئی، اللہ اکبر کہنے کے بعد ہاتھ باندھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

''أدرک الإمام فی الرکوع فکبر قائمًا ثم شرع فی الإنحطاط وشرع الإمام فی الرفع الأصح أن یعتدبها إذا وجدت المشارکة قبل أن یستقیم قائمًا وإن قل، کذا فی معراج الدرایة. (الفتاویٰ الهندیة: ۱/ ۶۲)**فقط واللہ أعلم**

بندہ محمد اسحاق غفرلہ، جامعہ خیر المدارس ملتان، ۱۴۱۱/۲/۱۰ھ

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء (خیر الفتاویٰ: ۲/ ۳۹۰-۳۹۱)

مسبوق کا امام سے پہلے تشہد پڑھ لینا:

سوال: اگر مسبوق قعدہ اخیرہ میں امام سے پہلے تشہد سے فارغ ہوجائے تو کیا کرے؟

الجواب

مسبوق کے لئے مستحب ہے کہ التحیات اس قدر آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے تک پوری ہو اور اگر سلام امام سے پہلے فارغ ہوگیا تو خاموش بیٹھا رہے اور بعض کا قول ہے کہ مکرر پڑھے اور بعض کے نزدیک درود اور دعا وغیرہ میں مشغول ہوجائے۔

حلبی شرح منیۃ میں بیان کرتے ہیں:

إذا فرغ (المسبوق) من التشهد قبل سلام الإمام يكرره من أوله وقيل: يكرر كلمة الشهادة وقيل: يسكت وقيل: يأتي بالصلاة والدعاء والصحيح أنه يترسل ليفرغ من التشهد عند سلام الإمام وكذا الصحيح أنه لا يأتي بالثناء في الصلاة الجهرية حتى يقوم إلى القضاء. (۱)

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو: ۲۳۶)

مسبوق امام کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد ودرود دونوں پڑھے، یا فقط تشہد پر اکتفا کرے:

سوال: مسبوق قعدۂ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف دونوں پڑھے، یا فقط تشہد، یا ساکت رہے اور دعاء ماثورہ پڑھے، یا نہیں؟

الجواب

غالباً قعدۂ اخیرہ سے مراد وہ قعدہ ہے، جو امام کا قعدۂ اخیرہ ہے، سو اس میں مسبوق کو صرف تشہد پڑھنا چاہیے، خواہ تشہد کو آہستہ آہستہ ٹھہرا کر اس طرح پڑھے کہ سلام امام تک ممتد ہوجائے، یا تشہد کو مکرر پڑھتا رہے، اس پر درود ودعا کا اضافہ نہ کرے۔

۱۴/ رجب ۱۳۴۷ھ (امداد الاحکام: ۲/۱۶۴)

مسبوق کے درود پڑھنے سے متعلق چند سوالات:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں کہ!

(۱) مسبوق نے دو رکعت امام کے ساتھ پائیں اور امام کے ساتھ قعدۂ اخیرہ میں بیٹھا کہ یہ اس کا قعدہ اولیٰ

---

(۱) الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو: ٤٦٩، طبع: عارف آفندی، انیس

ہے، اس میں بعد تشہد درود شریف پڑھے، یا نہیں؟ اگر پڑھے تو کیا مضائقہ ہے؟

(۲) مسبوق نے صرف ایک رکعت پائی اور امام کے ساتھ قعدہ کیا تو اب تشہد کے بعد درود شریف پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

(۳) مسبوق کے امام نے سجدہ سہو کیا اور پھر تشہد وغیرہ پڑھ رہا ہے تو مسبوق بھی بعد تشہد درود شریف پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) قال في الدر المختار: (ولايزيد)... (على التشهد في القعدة الأولٰى) إجماعاً، (ثم قال:) وأما المسبوق فيترسل ليفرغ عند سلام إمامه وقيل: يتم وقيل: يكرر كلمة الشهادة، آه.

قال الشامي: أي يتمهل و هٰذا ما صححه في الخانية وشرح المنية في بحث المسبوق من باب السهو وباقي الأقوال مصحح أيضاً. قال في البحر: وينبغي الإفتاء بمافي الخانية كمالايخفى، ولعل وجهه كمافي النهر أنه يقضي آخر صلاته في حق التشهد ويأتي فيه بالصلاة والدعاء وهٰذا ليس آخراً. قال ح: وهٰذا في قعدة الإمام الأخيرة كما هو صريح قوله ليفرغ عند سلام إمامه، وأما فيما قبلها من القعدات، فحكمه السكوت كما لا يخفى، آه، ومثله في الحلية. (ردالمحتار: ۱/۴۷۷) (۱)

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا ہے کہ نمبر: ۱، مسبوق کو امام کے قعدہ اخیرہ میں درود شریف نہ پڑھنا چاہیے؛ بلکہ تشہد کو اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام تک اس سے فارغ ہو اور اگر پہلے فارغ ہو جائے تو کلمہ شہادت کو مکرر پڑھتا رہے۔

(۲) اس کا بھی وہی حکم ہے جو نمبر: ۱، میں گذر گیا۔

(۳) اس کا بھی وہی حکم ہے جو گذرا، لقول الشامي وأما فيما قبلها من القعدات، إلخ. واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰/ربیع الاول ۱۳۶۲ھ (اضافہ) (امداد المفتین: ۲/۲۹۵-۲۹۶)

مسبوق کے شاملِ جماعت ہوتے ہی امام سلام پھیر دے تو وہ تشہد پڑھے، یا نہیں:

سوال: مسبوق کے اقتدا کر کے بیٹھتے ہی امام نے سلام پھیر دیا، اب وہ مسبوق تشہد پڑھ کے کھڑا ہوگا، یا کیا کرے گا؟

---

(۱) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فروع قرأ بالفاسية أو التوراة: ۱/۵۱۱، دار الفكر بيروت، انيس

الجواب

مسبوق کے شامل ہوتے ہی اگر امام سلام پھیر دے، تب بھی مسبوق کو تشہد پوری کر کے کھڑا ہونا چاہیے۔

كما فى الدر المختار: (بخلاف سلامه)أوقيامه الثالثة (قبل إتمام المؤتم التشهد)فإنه لايتابعه بل يتمه لوجوبه ولولم يتم جاز.

وقال الشامى:أى ولوخاف أن تفوته الركعة الثالثة مع الإمام،كماصرح به فى الظهيرية وشمل باطلاقه ما لواقتدىٰ به فى أثناء التشهد الأوّل أوالأخير فحين قعد قام إمامه أوسلّم ومقتضاه أنه يتم التشهد ثم يقوم ولم أره صريحًا،ثم رأيته فى الذخيرة ناقلاً عن أبى الليث: المختارعندى أنه يتم التشهد وإن لم يفعل أجزأه آه ولله الحمد (وقوله:جاز)أى صح مع كراهة التحريم كما أفاده ح ونازعه، ط والرحمتى،إلخ. (ص:٥١٧)(١)

قلت: وكذا قوله أجزأه يحمل على الأجزاء مع الكراهة كما لايخفى والله أعلم

الجواب صحیح: ظفر احمد عفی عنہ، ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۴۵ھ، کتبہ الاحقر عبدالکریم، ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۴۵ھ (امدادالاحکام:۳/۱۶۵-۱۶۶)

امام کی اتباع میں جب امام مقتدی کے تشہد پوری کرنے سے قبل کھڑا ہوجائے، یا سلام پھیر دے:

سوال: اگر مسبوق قعدۂ اولیٰ میں شریک جماعت ہوا اور جیسے وہ شریک ہو، ویسے ہی امام تیسری رکعت کے لیے اٹھ بیٹھے تو مسبوق کو بھی امام کی متابعت کرنا چاہیے، یا نہیں؟ اور اگر مسبوق نے التحیات شروع کر دی تھی تو التحیات کو ختم کر کے اٹھے، یا فوراً امام کے ساتھ اٹھ بیٹھے؟

الجواب

تشہد ختم کر کے اٹھے۔

فى الدر المختار،فصل صفة الصلاة:(بخلاف سلامه)أوقيامه لثالثة (قبل إتمام المؤتم التشهد) فإنه لايتابعه بل يتمه لوجوبه.

فى ردالمحتار: وشمل باطلاقه مالواقتد به فى أثناء التشهد الأول أوالأخير فحين قعد قام إمامه أوسلم إلىٰ قوله ثم رأيته فى الذخيرة ناقلاً عن أبى الليث،إلخ. (١/٥١٦-٥٧٧)(٢)

۶/ رجب ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ، صفحہ:۱۵۱) (امدادالفتاویٰ جدید:۱/۴۰۲)

(۱-۲) ردالمحتار، كتاب الصلاة،فروع:قرأ بالفارسية أو التوراة أو الإنجيل: ١/٤٩٦،دارالفكر بيروت،انيس

بخلاف ما لو سلم قبل تمام تشهده حيث لا يتابعه لوجوبه كذا قالوا ومقتضاه أنه لو سلم وهو فى أدعية التشهد يتابعه والناس عنه غافلون.(النهر الفائق، كتاب الصلاة،فرع: ١/٢١٤،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

مسبوق امام کے قعدۂ اخیرہ میں صرف التحیات پڑھے:

سوال: مسبوق اگر امام کے ساتھ نمازِ عصر، یا مغرب کی دوسری رکعت میں ملے تو امام کے پیچھے قعدۂ اولیٰ میں صرف التحیات اور قعدۂ اخریٰ میں التحیات اور درود اور دعائے ماثورہ پڑھے، یا نہیں؟

الجواب

نہ پڑھنا چاہئے؛ بلکہ التحیات کو اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے تک ختم ہو جائے اور اگر پہلے ہی ختم ہو جائے تو اسے اختیار ہے، چاہے چپ بیٹھا رہے اور چاہے کلمۂ تشہد پڑھے اور چاہے التحیات کو دوبارہ پڑھ لے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸۲/۳)

مسبوق امام کے ساتھ صرف التحیات پڑھے:

سوال: اگر مسبوق مغرب کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ ملے تو قعدۂ اخریٰ میں پیچھے امام کے التحیات اور درود ودعا پڑھے، یا نہیں؟

الجواب

التحیات پڑھنی چاہیے، نہ کہ درود ودعا۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸۳/۳)

مغرب کی دو رکعت امام کیساتھ ملی، وہ قعدہ میں صرف التحیات پڑھے گا یا درود وغیرہ بھی:

سوال: مغرب میں امام کے ساتھ دو رکعت پائی تو پچھلے تشہد میں سب کچھ پڑھنا ہوگا، یا کیا؟ حالاں کہ ہم کو ایک رکعت تنہا پڑھنا ہے اور اس میں درود وغیرہ سب کچھ پڑھنا ہوگا؟

الجواب

امام کے ساتھ جو تشہد پڑھے، صرف التحیات پڑھ کر خاموش بیٹھا رہے، پھر جب ایک رکعت باقی ماندہ ادا کرے، اس وقت سب کچھ پڑھے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۲/۳-۳۹۳)

مسبوق قعدہ میں امام کے ساتھ کیا پڑھے اور امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے، یا نہیں:

سوال: مسبوق کو امام کے ساتھ قعدہ میں کیا پڑھنا چاہیے اور اگر امام سجدۂ سہو کرے تو کیا مسبوق بھی کرے؟

(۱،۲،۳) ومن جملتها أنه قيل إنه إذا فرغ (المسبوق) من التشهد قبل سلام الإمام يكرره من أوله وقيل: يكرر كلمة الشهادة وقيل: يسكت وقيل: يأتي بالصلوٰة والدعاء والصحيح أنه يترسل ليفرغ من التشهد عند سلام الإمام.(غنية المستملی، ص: ۴۴۱، ظفير)

الجواب

امام جب قعدۂ اولیٰ میں بیٹھے تو یہ بھی بیٹھے اور التحیات پڑھے، امام اگر سجدۂ سہو کرے، یہ بھی ساتھ ہی میں سجدہ کرے، مگر سلام نہ پھیرے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۴۰۰)

متعدد مرتبہ التحیات پڑھنا:

سوال: ایک شخص مغرب کی نماز ادا کرنے جماعت میں اس وقت شامل ہوا جب کہ امام دوسری رکعت میں بیٹھ کر التحیات پڑھ رہا تھا، اب مقتدی جو جماعت میں شامل ہوا ہے، اس کو امام کی اتباع کرنی لازم ہے تو دو مرتبہ جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے اس نے التحیات پڑھ لی اور پھر اپنی نماز پوری کرنے کو دو مرتبہ اس کو التحیات پھر پڑھنی لازم ہے، یا جماعت میں جب مقتدی شامل ہوگا تو اس کو خاموش بیٹھنا ہوگا؟

(المستفتی: ۲۴۸، محمد صالحین صدر بازار دہلی ۴/ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ، ۲۰/مارچ ۱۹۳۴ء)

الجواب

ہاں جب کہ نماز مغرب کی دوسری رکعت کے قعدہ میں امام کے ساتھ شریک ہو تو اس کو چار مرتبہ التحیات پڑھنی ہوتی ہے اور اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے، چاروں مرتبہ التحیات پڑھنی چاہیے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ (کفایت المفتی: ۳/۳۴۳)

پچھلی دو رکعتوں میں امام کی اقتدا کرنا:

سوال: اگر ایک شخص جماعت میں پچھلی دو رکعتوں میں شامل ہوتا ہے تو اس کی یہ رکعتیں بھری ہوں گی، یا خالی؟

(المستفتی: ۲۴۹، شہباز خاں (ضلع کرنال) ۴/ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ، ۲۰/مارچ ۱۹۳۴ء)

الجواب

پچھلی دو رکعتیں جو امام کے ساتھ پڑھی ہیں یہ خالی ہوئیں جب اپنی دو رکعتیں پوری کرنے لگے تو ان کو بھری پڑھے۔ (۳)

محمد کفایت اللہ (کفایت المفتی: ۳/۳۴۳)

---

(۱) (والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً) سواء كان السهو قبل الاقتداء أو بعده (ثم يقضي مافاته. (الدر المختار) قيد بالسجود؛ لأنه لايتابعه في السلام بل يسجد معه ويتشهد. (ردالمحتار، باب السجود: ۱/۶۹۵-۶۹۶)

(۲) ومنها أنه يقضي أول صلاته في حق القراءة وآخرها في حق التشهد حتىٰ لوأدرك ركعة من المغرب قضىٰ ركعتين وفصل بقعدة فيكون بثلاث قعدات، إلخ. (الفتاوىٰ الهندية، باب الجماعة فصل في المسبوق واللاحق: ۱/۹۱، ط، ماجدية)

(۳) والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها، وهو منفرد حتىٰ يثني ويتعوذ ويقرأ ==

مسبوق اپنی نماز پوری کرنے کے لیے کب اٹھے:

سوال: بکر بعد میں جماعت میں شریک ہوا، ایک رکعت امام پڑھ چکا تھا، امام جب پہلا سلام پھیرے، تب رکعت پوری کرنے کے لیے اٹھے، یا جب دوسرا سلام پھیرے، اس وقت کھڑا ہو؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی)

الجواب

دوسرا سلام امام شروع کردے تو کھڑا ہو؛ کیوں کہ پہلے سلام کے بعد ممکن ہے کہ امام سجدہ سہو کرے تو کھڑے ہونے والے کو سجدہ سہو کے لئے واپس آنا ہوگا۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۴۳۷)

مغرب میں ایک رکعت ملی تو دو رکعت کیسے ادا کرے:

سوال: مغرب کی آخری رکعت امام کے ساتھ ادا کی بقیہ دو رکعتوں کو بھرا پڑھنا چاہیے، یا خالی؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق صاحب دہلی)

الجواب

مغرب کی ایک رکعت امام کے ساتھ پانے والا بقیہ دو رکعتیں بھری پڑھے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۴۳۷)

اخیر کی دو رکعتیں ملیں تو بقیہ دو رکعت کس طرح ادا کرے:

(الجمعیۃ مورخہ یکم جون ۱۹۳۴ء)

سوال: ایک شخص نماز باجماعت میں آخری دو رکعت میں شریک ہوا، اب باقی دو رکعتیں سورت ملا کر پڑھے، یا بغیر سورت کے؟

== وإن قرأ مع الإمام لعدم الاعتداد بها لكراهتها ... فيما يقضيه ... ويقضي أول صلا ته في حق قراءة وآخرها في حق التشهد، إلخ. (تنوير الأبصار وشرحه الدرالمختار، باب الإمامة: ۵۹۶/۱، ط، سعيد)

(۱) وينبغي أن يصبر المسبوق حتىٰ يفهم أنه لاسهو على الإمام. (الدرالمختار) أي لايقوم بعد تسليمة أوتسليمتين، بل ينتظر فراغ الإمام بعدهما... قال في الحلية: وليس هٰذا يلازم، بل المقصود مايفهم أن لاسهو على الإمام أويوجد له ما يقطع حرمة الصلاة، إلخ. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۹۷/۱، ط، سعيد) (مطلب في أحكام المسبوق والمدرك اللاحق، انيس)

(۲) لو أدرك ركعة من المغرب قضى ركعتين وفصل بقعدة، فيكون بثلاث قعدات وقرأ في كل فاتحة وسورة، إلخ (الفتاوىٰ الهندية، الفصل السابع في المسبوق واللاحق: ۹۱/۱، ط، سعيد)

الجواب

جس شخص کو جماعت میں آخری دو رکعتیں ملیں اور امام کے سلام کے بعد وہ اپنی دو رکعتیں پوری کرنے کھڑا ہوا تو اس کو ان رکعتوں میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھنا چاہیے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۴۳۸/۳-۴۳۹)

تین رکعت چھوٹ گئی، ایک رکعت ملی تو کونسی رکعت میں قرأت کرے:

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸/جولائی ۱۹۳۷ء)

سوال: جماعت میں آخری ایک رکعت ملی، اب پچھلی تین رکعت میں سے کونسی رکعت میں قرأت پڑھے؟

الجواب

چار رکعت والی نماز کی جماعت میں آخری رکعت ملی تو امام کے ساتھ سلام کے بعد تین رکعتوں میں سے پہلی دو رکعتوں میں (جن کے درمیان قعدہ بھی کرے گا) قرأت کرے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۴۳۹/۳)

چار رکعت والی میں ایک رکعت پانے والا بقیہ رکعتوں میں قرأت کہاں کرے:

سوال: مقتدی نے رباعی نماز میں جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، بعد سلام امام کے، جو تین رکعت پڑھے گا، ان میں قرأت کون سی رکعت میں پڑھے؟

الجواب

درمختار، احکام المسبوق میں ہے:

ویقضی أول صلاته فی حق قراءة وآخرها فی حق تشهد، إلخ.(۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مسبوق صورت مسئولہ میں بعد سلام امام کے، اول کی دو رکعت میں قرأت پڑھے گا اور آخر کی ایک رکعت میں صرف الحمد پڑھے۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۸۴/۳)

(۱) والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها، وهو منفرد حتیٰ یثنی ویتعوذ ویقرأ...فیما یقضیه...أول صلاته فی حق قراءة وآخرها فی حق تشهد، إلخ.(تنویر الأبصار وشرحه الدر المختار، باب الإمامة:۵۹۶/۱، ط.سعید)

(۲) یقضی أول صلاته فی حق القراءة وآخرها فی حق التشهد حتیٰ لو أدرک رکعة من المغرب قضیٰ رکعتین وفصل بقعدة فیکون بثلاث قعدات، إلخ.(الفتاویٰ الهندیة، باب الجماعة فصل فی المسبوق واللاحق:۹۱/۱، ط، ماجدیة)

(۳) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق والمدرک واللاحق:۵۵۸/۱، ظفیر

(۴) وفی رد المحتار عن المستصفیٰ: لو أدرکه فی رکعة الرباعی یقضی رکعتین بفاتحة وسورة ==

مقتدی کو امام کے ساتھ ایک دو یا تین رکعت ملنا:

سوال: نماز جماعت ہورہی ہے اگر کوئی آدمی بعد کو آیا اور اس کو تین رکعت ملی یاد و ملیں یا دونہیں ملیں ، یا چار میں ایک رکعت ملی تو بقایا رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھے، یا نہ پڑھے؟

(المستفتی: ۹۷۷، محمد رفیع سوداگر چرم (ضلع میدنی پور) یکم ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ ۲۵ رفروری ۱۹۳۶ء)

الجواب

ہاں مسبوق اپنی نماز کی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس کی ترتیب وہ ہے، جو اپنی اکیلی نماز کی ہے۔(۱)

(کفایت المفتی: ۳ر۳۴۴)

قرأت میں مسبوق کے لیے امام کی ترتیب لازم ہے، یا نہیں:

سوال: مسبوق کے ذمہ ترتیب امام لازم ہے، یا نہیں؟ مثلاً امام نے کوئی سورت پڑھی تو مسبوق اس سے قبل کی سورت بلا کراہت پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسبوق کے ذمہ ترتیب امام لازم نہیں ہے کہ وہ نماز میں منفرد کے حکم میں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲ر۲۶۷)

مسبوق مقتدی کونسی سورت پڑھے، جبکہ امام نے سورۂ ناس پڑھی ہو:

سوال: ایک شخص مغرب کی نماز میں دوسری رکعت میں آکر شامل ہوا اور امام نے دوسری رکعت میں ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھی تو اب اس مقتدی کو بعد جماعت پوری ہونے کے کون سی سورت پڑھنی چاہیے؟

الجواب

اس صورت میں اس مقتدی کو اختیار ہے کہ جونسی چاہے پڑھے، تمام قرآن شریف میں سے اختیار ہے۔(۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳ر۳۷۷)

== ثم يتشهد ثم يأتي بالثالثة بفاتحة خاصةً عند أبي حنيفة وقالا: ركعة بفاتحة وسورة وتشهد ثم ركعتين أولاهما بفاتحة وسورة وثانيتهما بفاتحة خاصةً. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة، مطلب في أحكام المسبوق والمدرك واللاحق: ۱/۵۵۸، ظفير)

(۱) ويقضي أول صلاته في حق قراءة وآخرها في حق التشهد، إلخ. (تنوير الأبصار وشرحه الدرالمختار، باب الإمامة: ۱/۵۹۶، ط: سعيد)

(۲-۳) و المسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها وهو منفرد فيما يقضيه، إلخ. ==

دوسری رکعت میں شامل ہوا تو پہلی رکعت کس طرح ادا کرے، قرأت کرے، یا نہیں:

سوال (۱) دوسری رکعت میں امام کے ساتھ مقتدی جماعت میں شامل ہوا، ایک رکعت جو مقتدی امام کے سلام کے بعد پڑھے گا، اس میں کچھ پڑھے گا، یا نہیں؟

تیسری رکعت میں شریک ہوا تو بقیہ رکعت میں وہ قرأت کرے گا، یا نہیں:

(۲) مقتدی تیسری رکعت میں شامل ہوا، امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی کھڑا ہوکر کچھ پڑھے گا، یا نہیں؟ اور تیسری چوتھی میں بھی کچھ پڑھے گا، یا نہیں؟

الجواب ــ

(۱) اس میں الحمد اور سورت پڑھے گا۔

(۲) تیسری رکعت میں اگر مقتدی امام کے ساتھ شامل ہوگیا تو اس کی دو رکعتیں فوت ہوئیں، امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہوکر دونوں رکعتیں الحمد اور سورت کے ساتھ پڑھے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۹۷-۳۹۸)

جہری نماز میں مسبوق قرأت جہری کرے، یا سرّی:

سوال: جس نماز میں قرأت جہراً ہے، اس میں اگر کوئی ایک، یا دو رکعت ہونے کے بعد شریک ہوا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد فوت شدہ رکعت میں قرأت جہراً پڑھنا چاہیے، یا نہ؟

الجواب ــ

قرأت بالجہر پڑھنا اس کو جہریہ میں افضل ہے اور آہستہ پڑھنا بھی درست ہے اور اگر جہر کرے تو ادنیٰ جہر پر اکتفا کرے؛ اس لیے کہ وہ منفرد ہے، قضاء ماسبق میں اور منفرد کو جہر وسر میں اختیار ہوتا ہے۔

ويخير المنفرد في الجهر وهو أفضل ويكتفي بأدناه إن أدى، إلخ. (الدر المختار)(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۸۳-۳۸۴)

== ويقضي أول صلاته في حق قراءة وآخرها في حق تشهد. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، ظفير) (مطلب في أحكام المسبوق والمدرك اللاحق، انيس)

اس لیے کہ باب قرأت میں چھٹی ہوئی نمازیں ابتدا کے حکم میں ہیں۔ (ظفیر)

(۱) والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها و هو منفرد حتىٰ يثني ويتعوذ ويقرأ، إلخ، فيما يقضيه، إلخ، ويقضي أول صلاته في حق قراءة وآخرها في حق تشهد. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة، مطلب في أحكام المسبوق: ۱/۵۵۷، ظفير)

(۲) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صفة الصلوٰة، فصل في القراءة: ۱/۴۹۸، ظفير

فجر میں مسبوق، بقیہ رکعت قراءت جہری سے پوری کرے تو یہ درست ہے:

سوال: فجر کے وقت مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ فرض کی ایک رکعت جماعت مجھے ملی، جب امام نے سلام پھیرا، تو میں نے اپنی باقی ماندہ رکعت کھڑے قرأت جہریہ سے پوری کی، اس میں کچھ حرج تو نہیں ہے؟

الجواب

اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۸۸-۳۸۹)

امام کے ساتھ صرف ایک رکعت پانے والا قعدہ کب کرے گا:

سوال: کوئی مقتدی نمازِ ظہر، یا عصر کی نماز میں، اس وقت شریک ہوا، جب کہ ایک رکعت باقی ہو تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد، وہ مقتدی ایک رکعت کے بعد قعدہ کرے، یا دو رکعت کے بعد؟

الجواب

ایک رکعت کے بعد قعدہ کرنا چاہئے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۹۰)

چار رکعت والی نماز میں مسبوق اپنی بقیہ دو رکعت کس طرح پوری کرے:

سوال: زید نے عشا کی آخری دو رکعت جماعت سے پائی تو وہ چھوٹی ہوئی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت بھی پڑھے گا؟

الجواب ــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر زید کی عشا کی نماز جماعت سے دو رکعت چھوٹ گئی ہے تو اس کو سورۂ فاتحہ کے ساتھ دونوں رکعتوں میں سورہ

(۱) ويخير المنفرد في الجهر إلخ كمن سبق بركعة من الجمعة فقام يقضيها يخير (الدر المختار) وبهٰذا التقرير ظهر وجه اقتصاره على الجمعة وإن كان الحكم كذالك لو سبق بركعة من العشاء ونحوه؛ لأن المقصود إثبات الجهر في القضاء في وقت المخافتة لامطلقاً فافهم. (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۴۹۸/۱، ظفير) (مطلب في الكلام على الجهر والمنى فتنة، انيس)

(۲) والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها وهو منفرد الخ ويقضي أول صلاته في حق قراءة وآخرها في حق تشهد فمدرك ركعة من غير فجر يأتي بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعي بفاتحة فقط ولايقعد قبلها (درمختار) وفي الفيض عن المستصفيٰ: لوأدركه في ركعة الرباعي يقضي ركعتين بفاتحة وسورة ثم يتشهد ثم يأتي بالثالثة بفاتحة خاصة عند أبي حنيفة وقالا: ركعة بفاتحة وسورة وتشهد ثم ركعتين أولاهما بفاتحة وسورة وثانيتهما بفاتحة خاصة اهـ وظاهر كلامهم اعتماد قول محمدؒ. ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب في أحكام المسبوق والمدرك واللاحق: ۵۵۷/۱-۵۵۸، ظفير)

ملا کر پڑھنا چاہیے، ایسا ہی ظہر وعصر اور مغرب میں بھی کرنا ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۲/۵/۲/۱۳۷۷ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۳۰)

مسبوق اپنی بقیہ نماز کیسے پوری کرے:

سوال: اگر امام مقیم ہے اور مقتدی نماز رباعی میں رکعت اخیر میں شریک ہوا، مقتدی بعد سلام امام، تینوں رکعتوں میں کیا پڑھے؟ آیا تینوں رکعتیں خالی بلاقرأت خاموش رہ کر ختم کرے گا، یا دو رکعتیں الحمد وسورت کے ساتھ اور ایک رکعت صرف الحمد کے ساتھ پڑھے گا؟

الجواب

جس شخص کو ایک رکعت ملی ہے امام کے ساتھ، مسبوق ہے، اگر نماز رباعی ہے تو بقایا کو اس طرح سے پڑھے کہ دو رکعت میں فاتحہ پڑھے اور سورت بھی ملاوے اور ایک رکعت میں صرف فاتحہ پڑھے۔

والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها وهو منفرد حتٰی يثني ويتعوذ، إلخ. (الدرالمختار) ويقرأ؛ لأنه يقضي أول صلاته في حق القراءة كما يأتي حتٰى لو ترك القراءة لفسدت. (۲)

كذا في الشامي: وفي الفيض عن المستصفٰى: لوأدركه في ركعة الرباعي يقضي ركعتين بفاتحة وسورة ثم يتشهد ثم يأتي بالثالثة بفاتحة خاصة عند أبي حنيفة وقالا: ركعة بفاتحة وسورة وتشهد ثم ركعتين أولاهما بفاتحة وسورة وثانيتهما بفاتحة خاصة، آه. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۷۷-۳۷۸)

ایک رکعت پائی، تو بقیہ رکعتیں کس طرح پوری کرے، تعوذ وتحیات کہاں پڑھے:

سوال: جماعت ہورہی ہے اور مقتدی بعد میں آکر شامل ہوا، امام صاحب نے تین رکعت پڑھ لی ہیں، مقتدی ایک رکعت میں شامل ہوا تو وہ باقی نماز کو کس طرح پڑھے، مثلاً: عصر کی نماز میں ایک رکعت ملی ہے، اب تین رکعتیں کیسے ادا کرے؟ ”أعوذ“ کس طرح اور کس رکعت میں پڑھے، آیا دوسری رکعت میں التحیات پڑھے، یا ایک میں ”أعوذ“ پڑھ کر، دوسری میں التحیات پڑھے، یا کس طرح پڑھے؟

---

(۱) ومن جملتها ما أشرنا اليه أنه يقضي أول صلاته في حق القرأة وآخرها في حق القعدة ...ولوأدرك ركعة من الرباعية فعليه أن يقضيي ركعة ويقرأ فيها الفاتحة والسورة ويقعد؛ لأنه يقضي آخر صلٰوته في حق القعدة وحينئذ فهي ثانية ويقضي ركعة يقرأ فيها كذلك ولا يقعد وفي الثالثة يتخير والقرأة أفضل ولو أدرك ركعتين يلزمه القراءة فيما يقضي ولو تركها في أحديهما فسدت؛ لأن ما يقضي أول صلٰوته". (غنية المستملي، ص:٤٦٨-٤٦٩)

(۲) دیکھئے: الدرالمختار علٰى هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۵۷/۱-۵۵۸، ظفير

(۳) ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۵۸/۱، ظفير (مطلب في أحكام المسبوق و المدرك اللاحق، انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

جس شخص کو چار رکعت والی نماز میں، مثل ظہر، یا عصر میں، ایک رکعت امام کے ساتھ ملی تو وہ شخص امام کے سلام پھیرنے کے بعد، اپنی باقی رکعات اس طرح ادا کرے کہ اٹھ کر ''أعوذ ''اور ''سبحانک اللّٰہ'' پڑھ کر ''الحمد'' اور ''سورت'' اس رکعت میں پڑھے اور رکوع وسجدہ کرکے بیٹھ جاوے اور '' التحیات'' پڑھے؛ کیوں کہ اس کی دو رکعت ہوگئی، ایک امام کے ساتھ اور ایک خود اٹھ کر پڑھی۔ ''التحیات'' پڑھ کر، اٹھ کر ''الحمد'' اور ''سورت'' پڑھ کر، رکوع وسجدہ کرے، یہ اس کی تیسری رکعت ہوئی۔ سجدہ کے بعد فوراً اٹھ کر چوتھی رکعت صرف ''الحمد'' کے ساتھ پڑھے، یہ چوتھی رکعت ہوگئی، رکوع وسجدہ کرکے '' التحیات'' اور درود شریف ودعا پڑھ کر سلام پھیرے۔ (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۹۶ـ۳۹۷)

اگر کوئی عصر یا مغرب کی اخیر رکعت میں ملا تو بقیہ نماز کس طرح پوری کرے:

سوال: اگر کوئی شخص عصر، یا مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ اخیر رکعت میں شامل ہوتا ہے تو باقی رکعتوں میں جو اکیلا پڑھے گا، ہر رکعت میں التحیات پڑھنا ہوگا، کس طرح جائز ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

مغرب میں ایسا ہی ہوگا کہ جب امام کے ساتھ ایک رکعت آخر کی ملی، تو باقی دونوں رکعتوں میں بیٹھنا اور التحیات پڑھنا ہوگا اور عصر میں امام کے سلام کے بعد ایک رکعت پڑھ کر قعدۂ درمیانی کرنا ہوگا اور پھر دو رکعت پڑھ کر آخر میں بیٹھنا ہوگا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۹۶)

مغرب کی نماز میں تیسری رکعت پانے والا باقی نماز کس طرح ادا کرے:

سوال: ایک شخص نماز مغرب میں تیسری رکعت میں شریک ہوا اور وہ رکعت کامل امام کے ساتھ اس کو ملی۔ بعد سلام امام کے مقتدی کھڑا ہوکر دو رکعت پڑھ کر بیٹھا اور التحیات اور درود وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرا اور اول رکعت میں تشہد میں نہیں بیٹھا۔ اکثر لوگ اس طریقہ کو پسند کرتے ہیں اور اکثر دوسرے طریقہ کو وہ یہ کہ امام کے سلام کے بعد کھڑا

(۱ـ۲) والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها و هو منفرد حتیٰ يثني و يتعوذ ويقرأ، إلخ، فيما يقضيه، إلخ، ويقضي أول صلاته في حق قراءة و آخرها في حق تشهد فمدرك ركعة من غير فجر يأتي بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعي بفاتحة فقط. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة، مطلب في أحكام المسبوق: ۱/۵۵۷، ظفير)

ہوکر ایک رکعت پڑھ کر تشہد میں بیٹھے پھر دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیرے، ان دونوں طریقوں میں کون سا طریقہ صحیح ودرست ہے؟ اگر دونوں صحیح ہیں تو افضل کون سا ہے؟ جواب بہت جلد مدلل بقرآن وحدیث وفقہ تحریر فرمائیں اور وہ رکعت مع قرأت کے پڑھے، یا نہیں؟ اور قرأت سراً پڑھے، یا جہراً؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

بعد سلام امام کے مقتدی کھڑا ہوکر الحمد سے سورۃ ملا کر رکعت پوری کرے اور اس میں التحیات پڑھے درود نہ پڑھے پھر دوسری رکعت میں الحمد سورت کے ساتھ پڑھ کر التحیات معہ درود پڑھے، پھر سلام پھیرے، یہی طریقہ جائز ودرست ہے اور سوائے اس کے درست نہیں اور قرأت خواہ سراً پڑھے، یا جہراً اختیار ہے۔ فقط (تالیفات رشیدیہ:۲۹۹)

مغرب کی نماز میں تیسری رکعت پانے والا فوت شدہ رکعت کس طرح ادا کرے:

سوال (۱) مغرب کی جماعت میں تیسری رکعت پانے والا، باقی دو رکعتوں کے درمیان میں جلسہ کرے اور ایک کو خالی اور ایک بھرتی پڑھے، یا دونوں رکعت کے بعد جلسہ کرلے، کون صورت صحیح ہے اور کون موجب خرابی ہے؟

(۲) **أتموا ما فاتكم** کی تشریح کس نے کہاں کی ہے اور اس سے مراد کیا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

فقہا کا اختلاف ہے کہ افضل طریقہ ادائے مافات کا کیا ہے؛ لیکن دونوں طرح سے نماز درست ہوگی اور کوئی خرابی نہیں آئے گی۔

امام اعظمؒ کے نزدیک یہ ہے کہ امام کی نماز کے بعد جو دو رکعت ادا کرے، اس کے درمیان میں قعدہ نہ کرے اور دونوں میں قرأت کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں رکعت کے درمیان میں قعدہ کرے اور اول میں قرأت کرے اور دوسری میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے۔ فرق یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک "**ما فات من أوّل الصلاة**" کی اولیت باقی رہتی ہے اور صاحبین کے نزدیک جو رکعت امام کے ساتھ پڑھی گئی، اولیت اس کے لیے ہے۔(۱)

(۱) اس مسئلہ میں دو رائیں منقول ہیں، ایک کی نسبت خود امام ابوحنیفہؒ کی طرف کی گئی ہے اور دوسرا قول امام محمدؒ کا ہے، کہا جاتا ہے کہ امام ابویوسفؒ بھی اسی رائے کے ساتھ ہیں، کتب فقہ کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی قول معتمد اور معمول بہ ہے، خلاصہ اس قول کا یہ ہے کہ مسبوق اپنی نماز کی ابتدائی رکعات جو اس کی فوت ہوگئی ہیں، قرأت کے حق میں اسے نماز کی ابتدائی رکعتوں کی طرح سمجھے اور آخری رکعتوں کو نماز کا آخری حصہ تسلیم کرے، جس میں وہ تشہد پڑھے، پس فجر کے علاوہ دیگر نمازوں کے حق میں ایک رکعت پانے والا دو رکعت اس طرح ادا کرے گا کہ اس میں فاتحہ وسورہ پڑھے گا اور دونوں رکعتوں کے درمیان تشہد کرے گا اور اگر نماز چار رکعت کی ہو تو چوتھی رکعت میں صرف فاتحہ پڑھے گا اس سے پہلے قعدہ نہیں کرے گا۔ ==

(۲)　مبسوط سرخسی اور بدائع الصنائع میں دیکھئے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۵۰/۵/۳۰ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۲۸-۲۳۰)

مسبوق اپنی بقیہ نماز کس طرح پوری کرے گا:

سوال:　جو شخص مغرب کی نماز میں دو رکعت کے بعد امام کے ساتھ شامل ہو، وہ بقیہ دو رکعتیں کس طرح پوری کرے گا؟

الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مغرب کی نماز جس شخص کو جماعت سے ایک رکعت ملی ہو، اس کو دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور سورہ پڑھنی چاہیے، پہلی رکعت میں اس کو سجدے کے بعد بیٹھ کر التحیات پڑھنی چاہیے اور دوسری رکعت میں التحیات درود پڑھ کر سلام پھیرنا چاہیے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۷۰/۲/۲۵ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۳۲-۲۳۳)

==　(والمسبوق من سبقه الإمام بها) أو ببعضها وهو منفرد)حتٰی يثن ويتعوّذ ويقرأ،وإن قرأ مع الإمام لعدم الاعتداد بها لكراهتها،مفتاح السعادة، (فيما يقضيه) أى بعد متابعته لإمامه، فلو قبلها فالأظهر الفساد، يقضى أول صلاته فى حق قراءة وآخرها فى حق تشهد؛ فمدرك ركعة من غير فجر يأتى بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعى بفاتحة فقط ولا يقعد قبلها.(الدرالمختار:۲/۳٤٦-۳٤۷)

قوله:(ويقضى أول صلاته فى حق قراءة،إلخ) هٰذا قول محمد،كما فى مبسوط السرخسى وعليه اقتصر فى الخلاصة وشرح الطحاوى و الاسبيجابة والفتح و الدررو البحروغيرهم وذكرالخلاف،كذلك فى السراج؛ لكن فى صلاة الجلابة إن هٰذا قولهما وتمامه فى شرح الشيخ إسماعيل وفى الفيض عن المستصفى: لو أدركه فى ركعة الرباعى يقضى ركعتين بفاتحة وسورة ثم يتشهد ثم يأتى بالثالثة بفاتحة خاصة عند أبى حنيفة،وقالا :ركعة بفاتحة وسورة وتشهد ثم ركعتين أولاهما بفاتحة وسورة وثانيتهما بفاتحة خاصة،آه، وظاهر كلامهم اعتماد قول محمد، قوله:(وتشهد بينهما) قال فى شرح المنية:ولو لم يقعد جاز استحساناً لا قياساً ولم يلزمه سجود السهو لكون الركعة أولٰى من وجه، آه.(ردالمحتار ،باب فى أحكام المسبوق و المدرك واللاحق: ۲/۳٤۷)

(۱)　(ما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا)أطلق لفظ الإتمام على أداء ما سبق به وإتمام الشيء يكون بآخره فدل أن الذى يقضى آخر صلاته والدليل عليه وجوب القعدة على من سبق بركعتين من المغرب إذا قضى ركعة ولو كان مايقضى أول صلاته لما وجبت القعدة الواحدة لأنها تجب على رأس الركعتين لا عقيب ركعة واحدة وكذا إذا قضى الركعة الثانية تفترض عليه القعدة والقعدة لا تفترض عقيب الركعتين وكذا لو كان ما أدرك مع الإمام آخر صلاته كان ما قعد مع الإمام فى محله فيكون فرضا له كما للإمام فلا يفترض ثانيا فيما يقضى كما لا يأتى بالقنوت عندكم ثانيا لحصول ما أدرك مع الإمام فى محله ولا يلزمنا إذا سبق بركعتين من المغرب حيث يقضيهما مع قراءة الفاتحة والسورة جميعا ولو كان يقضى آخر صلاته حقيقة وحكما لكان لا تجب عليه القراءة فى الثانية من الركعتين التين يقضيهمالأنها ثالثة ولا تجب القراءة فى الثالثة،الخ.(بدائع الصنائع: ۱/۲٤۸،كذا فى مبسوط السرخسى: ۱/۱۹۰،انيس)

(۲)　"ومنها،أنه يقضى أول صلاته فى حق القراءة وأخرها فى حق التشهد حتٰى لوأدرك ركعة　==

امام قعدۂ اخیرہ میں ہو تو مسبوق کیا پڑھے:

سوال: زید مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ اس وقت ملا، جب کہ امام دوسری رکعت میں قرأت کر رہا تھا اور جب امام قعدۂ اخیرہ میں بیٹھا تو زید نے تشہد کے بعد درود بھی پڑھا اور دعا بھی تو کیا نماز نہیں ہوئی؟ بکر عالم کہتا ہے کہ نماز ہوگئی۔

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں بکر کا کہنا صحیح ہے، زید کی نماز ہوگئی، البتہ ایسی صورت میں بہتر یہ تھا کہ تشہد کو اتنی کم رفتار سے پڑھی جائے کہ مسبوق کا تشہد امام کے سلام پھیرنے تک ختم ہو جائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۳۰/۷/۱۴۰۰ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۴۹۵)

جمعہ کی نماز میں مسبوق اپنی کتنی رکعت پوری کرے گا:

سوال: زید جمعہ کی نماز میں دوسری رکعت میں شامل ہوا، اس صورت میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس کو کتنی رکعت پڑھنی چاہئے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اس شخص کو جب جمعہ کی نماز ایک رکعت ملی ہے تو امام کے سلام کے بعد یہ شخص ایک رکعت پڑھے، جیسے فجر کی نماز پڑھی جاتی ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۹/۳/۲/۱۳۷ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۳۱)

وتر کی ایک رکعت پانے والا بقیہ رکعتیں کس طرح ادا کرے:

سوال: ایک شخص وتر کی جماعت میں تیسری رکعت میں مسبوق ہو کر ملا تو اپنی متروکہ دو رکعتیں بعد سلام امام کے کس طرح ادا کرے؟

== من المغرب قضى ركعتين وفصل بقعدة فيكون بثلاث قعدات وقرأ في كل فاتحة وسورة". (الفتاوى الهندية، الفصل السابع في المسبوق واللاحق: ۱/۹۱)

(۱) "وأما المسبوق فيترسل ليفرغ عند سلام إمامه، وقيل يتم، وقيل يكرر كلمة الشهادة". (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۲/۲۲۰ ـ ۲۲۱)

(۲) "ومن أدرك الإمام يوم الجمعة صلّى معه ما أدركه وبنى عليه الجمعة ... وإن كان أدركه في التشهد". (الهداية، باب الجمعة: ۱/۱۷۰)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

رمضان المبارک کے وتر کی جماعت میں جس مسبوق کو صرف ایک رکعت امام کے ساتھ ملی ہے، اگر اس نے امام کے ساتھ قنوت پڑھا ہے تو پھر نہیں پڑھے گا اور بقیہ دو رکعتوں کے درمیان میں قعدہ کرے گا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
محمد نور الحسن غفرلہ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۳۰۹/۲)

صرف ایک رکعت پانے والے مسبوق پر ایک رکعت ادا کرنے کے بعد قعدہ لازم ہے یا نہیں:

سوال: درمختار کی اس عبارت" **فمدرك ركعته من غير فجر يأتي بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما**" سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ثلاثی اور رباعی نماز کی ایک رکعت پانے والے مسبوق ایک رکعت تسلیم امام کے بعد پڑھ کر وجوباً قعدہ کرے اور تشہد پڑھے اور اگر نہ کیا تو سجدہ سہو کرنا چاہیے، ورنہ کراہت تحریمی ہوگی اور **تشهد بينهما** کے تحت میں علامہ شامی نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ!

قال في الشرح المنيه ولو لم يقعد جاز استحسانًا لاقياسًا ولم يلزمه سجود السهو لكون الركعة أولىٰ من وجه.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قعدۂ اور تشہد مذکورہ واجب وضروری نہیں، ورنہ سجدۂ سہو یا اعادہ واجب ہوتا، اگر ترک کی صورت میں نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہوتی ہے، یا سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے تو حضور تکلیف فرما کر اثبات مدعی کے لئے کوئی عبارت علاوہ ان عبارات کے تحریر فرمادیں؛ تا کہ اطمینان ہو، ورنہ متن وشرح کی عبارت کی توجیہ فرمادیں کہ بظاہر مختلف معلوم ہوتی ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

قال في الدرالمختار في أحكام المسبوق: ويقضي أول صلاته في حق قراء ة وأخرها في حق تشهد، آه.

وفي ردالمحتار: هٰذا قول محمد رحمه الله، كما في مبسوط السرخسي، وعليه اقتصر في

---

(۱) امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہوکر جو رکعت ادا کرے، وہ اس کے لئے دوسری رکعت کے حکم میں ہے، لہٰذا وہ قعدہ اولیٰ کرے گا اور پھر جو اس مسبوق نے دوسری رکعت پڑھی، یہ اس کی آخری رکعت ہے؛ اس لیے وہ قعدۂ اخیرہ کرے گا، اس طرح دو رکعتوں کے درمیان قعدۂ اولیٰ اور قعدۂ اخیرہ ادا کیا جائے گا۔[مجاہد]

"ومنها أنه يقضي أول صلاته في حق القرأة وآخرها في حق التشهد حتىٰ لوأدرك ركعة من المغرب قضى ركعتين وفصل بقعدة فيكون بثلاث قعدات وقرأ في كل فاتحة وسورة". (الفتاویٰ الهندية،الفصل السابع في المسبوق واللاحق: ۹۱/۱)

الخلاصة وشرح الطحاوی والاسبیجابی والفتح والدر والبحر وغیرهم وذکر الخلاف کذٰلک فی السراج لکن فی صلاۃ الجلابی إن هٰذا قولهما وتمامه فی شرح الشیخ إسمٰعیل و فی الفیض عن المستصفی: لوأدرکه فی رکعة الرباعی یقضی رکعتین بفاتحة وسورة ثم یتشهد ثم یأتی بالثانیة بفاتحة خاصه عند أبی حنیفة رحمه اللّٰه وقالا رکعة بفاتحة وسورة وتشهد ثم رکعتین أولاهما بفاتحة وسورة وثانیتهما بفاتحة خاصة وظاهر کلامهم اعتماد قول محمد رحمه اللّٰه،آہ.(۱/۴۲۳-۴۲۴)

وفی کتاب الآثارلمحمد: قال أخبرنا أبوحنیفة رحمه اللّٰه عن حماد عن إبراهیم أن مسروقًا وجندباً دخلا فی صلاۃ الإمام فی المغرب فأدرکا معه رکعة وسبقا برکعتین وصلیا معه رکعة ثم قاما یقضیان فأما مسروق فجلس فی الرکعة الأولٰی التی قضی وأما جندب فقام فی الأولٰی وجلس فی الثانیة فلما انصرفا أقبل کل واحد علٰی صاحبه ثم أنهما تساوقا إلٰی عبداللّٰه بن مسعود فقصا علیه القصة فقال کلاکما قد أحسن وأن أصلی کما صلی مسروق أحب،إلٰی أن قال محمد رحمه اللّٰه: وبقول ابن مسعود رضی اللّٰه عنه نأخذ، یجلس فی الرکعتین جمیعا اللتین فأتاه وهو قول أبی حنیفة رحمه اللّٰه،آہ.(ص:۲۷)(۱)

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ درمختار میں جوقول نقل کیا ہے، وہ افضل ہے اور اگر ثلاثی ورباعی نماز کی ایک رکعت پانے والا مسبوق تسلیم امام کے بعد ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کرے؛ بلکہ دو رکعت کے بعد قعدہ کرے تو یہ بھی جائز ہے اور سجدۂ سہو لازم نہیں آئے گا۔ واللہ اعلم

۲۳ رشوال ۱۳۴۱ھ (امدادالاحکام:۲/۱۶۰-۱۶۲)

تین رکعات کا مسبوق قعدۂ اولیٰ کب کرے:

سوال: ایک شخص نماز رباعی میں چوتھی رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا، اس نے باقی تین رکعتیں اس طرح ادا کیں کہ پہلی رکعت پر قعدہ کی بجائے دوسری رکعت پر قعدہ کیا، اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اولی یہ ہے کہ مسبوق ایک رکعت کے بعد قعدہ کرے، اگر دو رکعت کے بعد قعدہ کیا تو بھی کچھ حرج نہیں۔

قال فی العلائیة:ویقضی أول صلاته فی حق قرأۃ وآخرها فی حق تشهد،فمدرک رکعة من غیرفجر بأتی برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بینهما وبرابعة الرباعی بفاتحة فقط ولا یقعد قبلها، وقال ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالٰی: هٰذا قول محمد رحمه اللّٰه تعالٰی کما فی مبسوط السرخسی

(۱) کتاب الآثار،باب من سبق بشیء من صلاته،رقم الحدیث: ۱۳۰،انیس

وعليه اقتصرفی الخلاصة وشرح الطحاوی والاسبیجابی والفتح والدرر والبحر غيرهم (إلٰی قوله) وفی الفيض عن المستصفی: لوأدرک فی رکعة الرباعی یقضی رکعتين بفاتحة وسورة وتشهد ثم رکعتين أولاهما بفاتحة وسورة وثانيتهما بفاتحة وقالا رکعة بفاتحة وسورة تشهد ثم رکعتين أولاهما بفاتحة سورة وثانيهما بفاتحة خاصة،آه، وظاهر کلامهم اعتماد قول محمد رحمه اللّٰه تعالٰی (قوله: وتشهد بينهما)قال فی شرح المنية: ولولم يقعد جاز استحساناً لا قياسا ولم يلزمه سجود السهولكون الرکعة أولٰی من وجه،آه.(ردالمحتار: ۵۵۸/۱) فقط واللّٰه تعالٰی أعلم

۸/ربیع الآخر ۱۳۹۸ھ (احسن الفتاویٰ:۳۸۳/۳)

تین رکعات کے مسبوق کے لیے امام کے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت متصل پڑھنے سے نماز کا حکم:

سوال: اگر مسبوق نے امام کے ساتھ چوتھی رکعت ادا کر کے بعد بناء کی صورت میں دو رکعتیں بلا فصل قعدہ کے پڑھ لیں تو کیا اس مسبوق پر سہو لازم ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر چہ معتمد علیہ قول امام محمد کا ہے اور صورت مذکورہ میں امام محمد کے قول کے خلاف کیا گیا ہے؛ لیکن پھر بھی اس شخص کی نماز استحساناً جائز اور درست ہے، سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہے۔(۱)

قال الحصكفی:ويقضی أول صلاته فی حق قراء ته وأخرها فی حق تشهد فمدرک رکعة من غيرفجر يأتی برکعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعی فاتحه فقط ولايقعد قبلها.

وقال ابن عابدين تحت هذه العبارة:(قوله:ويقضی أول صلاته فی حق قراء ته،إلخ)وهٰذا قول محمد،كما فی مبسوط السرخسی وعليه اقتصرفی الخلاصة وشرح الطحاوی والاسبيجابی والفتح والدرر والبحر وغيرهم وذكرالخلاف،كذلک فی السراج الوهاج، لكن فی صلاة الجلابی أن هٰذا قولهما وتمامه فی شرح الشيخ إسمعيل وفی الفيض عن المستصفی: لو أدرکه فی رکعة الرباعی يقضی رکعتين بفاتحة وسورة ثم يتشهد ثم يأتی بالثالثة بفاتحة خاصة،آه، وظاهر كلامهم اعتماد قول محمد (قوله: تشهد بينهما) قال فی شرح المنية: ولو لم يقعد جاز استحساناً لا قياساً ولم يلزمه سجود السهو لكون الرکعة أولٰی من وجه،آه. (الدرالمختارمع رد المحتار،أحكام المسبوق واللاحق: ۵۹٦/۱)(فتاویٰ حقانیہ:۱۸٦/۳)

(۱) قال إبرهيم الحلبی:ومن جملتها ما أشرنا إليه أنه يقضی أول صلٰوته فی حق القراء ة وآخرها فی حق القعدة حتٰی لوأدرک مع الإمام رکعة من المغرب بأنه قرأ فی الرکعتين الفاتحة والسورة ويقعد فی أوليها؛لأنها ثنائية ولو لم قعد جازاستحساناً لاقياسا ولم يلزمه سجود السهو لو سهوًا لكونها أولٰی لم وجه إلخ(كبيری،باب سجود السهو:٤٦٨)

مسبوق امام کی اقتدا:

سوال: مسبوق کی امامت درست ہے، یا نہیں؟ مثلاً زید نماز پڑھا رہا تھا، بکر دوسری، یا تیسری رکعت میں شریک ہوا، جب زید نماز سے فارغ ہوا تو بکر باقی نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہوا تو خالد آ کر اس کے پیچھے نماز پڑھنے لگا تو خالد کی نماز درست ہے، یا نہ؟

الجواب

مسبوق کی اقتدا درست نہیں ہے، وہ بحالت انفراد بعد فراغ امام دوسروں کا امام نہیں ہو سکتا۔

کما فی الدر المختار: لایجوز الاقتداء به. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۳۷۵-۳۷۶)

مسبوق شخص کی اقتدا:

سوال: ایک شخص جماعت میں اس وقت شریک ہو گیا، جب کہ امام ایک رکعت پڑھ چکا تھا، جماعت ختم ہونے پر شخص مذکور اپنی باقی ماندہ نماز پوری کر رہا تھا، اتنے میں دو شخص اور وضو کر کے پہلے شخص کے پیچھے نیت باندھ کر کھڑے ہو گئے، پہلا شخص اپنی رکعت پوری کر چکا، دو شخص جو بعد میں آئے تھے، ان کی ایک رکعت باقی رہ گئی، اس کے بعد ایک، یا دو شخص اور وضو کر کے ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے، اسی طرح پانچ دفعہ شامل ہوتے رہے، اس طریقہ سے اقتدا درست ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص جس کی ایک یا دو رکعت فوت ہو جاوے اور بعد میں آ کر جماعت میں شامل ہو، وہ مسبوق کہلاتا ہے، جس وقت امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ اپنی رکعت پوری کرنے کھڑا ہو تو اس کے پیچھے کسی کو اقتدا کرنا درست نہیں ہے، ان مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی، اسی طرح آخر سلسلہ تک ان لوگوں کی نماز نہ ہوگی، جو آ کر شامل ہوتے رہے، جیسا کہ درمختار میں مسبوق کے حال میں ہے:

لایجوز الاقتداء به. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۲۱۲) ☆

(۱-۲) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۸، ظفیر (مطلب فی أحکام المسبوق والمدرک اللاحق، انیس)

☆ **مسبوق کی اقتدا درست نہیں ہے:**

سوال: ایک شخص نماز جماعت میں تیسری، یا چوتھی رکعت میں شامل ہوا، نماز ختم ہونے کے بعد یہ شخص، مثلاً زید اپنی نماز پوری کر رہا تھا کہ عمر نے زید کو، جو چوتھی رکعت میں شامل جماعت ہوا تھا، اپنا امام کر لیا اور اس نے بعد پورا کرنے اپنی نماز کے، سلام پھیر دیا تو یہ جماعت درست ہوگی، یا نہیں؟ ==

مسبوق امام کے، پہلے سلام کے بعد، کھڑا ہو یا دوسرے کے بعد:

سوال: مسبوق بقیہ رکعات کی ادائیگی کے لیے امام کے اول سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو، یا دونوں سلام پھیرنے کے بعد؟

الجواب

دونوں سلام پھیرنے کے بعد اٹھنا بہتر ہے؛ تاکہ اگر امام پر سجدہ سہو ہو تو اس کو لوٹنا نہ پڑے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۴/۳)

==

الجواب

جو شخص تیسری، یا چوتھی رکعت میں امام کے ساتھ شامل ہوا اور اقتدا امام کا کیا، وہ مسبوق کہلاتا ہے، جس وقت وہ اپنی باقی ماندہ نماز پوری کرنے کے کھڑا ہوا تو اس کے پیچھے کسی کو اقتدا کرنا درست نہیں ہے۔

لایجوز الاقتداء به. (الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق واللاحق: ۵۵۸/۱، قبیل باب الاستخلاف، ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۵/۳)

مسبوق کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا حکم:

سوال: جماعت میں کوئی شخص دوسری، یا تیسری رکعت میں شریک ہوا، بعد اختتام جماعت وہی مسبوق باقی ماندہ نماز پوری کررہا تھا، پیچھے سے دیگر اشخاص آگئے اور لاعلمی سے مسبوق کے پیچھے نیت باندھ لی، یہ کہہ کر تکبیر آواز سے کہو ہم بھی شریک ہوگئے، اسی صورت سے نماز پوری کی تو ان کی نماز ہوگئی، یا نہیں؟

الجواب

اس کے پیچھے دوسروں کی اقتدا صحیح نہیں ہے، مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی۔

کما فی الدرالمختار: لایجوز الاقتداء به، إلخ، المسبوق. (۴۰۱/۱) (الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق واللاحق: ۵۵۸/۱، قبیل باب الاستخلاف، ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۶/۳)

(۱) وینبغی أن یصبر (المسبوق) حتٰی یفهم أنه لاسهو علی الإمام. (الدرالمختار)

أی لایقوم بعد التسلیمة أو التسلیمتین بل ینتظر فراغ الإمام بعدها، إلخ، قال فی الحلیة: ولیس هٰذا بلازم بل المقصود مایفهم أن لاسهو علی الإمام أو یجد له مایقطع حرمة الصلاة. (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق والمدرک واللاحق: ۵۵۹/۱)

وتنقطع التحریمة بتسلیمة واحدة، برهان، وقد مر. (الدرالمختار) أی فی الواجبات حیث قال: وتنقضی قدوةً بالأول قبل علیکم علی المشهور عندنا خلافاً للتکملة، آه. (ردالمحتار، فصل تالیف الصلاة: ۴۹۰/۱)

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے سلام کے بعد بھی اٹھ سکتا ہے، بہتر یہی ہے کہ دوسرے سلام کے بعد کھڑا ہو۔ (ظفیر غفرلہ)

مسبوق بھول سے سلام پھیر کر دعا کرے، پھر یاد، آئے تو کیا کرے:

سوال: ایک شخص نماز میں ایسے وقت شامل ہوا، جب کہ ایک یا دو رکعت ہو چکی تھی، اس نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، پھر ہاتھ اٹھا کر عربی زبان میں دعا بھی مانگ چکا، پھر اسے یاد آیا کہ میری ایک یا دو رکعت باقی ہے، اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

بغیر کسی کلام کے اور کچھ بولے، اگر وہ اٹھ گیا، اگر چہ سلام پھیر دیا اور ہاتھ اٹھا کر دعا بھی مانگ لی، اس کی نماز ہوگئی، آخر میں سجدۂ سہو کر لیوے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸۲/۳)

مسبوق کا امام کے ساتھ سلام پھیرنا:

سوال: اگر مسبوق سہواً، یا عمداً امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو نماز فاسد ہو جائے گی، یا نہیں؟

الجواب

سہواً کرنے سے نماز فاسد نہ ہوگی، البتہ عمداً کرنے سے فاسد ہو جائے گی۔
مجمع البرکات میں ہے:

وسلام المسبوق لاتفسد صلاته؛ لأنه سلام الساهي فلايخرجه عن حرمة الصلاة، كذا في الفتاوٰى العالمكيرية ناقلاً عن شرح الطحاوى وإن سلم مع الإمام على ظن أن سلامه مع الإمام فهو سلام عمداً فتفسد، كذا في الظهيرية، إنتهٰى. (۲) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۳۶)

مسبوق نے بھول کر سلام پھیر دیا، یاد دلانے پر بقیہ رکعت پوری کر لی، تو نماز ہوگئی:

سوال: ایک مسبوق نے سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، مقتدی نے مسبوق کو کہا کہ تم ایک رکعت اور پڑھو، اس پر مسبوق کو وہ رکعت یاد آئی اور مسبوق نے چپکے ہی اٹھ کر رکعت پڑھ لی، آیا اس کی نماز جائز ہے، یا نہ؟

---

(۱) **لو سلم ساهياً إن بعد إمامه لزمه السهو وإلا لا.** (الدر المختار على هامش رد المحتار، قبيل باب الاستخلاف: ۵٦٠/۱، ظفير)

(۲) **ولو سلم المسبوق مع الإمام ينظر إن كان ذاكرا لما عليه من القضاء فسدت صلاته وإن كان ساهيا لما عليه من القضاء لا تفسد صلاته لأنه سلام الساهي فلا يخرجه عن حرمة الصلاة، كذا في شرح الطحاوى في باب سجود السهو.** (الفتاوىٰ الهندية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۹۸/۱، دارالفكر بيروت، انيس)

وإن سلم مع الإمام على ظن أن عليه السلام مع الإمام فهو عمد فتفسد، كذا في الظهيرية. (الفتاوىٰ الهندية، الفصل السابع في المسبوق واللاحق: ۹۱/۱، دارالفكر بيروت، انيس)

الجواب

نماز اس کی صحیح ہوگئی، **هذا هو الأصح**. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۸۶/۳) ☆

مسبوق بھول سے سلام پھیر دے، پھر یاد دلانے پر اٹھ کر پوری کرے:

سوال: مسبوق اگر امام کے ساتھ بلا ارادہ ہر دو جانب سلام پھیر دے، اور جو لوگ نماز میں شامل تھے، وہ اس کو کہیں کہ تیری بقیہ نماز نہیں ادا ہوئی، وہ ادا کرے، تو اس شخص کی نماز ہو جائے گی، یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ مسبوق دوسرے کے بتلانے سے اور یاد دلانے سے اٹھا اور خود بھی اس کو یاد دلانے سے یاد آ گیا اور اسی بنا پر وہ اٹھا، تو سجدہ سہو کرنے سے اس کی نماز ہوگئی۔ (۲)

---

(۱) **حتیٰ لو امتثل أمر غيره،فقيل له: تقدم ؟ فتقدم،أو دخل فرجة الصف، فوسع له،فسدت،بل يمكث ساعة،ثم يتقدم برأيه.(الدر المختار)(قوله: أو دخل فرجة،إلخ) المعتمد فيه عدم الفساد.**(ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب **مايفسد الصلاة و مايكره فيها**: ۵۸۱/۱)

اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کے کہنے کے بعد، ایک لمحہ ٹھہر جائے، پھر کھڑا ہو کر پوری کرے، اور اگر کہنے کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا، تو بھی معتمد قول کی بنیاد پر نماز نہیں فاسد ہوگی؛ بلکہ ادا ہوگئی۔ واللہ اعلم (ظفیر مفتاحی)

مگر اسے سجدہ سہو کرنا چاہیئے، احتیاط اسی میں ہے۔

ولو سلم ساهياً إن بعد إمامه لزمه السهو وإلا لا.(الدر المختار)

أى وإن سلم معه أو قبله لايلزمه؛لأنه مقتدٍ فى هاتين الحالتين،وفى شرح المنية عن المحيط:إن سلم فى الأولٰى مقارناً لسلامه فلا سهو عليه؛لأنه مقتدٍ به وبعده لايلزم؛لأنه منفرد،آه ثم قال:فعلٰى هٰذا يراد بالمعية حقيقتها وهو نادر الوقوع آه، قلت :يشيرإلٰى أن الغالب لزوم السجود؛لأن الأغلب عدم المعية وهٰذا مما يغفل عنه كثير من الناس فليتنبه. (ردالمحتار،باب الإمامة،مطلب فى أحكام المسبوق والمدرك واللاحق: ۵۶۰/۱،ظفير)

☆ مسبوق کا دوسرے کے کہنے سے اپنی نماز کو پورا کرنا:

سوال: اگر مسبوق بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے اور کچھ دیر توقف کے بعد دوسرے کے کہنے پر بقیہ نماز کو پوری کرتا ہے تو اس کی نماز صحیح ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

اس کی نماز فاسد ہو جائے گی؛ کیوں کہ اس نے نماز کی حالت میں غیر سے مدد حاصل کی، **كذا يفهم من الدر المختار**.

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۱۴-۲۱۵)

(۲) **إن تابع وإلا لا،ولو سلم ساهياً إن بعد إمامه لزمه السهو وإلا لا.(الدر المختار)** ==

اور ایسی حالت میں ایسا ہی کرنا چاہئے کہ اگر کوئی دوسرا شخص بتلا دے اور یاد دلا دے تو خود یاد کر کے اپنی یاد پر اس فعل کو کرے؛ تاکہ نماز میں کچھ خلل نہ ہو۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۳/۳)

مسبوق نے غلطی سے سلام پھیر دیا اور پھر کسی کے کہنے پر کھڑا ہو گیا:

سوال: امام نے سلام پھیرا اور مسبوق نے نادانی، یا سہو سے سلام پھیر دیا، یا چپ بیٹھا رہا، تب امام، یا دوسرے مقتدی کے (جواب خارج نماز میں ہے) بتلانے سے وہ خیال کیا کہ نماز باقی رہی باقی پڑھی، یہ درست ہوا، یا نہ؟

الجواب

اس حالت میں سلام پھیرنے سے نماز فاسد نہیں ہوئی اور مقتدی خارج صلوٰۃ، یا امام فارغ عن الصلوٰۃ کے بتلانے سے اگر مسبوق کو یاد آ گیا اور اپنی یاد پر کھڑا ہوا تو نماز فاسد نہیں ہوئی، بشرطیکہ کوئی عمل منافی صلوٰۃ نہ کیا ہو، پس اگر امام کے سلام کے بعد فوراً بتلانے سے کھڑا ہوا، تب تو سجدۂ سہو بھی نہیں اور تین سبحان اللہ کی مقدار دیر ہوئی تو سجدۂ سہو لازم ہے۔

۲/ جمادی الثانیہ ۱۳۴۱ھ (امدادالاحکام: ۱۵۹/۲-۱۶۰)

مسبوق نے سلام پھیر کر دعا کر لی، پھر یاد دلانے پر یاد آیا، تو وہ کیا کرے:

سوال: ایک روز نمازِ عشا کی جماعت میں خادم دوسری رکعت میں شریک ہوا، مگر امام کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیر کر نماز ختم کی اور دعا مانگی؛ مگر اسی وقت ایک دوسرے مقتدی نے، جو اپنی نماز امام کے ساتھ پوری کر چکا تھا، مجھے جتلایا کہ تم کھڑے ہو کر نماز پوری کرو، پس اگر اس حالت میں یہ عاصی کھڑے ہو کر نماز پوری کر لیتا تو نماز ہو جاتی، یا نہیں اور جس صورت میں کہ میں نے ان کا کہنا نہیں مانا؛ بلکہ از سرِ نو چار فرض ادا کئے تو یہ نماز ہو گئی، یا نہیں؟ میرے نہ ماننے کی یہ وجہ ہوئی کہ دل میں یہ خیال اور شبہ پیدا ہوا کہ خارج از نماز لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

الجواب

اگر اس شخص کے بتلانے کے بعد کچھ تأمل کر کے خود یاد آ جاتا کہ میری ایک رکعت بے شک رہی ہے اور اس بنا پر

== وفی شرح المنية عن المحيط: إن سلم فی الأولٰی مقارناً لسلامه فلا سهو عليه؛ لأنه مقتدٍ به وبعده لايلزم لأنه منفرد، آه ثم قال: فعلٰی هٰذا يراد بالمعية حقيقتها وهو نادرالوقوع آه، قلت: يشير إلٰی أن الغالب لزوم السجود؛ لأن الأغلب عدم المعية. (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحكام المسبوق والمدرک واللاحق: ۵۶۰/۱، ظفير)

(۱) حتٰی لو امتثل أمر غيره، فقيل له: تقدم؟ فتقدم، أو دخل فرجة الصف أحد، فوسع له، فسدت، بل يمكث ساعة، ثم يتقدم برأيه، قهستاني. (الدرالمختار)

المعتمد فيه عدم الفساد، ط. (ردالمحتار، باب مايفسد الصلٰوة ومايكره فيها: ۵۸۱/۱، ظفير)

اٹھ کر ایک رکعت پوری کر کے نماز پوری کر کے سجدہ سہو کر لیا جاتا تو نماز ہو جاتی؛ کیوں کہ وہ امتثال غیر شخص کا نہیں ہے؛ بلکہ جب کہ خود یاد آ گیا تو اسی کی طرف کھڑا ہونا منسوب ہوگا۔

درمختار میں ہے:

حتٰی لو امتثل أمر غیرہ فقیل له تقدم فتقدم أو دخل فرجة الصف أحد فوسع له فسدت بل یمکث ساعةً ثم یتقدم برائه.

اور شامی میں عدم فساد کی تصحیح کی ہے:

وقدمنا عن الشرنبلالی: عدم الفساد وتقدم تمام الکلام علیه،إلخ. (ردالمحتار،المجلد الأول)(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۹۹-۴۰۰)

مسبوق اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے:

سوال: اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سجدہ سہو یہ سمجھ کر سلام پھیرا کہ مجھ کو بھی دیگر مقتدیوں کی طرح سلام پھیرنا چاہئے تو اس کا کیا حکم ہے اور سہوا سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

الجواب

قال فی الدر: ولو سلم المسبوق ساهیًا أن بعد إمامه لزمه السهو وإلا لا،قال الشامی قوله: و (سلم ساهیًا) قید به؛ لأنه لو سلم مع الإمام علٰی ظن أنه علیه السلام،معه فهو سلام عمد فتفسد کمافی البحر عن الظهیریة،آه. (۶۲۶/۱)

وفی الخلاصة: المسبوق إذا سلم مع الإمام علٰی ظن أن علیه أن یسلم مع الإمام فهو سلام عمداً یمنع البناء،آه. (۱۶۹/۱)(۲)

صورت اولیٰ میں جب کہ مسبوق نے سلام سہو میں امام کی متابعت عمداً کی ہے، مسبوق کی نماز فاسد ہوگئی اور صورت ثانیہ میں جب کہ سہوا سلام پھیر دیا تو حکم یہ ہے کہ اگر یہ سلام امام کے ساتھ پھیرا، تب تو مسبوق پر کچھ نہیں، **لکونه مقتدیاً فی هٰذہ الحالة وسهو المقتدی لایوجب شیئاً** اور اگر امام کے بعد سلام پھیرا تو مسبوق کے ذمہ سجدۂ سہو لازم آئے گا، **لکونه منفردا فی هٰذہ الحالة وسهو المنفرد یوجب سجود السهو.** میں کہتا ہوں کہ مقتضی قیاس کا یہ ہے کہ اس صورت میں بھی مسبوق پر سجدۂ سہو لازم نہ آوے؛ کیوں کہ اگر اس نے امام کے بعد بھی سلام پھیرا ہے جب بھی وہ شرکت سجود سہو کی وجہ سے حالت اقتدا کی طرف لوٹ آیا تو یہ سہو منفرد نہیں؛ بلکہ سہو مقتدی ہے۔

---

(۱) ردالمحتار،باب مایفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیها: ۵۸۱/۱،ظفیر

(۲) الدر المختار، کتاب الصلاة،باب الاستخلاف،انیس

وهو لايوجب شيئًا، قال الطحطاوی فی حاشية مراقی الفلاح: أما سلامه بعدسلام الإمام من سجود السهو فلايلزم به سهو؛لأنه لما سجد للسهومعه عاد إلى الاقتداء ولاسهوعلى المقتدى فتأمل فيه كله،آه. (۲٦۹/۱)

۲؍شعبان ۱۳۴۱ھ (امدادالاحکام:۲؍۱٦۰)

کوئی دوسری رکعت میں ملا؛ مگر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، تو اب کیا کرے:

سوال: ایک شخص دوسری رکعت میں امام کے ساتھ ملا، امام نے سلام پھیرا تو اس نے بھی پھیر دیا، بعد میں یاد آیا تو اب باقی رکعت پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسبوق نے اگر سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، خواہ ایک طرف، یا دونوں طرف، اس طرح کہ مسبوق کا سلام امام کے سلام کے کچھ بعد واقع ہوا، جیسا کہ عادت ہے تو مسبوق اٹھ کر اپنی باقی رکعات پوری کرسکتا ہے، نماز اس کی فاسد نہیں ہوئی۔

وإن سلم (أی المسبوق) بعده (أی بعد الإمام)لزمه (سجود السهو) لكونه منفرداً حينئذ، بحر. (ردالمحتار)(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳؍۳۹۸)

مسبوق امام کے ساتھ بھول سے سلام پھیر دے، یاد آنے پر کھڑا ہو جائے، سجدہ سہو ہے، یا نہیں:

سوال: امام کے ساتھ مسبوق نے سلام پھیر دیا، پھر اسے یاد آیا کہ تیرے ذمہ ایک رکعت ہے، کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں مسبوق کے ذمہ سجدہ سہو ہے، یا نہیں؟

الجواب

سجدۂ سہو اس صورت میں مسبوق پر لازم ہے۔

فی الدرالمختار: ولوسلم ساهياً إن بعد إمامه لزمه السهو وإلا لا،إلخ.(الدرالمختار) (قوله وإلا لا): أی وإن سلم معه أوقبله لايلزمه لأنه مقتدٍ فی هاتين الحالتين (إلٰی أن قال)قلت: يشيرإلٰی أن الغالب لزوم السجود ؛ لأن الأغلب عدم المعية،إلخ. (رد المحتار: ۱/۴۰۲)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳؍۳۸۰)

---

(۱) ردالمحتار،باب سجود السهو: ۱/٦۹٦،ظفير

(۲) ردالمحتار،باب الإمامة،مطلب فی أحكام المسبوق: ۱/٥٦۰، ظفير

امام کے ساتھ جماعت میں کب تک شریک ہوسکتا ہے:

سوال: ایک شخص نے بحوالہ حضرت مولانا مولوی احمد علی صاحب مرحوم بیان کیا کہ مولوی صاحب ممدوح فرماتے تھے کہ اگر امام کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے سے پیشتر مقتدی اقتدا امام کی کرے تو اقتدا درست ہے، آیا یہ مسئلہ آپ کی تحقیق میں درست ہے، یانہیں؟

الجواب

جواب مولوی احمد علی صاحب مرحوم کا درست ہے، خروج عن الصلوٰۃ ''السلام'' کی میم کہنے پر ہوتا ہے، نہ قبل تلفظ میم۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ:۳۰۰)

امام کے ایک سلام کے بعد اقتدا کا حکم:

سوال: زید بعد یک سلام امام کے شریک ہوا تو باقی نماز کے واسطے کب کھڑا ہوکر شروع کرے اور بعد لفظ سلام کے شرکت جماعت کی جائز ہے، یانہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں شرکت امام کے ساتھ صحیح نہیں ہوئی، پس تحریمہ از سرنو کہہ کر اپنی نماز تنہا پوری کرے، تحریمہ اولیٰ باطل ہوگیا؛ کیوں کہ اقتدا موضع انفراد میں مفسد نماز ہے اور یہ موضع انفراد کا تھا۔

كما في الدر المختار في واجبات الصلاة: وتنقضي قدوة بالأول قبل عليكم على المشهور عند نا وعليه الشافعية.(۱) والله أعلم

۳؍جمادی الثانی ۱۳۰۵ھ (امداد، صفحہ:۲۱؍جلد:۱؍وصفحہ:۱۰۲؍ج:۱) (امداد الفتاویٰ جدید:۱؍۳۴۹-۳۵۰)

حکم اقتداء مسبوق بوقت سلام امام:

سوال: اگر مسبوق نمازی جماعت میں ایسے وقت آکے ملے کہ وہ امام کے سلام پھیرنے سے پہلے صرف نیت ہی باندھنے پایا، یا قعدہ میں ملنے کے لئے کچھ تھوڑی ہی جھکا تھا، مگر قعدہ نہ مل سکا اور امام نے سلام پھیر دیا تو یہ فرمایئے کہ وہ مسبوق نمازی جماعت میں شامل ہوا، یانہیں؟ اگر جماعت میں شامل ہوانہیں تو اسی نیت سے اپنی نماز فرداً پوری کرے، یا پھر سے علاحدہ نماز کی نیت کرے؟

(۱-۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ١/٤٦٨، انيس

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

قال في الدرالمختار: لو كبرقائماً فركع ولم يقف صح؛لأن ما أتى به إلٰى أن يبلغ الركوع يكفيه،قنية. (۴۶۳/۱)(۱)

وفي الشرنبلالية: والثاني من شروط صحة التحريمة الإتيان بالتحريمة قائمًا أومنحنيا قليلاً قبل وجود انحنائه بما هوأقرب للركوع،قال في البرهان: لوأدرك الإمام راكعًا فحنى ظهره ثم كبرإن كان إلى القيام أقرب صح الشروع ولوأراد به تكبيرالركوع وتلغونيته؛لأن مدرك الإمام في الركوع لايحتاج إلٰى تكبيرمرتين خلافًا لبعضهم وإن كان إلى الركوع أقرب لايصح التحريمة،آه. (ص:۱۲۷)(۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے لیے بقدر اللہ اکبر قیام کافی ہے، زیادہ کی ضرورت اس وقت ہے، جب کہ مصلی پر تحریمہ کے بعد قیام بھی فرض ہو، صرف صحت تحریمہ کے لیے ادراک رکوع وغیرہ میں قیام زائد علی قدر اللہ اکبر لازم نہیں، پس اگر سلام امام سے پہلے نیت صلوٰۃ کے بعد اللہ اکبر کہہ لے تو اقتدا صحیح ہوگئی، گو جھکنے بھی نہ پایا ہو، بیٹھنے بھی نہ پایا ہو اور اللہ اکبر کے بعد وقفہ بھی نہ ہوا ہو۔ واللہ اعلم

۲۲/صفر ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام:۱۶۳/۲-۱۶۴)

مسبوق کے تکبیر تحریمہ کہہ کر بیٹھنے سے قبل امام نے سلام پھیر دیا:

سوال: اگر کوئی شخص مسجد میں آ کر وضو کر کے امام کے ساتھ شریک ہونا چاہتا تھا اور امام صاحب قعدۂ اخیرہ میں تھے، جب وہ شخص آیا اور نیت ابھی باندھ ہی چکا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو آیا اب یہ نیت توڑ کر دوبارہ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز پڑھے گا، یا اسی پہلی تکبیر تحریمہ ہی پر نماز کی بناء کرے گا اور یہ شخص قعدہ میں امام کے ساتھ شریک نہ ہوسکا تھا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

حرم صلوٰۃ میں داخلہ تکبیر تحریمہ سے ہوتا ہے۔

لقوله عليه السلام: "تحريمها التكبير وتحليلها التسليم" أوكما قال عليه السلام. (۳)

(۱) كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،فرائض صلاة،انيس

(۲) حاشية الطحطاوي علىٰ مراقي الفلاح،باب شروط الصلاة: ۲۱۸/۱،انيس

(۳) السنن للترمذي: ۳۲/۱۔

یہ روایت سنن الدارقطنی میں اس طرح ہے: الوضوء مفتاح الصلاة والتكبيرتحريمها،والتسليم تحليلها وفي كل ركعتين فَسَلِّمْ. (باب صلاة الإمام وهو جنب أومحدث: ۱۹۰/۲،رقم الحديث: ۱۳۷۷،انيس)

وكما قال فی شرح التنوير: قال فی الحلية عند قول المنية: ولا دخول فی الصلوٰة إلا بتكبيرة الافتتاح. (ردالمحتار: ۱/٤٤٧)(۱)

جب اس نے تحریمہ نماز اللہ اکبر کہہ کر باندھ لیا تو حرم صلوٰۃ میں داخل ہوگیا اور اس کا تحریمہ منعقد ہوگیا اور اس کو بحکم، "**لا تبطلوا أعمالكم**" باطل نہ کرے اور نہ توڑے اور اسی پر اپنی نماز پوری کرے۔

گفتگو جو کچھ ہے، صحت اقتدا میں ہے، صحت اقتدا کے لیے من جملہ اور شرائط کے مشارکۃ فی الرکن بھی ہے۔ درمختار باب الامامۃ میں شرائطِ اقتدا گناتے ہوئے کہتے ہیں:

"**ومشاركته فی الأركان**". (۲)

اور یہ مسلم ہے کہ تحریمہ یا تکبیر تحریمہ رکن صلوٰۃ نہیں ہے؛ بلکہ صرف شرط ہے، محض اتصال بالارکان کی وجہ سے تمام شرائط وارکان ملحوظ ہوتے ہیں، پس محض تحریمہ باندھنے سے ابھی مشارکۃ رکن متحقق نہیں ہوئی تھی کہ امام نے سلام پھیر دیا تو صحتِ اقتدا کی شرائط کہاں پائی گئیں کہ صحت اقتدا کا حکم بھی ہوجائے اور رکن سے مراد رکن اصلی ہے، چناں چہ اسی متن کے تحت علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"**أی فی أصل فعلها أعم من أن ياتی بها معه أوبعده لا قبله إلا إذا أدركه إمامه فيها(إلٰی قوله) فيصح لوجود المتابعة التی هی حقيقة الاقتداء**". (۳)

پھر دوسری جگہ مطلب "**مهم فی تحقيق متابعة الامام**" کے تحت فرماتے ہیں:

"**قال فی شرح المنية: لاخلاف فی لزوم المتابعة فی الأركان الفعلية إذهي موضوع الاقتداء**" إلخ. (ردالمحتار: ۱/٢١٦)(۴)

پھر طویل ونفیس بحث کے بعد فرماتے ہیں:

"**والحاصل أن المتابعة فی ذاتها ثلثة أنواع: مقارنة لفعل الإمام مثل أن يقارن إحرامه لإحرام إمامه لركوعه وسلامه لسلامه، ... ومعاقبة لإبتداء فعل إمامه مع المشاركة فی باقية، ومتراخية عنه، فمطلق المتابعة الشامل لهٰذه الأنواع الثلاثة يكون فرضاً في الفرض وواجباً في الواجب، و سنة فی السنة عند عدم المعارض أوعدم لزوم المخالفة**". (ردالمحتار: ۱/۳۱۷)(۵)

---

(۱) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی بيان تاليف الصلاة، انيس

(۲) الدرالمختارمع ردالمحتار: ۱/۳۷۰، باب الإمامة

(۳) ردالمحتار: ۱/۲۷۰، باب الإمامة (مطلب شروط الإمامة الكبرىٰ، انيس)

(۴-۵) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، واجبات الصلاة، مطلب مهم فی تحقيق متابعة الإمام، انيس

اور جہاں جہاں مشارکۃ فی الارکان کی مثال دیتے ہیں، قیام کو چھوڑ کر رکوع کی مثال دیتے ہیں؛ اس لیے کہ رکوع رکنِ اصلی اور لازم ہے اور قیام ویسا نہیں ہے، چنانچہ نوافل بعذر میں قیام ساقط ہوجاتا ہے اور بغیر عذر بھی بیٹھ کر پڑھ لینے کی اجازت ہے، بخلاف اور ارکان (رکوع، سجود، قعود) کے؛ اس لیے محض قیام کی مشارکۃ کو شرائط انعقادِ اقتداء میں کافی نہیں سمجھا گیا ہے اور اس وجہ سے جمہور علما کے نزدیک (جو محض سلام اول سے خروج مانتے ہیں) اگر کوئی شخص السلام کے بعد ''علیکم'' سے قبل بھی امام کو پائے تو اقتدا صحیح نہیں ہوتی اور صلوٰۃ امام کو پانے والا نہیں مانتے۔

بعض علما کے نزدیک (جو دونوں سلام سے خروج عن الصلوٰۃ مانتے ہیں) اگر کوئی سلام اول کے بعد سلام ثانی سے قبل امام کو پائے؛ یعنی قعدہ میں بیٹھ جانے سے امام کو پانے والا مان لیتے ہیں، **كما أشار إليه لفظ أدركه في عبارته.** (وكمافى الطحطاوى: ۱۳۷-۱۳۸)

(قوله: مرتين، إلخ) هو الأصح وقيل: الثانية سنة، كما في الفتح، ثم الخروج من الصلاة بسلام واحد عند العامة وقيل: بهما، كما في مجمع الأنهر، فلو اقتدىٰ به بعد لفظ السلام الأول قبل عليكم لايصح عند العامة وقيل: إن أدركه بعد التسليمة الأولىٰ قبل الثانية فقد أدرك معه الصلاة، إلخ. (۱)

اور یہیں یعنی ''قبل الثانیۃ'' کی قید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب سلام ثانی بھی پھیر دے اور کوئی امام کو پائے تو کسی کے نزدیک اقتدا صحیح نہیں ہوگی اور یہاں یہی صورت ہے، جیسا کہ سوال کی خط کشیدہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں کسی کے نزدیک اقتدا صحیح نہیں ہوگی، بخلاف اس کے کہ اگر کوئی شخص امام کے سلام اول کے علیکم کے میم کہنے سے قبل امام کو پا گیا، خواہ قعدہ میں نفس قعود ہی کرلیا تو بھی امام کو پا گیا اور اقتدا بالاتفاق سب علما کے نزدیک صحیح ہوگئی۔

اور ثمرۂ اختلاف یہ نکلے گا کہ اختلافی صورتوں میں اگر کوئی شخص بناء کرے اور اقتدا کے طور پر نماز پڑھ لے تو وجوب اعادہ کا حکم نہ ہوگا، مگر عباداتِ مفروضہ کا یہ معاملہ ہے؛ اس لیے احتیاط اولیٰ ہے تاکہ ادائیگی فرض بالقطع والیقین ہوجائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، الجواب صحیح: سید احمد علی سعید مفتی دارالعلوم دیوبند

(منتخبات نظام الفتاویٰ: ۳۱۴/۱-۳۱۵)

امام کے ''السلام'' کہہ دینے کے بعد اقتدا درست نہیں ہے:

سوال: امام کے پہلے سلام پھیرنے پر، ایک شخص ''السلام'' کے ختم پر، اور دوسرا ''**السلام علیکم**'' کے ختم پر،

---

(۱) حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، فصل في بيان واجب الصلاة، انيس

اور تیسرا ''السلام علیکم ورحمة اللّٰہ'' پر اپنی ''اللّٰہ أکبر'' کہہ کر شامل ہو تو ان کو جماعت کا ثواب ملا، یا نہیں؟ اور یہ شخص جماعت میں شریک ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

درمختار میں ہے:

وتنقضی قدوةً بالأول قبل علیکم، إلخ. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ امام نے جب لفظ ''**السلام**'' کہہ دیا، اس کے بعد اقتدا درست نہیں ہے اور وہ شخص شامل امام کے نہیں ہوا، اپنی نماز علاحدہ پڑھے اور تحریمہ علاحدہ کہہ کر نماز شروع کرے، اپنے آپ کو مقتدی امام کا نہ سمجھے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۳۸۴)

پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہونے میں امام کی اقتدا نہ کرنے کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص جماعت میں امام کے پیچھے دوسری تیسری چوتھی رکعت میں آکر ملا تھا اور امام کو اتفاقاً چار رکعت پوری ہونے کے بعد سہو ہوگیا اور پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا اور مقتدیوں کو بھی یاد نہ آیا، کسی نے لقمہ نہ دیا اور سب کھڑے ہوگئے، اب اس امام کے یاد آنے تک، وہ شخص جو بعد میں کسی رکعت میں آکر ملا تھا، اس امام کی متابعت کرے، یا اپنی پوری رکعتیں کر کے فارغ ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

فی الدر المختار باب سجود السهو (۲/۸۷): (وإن قعد فی الرابعة) مثلا قدر التشهد (ثم قام عاد وسلم) ولو سلم قائمًا صح، ثم الأصح أن القوم ینتظرونه، فإن عاد تبعوه (وإن سجد للخامسة سلموا) لأنه تم فرضه، إذ لم یبق علیه إلا السلام، آه.

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر امام رابعہ پر بیٹھ کر کھڑا ہوا ہے تو مسبوق منتظر رہے، اگر وہ لوٹ آوے تو اس کے ساتھ سلام تک رہے، ورنہ اپنی نماز پوری کر لے اور اگر وہ رابعہ پر نہیں بیٹھا تو بھی انتظار کرے، اگر قبل سجدۂ خامسہ کے لوٹ آوے تو بھی سلام تک رہے اور اگر نہ لوٹا تو سب کی نماز باطل ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹/ صفر ۱۳۲۴ھ (امداد، صفحہ: ۶۹/ ج: ۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۶۱-۳۶۲)

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، مطلب واجبات الصلوٰة: ۱/۴۳٦۔

(۲) قوله (وتنقضی قدوةً بالأول) أی بالسلام الأول، قال فی التجنیس: الإمام إذا فرغ من صلوٰته فلما قال السلام جاء رجل واقتدیٰ به قبل أن یقول علیکم لایصیر داخلاً فی صلاته؛ لأن هٰذا سلام. (رد المحتار، مطلب واجبات الصلوٰة: ۱/۴۳٦، ظفیر)

مسبوق زائد رکعت میں اقتدا کرے تو اس کی نماز باطل ہے:

سوال: نماز مغرب میں کوئی شخص قعدۂ اخیرہ میں شامل ہوا اور اس کو یہ علم ہوگیا کہ یہ قعدۂ اخیرہ ہے، مگر امام کو سہو ہوگیا کہ شاید یہ قعدۂ اولیٰ ہے، امام اس خیال سے اپنی نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہوگیا، امام نے سجدۂ سہو بھی کیا، چوں کہ آخری رکعت تھی، امام کی زائد رکعت، یا نفل رکعت تھی، اب وہ شخص کہ جو جماعت میں قعدۂ اخیرہ میں شامل ہوا تھا، اس نے ایک رکعت جماعت کے ساتھ پڑھی ...... اب وہ شخص تین رکعت ادا کرے، یا دو رکعت؟ اگر تین رکعت ادا کرنے کا حکم ہو تو اس کی شرح کردی جاوے کہ کس رکعت میں قعدہ کیا جاوے اور کس رکعت میں نہیں؟ اور اگر کوئی شخص اس زائد رکعت میں شامل ہوا، جس کو یہ علم نہ تھا کہ کونسی رکعت ہے، اس کے واسطے اس نماز میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر وہ مسبوق اس زائد رکعت میں، جو کہ نفل تھی، اپنے امام کے تابع رہا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی، اس کو توڑ کر از سر نو نماز پڑھے۔

ولو قام إمامه في الخامسة فتابعه إن بعد القعود تفسد، إلخ. (الدر المختار)(۲)

اور اس زائد نفل رکعت میں جو شخص شامل ہوگا، اس کے بھی فرض نہ ہوں گے، وہ پھر نماز پڑھے۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۸۱/۴-۳۸۲) ☆

---

(۲) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في أحكام المسبوق إلخ: ۵۶۰/۱، قبيل باب الاستخلاف، ظفير

☆ امام چار رکعت پڑھ کر پانچویں کے لیے اٹھ گیا تو مقتدی کیا کریں:

سوال: ظہر، یا عصر کی نماز میں امام کو سہو ہوا اور وہ چار رکعت پڑھ کر پانچویں کے لئے کھڑا ہوگیا اور مقتدیوں کو یاد ہے کہ یہ چوتھی رکعت ہے تو وہ بیٹھے رہیں، یا امام کی اقتدا میں وہ بھی کھڑے ہوجائیں؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی)

الجواب

مقتدیوں کو چاہیے کہ وہ سبحان اللہ کہہ کر امام کو متنبہ کریں؛ تا کہ وہ بھی بیٹھ جائے اور اگر باوجود تنبیہ کے وہ نہ بیٹھے تو پھر مقتدی بھی کھڑے ہوجائیں۔ ممکن ہے کہ امام سجدۂ سہو کرکے نماز پوری کرے اور سب کی نماز ہوجائے، یہ جب کہ آخری قعدہ کرکے کھڑا ہوا ہو۔ **(وإن قعد في الرابعة مثلا قدر التشهد ثم قام عاد وسلم) ولو سلم قائمًا صح، ثم الأصح أن القوم ينتظرونه فإن عاد تبعوه، الخ. (الدر المختار: باب سجود السهو: ۸۷/۲، ط: سعيد)**

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۳۹/۳)

امام اگر چار رکعت کے بعد سہوا کھڑا ہوجائے تو کیا مسبوق اس کی اقتدا کرے:

سوال: چار رکعت والی نماز میں اگر امام قعدہ اخیرہ کر کے سہوا کھڑا ہوجائے اور دو رکعت اور منضم کر لے تو ان دو رکعت میں مسبوق اس امام کی اقتدا کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اور در صورت جواز یہ دو رکعت مسبوق کے......حق میں کیا ہوگی؟

الجواب

قعدۂ اخیرہ کے بعد اگر امام سہوا کھڑا ہوجائے تو مسبوق کو اس زائد نماز میں اقتدا جائز نہیں، اگر اقتدا کرے گا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

قال في الدر: ولو قام إمامه لخامسة فتابعه أن بعد القعود تفسد وإلا لا آه قال الشامي قوله: (تفسد) أي صلوٰة المسبوق؛ لأنه اقتداء في موضع الإنفراد، آه. (۶۲۶/۱)(۱) والله أعلم

۴/ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ (امداد الاحکام: ۱۶۲/۲)

پانچویں رکعت کے لئے کھڑا نہ ہونے اور علاحدہ اپنی نماز پوری کر لینے والوں کی نماز کا حکم:

سوال: مسبوق کا امام قاعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر سہو سے پانچوں رکعت کو کھڑا ہوگیا، مسبوق بعد کھڑے ہوجانے کے امام اپنی بقیہ نماز امام سے علاحدہ ہوکر پڑھنی شروع کردے اور امام نے ابھی تک پانچویں رکعت کا سجدہ بھی نہ کیا تھا؛ مگر امام پانچویں رکعت کا رکوع کر چکا تھا اور اس مسبوق نے اپنی بقیہ نماز کی امام سے علاحدہ ہوکر مع رکوع سجدہ کے ایک رکعت پوری کر لی اور امام کو پانچویں رکعت کا رکوع کرنے کے بعد پانچویں رکعت میں ہونا یاد آیا اور امام سجدۂ سہو کی طرف لوٹا تو یہ مسبوق ایک رکعت علاحدہ پڑھنے کے بعد سجدۂ سہو میں امام کا شریک ہووے، یا نہیں؟ اور اگر شریک ہوگیا ہو تو اس مسبوق کی نماز فاسد ہوگی، یا نہیں؟ اور اگر شریک نہ ہوا تو یہ مسبوق اپنی بقیہ نماز پوری کر کے قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو کرے، یا نہیں؟ اور اگر شریک نہ ہوا اور سجدۂ سہو بھی نہ کیا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوجاوے گی، یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمایئے گا۔

الجواب

قال في الخلاصة: الإمام إذا قام إلى الخامسة وتابعه المسبوق إن كان قعد الإمام على الرابعة تفسد صلوٰة المسبوق وإن لم يكن قعد لاتفسد حتىٰ يقيد الخامسة بالسجدة فإن قيد فسدت صلوٰة الكل، آه. (۱۶۴/۱)

وفي الدر المختار: ولو قام إمامه لخامسة فتابعه، ان بعد القعود تفسد وإلا لا. آه

(۱) كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في أحكام المسبوق والمدرك واللاحق، انيس

قال الشامی: (قوله: تفسد) أی صلاة المسبوق؛ لأنه اقتداء فی موضع الانفراد ولأن اقتداء المسبوق بغیره مفسد، کمامر، (وقوله: وإلاّ) لأن ماقام إلیه الإمام علٰی شرف الرفض ولعدم تمام الصلاة، آه. (۶۲۶/۱)(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ امام اگر قعدہ اخیرہ میں تشہّد پڑھ کر پانچویں رکعت کی طرف کھڑا ہو جائے تو اب اس مسبوق کو اس کا اتباع نہ کرنا چاہیے؛ بلکہ اس سے علاحدہ ہو کر اپنی نماز پوری کر لینا چاہیے اور اگر اس نے پانچویں رکعت میں امام کی موافقت کی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور عدم موافقت کی صورت میں مسبوق پر سجدۂ سہو لازم نہ آئے گا؛ کیوں کہ امام پر یہ سہو ایسی حالت میں لازم آیا ہے، جب کہ مسبوق منفرد ہو چکا ہے، اور اگر امام خامسہ کے سجدہ سے پہلے سجدۂ سہو کی طرف لوٹ آئے، جب بھی مسبوق اس کی موافقت نہ کرے؛ بلکہ اگر موافقت کرے گا، نماز فاسد ہو جائے گی۔

۵/شوال ۱۳۴۷ھ (امدادالاحکام: ۱۶۴/۲-۱۶۵)

مغرب کی نماز امام نے چار رکعت پڑھادی تو نماز ہوئی یا نہیں؟ مسبوق ومقتدی کیا کریں:

سوال: امام نے مغرب کی نماز قاعدہ کے موافق تین رکعت پوری کر کے چوتھی رکعت سہواً اور پڑھادی، بعد سلام کے مقتدیوں نے یاد دلایا کہ چار رکعت ہوئی ہیں، امام نے یہ سن کر دوبارہ پھر نماز پڑھادی، سو یہ نماز یقیناً ادا ہوگئی ہوگی، اب اس میں دو بات اور قابل تحقیق ہیں:

(۱) پہلی نماز میں جو لوگ دوسری، یا تیسری، یا چوتھی رکعت میں آکر شریک ہوئے تھے، وہ بھی اس اعادہ میں شریک ہو سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۲) جو لوگ اس اعادہ والی نماز میں از سر نو شریک ہوئے ہیں، ان کی نماز بھی ہو جاوے گی، یا نہیں؟

الجواب

اس کے متعلق جزئیہ تو نہیں ملا؛ لیکن قواعد سے اختلاف معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ قاعدۂ کلیہ ہے کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز سے ادون ہونے کی صورت میں اقتدا صحیح نہیں اور صورت (۲) مذکورہ فی السوال میں اعادہ کیا جاوے تو اس میں یہ اختلاف ہے کہ دوسری نماز، یا فرض واقع ہوگی، یا نماز اول کے لئے جابر ہوگی؛ اس لیے اعادۂ مذکورہ کے وقت کسی نئے آدمی کی اقتدا میں اختلاف ہوگا اور چوں کہ مختار قول ثانی ہے، (کما صرح فی الدر مع شرحہ، ص: ۴۷۶/ج: ۱) اس لیے اقتدا نہ کرنا مختار ہوگا اور جس شخص نے چوتھی رکعت میں اقتدا کی ہے، چوں کہ اس کی اقتدا صحیح نہیں ہوئی۔

---

(۱) کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق والمدرک اللاحق، انیس

(۲) یعنی جب کوئی واجب ترک ہوا ہو۔ منه

کمافی ردالمحتار (۷۸۲/۱) تتمة: لو اقتدٰی به مفترض فی قیام الخامسة بعد القعود قدر التشهد لم یصح ولو عاد إلی القعدة،آہ.(۱)

اس لئے وہ اس شخص کے مانند ہے، جو پہلی نماز میں بالکل شامل نہیں ہوا اور دوسری تیسری رکعت میں شامل ہونے والوں نے اگر اپنی وہ رکعت جس میں یہ مسبوق ہیں ادا کرلی ہے، تب تو جماعت ثانیہ میں شریک ہوجاویں اور اگر دوسری جماعت کی تیاری سن کر انہوں نے نماز توڑ دی ہے تو وہ بھی نئے اشخاص کے حکم میں ہوں گے، کمالایخفی۔ واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی اللہ عنہ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ (امدادالاحکام: ۱۶۲/۲۔۱۶۳)

سجدۂ سہو لازم نہ ہونے کے باوجود امام کے ساتھ مسبوق سجدۂ سہو کرلے تو کیا حکم ہے؟

جس پر سجدۂ سہو لازم نہ ہوا اور وہ لازم سمجھ کر سہو کرے تو نماز ادا ہوجائے گی، یا نہیں:

سوال: نمازی نے مغرب کی نماز فرض میں تیسری رکعت میں ''الحمد'' کے بعد سہو سے ''قل ھو اللہ'' کی سورۂ تمام، یا اور کوئی سورۃ پڑھ لی اور لاعلمی سے یہ سمجھا کہ تیسری رکعت فرض میں سورت ملانے سے سجدہ سہو لازم ہوگیا اور قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر سجدۂ سہو کرکے پھر تشہد اور درود ودعاء ماثورہ پڑھ کر نماز کو ختم کردیا، چوں کہ فرض نماز کی تیسری رکعت میں سورت ملانے سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا اور اس نے بغیر سجدۂ سہو لازم ہونے کے نماز میں سجدۂ سہو کیا تو اس کی نماز درست ہوئی، یا نہیں؟ اور اگر درست ہوئی تو کیسی ہوئی، مکروہ تحریمی ہوئی، یا تنزیہی ہوئی اور اس نماز کا اعادہ لازم ہے، یا نہیں؟ یا اعادہ بہتر ہے، تحریر فرمایئے گا؟

الجواب

قال فی الخلاصة: إذا ظن الإمام أن علیه السهو فسجد للسهو وتابعه المسبوق فی ذلک ثم علم أن الإمام لم یکن علیه سهو فیه روایتان: أشهرهما أن صلاة المسبوق تفسد وقال الإمام أبو حفص الکبیر: لاتفسد والصدر الشهید أخذ به فی واقعاته وإن لم یعلم الإمام أن لیس علیه سهو لم یفسد صلاة المسبوق عندهم جمیعا،آہ.(۱۶۴/۱)

وفی ردالمحتار عن الفیض: قیل لاتفسد وبه یفتی وعن البحر قال الفقیه أبو اللیث: فی زماننا لاتفسد؛ لأن الجهل فی القراء غالب واللّٰه أعلم.(۶۲۶/۱)(۲)

---

(۱) باب سجود السهو،انیس

(۲) ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة، قبیل باب الاستخلاف/ البحرالرائق شرح کنزالدقائق، کتاب الصلاة، باب استخلاف المسبوق فی الصلاة: ۴۰۱/۱،دارالکتاب الإسلامی بیروت،انیس

اس سے معلوم ہوا کہ امام اگر یہ سمجھ کر سجدہ کرے کہ میرے اوپر سجدۂ سہو ہے، پھر بعد میں معلوم ہوا کہ سجدۂ سہو نہ تھا، تو امام کی اور مدرکین کی نماز تو صحیح ہو جائے گی، البتہ مسبوق کی نماز میں اختلاف ہے کہ مسبوق کی نماز صحیح ہوگی، یا نہیں؟ مشہور روایت یہ ہے کہ فاسد ہو جائے گی اور ایک روایت یہ ہے کہ اس کی بھی صحیح ہے۔

پس مسبوق کے لئے احوط اعادہ ہے اور گنجائش اس کی بھی ہے کہ اعادہ نہ کرے؛ کیوں کہ فتویٰ اس پر ہے کہ مسبوق کی نماز بھی صحیح ہے۔

۵ر شوال ۱۳۴۷ھ (امداد الاحکام: ۱۷۶/۲)

مسبوق کی نماز کا حکم جب کہ امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے، جب کہ امام پر سجدۂ سہو واجب نہ تھا:

سوال: فرض نماز میں اگر امام نے سجدۂ سہو کیا اور پھر معلوم ہوا کہ جس صورت میں سجدۂ سہو کیا ہے، اس میں سجدۂ سہو واجب نہیں تھا؛ یعنی کوئی واجب ترک نہیں ہوا تھا تو اس صورت میں جو ایسے مقتدی ہیں، جن کی کوئی رکعت جماعت سے جاتی رہی ہے، مثلاً: ایک، یا دو رکعت ہونے کے بعد شریک جماعت ہوئے ہیں اور امام کے ساتھ انہوں نے بھی سجدۂ سہو کیا ہے تو ان کی نماز میں کچھ نقص تو نہ ہوگا؟

الجواب

اس میں دو روایتیں ہیں:

ایک روایت میں مسبوق کی نماز فاسد ہے اور دوسری میں فاسد نہیں، **کمافی الخلاصة:** (۱۶۳/۱) اور عموم بلویٰ کی وجہ سے میں دوسری صورت میں فتویٰ دیتا ہوں۔

۲ر جمادی الثانیہ ۱۳۴۴ھ (امداد الاحکام: ۱۶۲/۲)

مسبوق سجدۂ سہو واجب نہ ہونے کے سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرے:

سوال (۱) میں نے ایک مرتبہ جناب سے سجدۂ سہو کے متعلق دریافت کیا تھا، اگر بلا ضرورت سجدۂ سہو کر لیا جاوے تو کیا نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے، چناں چہ جناب حسب ذیل فتویٰ صادر فرمایا؟

نقل فتویٰ: اگر مصلی سجدۂ سہو کی ضرورت سمجھ کر سجدۂ سہو کرے اور بعد میں معلوم ہو کہ سجدۂ سہو کی ضرورت نہ تھی تو اس صورت میں نماز کا اعادہ واجب نہیں۔ الامداد کی عبارت میں دیکھوں تو اس کو حل کر سکتا ہوں۔

قال في حاشية نور الايضاح: ولو تابع المسبوق إمامه في سجود السهو فتبين أنه لاسهو عليه فصلاة المسبوق جائزة عند المتأخرين وعليه الفتوىٰ، آه. (ص: ۱۹۷)

قلت: وهٰذا فرع لصحة صلاة الإمام فإن صلاة المسبوق تفسد بفساد صلاة إمامه، كمالا يخفى، الامداد کی عبارت حسب ذیل غور فرمائے۔

(الامداد، بابت ماہ رجب ۱۳۳۳ھ، ص:۱۹)

(۲) اگر اخریین میں کسی نے ضم سورۃ سہوا کیا اور اس نے سجدۂ سہو اس کو موجب سہو سمجھ کر کرلیا تو نماز ہو جائے گی، یا نہیں، آیا سجدہ بے ضرورت کو زیادت فی الرکن قرار دے کر اعادۂ صلوٰۃ لازم قرار دیں گے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) **فی الدرالمختار فی واجبات الصلاة: ولفظ السلام مرتين فالثانی واجب.**

وفيه قبيل باب الاستخلاف: ولو ظن الإمام السهو فسجد له فتابعه (أی المسبوق) فبان أن لا سهو فالأشبه الفساد لاقتداء ه فی موضع الانفراد.

وفی ردالمحتار: وفی الفيض: وقيل لاتفسد وبه يفتی وفی البحر عن الظهيرية: قال الفقيه أبو الليث: فی زماننا لاتفسد؛ لأن الجهل فی القرّاء غالب، آه. (۱)

وفی الخلاصة: إذا ظن الإمام أن عليه سهوًا فسجد للسهو وتابعه المسبوق فی ذلک ثم علم أن الإمام لم يكن عليه سهوا، فيه رواتيان: اختلف المشايخ لاختلاف الروايتين وأشهرهما أن صلاة المسبوق تفسد وقال الإمام أبو حنفص الكبير: لايفسد والصدر الشهيد أخذبه فی واقعاته، وإن لم يعلم الإمام أن ليس عليه سهو لم يفسد صلاة المسبوق عندهم جميعا. (۱/۱۶۳-۱۶۴)

ان روایات سے امور ذیل مستفاد ہوئے:

(۱) نماز ہو جاوے گی۔

(۲) اگر دونوں طرف سلام پھیرا ہے تو اعادہ واجب نہیں اور ایک طرف سلام پھیرا ہے تو چوں کہ ایک واجب؛ یعنی سلام ثانی ترک کر دیا، اعادہ واجب ہوگا۔

(۳) اگر یہ شخص امام ہے تو اس کے ساتھ اگر کوئی مسبوق ہو اور اس نے بھی سجدۂ سہو اور اس کے بعد قعدہ میں اس کا اقتدا کیا، اس مسبوق کی نماز درمختار کے قول پر اور وہی مقتضا قواعد کا بھی ہے، فاسد ہوگئی؛ لیکن اگر اس مسبوق کو اس فضول سہو کا پتہ ہی نہ لگا تو یہ معذور ہے اور میرے نزدیک صاحب فیض اور فقیہ ابواللیث کے حکم عدم فساد کا محمل اسی کو قرار دیا جاوے تو بہتر ہے کہ جب مسبوق کو پتہ نہ لگے، پس دونوں قولوں میں تطبیق ہو جاوے گی۔

---

(۱) الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة، باب الاستخلاف: ۱/۵۹۹، دارالفکر بیروت، انیس

(۲)　مکرمی　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ

جناب کا والا نامہ موصول ہوا تھا، میں سفر میں تھا؛ اس لیے دیر ہوئی، پھر حضرت مولانا سے دریافت کا موقعہ نہ ملا کہ آج آپ کا دوسرا خط موصول ہوا تو میں نے اس کی بابت حضرت مولانا سے عرض کیا، حضرت کے ارشاد کے بعد جو رائے میری قائم ہوئی، وہ یہ ہے کہ الامداد میں قواعد کے موافق جواب دیا گیا ہے اور احقر نے متاخرین کے قول مفتی بہ کے موافق جواب دیا ہے، رہا! سلام کا مسئلہ تو الامداد میں ایک سلام کے بعد نماز کو ختم مانا ہے اور دوسرا سلام گویا فوت ہوا اور میرا یہ خیال ہے کہ ایک سلام کے بعد جب سجدۂ سہو کیا گیا، پھر دونوں طرف سلام پھیرا گیا تو اس سلام سے سلام ثانی کی قضا ہوگئی، گویا کہ سلام ثانی فوت نہیں ہوا؛ بلکہ مؤخر ہوا، رہا یہ کہ اس تاخیر سے سجدۂ سہو دوبارہ لازم ہونا چاہیے، اس کا جواب ظاہر ہے کہ ایک بار سجدۂ سہو تمام سہوات کے لئے کافی ہے۔

بہر حال اس صورت میں اعادۂ صلوٰۃ واجب نہیں، ہذا ما علمتہ واللہ اعلم، دوسرے علما سے بھی تحقیق کر لیں اور جو محقق ہو، اس سے مجھے بھی اطلاع دیں۔ فقط

۱۳/ رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ (امداد الاحکام: ۱۵۸/۲-۱۵۹)

مسبوق سجدۂ سہو کے سلام میں امام کی اقتدا نہ کرے؛ مگر سجدہ کرے:

سوال: مسبوق، بصورت امام کے سجدۂ سہو کرنے کے، امام کے ساتھ سلام پھیرے، یا بغیر سلام پھیرے سجدۂ سہو میں شریک رہے؟

الجواب

مسبوق، امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے؛ مگر سجدۂ سہو میں شریک رہے۔

درمختار میں ہے:

والمسبوق يسجد مع إمامه.

قال في الشامي: قيد بالسجود؛ لأنه لايتابعه فى السلام بل يسجد معه ويتشهد فإذا سلم الإمام قام إلى القضاء. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۷۹/۳)

مقیم نے مسافر کی اقتدا کی تو باقی نماز کس طرح ادا کرے، جب کہ وہ مسبوق ہو:

سوال: مثلاً: نماز ظہر وغیرہ میں مسافر کی مقیم نے اقتدا کی اور فقط قعدہ، یا ایک رکعت کو پایا، اب باقی رکعتوں میں قرأت کا کیا حکم ہے؟ فقط

(۱)　رد المحتار، باب سجود السهو: ٦٩٦/١، ظفير

الجواب

فقط قعدہ ملنے کی صورت میں اول رکعت میں قرأت نہ پڑھے اور اخیر رکعتوں میں پڑھے اور رکعت ثانی سے تیسری اور چوتھی بلا قرأت پڑھے، اس واسطے کہ لاحق ہوکر مسبوق ہوا اور لاحق کے ذمہ قرأت نہیں، بخلاف مسبوق کے، چناں چہ درمختار میں واقع ہے:

"ثم صلیٰ مانا م فیه بلا قراء ة ثم ماسبق به بها إن كان مسبوقًا". (۱) **واللّٰہ تعالیٰ أعلم**

کتبہ سراج الدین فرخ آبادی۔ الجواب صحیح: بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (تالیفات رشیدیہ: ۲۹۹)

مسبوق اپنی نماز کس طرح پوری کرے، جب کہ امام مسافر ہو:

سوال: مقیم نے ظہر کے وقت مسافر کی اقتدا کی اور اس کو ایک رکعت ملی، مسافر نے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا، اب وہ مقیم جو مسبوق ہے، تین رکعت کس طور سے ادا کرے، یعنی ان رکعتوں میں الحمد اور سورۃ پڑھے، یا کیا؟

الجواب

درمختار وشامی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص لاحق ومسبوق ہے، پہلی دو رکعت بلا قرأت ادا کرے اور اخیر رکعت قرأت کے ساتھ ادا کرے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۷۸/۳)

مقیم مقتدی امام مسافر کے پیچھے بقیہ نماز کیسے پوری کریں:

سوال (۱): امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم، اگر مقتدی مذکور امام مذکور کے ساتھ چار رکعت والی نماز میں اول رکعت میں شریک ہوا ہو، تو مقتدی اپنی نماز کس طرح پوری کرے؟

---

(۱) كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس

(۲) واللاحق من فاتته الركعات كلها أوبعضها لكن بعد اقتدائه بعذر كغفلة وزحمة و سبق حدث... ومقيم ائتم بمسافر، إلخ، وحكمه كمؤتم إلخ ويبدء بقضاء مافاته عكس المسبوق ثم يتابع إمامه إن أمكنه إدراكه و إلا تابعه ثم صلیٰ ما نام فيه ثم بلا قراء ة ما سبق به إن كان مسبوقاً أيضاً ولوعكس صح وأثم لترك الترتيب. (الدر المختار)

(قوله: ثم ما سبق به بها)أى ثم صلى اللاحق ما سبق به بقراء ة إن كان مسبوقاً أيضًا،بأن اقتدیٰ فى أثناء صلوٰة الإمام ثم نام مثلاً. وهٰذا بيان للقسم الرابع وهوالمسبوق اللاحق،وحكمه أنه يصلى إذا استيقظ مثلاً ما نام فيه ثم يتابع الإمام فيما أدرك ثم يقضى ما فاته...،بيانه: أنه لوسبق بركعة من ذوات الأربع و نام فى ركعتين يصلى أولاً ما نام فيه ثم ما أدركه مع الإمام ثم ما سبق به فيصلى ركعة مما نام فيه مع الإمام ويقعد متابعةً له ؛لأنها ثانية إمامه ثم يصلى الأخرىٰ مما نام فيه ويقعد؛لأنها ثانيته ثم يصلى التى انتبه فيها،ويقعد متابعةً لإمامه؛لأنها رابعة وكل ذلك بغيرقراء ة؛لأنه مقتدٍ ثم يصلى الركعة التى سبق بها بقراء ة الفاتحة وسورة،والأصل أن اللاحق يصلى علىٰ ترتيب صلوٰة الإمام والمسبوق يقضى ما سبق به بعد فراغ الإمام.(ردالمحتار، باب الإمامة،مطلب فى أحكام المسبوق والمدرك واللاحق : ۵۵۶/۱_۵۵۷،ظفير)

(۲)　اور جو دوسری رکعت میں شریک ہوا ہو تو کس طرح نماز کو پوری کرے؟

(۳)　اور جو التحیات میں ملا ہو تو مقتدی اپنی نماز کو کس طرح پڑھے؟

الجواب

(۱)　نوٹ: اس کا پہلا جواب مفتی عنایت علی نے لکھا تھا۔

جواب مفتی عنایت الٰہی:

(۱)　پہلی صورت میں مقتدی لاحق ہے، امام کے ساتھ نماز تمام کر کے دو رکعتیں باقی ماندہ بلا قرأت پڑھے۔

(۲۔۳)　آخر کی دونوں صورتوں میں مقتدی مسبوق ہے۔ دوسری صورت میں امام کے سلام کے بعد کھڑے ہو کر پہلی رکعت میں فاتحۃ الکتاب اور سورۃ پڑھے اور باقی دو رکعت میں صرف فاتحۃ الکتاب پڑھے اور تیسری صورت میں مقتدی چاروں رکعت میں مسبوق ہے۔ لہٰذا بعد سلام امام کے، اول کی دو رکعت میں الحمد اور سورت پڑھے اور دوسری رکعت کے اخیر میں صرف الحمد پڑھے۔ فقط

حررہ عنایت الٰہی، واملاہ خلیل احمد

الجواب از حضرت مفتی صاحب دار العلوم دیوبند:

کتب فقہ کی تفصیل کے موافق پہلا جواب صحیح ہے اور دوسرے اور تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں مقتدی لاحق ومسبوق ہے اور حکم ایسے مقتدی کا یہ ہے کہ پہلے دو رکعت بلا قرأت ادا کرے، جس میں لاحق ہے اور پیچھے وہ رکعت ادا کرے، جس میں مسبوق ہے۔ پس دوسری صورت میں پہلے دو رکعت بلا قرأت ادا کرے اور پھر تیسری رکعت قرأت کے ساتھ ادا کرے اور تیسری صورت میں پہلے دو رکعت بلا قرأت ادا کرے اور پھر دو رکعت مع قرأت کے ادا کرے۔

ومقيم ائتم بمسافر (قوله ومقيم): أى فهو لاحق بالنظر للأخيرتين وقد يكون مسبوقاً أيضاً كما إذا فاته أول صلوٰة إمامه المسافر. (ردالمحتار)(۱)

وحكمه كمؤتم فلا يأتى بقراءة، إلخ، ويبدء بقضاء ما فات عكس المسبوق، إلخ، (قوله ثم ماسبق به بها، إلخ) أى ثم صلى اللاحق ماسبق به بقراءة وإن كان مسبوقاً أيضاً، الخ. (ردالمحتار)(۲)

دوسری اور تیسری رکعت میں مقتدی مقیم کو محض مسبوق قرار دینا تصریحات فقہا کے خلاف ہے اور جملہ رکعات بہ قرأت ادا کرنا بھی خلاف ہے، قاعدہ مقررہ فقہا کے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۳۸۴۔۳۸۶)

---

(۱)　رد المحتار، باب الإمامة، مطلب فى أحكام المسبوق، إلخ: ۱/ ۵۵۶، ظفير

(۲)　ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فى أحكام المسبوق، إلخ: ۱/۵۵۷، ظفير

مسبوق، امام مسافر کی اقتدا کرے، تو وہ اپنی بقیہ نماز کیسے پوری کرے:

سوال: امام مسافر کے پیچھے مقتدی کو ایک رکعت ملی، یا قعدہ ملا تو بقیہ نماز کس طرح پوری کرے؟

الجواب

وہ مقتدی پہلے دو رکعت خالی پڑھے اور پھر ایک رکعت قرأت کے ساتھ پڑھے؛ یعنی جس کو ایک رکعت ملی ہے، وہ امام کے سلام کے بعد ایک رکعت خالی پڑھ کر قعدہ کرے، پھر اٹھ کر ایک رکعت خالی پڑھے اور اخیر کی رکعت قرأت کے ساتھ پوری کرے؛ کیوں کہ وہ بحکم لاحق مسبوق ہے۔ وتفصیله فی ردالمحتار. (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۴/۳)

امام مسافر کی اقتدا کرنے والا مسبوق، اپنی نماز کیسے پوری کرے:

سوال (۱) امام مسافر ہے، دوسری رکعت کی التحیات میں ایک شخص مقیم شریک نماز ہوا، امام نے اپنی دو رکعت پوری کر کے، سلام پھیر دیا، مقتدی مقیم کو ہر چہار رکعت میں خاموش، بقدر الحمد کھڑا رہ کر، نماز پوری کرنی چاہیے، یا ہر دو رکعت اخیرہ میں صرف اس کو الحمد پڑھنا چاہئے؟

جس کی دو رکعت امام کے ساتھ چھوٹ گئی ہو تو وہ ان میں الحمد وسورت دونوں پڑھے:

(۲) امام مقیم ہے، مقتدی مقیم دو رکعت کے بعد التحیات میں شریک ہوا تو مقتدی کو اپنی باقی ماندہ دو رکعت میں جو امام کی ختم نماز کے بعد پوری کرے گا، الحمد پڑھنی چاہئے، یا بقدر الحمد اس کو چپ کھڑا رہنا چاہئے؟

الجواب

(۱) درمختار اور شامی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مقتدی مقیم مسبوق بھی ہے اور لاحق بھی ہے۔ پس

---

(۱) ومقيم ائتم بمسافر، وكذا بلا عذر بأن سبق إمامه في ركوع وسجود فإنه يقضي ركعة وحكمه كمؤتم فلايأتي بقراءة ولا سهوإلخ ويبدء بقضاء مافاته عكس المسبوق. (الدرالمختار)

وهٰذا بيان للقسم الرابع وهوالمسبوق اللاحق وحكمه أنه يصلي إذا استيقظ مثلاً مانام فيه ثم يتابع الإمام فيما أدرک ثم يقضي ما فاته إلخ بيانه كما في شرح المنية وشرح المجمع: أنه لوسبق بركعة من ذوات الأربع ونام في ركعتين يصلي أولاً ما نام فيه ثم ما أدركه مع الإمام ثم ما سبق به فيصلي ركعة مما نام فيه مع الإمام ويقعد متابعةً له؛ لأنها ثانية إمامه ثم يصلي الأخرىٰ مما نام فيه ويقعد؛ لأنها ثانيته ثم يصلي التي انتبه فيها، ويقعد متابعةً لإمامه؛ لأنها رابعة وكل ذلک بغيرقراءة؛ لأنه مقتدٍ ثم يصلي الركعة التي سبق بها بقراءة الفاتحة وسورة. (رد المحتار، باب الإمامة، مطلب في أحكام المسبوق والمدرک واللاحق: ۵۵۶/۱-۵۵۷، ظفير)

پہلی دو رکعت بلاقرأت پڑھے اور بعد میں دو رکعت قرأت سے پڑھے؛ یعنی ان میں الحمد اور سورت دونوں پڑھے۔(۱)

(۲)　الحمد اور سورۃ دونوں پڑھنی چاہئے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/ ۳۸۷-۳۸۸)

قعدہ میں کسی مقیم کا مسافر امام کی اقتدا کرنا:

سوال:　زید مسافر ہے، عصر کی نماز دو رکعتیں پڑھ کر قعدہ پر بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص مقیم تشہد میں شریک ہو گیا، اب یہ شخص کونسی رکعتیں پہلے پڑھے گا؟ فاتحہ والی، یا فاتحہ سورت دونوں؟

الجواب

جب کہ کوئی مقیم شخص چار رکعت والی نماز میں امام مسافر کے پیچھے قعدہ میں شریک ہو تو وہ مسبوق بھی ہے اور لاحق بھی اور اس کو چار رکعتیں پڑھنی ہیں، پہلے وہ دو رکعتیں پڑھے، جن میں لاحق ہے؛ یعنی آخر والی، ان میں نہ فاتحہ پڑھے نہ سورت؛ کیوں کہ ان رکعتوں میں وہ حکماً امام کے پیچھے ہے، پھر وہ رکعتیں پڑھے، جن میں مسبوق ہے؛ یعنی پہلی دو رکعتیں، ان میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے۔(۳) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی (کفایت المفتی:۳/ ۴۳۳)

امام مسافر نے چار رکعتیں پڑھیں تو مقیم مقتدی کی نماز نہ ہوگی:

سوال:　امام مسافر اگر چار رکعتیں کامل کرلے تو مقتدی جو مسافر نہیں، ان کی نماز اس کے پیچھے صحیح ہوگی، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

---

(۱)　واللاحق من فاتته ركعات إلخ بعد اقتدائه بعذر إلخ مقيم ائتم بمسافر، إلخ، حكمه كمؤتم فلا يأتي بقراءة ويبدء بقضاء مافاته عكس المسبوق ثم يتابع إمامه إن أمكنه إدراكه وإلا تابعه ثم صلّٰى مانام فيه بلا قراءة ثم ما سبق به بها إن كان مسبوقاً أيضاً. (الدر المختار)

هٰذا بيان للقسم الرابع وهو المسبوق اللاحق، إلخ، ثم يصلي الركعة التي سبق بها بقراءة الفاتحة وسورة. (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب في أحكام المسبوق والمدرك اللاحق: ۱/ ۵۵٦، ظفير)

(۲)　والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها وهو منفرد حتّٰى يثني و يتعوذ ويقرأ، إلخ، فيما يقضيه، إلخ، أول صلاته في حق قراءة وآخرها في حق تشهد، إلخ. (الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب في المسبوق: ۱/ ۵۵۷، ظفير)

(۳)　واللاحق من فاتته الركعات كلها أو بعضها... مقيم ائتم بمسافر... حكمه حكم المؤتم فلا يأتي بقراءة ويبدأ بقضاء ما فاته عكس المسبوق. (تنوير الأبصار وشرحه الدر المختار)

هٰذا بيان للقسم الرابع وهو المسبوق واللاحق... ثم يصلي الركعة التي سبق بها بقراءة الفاتحة وسورة (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۹٤، ط، سعيد) (مطلب في أحكام المسبوق والمدرك اللاحق، انيس)

الجواب ــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

امام کی آخری دورکعتیں نفل ہیں اور مقتدی کی فرض، اقتداء المفترض خلف المتنفل کے لزوم کی وجہ سے مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی، البتہ اگر مقتدی آخری دورکعتیں اپنے طور پر پڑھیں، امام کی اقتداء ملحوظ نہ رکھیں تو ان کی نماز صحیح ہوجائے گی۔

لما فی شرح التنویر: ولو نویٰ الاقامة لالتحقیقها بل لیتم صلاة المقیمین لم یصر مقیمًا.

وفی الشامیة: (قوله: لم یصر مقیمًا) فلو أتم المقیمون صلٰوتهم فسدت؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل ظهریة: أی إذا قصدوا متابعته أما لو نووا مفارقته ووافقوه صورة فلا فساد، أفاده الخیر الرملی. (ردالمحتار، المجلدالأول)(۱) **فقط واللّٰہ تعالٰی أعلم**

۲/ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ (احسن الفتاویٰ: ۲۶۳/۳-۲۶۴)

مسافر کے پیچھے مقیم مسبوق کس طرح نماز پوری کرے:

سوال: امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم اور نماز چار رکعت والی ہے، اگر مقتدی مذکور امام مذکور کے ساتھ اول رکعت میں شریک ہوا ہو تو مقتدی اپنی نماز کس طرح پوری کرے، اور جو دوسری رکعت میں شریک ہوا ہو تو کس طرح نماز پوری کرے اور جو التحیات میں ملا ہو تو کس طرح اپنی نماز پوری کرے؟

الجواب ــــــــــــــ الأول

از: حضرت اقدس مولانا الحاج خلیل احمد صاحب، صدرالمدرسین مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور

اس مسئلہ کی تحقیق اس پر منحصر ہے کہ پہلے یہ محقق ہوجائے کہ مقتدی کس وقت مدرک ہے اور کس وقت مسبوق، یا لاحق، یا مسبوق اور لاحق۔

پس واضح ہو کہ جس مقیم مقتدی نے پہلی رکعت میں امام مسافر کا اقتدا کیا ہے، وہ لاحق ہے، چنانچہ درمختار کے اس قول "**ومقیم ائتم بمسافر**"(۲) کی شرح میں صاحب ردالمحتار لکھتے ہیں:

"**(قوله ومقیم) أی فهو لاحق بالنظر للأخیرین**".

اور نیز اس پر لاحق کی تعریف بھی صادق آتی ہے، چناں چہ درمختار میں ہے:

"**واللاحق من فاتته الرکعات کلها أو بعضها لکن بعد اقتداءه**".(۳)

---

(۱) ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۱۳۰/۲، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق والمدرک واللاحق: ۳۹۹/۱، انیس

(۳) الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار: ۳۹۹/۱

تو یہ مقتدی جب لاحق ہے تو امام کی نماز سے جدا ہو کر اپنی دوسری رکعت بلاقرأت ادا کرے، چنانچہ درمختار میں ہے:

”وحكمه كمؤتم فلايأتي بقراءة ولاسهو،إلخ“.(۱)

بناء علیہ یہ مقتدی جس نے پہلی رکعت میں امام کا اقتدا کیا ہے، باعتبار اخیر کی دو رکعتوں کے صرف لاحق ہے اور پچھلی دونوں صورتوں میں، جب کہ اس نے دوسری رکعت میں اقتدا کی ہے، یا تشہد میں اقتدا کی ہے، ان دونوں صورتوں میں وہ مقتدی صرف مسبوق ہے، دوسری صورت میں تین رکعت میں مسبوق ہے اور تیسری صورت میں چار رکعتوں کا مسبوق ہے، چنانچہ اس پر مسبوق کی تعریف صادق آتی ہے۔

”والمسبوق من سبقه الإمام بها أوببعضها“.(الدرالمختار)(۲)

لہٰذا یہ مقتدی اقتدا سے علاحدہ ہو کر منفرد ہو جائے گا، اس کو چاہیے کہ پہلی رکعت ثنا، تعوذ اور قرأت فاتحہ وسورت کے ساتھ ادا کرے اور اگر مسبوق تمام رکعات کا ہے تو دو رکعت فاتحہ وسورت کے ساتھ پڑھے اور دو رکعت باقی ماندہ خواہ مسبوق بثلاث رکعات ہو، یا باربع رکعات صرف فاتحہ پڑھے۔

درمختار میں ہے:

”والمسبوق من سبقه الإمام بها أوببعضها وهومنفرد حتٰى يثني ويتعوذ ويقرأ وإن قرأ مع الإمام لعدم الاعتداد بها لكراهتها مفتاح السعادة فيما يقضيه أى بعد متابعة لإمامه.(۳)

اور عالمگیریہ میں ہے:

”وتجيء الطائفة الثانية إلٰى مكان صلاتهم فمن كان مسافرًا يصلى ركعة بقراءة؛لأنه مسبوق ومن كان مقيماً يصلى ثلاث ركعات الأولٰى بفاتحة الكتاب وسورة؛لأنه كان مسبوقاً فيها وفي الأخريين بفاتحة الكتاب على الروايات كلها.(۴)**والله تعالٰى أعلم وعلمه أتم**

حررہ خلیل احمد عفی عنہ، مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور۔ الجواب صحیح: عنایت الٰہی عفی عنہ

الجواب ——— الثانی

از: حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند

کتب فقہ کی تفصیل کے موافق پہلا جواب صحیح ہے اور دوسرے اور تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں مقتدی لاحق ومسبوق ہے اور حکم ایسے مقتدی کا یہ ہے کہ پہلے دو رکعت بلاقرأت ادا کرے، جس میں لاحق ہے

(۱-۲) الدرالمختار علٰى هامش ردالمحتار: ۱/ ۴۰۰ (كتاب الصلاة،باب الإمامة فى أحكام المسبوق واللاحق،انيس)

(۳) الدرالمختار: ۱/ ۴۰۰-۴۰۱ (كتاب الصلاة،باب الإمامة فى أحكام المسبوق و اللاحق، انيس)

(۴) الفتاوىٰ الهندية،مطبوعة:نول كشورى لكهنؤ: ۱/ ۱۵۲ (الباب العشرون فى صلاة الخوف،انيس)

اور پیچھے وہ رکعت ادا کرے، جس میں مسبوق ہے۔ پس دوسری صورت میں پہلے دو رکعت بلاقرأت ادا کرے اور پھر تیسری رکعت قرأت کے ساتھ ادا کرے اور تیسری صورت میں پہلے دو رکعت بلاقرأت ادا کرے اور پھر دو رکعت مع قرأت کے ادا کرے۔

"ومقیم ائتم بمسافر" (قوله ومقیم) أی فهو لاحق بالنظر للأخریین وقد یکون مسبوقاً أیضاً کما إذا فاته صلاة إمامه المسافر. (ردالمحتار)

"وحکمه کمؤتم فلایأتی بقراء ة ولا سهوولایتغیر فرضه بنیة إقامة ویبدأ بقضاء مافاته عکس المسبوق"، إلخ. (الدرالمختار)

(قوله: ثم ماسبق به بها، إلخ) أی ثم صلی اللاحق ماسبق به بقراء ة إن کان مسبوقاً أیضاً، إلخ. (ردالمحتار)(۱)

پس دوسری اور تیسری صورت میں مقتدی مقیم کو محض مسبوق قرار دینا تصریحات فقہا کے خلاف ہے اور جملہ رکعات کو بہ قرأت ادا کرنا بھی خلاف ہے قاعدۂ مقررہ فقہا کے۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن مفتی مدرسہ دیوبند، ۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ۔ الجواب صحیح: بندہ محمود عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح: محمد انور عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح: اشرف علی تھانوی، ۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ۔

الجواب

از: حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب، مدرسہ مظاہر علوم

دوسرے اور تیسرے سوال کے جواب میں باہم اختلاف واقع ہوا ہے، ان دونوں صورتوں میں حضرت مفتی (عزیز الرحمٰن) صاحب اور دیگر مصححین مقتدی کو از روئے عبارات فقہ لاحق مسبوق قرار دیتے ہیں اور بندۂ ناچیز نے دونوں صورتوں میں مقتدی کو مسبوق قرار دیا ہے، میں نے جو کچھ عرض کیا ہے، اس کی مؤید صریح عبارت فقہ کی ہے، عالمگیریہ کی صلوٰۃ الخوف میں ہے:

"ومن کان مقیماً یصلی ثلاث رکعات الأولٰی بفاتحة الکتاب وسورة؛ لأنه کان مسبوقاً فیها وفی الأخریین بفاتحة الکتاب علی الروایات کلها. (۲)

اس عبارت سے صاف وضح ہے کہ فقہا رحمہم اللہ نے مقیم کو امام مسافر کے پیچھے، جب کہ اس نے دوسری رکعت میں اقتدا کیا ہے، صرف مسبوق قرار دیا ہے، اسی طرح ہر جگہ مسافر امام کے پیچھے مقتدی مقیم، جب دوسری رکعت میں

(۱)　الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳۹۹/۱ (کتاب الصلاة، باب الإمامة مطلب فی أحکام فی أحکام المسبوق واللاحق، انیس)

(۲)　الفتاویٰ الهندیة، ط: نول کشور: ۱۵۲/۱ (الباب العشرون فی صلاة الخوف، انس)

اقتدا کرے گا، مسبوق قرار دیا جائے گا، علیٰ ہذا، جو مقتدی مقیم امام مسافر کے پیچھے تشہد میں اقتدا کرے گا، وہ بالا ولیٰ مسبوق ہوگا، ان دونوں کو اس روایت کے موافق لاحق نہیں قرار دیا جائے گا، مسافر امام کے پیچھے مقیم مقتدی لاحق صرف ایک صورت میں ہوتا ہے، جب کہ اس نے پہلی رکعت میں اقتدا کی ہو، چنانچہ درمختار اور شامی کی عبارت، جس کو حضرت مفتی صاحب نے بھی نقل فرمایا ہے، واضح دلیل ہے:

قوله: ''ومقيم ائتم بمسافر أي فهو لاحق بالنظر للأخريين''. (۱)

اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ مقیم، جب کہ مسافر کی اقتدا کرتا ہے، وہ اخیر کی دو رکعتوں میں لاحق ہوتا ہے، یہ اس صورت میں حکم ہے، جب کہ اس نے اقتدا پہلی رکعت میں کی ہو اور مذکورہ دونوں صورتوں میں یہ حکم نہیں ہے، چنانچہ شامی کی عبارت ''**فهو لاحق بالنظر للأخريين**'' اس پر واضح دلیل ہے؛ کیوں کہ حقیقت ''**لاحق بالنظر للأخريين**'' اسی صورت میں ہوسکتا ہے، جب کہ پہلی رکعت میں اقتدا کی ہو اور جبکہ دوسری رکعت، یا تشہد میں اقتدا کی ہو تو **بالنظر للأخريين** لاحق نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ اگر ان دونوں صورتوں لاحق للاخریین قرار دیا جائے تو یہ دونوں رکعتیں باعتبار لاحق ہونے کے مقدم ادا کی جائیں گی اور جس رکعت میں مسبوق ہے، وہ حسب قاعدہ بعد میں ادا ہوگی توحقیقۃً اخریین کا تحقق نہ ہوگا، فھو ظاھر.

البتہ شامی کی یہ عبارت ''**وقد يكون مسبوقاً أيضاً**'' موجب خلجان ہوسکتی ہے، مگر بعد غور واضح ہوجاتا ہے کہ لفظ ''**يكون**'' کی ضمیر مقیم کی طرف راجع ہے، نہ لاحق کی طرف اور لفظ ''**أيضاً**'' سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ مصلی لاحق ومسبوق ایک حالت میں ہے؛ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں:

''فهو أي المقيم كما أنه لاحق بالنظر للأخيرتين في وقت مثلاً إذا لم يفته أول صلاة إمامه المسافر قد يكون مسبوقاً أيضاً في وقت كما إذا فاته أول صلاة إمامة المسافر''.

حاصل یہ کہ امام مسافر کا مقتدی مقیم اگر اول صلوٰۃ میں مقتدی ہوا ہے تو اس وقت وہ مقیم صرف **لاحق بالنظر للأخيرتين** ہے اور اگر بعد فوت ہونے اول صلوٰۃ کے مقتدی ہوا ہے تو اس صورت میں صرف مسبوق ہوگا، اس عبارت کے موافق بھی لاحق نہ ہوگا اور اس صورت میں فقہا کی تمام عبارات موافق ہوجائیں گی اور محتمل محکم کی طرف رد ہوجائے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

املاہ خلیل احمد عفی عنہ

(جواب مطابق اصل جواب اول، از مدرسہ دیوبند)

---

(۱) **الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار: ۱/۳۹۹ (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في أحكام المسبوق واللاحق، انيس)**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ　　　بخدمت بابرکت جناب شیخ رشید احمد صاحب مدفیوضہم

بعد ہدیہ سلام مسنون عرض ہے!

آپ جو تحریرات متعلقہ مسئلہ اقتداء مقیم خلف المسافر چھوڑ گئے تھے، ان کو دیکھا گیا اور اصل روایت عالمگیریؔ کو بھی دیکھا، صلوٰۃ الخوف میں فتح القدیرؔ اور خود شامیؔ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے، اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ حکم خلاف قاعدہ کلیہ کے، جو کہ مسبوق لاحق کے لئے مقرر ہے، جس کی تفصیل بندہ نے پہلے لکھی ہے، شاید صلوٰۃ الخوف کے لئے خاص ہے، یا بربنائے روایت ثانیہ کے ہے، جو اقتداء مقیم خلف مسافر میں ہے، جس کو بعض مشائخ نے اعتبار فرمایا ہے، وہ یہ ہے کہ مقیم خلف مسافر اپنی دو رکعت باقی ماندہ کو قرأت سے پوری کرے، مگر یہ خلاف اصح ہے، **كذا في البداية وغيرها.**

باقی عالمگیریؔہ میں "**على الروايات كلها**" لکھنے کا یہ مطلب ہوا کہ اس موقع صلوٰۃ خوف میں جملہ روایات اسی طرح وارد ہیں کہ طائفۂ ثانیہ اپنی رکعات کو قرأت سے پوری کرے، اگرچہ یہ قاعدہ مسبوق لاحق کے خلاف ہے، مگر اتباع روایات سے یہ حکم دیا گیا۔ واللہ اعلم

اور روایت عالمگیریؔہ میں ایک رکعت کو فاتحہ اور سورت سے پڑھنے کے بعد یہ لکھنا "**لأنه كان مسبوقاً فيها**" اس کا مؤید ہے کہ مسبوق صرف اسی ایک رکعت میں ہے، ورنہ اخیر میں لکھتے ہیں: "**لأنه مسبوق فيها: أي في كل ركعات**" اور قاعدہ کلیہ جو احقر نے پیشتر شامیؔ کے حوالہ سے نقل کیا تھا، اس کو صاحب فتح القدیرؔ نے بھی مسبوق ولاحق کی بحث میں اسی طرح لکھا ہے اور یہ تصریح ہے کہ جو شخص مسبوق بھی اور لاحق بھی ہو، وہ حسب ترتیب عرض کردۂ احقر رکعات کو پوری کرے گا اور جو تطبیق حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے ارقام فرمائی ہے، وہ سمجھ میں نہیں آئی اور اس میں تأمل ہے، بندہ نے حضرت مولانا محمود حسن ومولانا محمد انور شاہ صاحب کو بھی دکھلایا، سب حضرات نے بعد غور یہی فرمایا کہ اقتضائے قاعدۂ کلیہ کا وہی ہے، جو پہلے لکھا گیا ہے، بندہ اسی تأمل میں تھا کہ پرسوں ترسوں ایک صاحب حافظ عبدالرحمٰن منڈواری نے وہی سوال بعینہٖ لکھ کر اس کے نیچے یہ لکھا:

"الجواب از حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ" اور وہ جواب مطابق احقر کے ہے، مع قلیل تغیر کے، بندہ نے ان سے بذریعہ خط دریافت کیا ہے کہ آپ کے پاس اصل فتویٰ حضرت گنگوہی قدس سرہ کا موجود ہے، یا آپ نے کہیں سے نقل کیا ہے، اگر موجود ہو تو اس کو بھیج دیجیے، بعد ملاحظہ واپس کر دیا جائے گا، ان کا سوال وجواب بعینہٖ بغرض ملاحظہ مرسل ہے، ان کی غرض بھی اختلاف کا رفع کرنا ہے؛ کیوں کہ انہوں نے ایک دوسرا جواب اس کے خلاف کتاب علم الفقہؔ سے نقل کیا ہے، وہ سب مرسل خدمت ہے۔ فقط

از طرف مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دار العلوم دیوبند

(جوابہ) از حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عنایت فرمائم مفتی عزیز الرحمٰن صاحب　　　　السلام علیکم

عنایت نامہ مع تحریرات متعلقہ مسئلہ اقتداء مقیم بالمسافر پہنچا، میں نے بعد غور ان تمام تحریرات کو دیکھا، ان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ عامۃً تمام چھوٹے بڑے حضرات کو اس مسئلہ میں درمختار اور شامی کی اس عبارت سے، جو مسبوق ولاحق کی بحث میں لکھی ہے، دھوکہ واقع ہوا ہے، وجہ اس اشتباہ کی یہ ہوئی کہ فقہا نے مقیم خلف المسافر کے مسئلہ کو اس قدر مختلف مواقع اور مظان بعیدہ میں لکھا ہے، جس کی طرف انسانی خیال نہیں ہوتا ہے، چناں چہ صلوٰۃ الخوف اور سجدۂ سہو اور صلوٰۃ المسافر اور بحث مسبوق ولاحق وغیرہ میں اس مسئلہ کو لکھا ہے، چوں کہ تبادر اس مسئلہ میں بحث مسبوق ولاحق کی طرف ہے، لہٰذا اس مجمل عبارت کو دیکھ کر حضرات مفتیین اکتفا فرما لیتے ہیں اور دوسرے مواقع غیر متبادر کی طرف التفات اور تتبع کی نظر نہیں فرماتے، پہلے خود میرا مسلک بھی اسی عبارت کی بنا پر وہی تھا جو اور سب حضرات فرماتے ہیں؛ لیکن غور کرنے کے بعد میرے خیال میں تغیر واقع ہوا اور یہ خیال ہوا کہ مقیم خلف المسافر، جب کہ پہلی رکعت میں اقتدا کرے، بہ اعتبار رکعتین اخیرتین کے بحق قرأت بحکم لاحق ہے؛ لیکن جب کہ وہ رکعت ثانیہ، یا تشہد میں اقتدا کرے تو ان دونوں صورتوں میں منفرد محض بحکم مسبوق ہوتا ہے اور بحکم لاحق مطلق نہیں ہوتا۔

چوں کہ اس مسئلہ میں متعدد حضرات علما میرے اس خیال کے خلاف ہیں، لہذا میں چاہتا ہوں کہ اپنا مدعی مع تمام استدلالات کے مفصلاً لکھ کر حضرات علماء کرام کی خدمت میں پیش کروں اور التماس کروں کہ اگر یہ صحیح ہو تو قبول فرمائیں، ورنہ جو امر حق صحیح و محقق ہو، بدلائل مطلع فرمائیں کہ بندہ کو ان شاء اللہ تعالیٰ قبول حق میں ذرا بھی انحراف وانکار نہ ہوگا۔(**واللہ ولی التوفیق وبیدہ أزمة التحقیق**)

محل نزاع یہ ہے کہ مقیم خلف المسافر صلوٰۃ رباعی میں، خواہ وہ پہلی رکعت میں اقتدا کرے، یا دوسری میں، یا تشہد میں، وہ باعتبار رکعتین اخریین مسبوق ہے، یا لاحق، یا لاحق اور مسبوق دونوں ہے۔

پس واضح ہو کہ تصریحات محققین فقہا سے ثابت ہے کہ مقیم خلف المسافر اگر چہ اس نے رکعت اول میں اقتدا کیا ہو، نہ حقیقۃً مسبوق ہے، نہ حقیقۃً لاحق؛ بلکہ بعض فقہا اس کو مثل مسبوق کے قرار دیتے ہیں اور بعض فقہا مثل لاحق کے، اور قول اول کو محققین فقہا نے مصحح قرار دیا ہے، اول تو مسبوق اور لفظ لاحق کا مدلول اور ان کی تعریف خود اس پر دال ہے؛ کیوں کہ مسبوق وہ ہے، جس کا امام اس سے پہلے کل، یا بعض رکعات ادا کر چکا ہو اور ظاہر ہے کہ یہ مفہوم و تعریف مقیم خلف المسافر پر بہ اعتبار رکعتین اخریین صادق نہیں آ سکتی اور لاحق وہ ہے، جو اپنی فوت شدہ رکعات کو جو بعد اقتداء امام

کے کسی وجہ سے فوت ہوگئی ہوں، ادا کر کے امام کے برابر ہوجاتا ہے اور مقیم خلف المسافر پر یہ مفہوم بھی صادق نہیں آتا؛ کیوں کہ اس نے بقدر صلوٰۃ امام کے نیت اقتدا کی تھی، اس کو پورا کر دیا اور اس میں سے کوئی رکعت فوت نہیں ہوئی، اور رکعتین اخریین نہ امام کی نماز تھی، نہ اس نے اس میں اقتدا کیا تھا اور نہ وہ رکعتین امام کی معیت اور متابعت سے ہوئی، لہٰذا یہ مقیم حقیقۃً لاحق بھی نہیں ہوسکتا، علاوہ ازیں عبارات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ اس پر شاہد ہیں۔

درمختار کے باب السجود میں لکھا ہے:

”والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً سواء كان السهو قبل الاقتداء أوبعده ثم يقضى ما فاته ولو سها فيه سجد ثانياً وكذا اللاحق لكنه يسجد فى آخر صلوٰته ولوسجد مع إمامه أعاده والمقيم خلف المسافر كالمسبوق وقيل كاللاحق“. (۱)

علامہ طحطاوی اس پر لکھتے ہیں:

”(قوله كالمسبوق): فيلزمه السجود وصححه فى البدائع؛ لأنه إنما اقتدىٰ بالإمام بقدر صلوٰة الإمام فإذا انقضت صلوٰة الإمام صارمنفردًا فيما وراء ذلک وإنما لايقرأ فيما يتم؛ لأن القراء ة فرض فى الأولیين وقد قرأ الإمام فيها، بحر. (۲)

اس عبارت میں ہر سہ مسبوق ولاحق ومقیم خلف المسافر کا باہم تقابل اور نیز تشبیہ ومماثلت واضح دلیل ہے، مقیم خلف المسافر حقیقۃً مسبوق ہے، نہ حقیقۃً لاحق، البتہ بعد اختتام صلوٰۃ امام منفرد ہوجاتا ہے، جیسا کہ مسبوق بھی منفرد ہوجاتا ہے، اب اس پر یہ اعتراض ہوتا تھا کہ جب اس کو منفرد رکعتین میں قرار دیا تو اس صورت میں ترک قرأت کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس کا یہ جواب دیا کہ چوں کہ فرض قرأت رکعت اولیین میں اس کی طرف سے امام ادا کر چکا ہے، اس وجہ سے وہ اس جگہ قرأت ترک کردے۔

اور بدائع کی عبارت یہ ہے:

”وأما المقيم إذا اقتدىٰ بالمسافر ثم قام إلىٰ إتمام صلاته وسها هل يلزمه سجود السهو؟ذكر فى الأصل وقال: إنه يتابع الإمام فى سجود السهو وإذا سها فيما يتم فعليه سجود السهو أيضًا، وذكر الكرخى فى مختصره؛ أنه كاللاحق لايتابع الإمام فى سجود السهو وإذا سها فيما يتم لا يلزمه سجود السهو؛ لأنه مدرک لأول الصلاة فكان فى حكم المقتدى فيما يؤديه بتلک التحريمة كاللاحق ... والصحيح ماذكر فى الأصل؛ لأنه ما اقتدىٰ بإمامه إلا بقدر صلاة الإمام،

---

(۱)　الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار: ۴۹۹/۱ (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فى أحكام المسبوق واللاحق، انيس)

(۲)　حاشية الطحطاوى على الدرالمختار: ۳۱۲/۱

فإذا انقضت صلاة الإمام صار منفردًا فيما وراء ذلک وإنما لايقرأ فيما يتم؛لأن القراءة فرض فی الأولیین وقد قرأ الإمام فيهما فكانت قراءة له". (۱)

اور"صاحب رد المحتار نقلاً عن البحر" تحریر فرماتے ہیں:

"(قوله:(والمقيم):ذكر في البحر:أن المقيم المقتدی بالمسافر كالمسبوق فی أنه يتابع الإمام فی سجود السهو ثم يشتغل بالإتمام،وأما إذا قام إلیٰ إتمام صلاته وسها فذكر الكرخی أنه كاللاحق فلاسجود عليه،بدليل أنه لايقرأ وذكر فی الأصل: أنه يلزمه السجود وصححه فی البدائع؛لأنه إنما اقتدیٰ بالإمام بقدر صلاة الإمام فإذا انقضت صار منفردًا وإنما لايقرأ فيما يتم؛ لأن القراءة فرض فی الأولیین وقد قرأ الإمام فيهما" اھ. (۲)

ان عبارات سے مقیم مقتدی بالمسافر کا حقیقۃً مسبوق ولاحق نہ ہونا واضح ہوگیا اور نیز یہ ہی صاحب ردالمحتار بعد نقل عبارت تحریر فرماتے ہیں:

" قال فی النهر:وبهٰذا علم أنه كاللاحق فی حق القراءة فقط". (۳)

اس عبارت نے مسئلہ کے چہرہ سے بالکل پردہ اٹھادیا اور اس سے ثابت ہوگیا کہ اس کا ترک قرأت کرنا اس کے بحکم مسبوق ہونے کے مزاحم نہیں؛ بلکہ اس کو بحکم لاحق صرف قرأت کے بارے میں قرار دیا جاتا ہے، باقی تمام احکام میں وہ مثل مسبوق کے منفرد ہے تو ان عبارات نے واضح کردیا کہ وہ منفرد ہوکر ان رکعات اخیرہ کو مثل مسبوق کے ادا کرے گا، نہ مثل لاحق کے۔

اسی مضمون کو صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں:

"وإذا صلی المسافر بالمقيمين سلم وأتم المقيمون صلاتهم؛لأن المقتدی التزم الموافقة فی الركعتين فينفرد بالباقی كالمسبوق إلا أنه لايقرأ فی الأصح؛لأنه مقتدٍ تحريمة لا فعلاً و الفرض صار مودیً فيتركها احتياطاً بخلاف المسبوق؛لأنه أدرک قراءة نافلة فلم يتأدی الفرض فكان الإتيان الأولٰی". (۴)

---

(۱) بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع: ٤٦٦/١،مطبوعة قاهرة مصر (فصل فی بيان من يجب عليه سجود السهو ومن لا،انيس)

(۲) رد المحتار: ٤٩٩/١،مطبوعة جديد)(باب سجود السهو/البحر الرائق،ترک جميع واجبات الصلاة ساهيا: ١٠٧/٢،دارالكتاب الإسلامی بيروت،انيس

(۳) رد المحتار: ٤٩٩/١ (باب سجود السهو،انيس)

(۴) الهداية فی شرح بداية المبتدی،باب صلاة المسافر: ٨١/١،دارإحياء التراث العربی بيروت،انيس

صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین مرغینانی نے اعتراض مذکور کے جواب میں اپنی عادت کے موافق راہ تدقیق اختیار کی ہے اور ترک قرأت کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ مقیم خلف المسافر باعتبار تحریمہ مقتدی ہے اور باعتبار فعل غیر مقتدی، تحریمۃً اقتدا پر نظر کر کے اس کو قرأت پڑھنا، جب کہ امام کی اول صلوٰۃ ادراک کر چکا ہو مکروہ تحریمی ہے اور فعلاً غیر مقتدی ہونے پر نظر کر کے اس کے لیے قرأت مستحب ہے اور جبکہ فعل مستحب وحرام میں دائر ہوا تو اس کا ترک قرأت احتیاطاً لازم ہوا، بخلاف مسبوق کے کہ اس نے فرض قرأت کو نہیں پایا؛ بلکہ قرأت نافلہ کا ادراک کیا ہے، لہذا اس کو ترک قرأت ناجائز ہے۔

صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں:

”(قوله احتياطاً)فإنه بالنظرإلى الاقتداء تحريمة حين أدركوا أول صلاة الإمام تكره القراءة تحريماً وبالنظرإلٰى عدمه فعلاً إذا لم يفتهم مع الإمام مايقضون وقد أدركوا فرض القراءة تستحب وإذا دارالفعل بين وقوعه مستحباً أومحرماً لايجوزفعله بخلاف المسبوق فإنه أدرك قراءة نافلة.(۱)

اگر چہ عبارت بدائع، طحطاوی اور شامی وغیرہ سے واضح تھا، مگر ہدایہ کی عبارت نے بہت زیادہ واضح کر دیا کہ وہ مقیم خلف المسافر، جس نے تحریمہ میں اقتدا کی ہے، ہر دو رکعات اخیرہ میں مثل مسبوق منفرد ہے اور بقول صحیح لاحق نہیں اور باوجود منفرد ہونے کے اس کو بوجہ ایک عارض کے ترک قرأت کا حکم ہے، جس سے صاف واضح ہے کہ اس کا ترک قرأت اس کے لاحق ہونے کو مقتضی نہیں اور اس کی لاحق کے ساتھ مماثلت صرف حکم ترک قرأت میں ہے، نہ دوسرے احکام میں؛ کیوں کہ دوسرے احکام میں یہ شخص منفرد مثل مسبوق ہے اور نیز یہ حکم ترک قرأت کا مخصوص اس مقیم مقتدی بالمسافر کے ساتھ ہے، جس نے اپنے امام کی تحریمہ میں اقتدا کی ہو اور جس نے تحریمہ میں اقتدا نہیں کی ہے اور ادراک اول صلوٰۃ امام کا نہیں کیا ہے؛ بلکہ وہ رکعت ثانیہ، یا تشہد میں شریک ہوا ہے تو اس کا یہ حکم نہیں ہے کہ وہ بھی ترک قرأت کرے؛ بلکہ اس کے لئے قاعدہ مذکورہ کے موافق قرأت کرنا مستحب ہوگا؛ کیوں کہ اس کے لیے قرأت سے مانع تحریمہ اقتدا تھا اور مسبوق برکعۃ یا رکعتین کے حق میں وہ مانع مرتفع ہوگیا، جو موجب کراہت تحریم قرأت تھا تو صرف استحباب باقی رہا، علاوہ ازیں اس پر اور متعدد عبارات وروایات دلالت کرتی ہیں۔

فتح القدیر کی صلوٰۃ الخوف میں ہے:

”(قوله:لأنهم مسبوقون) ويدخل فى هذا المقيم خلف المسافرحتى يقضى ثلاث ركعات بلا

---

(۱) فتح القدير مصرى،المجلد الأول: ٤٠١،محمد خالد غفرله (باب صلاة المسافر،انيس)

قراء ة وإن كان من الطائفة الأولٰی،وبقراء ة إن كان من الثانية ". (۱)

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

"وإن كان الإمام مسافرًا والقوم مقيمين ومسافرين صلى بالطائفة الأولٰى ركعة ثم انصرفوا بإزاء العدو وجاء ت الطائفة الثانية وصلى بهم ركعة فمن كان مسافرًا خلف الإمام بقى إلٰى تمام صلاته ركعة ومن كان مقيماً بقى إلٰى تمام صلاته ثلٰث ركعات ثم ينصرفون بإزاء العدو وترجع الطائفة الأولٰى إلٰى مكان الإمام فمن كان مسافرًا يصلى ركعة بغيرقراء ة لأنه مدرك أول الصلاة ومن كان مقيماً يصلى ثلٰث ركعات بغيرقراء ة فى ظاهرالرواية فإذا أتمت الطائفة الأولٰى صلاتهم ينصرفون بإزاء العدووتجيء الطائفة الثانية إلٰى مكان صلاتهم فمن كان مسافرًا يصلى ركعة بقراء ة؛لأنه مسبوق ومن كان مقيماً يصلى ثلٰث ركعات الأولٰى بفاتحة الكتاب وسورة؛ لأنه كان مسبوقاً فيها وفى الأخريين بفاتحة الكتاب على الروايات كلها". (۲)

اس عبارت عالمگیریہ میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے جو اشکال پیش کیا ہے اور فرمایا ہے کہ!

دلیل " لأنه كان مسبوقاً فيها"کو مقدم بیان کیا ہے،اگر وہ رکعتین اخریین میں بھی مسبوق ہوتا تو یہ دلیل اس موقع پر نہ بیان کی جاتی؛ بلکہ "وفى الأخريين بفاتحة الكتاب على الروايات كلها" کے لکھنے کے بعد لکھی جاتی۔

اس اشکال کا جواب بندۂ ناچیز کی تحریر سے بالکل صاف اور واضح ہوگیا ہے،وہ یہ کہ پہلی رکعت میں جس کے بعد دلیل "لأنه كان مسبوقاً فيها" لکھی ہے،وہ شخص حقیقۃً مسبوق ہے؛اس لیے اس کے بعد دلیل لکھی ہے اور چونکہ رکعتین اخریین میں حقیقۃً مسبوق نہیں؛ اس لیے اس کے بعد یہ دلیل نہیں لکھی،اگر رکعتین کے بعد یہ دلیل لکھی جاتی تو واہمہ پیدا ہوتا کہ مقیم تینوں رکعتوں میں حقیقۃً مسبوق ہے،والحال أنه ليس كذلك كما حققناه من قبل ، پس بندہ کی گذشتہ تحقیق سے واضح ہوگیا کہ مقیم خلف المسافر نہ حقیقۃً مسبوق ہے،نہ حقیقۃً لاحق ؛ بلکہ وہ رکعات باقیہ میں منفرد بحکم مسبوق ہے،پس جن جن عبارات میں اس کو لاحق ،یا مسبوق کہا گیا ہے،وہ اطلاق مجاز ہے،چنانچہ درمختار میں بحث لاحق ومسبوق میں قبیل باب الاستخلاف لکھا ہے:

"واللاحق من فاتته الركعات كلها أوبعضها بعذ ر كغفلة و زحمة وسبق حدث ومقيم أيتم بمسافر".

اورشامی میں ہے:

"(قوله ومقيم ايتم)أى فهو لاحق بالنظر للأخيرتين وقد يكون مسبوقاً أيضًا كما إذا فاته أول

---

(۱) فتح القدير مصرى،المجلد الأول: ٤٤١ (باب صلاة الخوف،انيس)

(۲) الفتاوىٰ الهندية،صلوٰة الخوف: ١٥٢/١،ط:نول كشور لكناؤ

صلوٰة إمامه المسافر. (ردالمحتار) (۱)

ان دونوں عبارتوں میں مقیم مقتدی بالمسافر پر لفظ لاحق اطلاق ہوا ہے، پس یہ اطلاق مجاز ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ وہ حکم ترک قرأت میں بمنزلہ لاحق ہے، یہ وہ عبارت ہے، جس سے مفتی صاحب مدرسہ عالیہ دیوبند مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سلمہ نے اس پر (اشکال۔۔۔۔) کیا ہے کہ مقیم خلف المسافر، خواہ اس نے تحریمہ میں اقتدا کی ہو، یا بعد فوت رکعت ہر حال (میں) بجمیع احکام لاحق ہے اور دعویٰ فرمایا ہے کہ قاعدہ کلیہ ہے اور بطور تشبیہ یہ بھی فرمایا ہے کہ صلوٰة الخوف میں جو حکم لکھا ہے، وہ شاید صلوٰة الخوف کے ساتھ خلاف قاعدہ کلیہ مخصوص ہو، مگر دعویٰ کلیہ قاعدہ اور دعوی اختصاص محتاج دلیل ہے، حالانکہ اس کی مثبت کوئی دلیل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں عبارات وتصریحات سابقہ سے واضح ہو چکا ہے کہ یہ قضیہ جزئیہ ہے، جس سے مراد وہ مقیم ہے، جس نے رکعت اولیٰ میں اقتدا کی ہو اور جو مسبوق برکعۃ یا رکعتین ہو، وہ قطعاً اس میں داخل نہیں اور نیز طحطاویؒ مطبوعہ مصر کی عبارت سے صاف واضح ہے:

’’(**قوله ومقيم ائتم بمسافر**)**فهو لاحق بالنظر للأخيرتين وقد يكون مسبوقاً أيضًا، كما إذا فاته أول صلاة إمامه المسافر**‘‘. (۲)

مقیم مقتدی بالمسافر کی دو حالتیں بیان کی (ہیں):

اول وہ کہ جس نے پہلی رکعت میں اقتدا کی ہے، اس کو باعتبار رکعتین اخیرتین کے لاحق فرمایا اور دوسری حالت وہ ہے کہ جس کو اول صلوٰة امام مسافر فوت ہو چکی، خواہ دوسری رکعت میں، یا تشہد میں اقتدا کی ہو، اس کو صرف مسبوق قرار دیا، اس سے واضح ہو گیا کہ **مقيم ائتم بمسافر** قاعدہ کلیہ نہیں ہے؛ بلکہ مقیم سے اس جگہ وہی مراد ہے، جس نے اول رکعت میں اقتدا کی ہو، چنانچہ اسی کی طرف بندہ نے اپنی پہلی تحریر میں اشارہ کیا تھا اور شامیؒ سے طحطاویؒ کی اس عبارت کو نقل کیا ہے، مگر اصل کے خلاف اس میں أیضاً زائد ہے، طحطاویؒ میں ہے: ’’**وقد یکون مسبوقاً**‘‘ اور شامیؒ میں نقلاً عن الطحطاوی ہے ’’ **وقد يكون مسبوقاً أيضاً** ‘‘ اور یہ لفظ أیضاً موجب خلجان اور موہم خلاف مقصود تھا، اس کی بھی توجیہ کر دی تھی کہ بشرط تسلیم مزاحم مقصود نہیں، مگر حضرت مفتی صاحب نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔

بعض اذکیا کا یہ خیال بھی مسموع ہوا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ صلوٰة الخوف کی مشروعیت علیٰ خلاف القیاس ہے، لہذا اس پر نمازوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا تو جو حکم صلوٰة الخوف میں ہے، ضروری نہیں کہ دوسری صلوات میں بھی ہو، دیکھو! چلنا، پھرنا وغیرہ افعال منافی نماز صلوٰة الخوف میں مشروع ہیں اور دوسری نمازوں میں غیر مشروع؛ بلکہ مفسد نماز ہیں۔

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار: ۳۹۹/۱، (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في أحكام المسبوق والمدرك اللاحق، انيس)

(۲) حاشية الطحطاوى مصرى: ۲۵٤/۱ (باب الإمامة، انيس)

جواب اس منع کا یہ ہے کہ یہ منع اس وقت قابل تسلیم ہوسکتا ہے، جب استدلال صرف صلوٰۃ الخوف سے ہواور فی الحقیقت استدلال ان روایات سے ہے، جن میں مقیم خلف المسافر کومنفرد مثل مسبوق قرار دیا ہے اورروایت صلوٰۃ الخوف بطورتائید وتقویت لکھی گئی ہے۔

علاوہ ازیں صلوٰۃ الخوف میں جوافعال من غیر جنس صلوٰۃ جائز کئے گئے ہیں، وہ افعال ہیں، جن کی بوقت خوف ضرورت پڑتی ہے، یہ ہرگز نہیں کہ تمام افعال صلوٰۃ الخوف خلاف قیاس بضرورت مشروع ہوئے ہیں اورافعال مبحوث فیہ ان افعال میں سے نہیں ہیں، جن کی مشروعیت بضرورت خوف خلاف قیاس ہوئی ہو،لہذا یہ خیال بھی اس بحث میں کارآمد نہیں ہوسکتا۔

مع ہذا بالفرض والتسلیم کوئی حکم معدول عن القیاس بدون نص نہیں ہوسکتا تولامحالہ ایسی نص کا موجود ہونا ضروری ہے، جس نے صلوٰۃ الخوف میں حکم لاحق کواپنے اصل قاعدہ کلیہ سے خارج کردیا ہے اور جہاں تک غور کرتا ہوں، مجھ کوکوئی نص ایسی نہیں معلوم ہوتی، جوصلوٰۃ الخوف میں لاحق کے لئے صارف عن القیاس ہو،اگرکسی صاحب کومعلوم ہوتو براہ کرم مجھ کوبھی مطلع فرماکرشکرگذاراحسان فرمائیں۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنی تحریر کے آخر میں ایک فتویٰ جس کوحضرت سیدی ومولائی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا گیاہے اور نیز ایک علم الفقہ کا جواب جوغالبًا مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کی تالیف ہے،نقل فرمایا ہے، جب ایک حکم روایات فقہیہ صحیحہ صریحہ سے ثابت ہوگیا تو اس کے متعلق کچھ لکھنے اورعرض کرنے کی ضرورت نہ رہی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ بلسانہ الاحقر خلیل احمد عفی عنہ، صدرالمدرسین مدرسہ مظاہرعلوم، سہارنپور (فتاویٰ مظاہرعلوم:۱/۹۹۔۱۱۳)

تحقیق انیق متعلق مسبوق مقیم مقتدی بالمسافر:

سوال: مسافرامام کے ساتھ مقیم مقتدی ظہر کی دوسری رکعت میں شرکت ہوا توباقی رکعتیں کیسے ادا کرے؟ یہاں کے علما اس بارہ میں اختلاف کررہے ہیں، مدلل مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

یہ شخص اٹھ کر پہلی رکعت میں فاتحہ اورسورت پڑھ کر قعدہ کرے اور پھر دورکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھے اورآخری دونوں رکعتوں کے درمیان قعدہ نہ کرے، یہ مسئلہ علماءفحول میں معرکۃ الآراء رہاہے،اس کے متعلق ان معادن علم ومعرفت کی تحریریں احقر کوپیر شیر محمد شاہ صاحب مدظلہم ساکن گھوٹکی (سندھ) سے دستیاب ہوئیں، جواہل علم کے ذوق تحقیق کی خاطر حوالہ قلم کی جاتی ہیں۔

استفتاء از شیخ احمد صاحب دھلوی:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ امام مسافر کے پیچھے مقیم مقتدی چار رکعت والی نماز پڑھتا ہے، مقتدی مذکور امام مذکور کے ساتھ اول رکعت میں شریک ہوا ہو تو مقتدی اپنی نماز کس طرح پوری کرے اور جو دوسری رکعت میں شریک ہوا ہو تو کس طرح نماز پوری کرے اور جو التحیات میں ملا ہو تو کس طرح اپنی نماز پڑھے؟ بینوا توجروا۔

الجواب از حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سھانپور قد س اللّٰہ سرہ:

اس مسئلہ کی تحقیق اس پر منحصر ہے کہ پہلے یہ متحقق ہو جائے کہ مقتدی کس وقت مدرک ہے اور کس وقت مسبوق، یا لاحق، یا مسبوق اور لاحق، پس واضح ہو کہ جس مقیم مقتدی نے پہلی رکعت میں امام مسافر کی اقتدا کی ہو، وہ لاحق ہے، چنانچہ درمختار کے قول کی شرح میں (**ومقیم ائتم بمسافر**) صاحب ردالمحتار لکھتے ہیں:

"**(قوله: ومقيم) أى فهو لاحق بالنظر إلى الأخيرتين**". (۱)

نیز اس پر لاحق کی تعریف بھی صادق آتی ہے، چناں چہ درمختار میں ہے:

"**واللاحق من فاتته الركعات كلها أو بعضها لكن بعد اقتدائه بعذر**" إلخ. (۲)

تو امام کی نماز سے جدا ہو کر اپنی دو رکعت بلا قرأت ادا کرے، چناں چہ درمختار میں ہے:

" **وحكمه كمؤتم فلايأتى بقراءة ولا سهو**" إلخ.

بناءً علیہ یہ مقتدی جس نے پہلی رکعت میں اقتدا کی باعتبار آخر کی دو رکعتوں کے صرف لاحق ہے اور پچھلی دونوں صورتوں میں (جب کہ دوسری رکعت میں اقتدا کی ہو، یا تشہد میں اقتدا کی ہو) ان دونوں صورتوں میں وہ مقتدی صرف مسبوق ہے، دوسری صورت میں تین رکعتوں میں مسبوق ہے اور تیسری صورت میں چاروں رکعتوں میں مسبوق ہے، چنانچہ اس پر مسبوق کی تعریف صادق آتی ہے:

"**والمسبوق من سبقة الإمام بها أو بعضها**". (الدرالمختار) (۳)

لہٰذا یہ مقتدی اقتداء سے علیٰحدہ ہو کر منفرد ہو جائے گا، اس کو چاہیے کہ پہلی رکعت میں ثنا، تعوذ اور فاتحہ وسورت پڑھے اور اگر مسبوق تمام رکعات کا ہے تو دو رکعت سورت کے ساتھ پڑھے اور دو رکعت میں ثنا، تعوذ اور فاتحہ وسورت پڑھے اور اگر مسبوق تمام رکعات کا ہے تو دو رکعت سورت کے ساتھ پڑھے اور دو رکعت باقی ماندہ میں (خواہ مسبوق بثلاث رکعات ہو، یا اربع رکعات) صرف فاتحہ پڑھے۔ درمختار میں ہے:

"**والمسبوق من سبقه الإمام بها أو بعضها وهو منفرد حتٰى يثنى ويتعوذ ويقرأ إن قرأ مع الإمام**

(۱-۳)　کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فى أحكام المسبوق و المدرک واللاحق، انیس

لعدم الاعتداد بها لكراهيتها وهو مفتاح السعادة فيمايقضيه أى بعد متابعته لإمامه". (۱)

اور عالمگیریہ میں ہے:

"**وتجئ الطائفة الثانية إلٰى مكان صلاتهم فمن كان مسافرًا يصلى ركعة بقراءة؛ لأنه مسبوق ومن كان مقيمًا يصلى ثلاث ركعات الأولٰى بفاتحة الكتاب وسورة؛ لأنه كان مسبوقًا فيها وفى الآخريين بفاتحة الكتاب على الروايات كلها".** (۲) **والله تعالٰى أعلم وعلمه أحكم**

املاہ بلسانہ: خلیل احمد عفی عنہ، ۲۷ / ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ۔ الجواب صحیح: عنایت الٰہی عفی عنہ

فتوی مذکورہ کے متعلق حضرت مولانا عزیزالرحمٰن صاحب قدس سرہ کا خط:

شیخ رشید احمد صاحب دہلوی کی طرف:

بسم الله الرحمن الرحيم

از بندہ عزیزالرحمٰن عفی عنہ:

بخدمت بابرکت جناب شیخ رشید احمد صاحب مدفیوضہم

بعد ہدیہ سلام مسنون عرض ہے: آپ جو تحریرات متعلقہ مسئلہ اقتداء مقیم خلف المسافر چھوڑ گئے تھے، ان کو دیکھا اور اصل روایت عالمگیریہ کو بھی دیکھا، صلاۃ الخوف میں فتح القدیر اور خود شامی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے، اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ حکم خلاف قاعدہ کلیہ جو کہ مسبوق لاحق کے لئے مقرر ہے، جس کی تفصیل میں نے پہلے لکھی ہے، شاید صلوۃ خوف کے لئے خاص ہے، یا بنا بر ثانیہ روایت کے ہے، جو اقتداء مقیم خلف المسافر میں ہے، جس کو بعض مشائخ نے اعتبار فرمایا ہے، وہ یہ کہ مقیم خلف المسافر اپنی دو رکعت باقی ماندہ کو قرأت سے پوری کرلے، مگر یہ خلاف اصح ہے، **كذا فى الهداية وغيرها**، باقی عالمگیریہ میں **على الروايات كلها** کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اس موقع صلوۃ خوف میں جملہ روایات اسی طرح ہیں کہ طائفہ ثانیہ اپنی قرأت سے پوری کرے، اگرچہ قاعدہ مسبوق لاحق کے خلاف ہے، مگر اتباع روایت سے یہ حکم دیا گیا۔ واللہ اعلم

اور عالمگیریہ میں ایک رکعت کو فاتحہ اور سورت سے پڑھنے کے بعد یہ لکھنا "**لأنه كان مسبوقًا فيها**" اس کا مؤید ہے کہ مسبوق صرف اسی ایک رکعت میں ہے، ورنہ آخر میں لکھتے: **لأنه مسبوق فيها: أى فى جميع الركعات** اور قاعدہ کلیہ جو احقر نے شامی کے حوالہ سے نقل کیا تھا، اس کو صاحب فتح القدیر نے بھی مسبوق ولاحق کی بحث میں اسی

---

(۱) كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فى أحكام المسبوق و المدرك واللاحق، انيس

(۲) الباب العشرون فى صلاة الخوف، انيس

طرح لکھا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ جو شخص مسبوق بھی ہو اور لاحق بھی وہ حسب ترتیب عرض کردہ احقر رکعات کو پورا کرے گا اور جو تطبیق حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے تحریر فرمائی ہے، وہ سمجھ میں نہیں آئی، اس میں تأمل ہے، میں نے حضرت مولانا محمود الحسن صاحب ومولانا انور شاہ صاحب کو بھی دکھلایا، سب حضرات نے بعد غور یہی فرمایا کہ اقتضاء قاعدہ کلیہ کا وہی ہے، جو پہلے لکھا گیا، بندہ اسی تأمل میں تھا کہ پرسوں ایک صاحب عبدالرحمٰن منڈاوری نے وہی سوال بعینہ لکھ کر اس کے نیچے حضرت مولینا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب نقل کیا ہے، جو مطابق جواب احقر کے ہے، مع قلیل تغیر کے بندہ نے ان سے بذریعہ خط دریافت کیا ہے کہ آپ کے پاس اصل فتوی حضرت گنگوہی قدس سرہ کا موجود ہے، یا آپ نے کہیں سے نقل کیا ہے، اگر موجود ہو تو اس کو بھیج دیجئے، بعد بلا تحقیق واپس کر دیا جائے گا، سوال وجواب ان کا بعینہ بغرض ملاحظہ مرسل ہے، ان کی غرض بھی اختلاف کا رفع کرنا ہے؛ کیوں کہ انھوں نے ایک دوسرا جواب اس کے خلاف کتاب علم الفقہ سے نقل کیا ہے، وہ سب مرسل خدمت ہیں انتہی ۔

خط: 　　ازاصل مجیب مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ بنام شیخ رشید احمد صاحب دہلوی عنایت فرمایم جناب شیخ رشید احمد صاحب　　السلام علیکم

عنایت نامہ مع تحریرات متعلقہ مسئلہ اقتداء مقیم بالمسافر پہنچا، میں نے بغور ان تمام تحریرات کو دیکھا، ان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ تمام بڑے اور چھوٹے حضرات کو اس مسئلہ میں درمختار اور شامی کی اس عبارت سے، جو مسبوق ولاحق کی بحث میں لکھی ہے، دھوکہ واقع ہوا ہے، وجہ اس اشتباہ کی یہ ہوئی کہ فقہا نے مقیم خلف المسافر کے مسئلہ کو اس قدر مختلف مواقع اور مظان بعیدہ میں لکھا ہے کہ جن کی طرف انسباق خیال نہیں ہوتا، چنانچہ صلوۃ الخوف اور سجدۂ سہو اور صلوۃ المسافر اور بحث مسبوق ولاحق وغیرہ میں اس مسئلہ کو لکھا ہے، چوں کہ تبادر اس مسئلہ میں بحث مسبوق ولاحق کی طرف ہے، لہٰذا اس مجمل عبارت کو دیکھ کر حضرات مفتین اکتفاء فرمالیتے ہیں اور دوسرے مواقع غیر متبادرہ کی طرف التفات اور تتبع کی نظر نہیں فرماتے، پہلے خود میرا مسلک بھی اس عبارت کی بنا پر وہی تھا، جو اور سب حضرات کا ہے؛ لیکن غور کرنے کے بعد میرے خیال میں تغیر واقع ہوا اور یہ خیال ہوا کہ مقیم خلف المسافر، جب کہ پہلی رکعت میں اقتدا کرے تو باعتبار رکعتیں اخریین کے بحق قرأۃ بحکم لاحق ہے؛ لیکن جب کہ رکعت ثانیہ، یا تشہد میں اقتدا کرے تو ان دونوں صورتوں میں وہ منفرد محض بحکم مسبوق ہے اور بحکم لاحق بالکل نہیں ہوتا ہے، چوں کہ اس مسئلہ میں متعدد حضرات علما میرے اس خیال کے خلاف ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اپنا مدعا مع تمام استدلالات کے مفصلاً لکھ کر حضرات علماء کرام کی خدمت میں پیش کردوں اور التماس کروں کہ اگر یہ صحیح ہے تو قبول فرماویں، ورنہ جو امر صحیح ہو اور محقق ہو، بدلائل مطلع فرمادیں کہ بندہ کو ان شاء اللہ تعالیٰ قبول حق سے ذرا بھی انحراف وانکار نہ ہوگا۔ واللہ ولی التوفیق وبیدہ أزمۃ التحقیق

محل نزاع یہ ہے کہ مقیم خلف المسافر صلوۃ رباعی میں خواہ وہ پہلی رکعت میں اقتدا کرے، یا دوسری میں، یا تشہد میں وہ باعتبار رکعتیں اخریین مسبوق ہے، یا لاحق، یا لاحق اور مسبوق دونوں ہے، پس واضح ہو کہ تصریحات محققین فقہا سے ثابت ہے کہ مقیم خلف المسافر، اگر چہ اس نے رکعت اولیٰ میں اقتدا کی ہو، نہ حقیقۃ مسبوق ہے، نہ حقیقۃً لاحق؛ بلکہ بعض فقہا اس کو مثل مسبوق کے کہتے ہیں اور بعض مثل لاحق کے اور قول اول کو محققین فقہا صحیح قرار دیا ہے، اول تو لفظ مسبوق اور لفظ لاحق کا مدلول اور ان کی تعریف خود اس پر دال ہے؛ کیوں کہ مسبوق وہ ہے، جس کا امام اس سے پہلے کل، یا بعض رکعات ادا کر چکا ہو اور ظاہر ہے کہ یہ مفہوم وتعریف خلف المسافر پر باعتبار رکعتیں اخریین صادق نہیں آتی اور لاحق وہ ہے، جو اپنی فوت شدہ رکعات جو بعد اقتداء امام کے کسی وجہ سے فوت ہوگئی ہوں، ادا کر کے امام کے برابر ہو جاتا ہے اور مقیم خلف المسافر پر یہ مفہوم بھی صادق نہیں آتا؛ کیوں کہ اس نے بقدر صلوۃ امام کے نیت اقتدا کی تھی، اس کو پورا کر دیا اور اس میں سے کوئی رکعت فوت نہیں ہوئی اور رکعتین اخریین نہ امام کی نماز میں تھیں اور نہ اس نے ان میں اقتدا کی تھی اور نہ وہ امام کی معیت ومتابعت سے ہوئیں، لہٰذا یہ مقیم حقیقۃ لاحق بھی نہیں ہوسکتا ہے، علاوہ ازیں عبارات فقہا رحمہم اللہ اس پر شاہد ہیں، درمختار کے باب سجود السہو میں لکھا ہے:

”والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقا سواءٌ كان السهو قبل الاقتداء أوبعده ثم يقضي ما فاته ولوسها فيه سجد ثانيًا وكذا اللاحق لكنه يسجد في آخره صلاته ولوسجد مع إمامه إعاده والمقيم خلف المسافر كالمسبوق وقيل كاللاحق“.(۱)

علامہ طحطاوی اس پر لکھتے ہیں:

”قوله: كالمسبوق،فيلزمه السجود وصححه في البدائع؛لأنه إنما اقتدى بالإمام بقدرصلاة الإمام فإذا انقضت صلاة الإمام صارمنفردًا فيما وراء ذلك وإنما لايقرأ فيما يتم؛لأن القراءة فرض في الأوليين وقرأ الإمام فيهما،بحر“.(۲)

اس عبارت سے ہر سہ مسبوق ولاحق ومقیم خلف المسافر کا باہم تقابل اور نیز تشبیہ ومماثلت واضح دلیل ہے کہ مقیم خلف المسافر نہ حقیقۃ مسبوق ہے اور نہ حقیقۃ لاحق، البتہ بعد اختتام صلوۃ امام منفرد ہو جاتا ہے، جیسا کہ مسبوق بھی منفرد ہو جاتا ہے، اب اس پر یہ اعتراض ہوتا تھا کہ جب اس کو رکعتیں میں منفرد قرار دیا تو اس صورت میں ترک قرأت کی کوئی وجہ نہیں، اس کا یہ جواب دیا کہ چونکہ فرض قراءت رکعتین اولیین میں اس کی طرف سے امام ادا کر چکا ہے، اس وجہ سے وہ اس جگہ قرأت ترک کردے۔

---

(۱)　كتاب الصلاة،باب الإمامة ،مطلب في أحكام المسبوق والمدرك اللاحق،انيس

(۲)　حاشية الطحطاوي: ۲۰٤/۱،باب الإمامة،ط:مصر،انيس

اور بدائع کی عبارت یہ ہے:

"وأما المقيم إذا اقتدٰى بالمسافرثم قام إلٰى إتمام صلاته وسها هل يلزم سجود السهو ذكر فى الأصل وقال:أنه يتابع الإمام فى سجود السهو وإذا سها فيمايتم فعليه سجود السهو أيضاً وذكر الكرخى فى مختصره أنه كاللاحق لا يتابع الإمام فى سجود السهو وإذا سها فيما يتم لايلزمه سجود السهو؛لأنه مدرك لأول الصلاة فكان فى حكم المقتدى فيما يؤديه بتلك التحريمة كاللاحق ولهٰذا لايقرأ كاللاحق والصحيح ما ذكر فى الأصل؛لأنه ما اقتدٰى بإمامه إلا بقدر صلاة الإمام فصار منفردًا فيما وراء ذلك وإنما لايقرأ فيما يتم ؛ لأن القراء ة فرض فى الأوليين وقد قرأ الإمام فكانت قراء ة له". (۱)

اور صاحب ردالمحتار نقلاعن البحر تحریر فرماتے ہیں:

"(قوله:والمقيم، إلخ)ذكرفى البحرأن المقيم المقتدى بالمسافركالمسبوق أنه يتابع الإمام فى سجود السهوثم يشتغل بالإمام وأما إذا قام إلٰى إتمام صلاته وسها فذكرالكرخى أنه كاللاحق فلاسجود عليه بدليل أنه لايقرأ وذكرفى الأصل أنه يلزمه السجود وصححه فى البدائع؛لأنه إنما اقتدى بالإمام بقدر صلاة الإمام فإذا انقضت صارمنفردًا وإنما لايقرأ فيمايتم؛ لأن القراء ة فرض فى الأوليين وقرأ الإمام فيها". (۲)

ان عبارت سے مقیم مقتدی بالمسافر کا حقیقۃً مسبوق ولاحق نہ ہونا واضح ہوگیا، نیز یہ بھی صاحب ردالمحتار بعد نقل عبارات تحریر فرماتے ہیں:

"قال فى النهروبهٰذا علم أنه كاللاحق فى حق القرأة فقط".

اس عبارت نے مسئلہ کے چہرہ سے بالکل پردہ اٹھادیا اور اس سے ثابت ہوگیا کہ اس کا ترک قرأت کرنا اس کے بحکم مسبوق ہونے کے مزاحم نہیں؛ بلکہ اس کو بحکم لاحق صرف قرأت کے بارے میں قرار دیا جاتا ہے، باقی تمام احکام میں وہ مثل مسبوق کے منفرد ہے، ان عبارات نے واضح کردیا کہ وہ منفرد ہوکر پہلے رکعات اخیرہ (۳) کو مثل مسبوق کے ادا کرے گا نہ مثل لاحق کے۔ اسی مضمون کو صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں:

وإذا صلى المسافر بالمقيم ركعتين سلم وأتم المقيمون صلاتهم لأن المقتدى التزم الموافقة فى الركعتين فينفرد فى الباقى كالمسبوق إلا أنه لايقرأ فى الأصح؛لأنه مقتد تحريمة

---

(۱) بدائع الصنائع،فصل فى بيان من يجب عليه سجود السهوو من لا: ۱۷۵/۱،دارالكتب العلمية بيروت،انيس

(۲) كتاب الصلاة،باب سجود السهو،انيس

(۳) یعنی اولیین کو جو بحکم لاحق قرار دینے والوں کے خیال میں ہیں۔ رشید احمد

لا فعلاً والفرض صارمؤدا فيتركها احتياطًا بخلاف المسبوق؛لأنه أدرك قراء ة نافلة فلم يتأد الفرض فكان الاتيان أولىٰ''. (۱)

صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین مرغینانی رحمہ اللہ نے اعتراض مذکور کے جواب میں اپنی عادت کے موافق راہ تدقیق اختیار کی ہے اور ترک قرأت کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ مقیم خلف المسافر باعتبار تحریمہ کے مقتدی ہے اور باعتبار فعل کے غیر مقتدی، تحریمۃ اقتدا پر نظر کرکے اس کو قرأت پڑھنا، جب کہ امام کی اول صلوۃ کا ادراک کر چکا ہو، مکروہ تحریمی ہے اور فعلاً غیر مقتدی ہونے پر نظر کر کے اس کے لئے قرأت مستحب ہے اور جب کہ فعل مستحب وحرام میں دائر ہوا تو اس کا ترک احتیاطاً لازم ہوا، بخلاف مسبوق کے کہ اس نے فرض قرأت کو نہیں پایا؛ بلکہ قرأت نافلہ کا ادراک کیا ہے، لہٰذا اس کو ترک قرأت ناجائز ہے۔ صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں:

''قوله:احتياطًا فإنه بالنظر إلىٰ الاقتداء تحريمة حين، (۲)أدركوا أول صلاة الإمام يكره القراء ة تحريماً وبالنظر إلىٰ عدمه فعلا إذ لم يفتهم مع الإمام مايقضون وقد أدركوا فرض القراء ة تستحب وإذا دارالفعل بين وقوعه مستحبًا أومحرمًا لايجوزفعله بخلاف المسبوق فإنه أدرك قراء ة نافلة. (۳)

اگر چہ عبارات بدائع اور طحطاوی اور شامی وغیرہ سے واضح تھا، مگر ہدایہ کی عبارت نے بہت زیادہ وضاحت کردی کہ وہ مقیم خلف المسافر، جس نے تحریمہ میں اقتدا کی ہو، ہر دو رکعت اخیرہ میں مثل مسبوق منفرد ہے اور بقول صحیح لاحق نہیں اور باوجود منفرد ہونے کے اس کو بوجہ ایک عارض کے ترک قرأت کا حکم ہے، جس سے صاف واضح ہے کہ اس کا ترک قرأت اس کے لاحق ہونے کو مقتضی نہیں اور اس کی لاحق کے ساتھ مماثلت صرف حکم ترک قرأت میں ہے، نہ دوسرے احکام میں؛ کیوں کہ دوسرے احکام میں یہ شخص منفرد مثل مسبوق ہے، نیز یہ حکم ترک قرأت مخصوص اس مقیم مقتدی بالمسافر کے ساتھ ہے، جس نے اپنے امام کی تحریمہ میں اقتدا کی ہے اور جس نے تحریمہ میں اقتدا نہیں کی اور ادراک اول صلوۃ امام کا نہیں کیا؛ بلکہ رکعت ثانیہ، یا تشہد میں شریک ہوا ہے تو اس کا یہ حکم نہیں ہے کہ وہ بھی ترک قرأت کرے؛ بلکہ اس کے

---

(۱) الهداية شرح بداية المبتدى،باب صلاة المسافر: ۱/ ۸۱،دارإحياء التراث العربى بيروت،انيس

(۲) الظاهرأن هٰذا ليسقيداً لكراهة القراء ة بالنظر إلى الاقتداء تحريمة لأن من لم يدرك أول صلاة الإمام بل أدرك الركعة الثانية أوالتشهد فهو أيضاً مقتد تحريمة فزاده والله أعلم لأن المقصود هٰهنا بيان حكم مدرك الإمام المسافر فى الركعة الأولىٰ لا لأن المدرك بعدها ليس بمقتد تحريمة.فالقيد لبيان الواقع للاحترازولما كان ذلك كذالك يرد عليه أنه يقتضى أن لا يقرأ فى الأخريين المقيم المقتدى بالمسافر بعدالأولىٰ أيضاً وكذا المقتدى بالمقيم إذا كان مسبوقاً بثلاث ركعات فصاعداً ويمكن الجواب بانا لما اسقطنا اعتبارالاقتداء تحريمة لأداء القراء ة الواجبة فى الأولين لايعود اعتباره فى الأخريين.والله أعلم (رشيد احمد لدهيانوى)

(۳) باب صلاة المسافر:۲/ ٤٠،دارالفكر بيروت،انيس

لئے تحریمہ اقتدا تھا اور مسبوق بر کعۃ، یا بر کعتین کے حق میں وہ مانع مرتفع ہوگیا، جو موجب کراہت تحریم قرأت تھا، سرف استحباب باقی رہا، علاوہ ازیں اس پر اور متعدد عبارات وروایات دلالت کرتی ہیں۔ فتح القدیر کی صلوۃ الخوف میں ہے:

"(قوله؛لأنهم مسبوقون) يدخل في هذا المقيم خلف المسافرحتٰى يقضى ثلاث ركعات بلا قراء ة إن كان من الطائفة الأولٰى وبقراء ة إن كان من الثانية". (۱)

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

وإن كان الإمام مسافراً والقوم مقيمين ومسافرين صلى الإمام بالطائفة الأولٰى ركعة ثم انصرفوا بإزاء العدو وجاء ت الطائفة الثانية وصلٰى بهم ركعة فمن كان مسافرًا خلف الإمام بقى إلٰى تمام صلاته ركعة ومن كان مقيمًا بقى إلٰى تمام صلاته ثلٰث ركعات ثم ينصرفون بإزاء العدو ورجع الطائفة الأولٰى إلٰى مكان الإمام فمن كان مسافرًا يصلى ركعة بغيرقراء ة؛لأنه مدرك أول الصلاةومن كان مقيمًا يصلى ثلاث ركعات بغيرقراء ة فى ظاهرالرواية فإذا أتمت الطائفة الأولٰى صلاتهم ينصرفون بإزاء العدو وتجئ الطائفة الثانية فمن كان مسافرًا يصلى ركعة بقراء ة؛ لأنه مسبوق وإن كان مقيمًا يصلى ثلاث ركعات الأولٰى بفاتحة الكتاب وسورة؛لأنه كان مسبوقًا فيها وفى الأخريين بفاتحة الكتاب على الروايات كلها. (۲)

اس عبارت عالمگیریہ میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے جو اشکال پیش کیا ہے اور فرمایا ہے: "**لأنه كان مسبوقا فيها**" کو مقدم بیان کیا ہے، اگر رکعتین اخریین میں بھی مسبوق ہوتا تو یہ دلیل اس موقع پر نہ بیان کی جاتی؛ بلکہ "**وفى الأخريين بفاتحة الكتاب على الروايت كلها**" کے لکھنے کے بعد لکھی جاتی۔ اس اشکال کا جواب بندہ ناچیز کی تحریر سے بالکل صاف اور واضح ہوگیا ہے، وہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں جس کے بعد دلیل "**لأنه كان مسبوقًا فيها**" لکھی ہے، وہ شخص حقیقۃً مسبوق ہے؛ اس لیے اس کے بعد یہ دلیل لکھی اور چونکہ رکعتین اخریین میں حقیقۃً مسبوق نہیں؛ اس لیے اس کے بعد دلیل نہ لکھی، اگر رکعتین کے بعد یہ دلیل لکھی جاتی تو واہمہ پیدا ہوتا کہ مقیم تینوں رکعتوں میں حقیقۃً مسبوق ہے، **والحال أنه ليس كذلك كما حققناه من قبل**، بندہ کی گزشتہ تحقیق سے واضح ہوگیا کہ مقیم خلف المسافر نہ حقیقۃً مسبوق ہے، نہ حقیقۃً لاحق؛ بلکہ وہ رکعات باقیہ میں منفرد بحکم مسبوق ہے، پس جن عبارات میں اس کو لاحق، یا مسبوق کہا گیا ہے، وہ اطلاق مجاز ہے، چنانچہ درمختار بحث لاحق ومسبوق میں لکھا ہے:

"واللاحق من فاتته الركعات كلها أوبعضها بعذر كغفلة وزحمة أوسبق حدث ومقيم ائتم بمسافر".

---

(۱)　باب صلاة الخوف: ۹۷/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲)　الفتاویٰ الهندية، الباب العشرون فى صلاة الخوف: ۱۵۵/۱، دار الفكر بيروت، انيس

اور شامی میں ہے:

" ومقيم ائتم، إلخ، أي فهو لاحق بالنظر إلى الأخيرتين وقد يكون مسبوقًا أيضًا كما إذا فاته أول صلاة إمامه المسافر، طحطاوى". (۱)

ان دونوں عبارتوں میں مقیم مقتدی بالمسافر پر لفظ لاحق اطلاق ہوا ہے، پس یہ اطلاق مجاز ہے، اس سے یہ مراد ہے کہ وہ حکم ترک قرأت میں بمنزل لاحق ہے، یہ عبارت ہے، جس سے مفتی صاحب مدرسہ عالیہ دیوبند مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سلمہ نے کہا ہے کہ مقیم خلف المسافر خواہ اس نے تحریمہ میں اقتدا کی ہو، یا بعد فوت رکعت، بہر حال بجمیع احکام لاحق ہے اور دعوی فرمایا ہے کہ قاعدہ کلیہ ہے اور بطور شبیہ یہ بھی فرمایا ہے کہ صلوۃ الخوف میں جو حکم لکھا ہے، وہ شاید صلوۃ الخوف کے ساتھ خلاف قاعدہ کلیہ مخصوص ہو، مگر دعوے کلیہ قاعدہ اور دعوی اختصاص محتاج دلیل ہے، حالاں کہ اس کے مثبت کو دلیل نہیں ہے، علاوہ ازیں عبارات وتصریحات سابقہ سے واضح ہو چکا ہے کہ یہ قضیہ جزئیہ ہے، جس سے مراد وہ مقیم ہے، جس نے رکعت اولی میں اقتدا کی ہو اور جو مسبوق برکعۃ، یا برکعتیں ہو، وہ قطعا اس میں داخل نہیں، نیز طحطاوی مطبوعہ مصر کی عبارت سے صاف واضح ہے:

" قوله: ومقيم ائتم بمسافر فهو لاحق بالنظر للأخيرتين وقد يكون مسبوقًا كما إذا فاته أول صلاة إمامه المسافر".

مقیم مقتدی بالمسافر کی دو حالتیں بیان کیں: اول وہ کہ جس نے پہلی رکعت میں اقتدا کی ہو، اس کو باعتبار رکعتین اخریین کے لاحق فرمایا۔ دوسری حالت وہ ہے، جس کو اول صلوۃ امام مسافر فوت ہو چکی ہو، خواہ دوسری رکعت، یا تشہد میں اقتدا کی ہو، اس کو صرف مسبوق قرار دیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ "مقيم ائتم بمسافر" قاعدہ کلیہ نہیں ہے؛ بلکہ مقیم اس جگہ وہ مراد ہے، جس نے اول رکعت میں اقتدا کی ہو، چنانچہ اسی طرف بندہ نے اپنی پہلی تحریر میں اشارہ کیا تھا اور شامی نے طحطاوی کی اس عبارت کو نقل کیا ہے، مگر اصل کے خلاف اس میں لفظ ایضا زائد ہے۔ طحطاوی میں ہے:

"وقد يكون مسبوقا".

اور شامی میں نقلا عن الطحطاوی ہے: "وقد يكون مسبوقًا أيضا".

اور یہ لفظ "ایضاً" موجب خلجان اور موہم خلاف مقصود تھا، اس کی بھی توجیہ کر دی ہے کہ بشرط تسلیم مزاحم مقصود نہیں، مگر حضرت مفتی صاحب نے اس کی توجیہ نہیں فرمائی، بعض (۳) اذکیا کا یہ خیال بھی مسموع ہوا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

---

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة، انيس

(۲) حاشية الطحطاوى، باب الإمامة: ۲۵۴/۱، ط: مصر، انيس

(۳) یعنی حضرت حکیم الامت قدس سرہ کما سیأتی عن امداد الفتاویٰ۔ رشید احمد

صلوۃ خوف کی مشروعیت علی خلاف القیاس ہے، لہٰذا اس پر دوسری نمازوں کو قیاس نہیں جا سکتا ہے تو حکم صلاۃ الخوف میں ہے، ضروری نہیں کہ دوسری نمازوں میں بھی ہو، دیکھو: چلنا پھرنا وغیرہ افعال صلوۃ الخوف میں مشروع ہیں اور دوسری نمازوں میں غیر مشروع؛ بلکہ مفسد صلوۃ ہیں۔

جواب اس منع کا یہ ہے کہ یہ منع اس وقت قابل تسلیم ہوسکتا ہے، جب استدلال صرف صلوۃ الخوف سے ہوا اور فی الحقیقت استدلال ان روایات سے ہے، جن میں مقیم خلف المسافر کومثل مسبوق قرار دیا گیا ہے اور روایات صلوہ الخوف بطور تائید وتقویت لکھی گئی ہیں، علاوہ ازیں صلوۃ الخوف میں جو افعال من غیر جنس الصلوۃ جائز کئے گئے ہیں، وہ افعال ہیں، جن کی بوقت خوف ضرورت پڑتی ہے، یہ ہرگز نہیں کہ تمام افعال صلوۃ خوف خلاف قیاس بہ ضرورت مشروع ہوئے ہیں اور افعال مبحوث فیہ ان افعال میں سے نہیں ہیں، جن کی مشروعیت بضرورت خوف خلاف قیاس ہوئی ہو، لہٰذا یہ خیال بھی اس بحث میں کارآمد ہوسکتا ہے، مع ہذا بالفرض والتسلیم کوئی حکم معدول عن القیاس بدون نص نہیں ہو سکتا تو لامحالہ ایسی نص کا موجود ہونا ضروری ہے، جو صلوۃ الخوف میں حکم لاحق کے لیے صارف عن القیاس ہو، اگر کسی صاحب کو معلوم ہو تو براہ کرم مجھ کو بھی مطلع فرما کر شکر گزار احسان فرمائیں۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنی تحریر کے آخری میں ایک فتوی، جس کو حضرت سیدی ومولائی حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور علم الفقہ کا جواب جو غالبا مولانا مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کی تالیف ہے، نقل فرمایا ہے، جب ایک حکم روایات فقہیہ صحیحہ صریحہ سے ثابت ہوگیا تو ان کے متعلق کچھ لکھنے اور عرض کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

أملاه بلسانه الأحقر خليل أحمد وفقه الله لتزود غد

أقول: ونقل عن العلامة المخدوم محمد هاشم التتوی (قدس سره) مثل قول مولانا خليل أحمد (قدس سره) وزادفيه جواب شبهة، ونصه: فإن قلت: قد ذكر أيضًا صاحب المحيط والسراج والجوهرة: أن الإمام إذا جعل الناس فی صلاة أربع طوائف فصلى لكل طائفة ركعة فصلاة الأولٰى و الثالثة فاسدة؛ لأنهم انصرفوا عن القبلة فی غير أوان الانصراف وصلاة الثانية والرابعة صحيحة ويقرأ كل طائفة فيما سبقت ولايقرأ فيما لحقت فإذا عادت الطائفة الثانية صلوا الركعة الثالثة ورابعة بغير قرأة ؛ لأنهم فيهما لاحقون ثم الركعة الأولٰى بقراءة ؛ لأنهم فيها مسبوقون.(۱)

(۱) ولو أن الإمام جعل الناس على أربع طوائف وصلى بكل طائفة ركعة فصلاة الإمام تامة وصلاة الطائفة الأولى والثالثة فاسدة، أما الطائفة الأولى فلأنهم انصرفوقا غير أوان الانصراف لما مر غير مرة، أما الطائفة الثالثة فلأنهم فی الحقيقة الطائفة الثانية وقد انصرفوا فی غير أوان انصراف الطائفة الثانية وهو ما بعد الركعة الثالثة ==

فكان هٰذا منقضًا لما ذكر تموه أولا رأى الرواية التى أوردها مولانا خليل أحمد رحمه اللّٰه من الهندية نقلها المخدوم رحمه الله من الجوهرة والمحيط والظهيرية والخزانة. قلنا: لا مناقضة؛ لأن هٰذه المسألة الأخيرة مصورة فيما إذا كان الإمام والمقتدون مقيمين كما صرح به فى تلك الكتب فكان ذلك مسئلة المسبوق صار لاحقا بخلاف ماذكرنا أولا فإنه مصور فيما إذا كان الإمام مسافرًا والمقتدى المسبوق مقيمًا فكان اختلاف الأجوبة لاختلاف موضوع المسألة فليتأمل، اه.

أرسل إلى تحرير المخدوم قدس الله مولانا أحمد الهالائى ناقلاً عن كراسة أبيه محمد الهالائى رحمهما الله تعالىٰ.

حضرت حکیم الامت قدس سرہ اس مسئلہ پر طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں، اس کے بعد یہ واقعہ ہوا کہ ایسی صورت کے متعلق کہ مقیم مقتدی نے ایک رکعت ہو جانے کے بعد خواہ دوسری رکعت میں اور خواہ اس کے بعد مسافر امام کا اقتدا کیا ہو، مدرسہ سہارنپور میں ایک فتویٰ لکھا گیا کہ یہ شخص لاحق نہیں ہے، صرف مسبوق ہے تو یہ شخص اپنی نماز میں قرأت والی رکعتوں کو مقدم کرے؛ (۱) اور مدرسہ دیوبند میں یہ فتوی لکھا گیا کہ یہ شخص لاحق ومسبوق دونوں ہے؛ اس لیے غیر قرأت والی رکعتوں کو مقدم کرے، پس جس ترتیب کو بندہ جائز غیر اولیٰ کہتا تھا، وہ فتویٰ سہارنپور میں واجب ہے اور جس کو بندہ اولیٰ کہتا تھا، وہ اس فتویٰ میں ناجائز ہے اور فتویٰ دیوبند موافق مشہور کے ہے۔

ناظرین اس کی مزید تحقیق اپنے موقع واطمینان سے کرلیں اور اگر بعد تحقیق کسی کی ترجیح ثابت نہ ہو تو مثل مسائل اختلافیہ کے کسی جانب پر قصداً، یا بوجہ عدم تحقیق اتفاقا وعادۃ عمل کرنے والے پر ملامت نہ کی جائے اور اس کے عمل پر صحت کا حکم لگا دیا جاوے اور یہ موافق ہوگا میرے قول اول؛ یعنی ہر دو کے جواز کے، جس کے متعلق اس فصل کے مباحث ہیں اور بعد تحقیق تو وہی شق عمل اور تعلیم کے لیے متعین ہو جاوے گی اور ادلہ، چنانچہ مظاہر العلوم کی دلیل عالمگیریہ کی صلوۃ الخوف کی وہ روایت ہے، جو اس فصل کے سب سے اول سوال میں مذکور ہے، جس میں یہ عبارت ہے:

== وأما صلاة الطائفة الثانية والرابعة فجائزة أما صلاة الطائفة الثانية فلأنهم من جملة الطائفة الأولى لكنهم مسبوقون بركعة وقد انصرفوا فى أوان انصراف الطائفة الأولى فجازت صلاتهم ثم إذا جاؤوا يتمون صلاتهم فعليهم أن يصلوا ركعتين بغير قراء ة وهى الثالثة والرابعة لأنهم لاحقون فيهما ثم ركعة بقراء ة وهى الركعة الأولىٰ لأنهم مسبوقون فيهما. (المحيط البرهانى، الفصل الثامن والعشرون فى صلاة الخوف: ۱۳۱/۲، دارالفكر بيروت، انيس)

(۱) یعنی جن میں قرأت فرض ہے اخریین میں قرأت فرض نہیں، مندوب ہے۔ رشید احمد عفا اللہ عنہ

"وتجئ الطائفة الثانية إلىٰ مكان صلوٰتهم فيصلون ثلاث ركعات الأولىٰ بفاتحة الكتاب وسورة؛ لأنهم مسبوقون فيها والأخريين بفاتحة الكتاب". (۱)

جس سے معلوم ہوا کہ غیر اولی میں ملنے والا مقیم خلف المسافر صرف مسبوق ہے اور صلوۃ الخوف کی خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں اور دار العلوم کی صریح دلیل شامی کی یہ روایت ہے:

(وقد يكون رأى المقيم المؤتم بالمسافر) مسبوقًا أيضا كما إذا فاته أول صلاة إمامه المسافر، ط. (۱/۱۲۱، أحكام المسبوق والمدرك واللاحق)

مگر مظاہر العلوم کی دلیل میں نہر کے ایک جزئیہ سے (نقلها الشامي، رشید احمد) جو فصل ھذا کے سب سے اخیر کے سوال میں منقول ہے، جس میں یہ عبارت ہے:

"والمسبوق إن أدرك ركعة من الشفع الأول فهو من أهل الأولىٰ وإلا فمن الثانية". (۱/۸۸٦، صلوة الخوف)

یہ شبہ پڑ گیا، جیسا نہر کا یہ حکم (کہ شفعۂ اولی کی رکعت ثانیہ پانے والا طائفہ اولی میں سے قرار دیا گیا اور اس لیے اس کو قرأت سے منع کیا گیا، چنانچہ طائفہ اولی بقیہ نماز میں قرأت نہیں کیا کرتا ہے۔ أنه لاحق حقيقة كمدرك الركعة الأولىٰ أو حكمًا كمدرك الركعة الثانية من الشفعة الأولىٰ.) (۲)

اس شخص کے عدم مسبوقیت حقیقۃ کو اور دوسرے مسبوقین کی طرف اس منع قرأت کے تعدیہ کو کسی کے نزدیک مستلزم نہیں ہوا، اسی طرح عالمگیریہ کا یہ حکم کہ رکعت ثانیہ کا پانے والا بقیہ میں قرأت کرے، اس کے عدم لاحقیت کو اور دوسرے لاحقین کی طرف اس قرأت کے تعدیہ کو بھی مستلزم نہ ہونا چاہئے؛ بلکہ نہر کے جزئیہ میں اس شخص کو حکما لاحق کہیں گے اور عالمگیریہ کے جزئیہ میں اس شخص کو حکما مسبوقین کہ دیں گے اور جب نہر کا حکم صلوۃ الخوف کی ساتھ خاص ہوگا لعدم التعدیۃ، اسی طرح عالمگیریہ کے حکم کو بھی صلوۃ الخوف کے ساتھ مخصوص کہیں گے اور دونوں حکم کسی استحسان پر مبنی ہوں گے، جو ہم کو ظاہر نہیں ہوا اور یہ دونوں جزیئے مقیم خلف المسافر صلوۃ الخوف سے متعلق ہونے میں مشترک بھی ہیں، پس دونوں شقوں کی ایک حالت ہوگی، پس وہ مقدمہ کہ صلوۃ خوف کی خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں مخدوش ہوگیا۔ (حاشیہ امداد الفتاویٰ مبوب: ۱/۳۵۰)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، الباب العشرون في صلاة الخوف: ۱/۱۵۵، دار الفكر بيروت، انيس

(۱) والمسبوق إن أدرك ركعة من الشفع الأول فهو من أهل الأولىٰ وإلا فمن الثانية. (النهر الفائق شرح كنز الدقائق، باب صلاة الخوف: ۱/۳۷۸، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

اقول: نہر کے جزئیہ کا یہ مطلب نہیں کہ رکعت ثانیہ میں شریک ہونے والا باقی تینوں رکعتوں میں قرأت نہ کرے اور اس حکم میں وہ طائفہ اولی کی طرح ہے؛ بلکہ مقصود یہ ہے کہ ذہاب وایاب میں اور ترک القرأت فی الاخریین میں طائفہ اولی کے حکم میں ہے، نہ کہ رکعت مسبوقہ میں بھی وہذا ظاہر جدا۔

فتح القدیر کے دو جزئیے بھی اس کی تائید کر رہے ہیں:

ولو جعلهم ثلاث طوائف (أی فی صلاة المغرب) وصلٰی بكل طائفة ركعة فصلاة الأولٰی فاسدة وصلاة الثانية والثالثة صحيحة والمعنی ماقدمنا، وتقضی الثانية والثالثة أولا بلا قراء ة ؛ لأنهم لاحقون فيها وتشهد واثم الركعة الأولٰی بقراء ة؛لأنهم مسبوقون. (وبعد سطرین) **لو جعلهم أربعًا فی الرباعية ثم تقضی الطائفة الثانية والثالثة والرابعة وصلی الثالثة والرابعة أولا بغير قراء ة، ثم الأولٰی بقراء ة والطائفة الرابعة تقضی ركعتين بقراء ة ويتخيرمن فی الثالثة؛ لأنهم مسبوقون بثلاث ركعات.** (فتح القدیر: ۱/ ٤٤٤. وكذا فی الهندية أيضًا)(۱)

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی قدس سرہ کے فتوی میں بھی یہ جزئیہ محیط اور سراج وجوہرہ سے گزر چکا ہے۔

نیز نہر کا یہ جزئیہ مقیم خلف المسافر سے متعلق نہیں ہے۔

اولا اس لیے کہ خلف المسافر مدرک رکعت ثانیہ طائفہ ثانیہ سے ہوگا، اسے طائفہ اولی سے شمار کرنے کے کوئی معنی نہیں اور یہ ''**وإلا رأی إن لم يدرک الركعة الثانية فمن الثانية**'' کے خلاف ہے۔

اور ثانیا اس لیے کہ اگر نہر کے جزئیہ کو خلف المسافر سے متعلق کہا جائے تو یہ بعینہ عالمگیریہ کے جزئیہ کا مفہوم ادا کرے گا، دونوں میں قطعا کوئی فرق نہیں رہے گا، حالاں کہ دونوں کے حکم میں تباین کلی ہے کہ نہر کے جزئیہ میں رکعات ثالث میں ترک قرأت کا حکم منصور ہے اور عالمگیریہ کے جزئیہ میں رکعات ثلاث میں قرأت کرنے میں عالمگیریہ کے جزئیہ کے ساتھ مشترک ہے، پس مظاہر العلوم کی دلیل میں نہر کے جزئیہ سے جو شبہ پیدا ہو گیا تھا، وہ مرتفع ہو گیا۔

علاوہ ازیں سہارنپوری کی تحقیق میں صلوۃ الخوف کے جزئیہ کے علاوہ دوسرے بھی بہت سے دلائل ہیں، جن کا جواب نہیں دیا گیا؛ بلکہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کی تصریح کے مطابق اصل دلائل دوسرے ہیں، صلوۃ

---

(۱) فتح القدیرشرح الهداية، كتاب الصلاة،باب صلاة الخوف: ۲/ ۱۰۰، دار الفكر بيروت

ولو جعلهم فی المغرب ثلاث طوائف فصل بكل طائفة ركعة فصلاة الأولی فاسدة وصلاة الثانية والثالثة جائزة وتقضی الثانية ركعتين الركعة الثانية بغير قراء ة والطائفة الثالثة تقضی ركعتين بقراء ة،كذا فی الجوهرة النيرة. (الفتاویٰ الهندية،الباب العشرون فی صلاة الخوف: ۱/ ۱۵٦، دار الفكر بيروت،انيس)

الخوف کا جزئیہ محض تائیداً لکھا گیا ہے، اس کے مقابلہ میں دارالعلوم کی دلیل کا جواب مظاہر العلوم کی تحریر میں موجود ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی قدس سرہ کے جواب کا مظاہر العلوم کے جواب سے موافق ہونا اوپر گزر چکا ہے، پس جب تحقیق ادلہ سے مظاہر العلوم کا جواب راجح ثابت ہوگیا تو عمل اور تعلیم کے لئے یہی متعین ہوگا۔ فقط

وللّٰہ الحمد علٰی توفیقه لِهٰذا التحریر وهو علٰی ما یشاء قدیر فاغتنمه وتفکر ولعل الحق لا یعدوه فتشکر وهٰذا ماجاء فی فهم هٰذا الفقیر والعلم عند اللّٰه اللطیف الخبیر

رشید احمد ۱۰؍ربیع الآخر ۱۳۷۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۳؍۳۸۶-۳۹۷)

☆ ☆ ☆

دوران نماز امام کو حدث لاحق ہونا

شرائط استخلاف:

سوال: اگر امام کا وضوٹوٹ جائے اور وہ نماز میں کسی کو اپنا خلیفہ بنانا چاہے تو اس کی کیا صورت ہے؟ بینوا وتو جروا۔

الجوب ـــــــــــــ باسم ملهم الصواب

صحت استخلاف کی تین شرطیں ہیں:

(۱) صحت بناء کی وہ سب شرائط، جن کی تفصیل اوپر کے مسئلہ میں بیان کی گئی ہے، (۱) البتہ خلیفہ متعین ہو جانے کے بعد بقیہ شرائط صرف امام کی بناء کے لیے ہیں، خلیفہ اور مقتدیوں کی نماز کے لئے نہیں، اگر اس کے بعد امام نے کوئی فعل منافی کیا تو خلیفہ اور مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

(۲) اگر مسجد، یا ۳۶۰۰ رمربع فٹ ۴۵۱ء۳۳۴ مربع میٹر سے چھوٹے کمرے، یا اس سے چھوٹے صحن میں جماعت ہو تو امام کے اس سے باہر نکلنے سے پہلے خلیفہ متعین ہو اور اگر کھلی فضا، یا مذکورہ رقبہ سے برابر، یا اس سے بڑے کمرے، یا بڑے صحن میں ہو تو جہت قبلہ میں سترہ سے اور سترہ نہ ہو تو موضع سجود سے تجاوز سے قبل اور بقیہ تین اطراف میں صفوف سے تجاوز سے قبل خلیفہ متعین ہو جائے۔

(۳) خلیفہ میں امامت کی صلاحیت ہو؛ یعنی عورت، یا نابالغ نہ ہو۔

خلیفہ کے لئے یہ شرط نہیں کہ اس کو امام ہی متعین کرے؛ بلکہ اگر مقتدیوں نے کسی کو آگے کر دیا، یا کوئی شخص از خود خلیفہ بن گیا تو بھی جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ امام خود خلیفہ بنائے، مسبوق بھی خلیفہ بن سکتا ہے، اگر خلیفہ کو بقیہ رکعات کا علم نہ ہو تو امام انگلیوں کے اشارے سے بتادے، قرأت باقی ہو تو منہ پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرے، سورۂ فاتحہ باقی ہو تو جہاں چھوڑی، اس سے آگے ایک دو کلمات بلند آواز سے پڑھ دے رکوع کے لیے گھٹنوں پر سجود کے لیے پیشانی پر، سجدۂ تلاوت کے لیے پیشانی اور زبان پر سجدۂ سہو کے لیے سینہ پر ہاتھ رکھ کر خلیفہ کو سمجھائے، پھر وضو سے فراغت تک اگر جماعت ختم نہ ہوئی تو خلیفہ کی اقتدا کرے، ورنہ تنہا نماز پوری کرلے، صورت اقتدا میں متروک ارکان پہلے ادا کر کے امام کے ساتھ شامل ہو۔

---

(۱) تبویب میں یہ مسئلہ باب مفسدات الصلوۃ میں بعنوان شرائط صحت بناء آیا ہے۔

اگر پانی مسجد کے اندر ہی ہو تو خلیفہ بنانے کی ضرورت نہیں، امام وضو کر کے واپس اپنے مقام پر آ کر امامت کرے، اس وقت تک مقتدی انتظار کریں؛ مگر اس صورت میں بھی استخلاف جائز ہے، اگر امام خلیفہ کے ایک رکن ادا کرنے سے قبل وضو کر کے آ گیا تو خلیفہ پیچھے ہٹ جائے اور اصل امام ہی امامت کرے، بشرطیکہ امام مسجد سے نہ نکلا ہو، اگر پانی مسجد سے باہر ہو تو افضل یہ ہے کہ کسی کو خلیفہ بنا کر خود استیناف کرے، البتہ وقت تنگ ہو تو استخلاف و بناء واجب ہے، فقط واللہ اعلم

۱۹/شعبان ۱۳۸۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۳۰۹-۳۱۰)

امام کے استخلاف کے بغیر کسی مقتدی کا ازخود خلیفہ بننا:

سوال: اگر کسی امام کا وضو ٹوٹ گیا اور چلا گیا، پھر ازخود ایک آدمی دوسری، یا تیسری صف سے آیا اور نماز پوری کردی تو نماز ہوئی، یا نہیں ہوئی؟

الجواب

اگر مقتدی امام کے مسجد سے باہر نکلنے سے پہلے امام کی جگہ پر آ گیا اور نماز پوری کردی تو نماز صحیح ہوگئی، جو بھی عمل کثیر ہوا وہ اصلاح صلوٰۃ کے لئے تھا؛ اس لیے مفسد نہیں ہے۔ ہاں! اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ استدبار قبلہ لازم نہ آئے، ورنہ نماز فاسد ہوجائے گی۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

”وإن تقدم رجل من غير تقديم أحد وقام مقام الإمام قبل أن يخرج الإمام عن المسجد جاز ولو خرج الإمام من المسجد قبل أن يصل هٰذا الرجل إلى المحراب ويقوم مقامه فسدت صلاة الرجل والقوم ولاتفسد صلاة الإمام الأول“. (۱)

شامی میں ہے:

”وإن قدم القوم واحدًا أوتقدم بنفسه لعدم استخلاف الإمام جازإن قام مقام الأول قبل أن يخرج من المسجد ولوخرج منه فسدت صلاة الكل دون الإمام“. (۲)

شامی میں ہے:

”(و) يفسدها (كل عمل كثير) ليس من أعمالها ولالإصلاحها (قوله: (ولالإصلاحها) خرج به الوضوء والمشي لسبق الحدث فإنهما لايفسدانها“. (۳) واللہ اعلم سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۲/۳۶۳-۳۶۴)

---

(۱) فتاوىٰ قاضيخان علىٰ هامش الهندية: ۱/۱۱۵، فصل في الاستخلاف

(۲) ردالمحتار: ۱/۶۰۱، باب الاستخلاف، سعيد / والفتاوىٰ التاتارخانية: ۱/۵۸٤، ادارة القرآن كراتشى

(۳) ردالمحتار: ۱/٦۲٤، سعيد (كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب في التشبيه بأهل الكتاب، انيس)

سلام اول کے بعد امام کو حدث لاحق ہو تو استخلاف کا حکم:

سوال: اگر کسی شخص کو ایک سلام پھیرنے کے بعد حدث لاحق ہوا تو اس کی نماز پوری ہوئی، یا نہیں؟ یا وضو کر کے واپس آ کر دوسرا سلام پھیرے اور اگر امام ہے تو کیا حکم ہے کسی کو خلیفہ بنائے گا، یا نہیں؟

الجواب

سلام ثانی اصح قول کے مطابق واجب ہے، لہٰذا شخص مذکور وضو کر کے واپس آئے اور دوسرا سلام پھیرے اور اگر امام ہے تو خلیفہ بنائے۔

درمختار میں ہے:

"ولفظ السلام مرتين فالثاني واجب على الأصح". (۱)

طحطاوی میں ہے:

"ويجب لفظ السلام مرتين وهو الأصح". (۲)

درمختار میں ہے: "سبق الإمام حدث... ولو بعد التشهد ليأتي بالسلام (استخلف).

وفي الشامي: (قوله: ليأتي بالسلام) قال ابن الكمال: صرح بذلك في الهداية، وهٰذا صريح في أنه لاخلاف للإمامين هُنا إذ لا خلاف لهما في وجوب التسليم آه، ...وقوله: (استخلف) أشار إلٰى أن الاستخلاف حق الإمام". (۳)

وفي تقريرات الرافعي: "(قوله: وقد يجاب، إلخ) يبعد هٰذا الجواب تعليل ابن ملك للوجوب صيانة، إلخ، فإنه يدل على التعميم". (۴) والله سبحانه تعالٰى أعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۲/۳۶۲-۳۶۳)

امام کو حدث لاحق ہو جائے تو کیا کرے:

سوال (۱) چار رکعت والی نماز میں امام کا وضو دوسری رکعت کے شروع میں فاسد ہو گیا، امام اپنی جگہ دوسرے کو امام مقرر کر کے وضو کے لئے جماعت سے باہر نکل گئے، پہلے امام اب جماعت کی تیسری رکعت میں ملتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا امام کو پھر سے نیت کرنی ہوگی؛ کیوں کہ اب تو یہ امام سے مقتدی ہو گئے؟

(۱) الدرالمختار: ۱/۴۶۸، واجبات الصلاة

(۲) حاشية الطحطاوي علٰى مراقي الفلاح، ص: ۲۵۱، واجبات الصلاة/ وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۹۴، سعيد

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱/۶۰۰، باب الاستخلاف سعيد

(۴) التحرير المختار للرافعي علٰى ردالمحتار: ۱/۷۸، باب الاستخلاف، سعيد

نیز ملاحظہ ہو: فتاوى قاضي خان: ۱/۱۱۵، فصل في الاستخلاف.

دوسری بات یہ ہے کہ کیا وضو کے ساتھ ادا کی ہوئی نماز بھی فاسد ہوگئی۔

تیسری بات یہ کہ سابق امام اپنی نماز کس طرح ادا کریں گے، جب کہ جماعت تیسری رکعت میں ہے؟

امام کے سجدۂ سہو کر لینے کے بعد نماز میں شامل ہونے والے مقتدی پر سجدۂ سہو کا حکم:

(۲) امام کی وجہ سے مقتدی پر سجدۂ سہو لازم ہوجاتا ہے؛ لیکن کوئی مقتدی جماعت میں اس وقت شامل ہوتا ہے، جب کہ امام سجدۂ سہو سے نکل چکا ہو، اب اس مقتدی پر سجدۂ سہو لازم ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) دوسرے امام کو خلیفہ کہتے ہیں، یہ مستقل امام کی طرح نماز تمام کریں گے اور سابق امام لاحق ہوگئے، پہلی رکعت پر تیسری رکعت کی بنیاد رکھیں گے، پھر سے نیت کی ضرورت نہیں اور درمیان کی ایک رکعت امام کے سلام کے بعد(۱) اس طرح ادا کریں گے، گویا امام کے پیچھے ہیں؛ یعنی مقدار قرأت خاموش کھڑے رہیں گے، مگر شرط یہ ہے کہ درمیان میں کلام نہ کیا ہو اور نہ مسجد سے باہر گئے ہوں؛ بلکہ مسجد کے ایک جانب وضو کرلیا ہو، ورنہ تیسری رکعت سے نیت اقتدا کی کریں گے اور مسبوق بن کر باقی دو رکعت قرأت کے ساتھ ادا کریں گے۔(۲)

(۲) صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو لازم نہیں آئے گا۔(عالمگیری:۱/۱۳۶)(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد بشیر احمد، ۹/جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۴۹۳-۴۹۵)

---

(۱) مفتی بہ اور صحیح قول کے مطابق جس شخص کو حدث لاحق ہو وہ وضو کے بعد سب سے پہلے اپنی فوت شدہ رکعت پوری کرے گا، پھر بقیہ نمازوں میں امام کے ساتھ شامل ہوجائے گا۔[مجاہد]

"وفی البحر: وحكمه أنه يبدأ بقضاء ما فاته بالعذر ثم يتابع الإمام إن لم يفرغ، وهٰذا واجب لا شرط، حتىٰ لو عكس يصح، فلو نام فی الثانية واستيقظ فی الرابعة فإنه يأتی بالثالثة بلا قراءة، فإذا فرغ منها صلى مع الإمام الرابعة، و إن فرغ منها الإمام صلاها وحده بلا قرأة أيضاً، فلو تابع الإمام ثم قضى الثالثة بعد سلام الإمام صح وأثم (الدر المختار، مطلب فی أحكام المسبوق والمدرک واللاحق: ۲/۳۴۵-۳۴۶) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: فيما لو أتى بالركوع والسجود أوبهما مع الإمام أوقبله أوبعده، انيس)

(۲) سبق الإمام حدث)...(غير مانع للبناء)...(ولو بعد التشهد)...(اسخلف)...(ما لم يجاوز الصفوف لوفی الصحراء)...(وما لم يخرج من المسجد) أو الجبانة أو الدار (لو كان يصلی فيه)...(واستئنافه أفضل) ...(وإذا ساغ له البناء توضأ)...(ونبىٰ علىٰ مامضىٰ)...بلا كراهة (ويتم صلاته ثمه)...(أويعود إلىٰ مكانه) ليتحد مكانها". (الدر المختار، باب الاستخلاف: ۲/۳۵۲-۳۵۹)

(۳) ولو دخل معه بعد ما سجد سجدة السهو يتابعه فی الثانية ولا يقتضی الأول وإن دخل معه بعد ما سجدهما لايقضيهما، كذا فی التبيين". (الفتاوىٰ الهندية، باب سجود السهو: ۱/۱۲۸) (تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۱۹۵، بولاق، انيس)

نماز میں امام کے حدث پیش آنے کے وقت مقتدی کے خود سے آگے بڑھنے کا جواز:

سوال: زید امام نے نماز پڑھائی، کسی رکعت میں اس کو حدث ہوا، چونکہ اس کی پشت کے پیچھے کوئی مقتدی نماز پڑھانے کے لائق نہ تھا؛ اس لیے اس نے نماز چھوڑ کر علیحدہ ہونا چاہا، جماعت کے داہنے بائیں طرف امام سے دس یا پندرہ نمازیوں سے پرے ایک شخص نماز پڑھانے کے لائق کھڑا تھا، وہ یہ دیکھ کر کہ امام کا وضوٹوٹ گیا، سب نمازیوں کے سامنے سے گزر کر امام کی جگہ آکھڑا ہوا اور نماز پڑھائی، کیا اس صورت میں نماز سب کی صحیح ہوئی، یا نہیں؟ فقط

الجواب

صحیح ہوگئی۔

فی الدر المختار فی باب الاستخلاف: ولم يجاوز هذا الحد ولم يتقدم أحد و لو بنفسه مقامه.

فی ردالمحتار: أشار إلٰى أنه يصير خليفة إذا قدمه الإمام أو أحد القوم أو تقدم بنفسه، كما قدمناه عن النهر. (۱) فقط

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ (امداد، صفحہ: ۵۰/ج:۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۱۲/۱)

نماز میں امام کا وضوٹوٹ جائے تو کیا کرے:

سوال: ایک امام نماز پڑھا رہا ہے، وضوٹوٹ گیا تو کیا کرے؟

الجواب

ازسرِ نو وضو کر کے نماز پڑھاوے کہ بناء کے مسائل سے لوگ واقف نہیں ہوتے اور استیناف اولیٰ بھی ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ: ۲۹۰)

نماز میں امام کو حدث ہوجائے تو خلیفہ بنانا درست ہے، ضروری نہیں:

سوال: نماز میں امام کو اگر حدث ہوجائے تو فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ خلیفہ بنانا جائز ہے، چونکہ یہ مسئلہ نادرالوقوع ہے، اگر اس سے ناواقف ہیں تو امام کو خلیفہ بنانا دشوار ہوتا ہے، ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

فقہ کی کتابوں میں حدث لاحق ہونے کی صورت میں خلیفہ بنانے کو جائز لکھا ہے، ضروری نہیں ہے اور یہ بھی لکھا ہے

---

(۱) ۳۵٤/۲، دار الکتب العلمية، بيروت، انيس

(۲) لكن تقدم أن الاستئناف أفضل. (ردالمحتار، باب الاستخلاف: ٦٠٦/١، دار الفكر بيروت، انيس)

کہ استیناف افضل ہے، پس جبکہ اس قسم کا حال ہے، جو کہ آپ نے لکھا ہے، پس ایسی حالت میں استیناف ہی کرنا مناسب ہے؛ تاکہ لوگ غلطی میں نہ پڑیں، پس پہلے نماز کو قطع کردے اور کوئی عمل منافی کر لیوے، پھر بعد وضو کے ازسرِ نو شروع کرے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۴۰۱)

جس امام نے حدث ہونے پر خلیفہ بنایا ہے، اب وہ آ کر اقتدا کرے، یا امام بنے:

سوال: امام کو حدث ہوا اور دوسرے کو امام بنا کر وضو کیا تو پھر آ کر مقتدی بن کر نماز پڑھے، یا امام ہو جاوے؟ اگر امام وضو کر رہا ہو اور خلیفہ نے سلام پھیر دیا تو امام کس طرح نماز پوری کرے؟

الجواب

مقتدی بن کر نماز پوری کرے اور اگر خلیفہ نے سلام پھیر دیا، تب بھی باقی ماندہ نماز پوری کرے، ازسرِ نو پڑھنے کی ضرورت نہیں۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۳۸۷)

امام وضو ٹوٹنے کی وجہ سے مسبوق کو خلیفہ بنادے تو وہ کیسے نماز پوری کرے:

سوال: امام ظہر کی نماز پڑھا رہا ہے، جو اس کے پیچھے کا آدمی ہے، اس کی وضو ٹوٹ گئی، اتنے میں وہ وضو کر کے آیا، امام ایک رکعت پڑھا چکا ہے، جب وہ آدمی آ کر شامل ہو گیا تو امام کی وضو ٹوٹ گئی، وہ اس آدمی کو اپنا خلیفہ بنا کر چلا گیا وضو کرنے، وہ مقتدیوں کی نماز پوری کرے تو اس کی تین رکعت ہوتی ہیں اور اپنی نماز پوری کرے تو مقتدیوں کی پانچ رکعت ہوتی ہیں، کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

جس مقتدی کی وضو ٹوٹ گئی اور وہ وضو کرنے گیا اور اس کی ایک رکعت فوت ہوگئی تو وہ لاحق ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ جس وقت وہ آدمی شامل جاعت ہو، پہلے اپنی رکعت فوت شدہ پڑھے، پھر امام کے شریک ہو۔ پس اگر اس نے ایسا کیا تو اس کی نماز امام کے برابر ہوگئی اور اگر اس نے اپنی فوت شدہ رکعت پہلے ادا نہ کی اور امام کے شریک ہو گیا اور پھر امام کی وضو ٹوٹ گئی اور اس نے اس لاحق کو امام بنا دیا تو اس کو چاہیے کہ جس وقت امام کی چوتھی رکعت پوری ہو جاوے تو یہ

(۱) استخلف أی جازله ذلک ولو فی جنازة بإشارة أو جرلمحراب.(الدر المختار)
وظاهر المتون أن الاستخلاف أفضل فی حق الکل.(ردالمحتار،باب الاستخلاف: ۵٦٢/١،ظفیر)
لکن تقدم أن الاستئناف أفضل.(ردالمحتار،باب الاستخلاف: ٦٠٦/١،دارالفکر بیروت،انیس)

(۲) ومن سبقه الحدث فی الصلاة انصرف فإن کان إماماً استخلف وتوضأ وبنی.(الهدایة،باب الحدث فی الصلاة: ١١٥/١،ظفیر)

شخص کسی مدرک کو خلیفہ بنادیوے، جو اوّل سے امام کے شریک تھا، وہ سلام پھیر دے گا اور وہ شخص اپنی رکعت فوت شدہ اٹھ کر پوری کرے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۳۹۵-۳۹۶)

مسبوق خلیفہ بنایا جاسکتا ہے:

سوال: چار مقتدی ہیں اور پانچواں امام نماز پڑھا رہا ہے اور مقتدی جاہل ہیں، ایک پڑھا ہوا شخص مقتدی بھی آکر جماعت میں شامل ہوا، امام کا وضوٹوٹ گیا تو اب ان پانچوں مقتدیوں میں سے کون امام بنایا جائے اور جو پڑھا ہوا ہے، اس کو ایک، یا دو رکعت نہیں ملی؟

الجواب

جو خواندہ شخص پیچھے شامل جماعت ہو، اسی کو امام بنادیا جاوے اور سلام کے وقت وہ کسی ایسے شخص کو اپنی جگہ امام بنادیوے، جس کی نماز پوری ہوگئی ہے، وہ سلام پھیر دے اور یہ کھڑا ہوکر اپنی باقی ماندہ رکعات پوری کرلے۔ (کذا فی الدر المختار) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۴۰۲)

حالتِ سجدہ میں اگر امام کا وضوٹوٹ جائے تو خلیفہ کیا کرے:

سوال: اگر حالت سجدہ میں امام کا وضوٹوٹ جائے تو خلیفہ کس طرح مصلّٰی پر آوے؟

الجواب

اس صورت میں خلیفہ مصلّٰی پر آکر اسی سجدے سے شروع کرے اور امام جس کو سجدہ میں حدث ہوا، اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ لے؛ تاکہ خلیفہ سمجھ جاوے کہ امام کو حدث سجدہ میں ہوا ہے، اس سجدہ کو پھر کرنا چاہیے۔

کما فی الدر المختار: ”ویضع یدہ علٰی رکبته لترک رکوع وعلٰی جبهته لسجود“ إلخ. (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۴۰۳)

سورۃ پڑھتے ہوئے امام کا وضوٹوٹ جائے اور خلیفہ کو وہ سورۃ یاد نہ ہو تو کیا کرے:

سوال: امام مثلاً کوئی سورت پڑھ رہا ہے کہ اس کا وضوٹوٹ گیا، اب جو مقتدی اس کا خلیفہ بنا ہے، اس کو وہ سورت یاد نہیں، جو امام پڑھ رہا تھا تو اب وہ کیا کرے؟

(۱-۲) (ولو استخلف الإمام لو مسبوقاً) أو لاحقاً أو مقیماً وهو مسافر (صح) والمدرک أولٰی، إلخ (فلو أتم) المسبوق (صلاۃ الإمام) قدم مدرکاً للسلام، إلخ. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب الاستخلاف: ۱/ ۵۷۱، ظفیر)

(۳) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب الاستخلاف فی الصلاۃ: ۱/۵٦۲، ظفیر

الجواب

وہ اور کوئی سورت پڑھ کر رکوع کردے، یہ ضروری نہیں ہے کہ اسی سورت کو پڑھے؛ بلکہ اگر وہ امام بقدر قرأت واجب پڑھ چکا ہے تو یہ خلیفہ اس کی جگہ جا کر فوراً رکوع میں جا سکتا ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۴۰۳)

لاحق کو اگر امام خلیفہ بنادے تو وہ نماز کس طرح پوری کرے:

سوال: اگر امام را در نماز حدث لاحق شود او مقتدی لاحق را خلیفہ سازد پس این خلیفہ نماز را چگونہ تمام کند؟(۲)

الجواب

امام را اگر حدث لاحق شود و لاحق را خلیفہ سازد او بعد تمام صلوٰۃِ قوم مدرک را خلیفہ سازد کہ سلام دہد و لاحق نمازِ خود را تمام کند۔(۳)

ولو استخلف لاحقاً (إلٰی قوله) مضٰی علٰی صلاة الإمام وأخر ما عليه حتٰی انتهٰی إلٰی موضع السلام واستخلف من سلم بهم جاز عندنا. (۴) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۳۷۶-۳۷۷)

☆ ☆ ☆

---

(۱) من سبقه الحدث فی الصلوٰة توضأ وبنٰی واستخلف لو إمامًا.(كنز الدقائق)

فإنه يستخلف رجلاً مكانه يأخذ بثوب رجل إلى المحراب أويشير إليه، إلخ، ولو ترك ركوعاً يشير بوضع يده علٰی ركبتيه أوسجوداً يشير بوضعها علٰی جبهته أوقراء ة يشير بوضعها علٰی فمه، إلخ، هٰذا إذا لم يعلم الخليفة ذلك أما إذا علم فلاحاجة إلٰی ذلك.(البحر الرائق، باب الحدث فی الصلاة: ۱/۳۸۹-۳۹۱، ظفير)

(۲) خلاصہ سوال: اگر امام کو نماز میں حدث لاحق ہوجائے اور وہ کسی لاحق مقتدی کو خلیفہ بنادے تو یہ خلیفہ نماز کیسے پوری کرے گا؟ انیس

(۳) خلاصۂ جواب: امام کو اگر حدث لاحق ہوجائے اور وہ کسی لاحق کو خلیفہ بنادے تو وہ خلیفہ قوم کی نماز مکمل کرنے کے بعد کسی مدرک کو خلیفہ بنادے؛ تاکہ وہ سلام پھیر سکے اور لاحق اپنی نماز پوری کرلے۔ انیس

(۴) الفتاویٰ الهندية: ۱/۹۵، فصل فی الاستخلاف، ط: نولكشوری، انيس

دوران نماز مقتدی کو حدث لاحق ہونا

اگلی صف کے مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے تو کیسے نکلے:

سوال: اگر جماعت میں دو سو تین سو آدمی ہوں اور سب سے اگلی قطار میں اگر کسی کا وضو ٹوٹ جاوے اثناء نماز میں تو وہ کیسے نکل سکتا ہے اور امام کیسے تبدیل ہوسکتا ہے؟

الجواب

صفوں کو چیر کر نکل جاوے اور امام اپنی جگہ دوسرے شخص کو مقتدیوں میں سے ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیوے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۰۲/۳)

قطرہ آنے سے نماز کا ٹوٹ جانا:

سوال: ایک شخص کو مرض قطرہ ہے، اگر حالتِ نماز میں قطرہ نکل جائے تو نماز توڑے، یا نہیں؟ اگر وسوسہ اس امر کا ہوتا ہو، کیا کرے؟

الجواب

اگر قطرہ نکلا خود نماز فاسد ہوگئی یہ کیا توڑے گا؛ مگر ہاں جو وسوسہ ہو تو نہ توڑے بعد نماز دیکھ لیوے، اگر نکلا ہے تو اعادہ کر لیوے، ورنہ نماز ہوگئی۔ فقط (تالیفات رشیدیہ: ۲۹۰)

ناک سے نکلے خون غیر سائل کو پونچھا اور آخر نماز تک ہاتھ پر رہا تو نماز کا حکم:

سوال: ایک شخص نے وضو کیا، بعد میں وہ نماز کے لیے کھڑا ہوا اور اس کو نماز کے اندر ناک کے اوپر سے خون نکلا

---

(۱) سبق الإمام حدث) إلخ (غير مانع) إلخ (استخلف) أي جازله ذلک ولوفي جنازة بإشارة أو جر لمحراب، إلخ. (الدر المختار)

قوله استخلف أشار أن الاستخلاف حق الإمام. (ردالمحتار، باب الاستخلاف: ۵۶۱/۱-۵۶۲)

ومن سبقه الحدث في الصلاة انصرف، إلخ والمقتدي يعود إلٰى مكانه إلا أن يكون إمامه قد فرغ. (الهداية، باب الحدث في الصلٰوة: ۱۱۵/۱، ظفير)

اور جاری نہیں ہوا اور اس نے نماز کے اندر ہاتھ سے پونچھا اور ہاتھ اخیر تک رہنے دیا، پھر نماز ختم کی تو آیا اس صورت میں نماز ہوگئی، یا نہیں؟ اس کو مع کتاب کے حوالے کے جواب دے دیں؟

الجواب

قال فی الدر والکنز وغیرھما: ما لیس بحدث لیس بنجس. (۱)

صورت مسئولہ میں نماز درست ہوگئی؛ کیوں کہ جب خون بہا نہیں تو اس سے وضو نہیں ٹوٹا اور جس چیز کے نکلنے سے وضو نہ ٹوٹے وہ پاک ہے تو یہ خون پاک تھا، اس کے ہاتھ میں لگے رہنے سے نماز میں خرابی نہ آئے گی۔

۳۰/محرم ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام: ۱۶۶/۲)

جمعہ کے دن اگر کوئی شخص پہلی صف میں ہو اور اُس کا وضو ٹوٹ جائے تو اُس کا حکم:

سوال: ایک شخص جمعہ کے دن اول صف میں جماعت میں ہوتا ہے، اگر اس کا وضو جاتا رہے تو وہاں تیمّم کرلے، یا صف کو چیر کر باہر آوے؟

الجواب

جمعہ میں، یا غیر جمعہ میں نمازی کو نماز میں کسی وجہ سے دوبارہ وضو وغیرہ کی حاجت ہو تو صف کو چیر کر باہر چلا جاوے اور اگر صف کے آگے کو راستہ ہو تو اس طرح سے آگے نکل کر وضو کر آوے، اگر اس کی واپسی تک جمعہ ختم ہو جاوے تو ظہر پڑھے۔ (تالیفات رشیدیہ: ۲۸۹)

سلام سے پہلے وضو ٹوٹ جائے:

سوال: احناف کے بارے میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ اگر کسی شخص کا آخری قعدہ میں تشہد پڑھنے کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو اس کی نماز درست ہو جاتی ہے؛ یعنی اس کے لئے سلام کرنا ضروری نہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ (احسان اللہ، دربھنگہ)

الجواب

احناف کے یہاں بھی یہ بات واجب ہے کہ سلام پر نماز ختم کی جائے۔ (۲)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطهارة، نواقض الوضوء: ۲۶۹/۱، دارالکتب العلمية، بیروت، انیس

(۲) "ویجب لفظ السلام". (الفتاوی الهندية: ۷۲/۱، محشی) (الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الثانی فی واجبات الصلاة، انیس)

یہاں تک کہ اگر کسی شخص کا سلام سے پہلے وضو جاتا رہے تو اسے چاہیے کہ وضو کر کے آکر بیٹھے اور درود و دعا پڑھ کے سلام پھیر کر اپنی نماز مکمل کرے؛ لیکن اگر کوئی شخص ایسا نہ کرے تو نقص اور کوتاہی کے ساتھ اس کی نماز ادا ہو جاتی ہے؛ کیوں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص اپنی نماز کے آخر میں بیٹھے اور سلام سے پہلے اس کا وضوء ٹوٹ جائے تو اس کی نماز درست ہوگئی''۔

''إذا أحدث يعنى الرجل وقد جلس في آخر صلاته قبل أن يسلم فقدجازت صلاته''. (۱)

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تشہد کی تعلیم دی اور فرمایا کہ جب تم نے یہ کرلیا یا یہ کہہ لیا تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی۔

''إذا قلت هٰذا أو فعلت هٰذا فقد تمت صلاتک''. (۲)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں نماز ادا ہو جاتی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۲/۱۸۸-۱۸۹)

لاحق جس کا وضوٹوٹ گیا، وہ وضو میں مسواک کرسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: جب نماز میں وضوٹوٹ جاتا ہے اور لاحق وضو کا ارادہ کرتا ہے، اس وضو میں مسواک کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

کرسکتا ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۳/۳۸۶)

لاحق کس طرح نماز پوری کرے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو جب وہ دو رکعت نماز عصر امام کے ساتھ پڑھ چکا تو اس کو حدث ہوا فوراً وضو کرنے چلا گیا اور وضو کرنے کے بعد امام کے ساتھ قعدہ اخیرہ میں ملا، اب وہ آخر کی دو رکعتیں کس طرح پوری کرے؟ اور اگر وہ تیسری رکعت میں ملا تو کس طرح پوری کرے؟

---

(۱) سنن الترمذی، رقم الحديث: ۴۰۸، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی الرجل یحدث فی التشهد

(۲) اس معنی کی بہت سی حدیثیں ذخیرۂ حدیث میں موجود ہیں۔ دیکھئے: سنن أبي داؤد، رقم الحديث: ۹۷۰، باب التشهد، مجمع الزوائد: ۲/۱۴۲، باب التشهد، محشی) (کتاب الطهارة، الباب الأول فی الوضوء، انیس)

(۳) ومنها السواک أی من سنن الوضوء. (الفتاویٰ الهندية مصرى، الباب الثانی فی سنن الوضوء: ۱/۷، ظفیر)

(وإذا ساغ له البناء توضأ فوراً بكل سننه. (الدر المختار)

أی من سنن الوضوء؛ لأن ذلک من باب إكماله فكان من توابعه فيحتمل كما يحتمل الأصل، بدائع. (رد المحتار، باب الاستخلاف: ۱/۵۶۶-۵۶۷، ظفير)

الجواب

حکم اس کا یہ تھا کہ جب وہ وضو سے فارغ ہو کر آیا تھا، اول وہ دونوں رکعت بلاقرأت پڑھتا، جو بسبب حدث کے فوت ہوئی، پھر اگر امام نماز میں ہوتا تو اس کے ساتھ شامل ہو کر بقیہ ارکان پورے کرتا؛ لیکن اگر ایسا کیا کہ بعد وضو کرنے کے امام کے ساتھ مل گیا تو اب بعد سلام امام کے ان دو رکعتوں کو بلاقرأت پوری کرے اور اس صورت کو فقہانے مکروہ لکھا ہے اور اس میں گنہگار رہتا ہے۔ درمختار صفحہ: ۵۵۶ میں ہے:

(واللاحق من فاتته) الركعات (كلها أو بعضها) لكن (بعد اقتدائه) بعذر كغفلة وزحمة وسبق حدث ... وحكمه كمؤتم فلايأتي بقراءة ... ويبدء بقضاء مافاته عكس المسبوق ثم يتابع إمامه ... ولوعكس صح وأثم،الخ.(۱)

اور یہی حکم تیسری رکعت میں ملنے کا ہے۔ فقط

کتبہ عزیز الرحمٰن (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۷۶/۳)

نماز میں حدث لاحق ہو جائے تو کیا کرے:

سوال (۱) زید اگلی صف، یا دوسری صف میں جماعت سے نماز پڑھ رہا تھا اور نیچے تقریباً بائیس صفیں لگی ہوئی تھیں، دو یا تین رکعت کے بعد زید کا وضو ٹوٹ گیا تو زید کیا کرے؟ باہر نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

(۲) زید امام ہو اور نماز پڑھا رہا ہو، درمیان میں اس کا وضو ٹوٹ گیا باہر نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو اس حال میں امام کیا کرے؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق

(۱-۲) مذکورہ دونوں صورتوں میں جب کہ نکلنے کی صورت نہ ہو تو وضو ٹوٹنے کے بعد زید اپنی ناک پر انگلی رکھ کر نمازیوں کو اشارہ کرتے ہوئے نکل جائے۔(۲)

”**إذا صلّى أحدكم فأحدث فليأخذ بأنفه ثم لينصرف**“.(تبيين الحقائق: ۵٤۱/۱)(۳)**فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم**

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲۳/۱۱/۱۴۱۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۹۳/۲)

(۱) **الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة،مطلب فى أحكام المسبوق والمدرك واللاحق: ۵۵٦/۱،ظفير**

(۲) **عن عائشة قالت: قال النبى صلى الله عليه وسلم: إذا أحدث أحدكم فى صلاته فليأخذ بأنفه ثم لينصرف.(سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة،باب استئذان المحدث الإمام: ۱۳٦/۱(ح:۱۱۱٤)بيت الأفكار)/سنن الدارقطنى،كتاب الصلاة، باب فى الوضوء من الخارج من البدن كالرعاف: ۲۸۹/۱ (ح:۵۸۷) مؤسسة الرسالة بيروت)/السنن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب الجمعة،باب الاستيذان المحدث الإمام: ۳۱٦/۱(ح:۵۸۵۰) دارالكتب العلمية،بيروت،انيس)** ==

لاحق نے اپنی چھوٹی ہوئی رکعت، مسبوق کی طرح پوری کی، تو کیا حکم ہے:

سوال: نمازِ عشا میں مقتدی تیسری رکعت میں کھڑے کھڑے سو گیا، جب امام ایک رکعت پوری کر چکا، تب نیند سے اٹھا تو اس نے بعد سلام امام کے، مسبوق کی طرح بقیہ نماز ادا کی تو یہ نماز درست ہوئی، یا نہیں؟

الجواب______________________

نماز ہوگئی اور اس کو لاحق کی طرح بلا قرأت وہ رکعت پڑھنی چاہیے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳/۳۸۷)

دو رکعت کے بعد حدث لاحق ہو جانا:

سوال: ایک شخص صف اول میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، دو رکعت نماز ادا کر چکا ہے، دو رکعت پڑھنے کے بعد اس کا وضو ٹوٹ گیا، اب وہ نماز میں سے نکل کر کس طرح وضو کرے اور نماز پوری کرے، جو دو رکعت امام کے ساتھ ادا کر چکا ہے، وہ دوبارہ اس کو پڑھنی پڑیں گی، یا وضو کرنے کے بعد بقیہ دو رکعت ادا کر لے اور جس جگہ سے یہ مقتدی وضو کے لیے جائے، اس جگہ دوسرا مقتدی کھڑا ہو سکتا ہے، یا وہی مقتدی وضو کر کے صفوں کے اندر گھس کر اپنی جگہ پہنچ کر نماز پوری کرے؟

(المستفتی: ۵۱۹، عبد الغنی (دہلی) ۶/ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۸/ جولائی ۱۹۳۵ء)

الجواب______________________

یہ شخص وضو ٹوٹ جانے کے بعد پیچھے کی صفوں کو شق کرتا ہوا وضو کرنے کے لیے نکل جائے اور وضو کر لینے کے بعد اس کا امام اگر نماز سے فارغ نہ ہوا ہو تو اس مقتدی پر لازم ہے کہ اپنی جگہ پر آ کر باقی ماندہ نماز کو ادا کر لے، بشرطیکہ وضو کی جگہ کے متصل وقریب کوئی مانع اقتدا کا موجود ہو، ورنہ اس کو اختیار ہوگا کہ وضو کی جگہ کے متصل باقی ماندہ نماز کو ادا کرے، یا پہلی جگہ پر جا کر باقی کا ماندہ نماز پڑھ لے۔(۲) فقط واللہ اعلم

حبیب المرسلین عفی عنہ، نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔ الجواب صحیح: محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۴۳۲-۴۳۴)

== عن عائشة قالت عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا صلٰی أحدکم فأخذت فلیمسک علٰی أنفه ثم لینصرف. (سنن ابن ماجة، باب ماجاء فیمن أحدث فی الصلاة کیف ینصرف: ۱/۱۳۶ (ح: ۱۲۲۲) بیت الأفکار، انیس)

(۳) الأحق بالإمامة، انیس

حاشیة صفحه هذا:

(۱) (واللاحق من فاتته) الرکعات (کلها أو بعضها) لکن (بعد اقتدائه) بعذر کغفلة، إلخ، وحکمه کمؤتم فلا یأتی بقراءة ولاسهو. (الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، مطلب فی أحکام المسبوق واللاحق والمدرک: ۱/۵۵۶، ظفیر)

(۲) ویتم صلاته ثمه) وهو أولٰی تقلیلا للمشی (أویعود إلٰی مکانه) لیتحد مکانها (کمنفرد) فإنه مخیر ==

دوران نماز امام کا وضو ٹوٹ گیا تو اسے چاہیے کہ کسی کو خلیفہ بنا کر اشارے سے بقیہ نماز بتادے:

سوال: جماعت میں امام کا وضو جاتا رہا اور امام کی جگہ دوسرا کوئی نہیں، آیا اب نمازی بقیہ نماز کس طرح ادا کریں گے اور کیا یہ نماز مکمل ہوگی؟ دوسرے یہ کہ امام جاتے وقت اگلی صف میں کسی کو اپنی جگہ کھڑا کر گیا تو یہ دوسرا امام نماز شروع سے پڑھائے گا، یا جہاں سے نماز چھوڑی تھی، وہاں سے پڑھائے گا اور سری نماز میں کیا پتہ کہ سورت بھی پڑھ لی تھی، یا نہیں؟ اور کیا امام کے چلے جانے سے جماعت کا ثواب ہوگا کہ نہیں؟ یا دوبارہ جماعت کرنا ہوگی؟ واضح اور مفصل جواب سے نوازیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

امام کو اپنی جگہ کسی کو خلیفہ بنانا چاہیے، اگر نہ بنائے تو مقتدیوں میں سے کسی کو آگے بڑھ کر خود خلیفہ بن جانا چاہیے، اگر خلیفہ بنائے بغیر مسجد سے نکل گیا اور اس کی جگہ کوئی دوسرا نہیں آیا تو سب کی نماز فاسد ہوگئی۔(۱)

اصل امام نے جہاں سے نماز چھوڑی خلیفہ کو چاہیے کہ وہیں سے آگے شروع کردے، اگر امام کے ذمہ قرأت باقی تھی تو خلیفہ کو اس کا اشارہ کردے، مثلاً زبان کی طرف اشارہ کردے، جس کے معنی یہ ہوں گے کہ قرأت باقی ہے اور اگر قرأت کر چکا ہو تو گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کردے کہ رکوع باقی ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۳۴۴)

لاحق نے اتباع امام کے بعد فوت شدہ نماز پڑھی:

سوال: لاحق نے مسبوق کی طرح مافات کو بعد فراغ الامام ادا کیا تو نماز صحیح ہوجائے گی، یا نہیں؟ جبکہ اس کو مافات ادا کر کے امام کے ساتھ شریک ہونا چاہیے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

لاحق پر واجب ہے کہ پہلے فوت شدہ نماز ادا کر کے امام کے ساتھ شریک ہو، اس کے خلاف سے گنہگار ہوگا؛ مگر نماز ہوجائے گی، مقتدی کا ترک واجب موجب اعادہ نہیں۔

== وهٰذا كله (إن فرغ خليفته والإعاد إلٰى مكانه) حتما لو بينهما ما يمنع الاقتداء (كالمقتدى إذا سبقه الحدث) إلخ. (تنوير الأبصار علٰى هامش ردالمحتار والدرالمختار (باب الاستخلاف: ۱/۶۰۶، ط: سعيد)

(۱) وله أن يستخلف مالم يجاوز الصفوف فى الصحراء وفى المسجد مالم يخرج عنه. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۹۵، فصل فى الاستخلاف، انيس)

(۲) ولو تقدم يبتدئى من حيث انتهٰى إليه الإمام... و لوترك ركوعًا يشير بوضع يده علٰى ركبته أوسجوداً يشير بوضعها علٰى جبهته أوقراءة يشير بوضعها علٰى فمه. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۹۶، فصل فى الاستخلاف، انيس)

قال شارح التنوير: ويبدأ بقضاء مافاته عكس المسبوق،ثم يتابع إمامه إن أمكنه إدراكه،وإلا تابعه،ثم صلّٰى ما نام فيه بلا قراءة.

وقال ابن عابدين: وفي البحر: وحكمه أنه يبدأ بقضاء ما فاته بالعذر ثم يتابع الإمام إن لم يفرغ وهٰذا واجب لاشرط،حتّٰى لوعكس يصح،فلونام في الثالثة واستيقظ في الرابعة فإنه يأتي بالثالثة بلا قراءة، فإذا فزع منها مع الإمام الرابعة وإن فرغ منها الإمام صلاها وحده بلا قراءة أيضًا فلو تابع الإمام ثم قضى الثالثة بعد سلام الإمام صح وأثم. (رد المحتار: ۵۵۷/۱)(۱)فقط والله أعلم

۱۷/ جمادی الآخرہ ۱۳۹۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۳۸۳/۳-۳۸۴)

لاحق کی فوت شدہ نماز پوری ہونے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا:

سوال: لاحق وضو کرکے آیا، اتنے میں ایک رکعت نکل گئی تو کیا یہ لاحق ایک رکعت پہلے ادا کرے، یا امام کے ساتھ قعدہ آخری میں شامل ہوکر بعد سلام امام کے ادا کرے؛ کیوں کہ اگر پہلے رکعت پڑھے گا تو امام سلام پھیر کر نماز ختم کروے گا، شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر یہ شخص شرائط بناء سے واقف نہیں، یا اس نے شرائط کی پابندی نہیں کی تو یہ لاحق نہیں؛ بلکہ مسبوق ہے؛ اس لیے نئی نیت کرکے امام کے ساتھ شرکت کرے، اس کے بعد فوت شدہ رکعات پڑھے، البتہ جو شخص شرائط بناء سے واقف ہو اور ان شرائط کی پابندی بھی کرلے تو وہ لاحق ہے، لاحق اولاً فوت شدہ رکعت ادا کرے، اس کے بعد اگر امام کو نماز میں پالے تو اس کے ساتھ شریک ہوجائے، ورنہ تنہا ادا کرے۔

قال في العلائية: ويبدأ بقضاء مافاته عكس المسبوق،ثم يتابع إمامه إن أمكنه إدراكه وإلاتابعه ثم صلّٰى ما نام فيه بلا قراءة.

وفي الشامية: (قوله: إن أمكنه إدراكه) قيد لقوله ويبدأ ثم يتابع،وقوله وإلا تابعه،إلخ،تصريح بمفهوم هٰذا الشرط وليس بصحيح و الصواب إبدال قوله إن أمكنه إدراكه بقوله إن أدركه مع إسقاط مابعده وحق التعبير أن يقول: ويبدأ بقضاء مافاته بلا قراءة عكس المسبوق ثم يتابع إمامه إن أدركه ثم ما سبق به إلخ ففي شرح المنية: وحكمه أنه يقضي ما فاته أولا،ثم يتابع الإمام إن لم يكن قد فرغ وفي النتف: إذا توضأ و رجع يبدأ بماسبقه الإمام به،ثم إن أدرك الإمام في شئ من

---

(۱) كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب: فيما لوأتى بالركوع والسجود أوبهما مع الإمام أوقبله أوبعده،انيس

الصلاة يصليه معه، آه، وفي البحر: وحكمه أنه يبدأ بقضاء مافاته بالعذر ثم يتابع الإمام إن لم يفرغ وهٰذا واجب لاشرط حتىٰ لوعكس يصح، إلخ. (رد المحتار: ۱/۵۵۷)(۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم

۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۳۸۰-۳۸۱)

مدرک کی سستی کی وجہ سے رکن رہ جانے پر اعادہ کا حکم:

سوال: اگر وتر میں مقتدی کہیں دعاء قنوت مکمل کررہا تھا کہ امام رکوع سے قومہ میں چلا گیا تو اب یہ شخص نماز کیسے ادا کرے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس صورت میں مقتدی فوراً رکوع اور قومہ کر کے سجدہ میں امام کے ساتھ شریک ہوگا، اگر چہ متابعت مقارنہ، یا متعاقبہ نہ ہوسکا؛ لیکن متابعت کی تیسری قسم متابعت بالتاخیر کی بنا پر اس شخص کی نماز درست ہوگی، جیسا کہ لاحق کی نماز کا حکم ہے اور اگر رکوع وہ قومہ چھوڑ کر فوراً امام کی متابعت کرے تو امام کی فراغت کے بعد ایک رکعت مستقل ادا کرے، نماز درست ہوگی اور اگر سرے سے رکعت ادا نہیں کی تو نماز باطل ہو کر اعادہ کرے گا۔

قال ابن عابدين: نعم تكون المتابعة فرضًا، بمعنى أن يأتي بالفرض مع إمامه أو بعده، كما لو ركع إمامه فركع معه مقارنًا أومعًا قبا وشاركه فيه أوبعد ما رفع منه، فلولم يركع أصلاً أوركع ورفع قبل أن يركع مع إمامه ولم يعد معه أوبعده بطلت صلاته، إلخ. (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/۱۹۴)

شرائط صحت بناء:

سوال: اگر نماز مغرب، یا کوئی نماز پڑھ رہا ہو، تین رکعتیں، یا دو رکعتیں پڑھ چکا ہو، اس کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ دوبارہ وضو کرنے گیا تو پوری نماز پڑھے گا، یا دو رکعتیں، یا ایک رکعت جو رہتی ہے، وہ پڑھے گا؟ کن صورتوں میں بناء جائز ہے؟ تفصیل سے بیان فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

جواز بناء کے لیے تیرہ شرائط ہیں:

(۱) حدث میں، یا اس کے سبب میں کسی انسان کا کوئی دخل نہ ہو، اگر عمداً وضو توڑا، یا کسی نے زخم کر کے خون

---

(۱) كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: فيما لو أتى بالركوع والسجود أوبهما مع الإمام أوقبله أوبعده، انيس

(۲) ردالمحتار، مطلب مهم في تحقيق متابعة الإمام: ۱/٤٧١ (باب صفة الصلاة، واجبات الصلاة، انيس)

نکال دیا تو بناء نہیں کرسکتا؛ اس لیے کہ پہلی صورت میں نفس حدث اور دوسری میں سبب حدث؛ یعنی زخم انسان کی طرف سے ہے، کھانسنے سے خروج ریح بناء سے مانع ہے اور چھینکنے سے خروج ریح کا مانع ہونا مختلف فیہ ہے۔

(۲) حدث نماز کے نمازی کے بدن سے ہو، اگر خارج سے کوئی نجاست اس پر گرگئی تو بناء درست نہیں۔

(۳) حدث موجب غسل نہ ہو، اگر نماز میں نیند آگئی اور احتلام ہوگیا تو بناء صحیح نہیں۔

(۴) حدث نادر الوجود نہ ہو، مثلا: قہقہہ، یا بے ہوشی۔

(۵) حدث کے ساتھ کوئی رکن ادا نہ کرنا، اگر حالت سجدہ میں حدث ہوا اور اتمام سجدہ کی نیت سے سر اٹھایا، یا وضو کے لئے جاتے ہوئے قرأت میں مشغول رہا تو بناء نہیں کرسکتا۔

(۶) چلنے کی حالت میں کوئی رکن ادا نہ کرنا، مثلا وضو کے بعد لوٹتے ہوئے قرأت کرنا، ہاں آتے جاتے تسبیح پڑھنا مانع نہیں۔

(۷) نماز کے منافی کوئی کام نہ کرنا، مثلا قدرتی حدث کے بعد عمداً حدث یا کلام وغیرہ، یا کنوئیں سے پانی کھینچنا۔

(۸) بے ضرورت کام نہ کرنا، مثلا وضو کے لیے قریب جگہ چھوڑ کر دو صف سے زیادہ دور جانا، قریب مقام پر ازدحام، یا نسیان کی وجہ سے دور جانے میں حرج نہیں۔

(۹) بلاضرورت تین بار ''سبحان ربی الاعلی'' کہنے کی مقدار تأخیر نہ کرنا، ازدحام کے عذر سے نکسیر وغیرہ کا خون بند نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر مضر نہیں۔

وضو کی سنتیں بھی ادا کرے، اگر وضو کے صرف چار فرائض پر اکتفا کیا تو بناء جائز نہیں۔

(۱۰) حدث سابق کا ظاہر نہ ہونا، مثلا موزہ پر مسح کی مدت ختم ہونا، متیمم کا پانی دیکھنا، خروج وقت مستحاضہ۔

(۱۱) صاحب ترتیب کو قضا نماز یاد نہ آنا، البتہ اگر یاد آنے پر قضا نہ پڑھی؛ بلکہ وقتیہ کی بناء کرلی، پھر مزید چار؛ یعنی مجموعہ چھ فرض نمازیں اس کے ذمہ قضا ہوگئیں تو بناء والی نماز صحیح ہوجائے گی۔

(۱۲) اگر مقتدی کو حدث ہو، یا امام کو ہوا اور اس نے کوئی خلیفہ بنادیا ہوا اور وضو سے فراغت تک جماعت ختم نہ ہوئی اور مقام وضو ایسی جگہ ہو کہ وہاں سے اقتدا صحیح نہ ہو تو یہ شرط ہے کہ امام یا مقتدی ایسی جگہ پر آکر بناء کرے، جہاں سے اقتدا صحیح ہو، اگر مقام وضو لائق اقتدا ہو، یا وضو سے قبل جماعت ختم ہوچکی ہو، یا منفرد کو حدث ہوا ہو، ان تینوں صورتوں میں اختیار ہے کہ مقام وضو ہی میں بناء کرے، یا سابق مقام پر لوٹ کر آئے، مقام وضو ہی میں بناء افضل ہے۔

(۱۳) امام کو حدث ہو تو اس کا ایسے شخص کو خلیفہ نہ بنانا جو امامت کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، یہ بھی منافی صلوۃ میں داخل ہے، جس کا بیان جواب نمبر: ۷ میں گزرا؛ مگر بوجہ خفا اس کو مستقل ذکر کیا گیا ہے اور حقیقت شرائط بارہ ہی ہیں۔

شرائط مذکورہ سے بناء اگر چہ جائز ہے؛ مگر استیناف افضل ہے، البتہ وقت تنگ ہو تو بناء افضل؛ بلکہ زیادہ تنگ ہو تو واجب ہے، استیناف کے لیے ضروری ہے کہ پہلی نماز کو سلام پھیر کر، یا کسی فعل منافی سے ختم کرے، پھر نئی نماز سروع کرے، بدون سلام یا فعل منفی استیناف صحیح نہیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹/شعبان ۱۳۸۸ھ (احسن الفتاوی: ۳/۴۳۴-۴۳۵)

☆ ☆ ☆

---

(۱) اعلم أن لجواز البناء ثلاثة عشر شرطا: كون الحدث سماويا من بدنه غير موجب للغسل ولا نادر وجود ليأتي بالسلام (استخلف)أي جاز له ذلك ولو في جنازة بإشارة أو جر لمحراب ولو لمسبوق ويشير بأصبع لبقاء ركعة وبأصبعين لركعتين ويضع يده على ركبته لترك ركوع وعلى جبهته لسجود وعلى فمه لقراءة وعلى جبهته ولسانه لسجود تلاوة أو صدره لسهو (مالم يجاوز الصفوف لو في الصحراء مالم يتقدم فحده السترة أو موضع السجود على المعتمد كالمنفرد (وما لم يخرج من المسجد)أو الجبانة أو الدار (لو كان يصلي فيه)لأنه على إمامته مالم يجاوز هذا الحد ولم يتقدم أحد ولو بنفسه مقامه ناويا الإمامة وإن لم يجاوز حتى لو تذكر فائتة أو تكلم لم تفسد صلاة القوم لأنه صار مقتديا ولو كان الماء في المسجد لم يحتج للاستخلاف (واستئنافه أفضل)تحرزا عن الخلاف،الخ. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب الاستخلاف: ۵۹۹-۶۰۳،دار الفكر بيروت،انيس)

امام کی پیروی کے مسائل

مقتدی تمام ارکان امام کی متابعت میں ادا کرے:

سوال: حضرت! میرے پاس سعودی عرب سے ایک مہمان آئے تھے، وہ ایک دن میرے ساتھ نماز پڑھنے گئے، نماز کے بعد فرمانے لگے: یہاں جماعت کی نماز میں ایک خطا ہوئی ہے، نماز کا حکم یہ ہے کہ امام جب اللہ اکبر کہہ دیں، اس کے بعد مقتدی اللہ اکبر کہیں، اس کے لیے فرمانے لگے کہ ضروری ہے کہ مقتدی بھی خیال فرمائیں اور امام بھی لفظ ''اللہ'' کو، یا ''اکبر'' کو نہ کھینچے؛ بلکہ بہت جلدی سے اللہ اکبر کہیں، اسی طرح یہ بھی فرمانے لگے کہ حکم ہے کہ جب امام رکوع میں جائیں، یا سجدے میں جائیں، یا سجدے سے اٹھیں تو جب تک امام اللہ اکبر پورا نہ کہہ لیں، اس وقت تک مقتدی اللہ اکبر شروع نہ کریں اور نہ ہی رکوع میں، یا سجدے میں جائیں اور نہ ہی سجدے سے اٹھیں، اسی طرح فرمانے لگے کہ یہی حکم رکوع سے اٹھنے کا ہے، اس طریقہ پر فرمانے لگے کہ یہی حکم سلام پھیرنے کا ہے، حضرت آپ سے معلوم کرنا تھا کہ یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟ اور اگر صحیح ہے تو ہماری مساجد میں تو اکثر بہت سے مقتدیوں کی نماز اس حکم سے بہت مختلف ہے، جس کی پہلی وجہ تو لوگوں کی ناواقفیت ہے اور دوسری اہم وجہ یہ کہ ہماری مساجد میں اکثر امام حضرات ہر رکن پر اللہ اکبر، یا سمع اللہ لمن حمدہ، یا سلام کافی لمبا کھینچتے ہیں؟

الجواب

آپ کے سعودی دوست کی بات اس حد تک درست ہے کہ مقتدی کے ارکان امام سے پہلے ادا نہیں ہونے چاہئیں اور پھر اس میں کچھ تفصیل ہے، وہ یہ کہ اگر امام کی تحریمہ (پہلی تکبیر) سے پہلے مقتدی نے تحریمہ ختم کر لی تو اقتدا ہی صحیح نہیں ہوئی؛ اس لیے مقتدی کی نماز نہیں ہوئی اور دوسرے ارکان میں نماز فاسد نہیں ہوگی؛ لیکن سخت گناہ گار ہوگا، مثلاً اگر رکوع، سجدہ میں پہلے چلا گیا تو اگر امام بھی اس کے ساتھ رکوع، سجدے میں جا کر شریک ہو گیا تو مقتدی کی نماز تو ہو گئی؛ مگر گناہ گار رہا۔ خلاصہ یہ کہ امام صاحب سے آگے بڑھنا جائز نہیں اور بعض صورتوں میں اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۰/۴۷۱)

(۱) و أجمعوا علی أن المقتدی لو فرغ من قوله اللّٰہ قبل فراغ الإمام من ذلک لایکون شارعاً فی الصلاۃ فی أظهر الروایات، کذا فی الخلاصة. (الفتاویٰ الهندیة: ۶۹/۱) (الباب الرابع فی صفة الصلاۃ، الفصل الأول فی فرائض الصلاۃ، انیس) ==

امام پر مقتدی کی رعایت:

سوال: جو امام بعد ختم قرأت رکوع میں جاتے وقت لفظ ''اللہ اکبر'' اس قدر لمبا کر کے کہتا ہے کہ اکثر نمازی اس سے پہلے رکوع میں چلے جاتے ہیں...... کیا ایسی صورت میں مقتدیوں کی رعایت کے لیے معمولی قرأت اور دیر نہ لگا کر رکوع میں چلا جانا امام پر واجب ہے، یا نہیں؟ اور مقتدیوں کی رعایت حتی الوسع کرنا مستحب ہے، یا نہیں؟

الجواب

بے شک مقتدیوں کی رعایت ایسے موقع پر مناسب ہے اور تکبیر کو زیادہ طویل نہ کرے؛ بلکہ مختصر کرے؛ تا کہ مقتدیوں کی تکبیر پہلے ختم نہ ہو اور مقتدیوں کو مناسب ہے کہ دیر میں تکبیر شروع کریں؛ تا کہ امام پر سبقت نہ ہو جائے۔(۱)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۹۲-۹۳)

مقتدی رکوع و سجود امام کے ساتھ کرے، یا توقف سے:

سوال: مقتدی امام کے ساتھ اپنی ہیئت کو رکوع و سجود وغیرہ میں تبدیل کرے گا، یا امام کے بعد؛ یعنی جب امام قومہ سے سجدہ میں گیا تو مقتدی بھی امام کے ساتھ سجدہ کرے گا، یا بعد میں؟ یعنی مقتدی کو توقف کرنا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

مقتدی کو توقف کرنا چاہیے؛ تا کہ مقتدی کی تکبیر وغیرہ امام کی تکبیر وغیرہ سے پہلے نہ ہو جاوے، **کما هو مشاهد.** (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۳۶۶)

== وأيضاً:ويكره للماموم أن يسبق الإمام بالركوع والسجود وأن يرفع رأسه فيهما قبل الإمام كذا في محيط السرخسي.(الفتاویٰ الهندية: ۱/۱۰۷)الباب الرابع،الفصل الثاني،فيما يكره في الصلاة وما لا يكره،انيس)

(۱) عن أنس قال رضي الله عنه قال:صلّى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم فلما قضٰى صلاته أقبل علينا بوجهه فقال:''أيها الناس إني إمامكم فلا تسبقوني بالركوع ولا بالسجود ولا بالقيام ولا بالانصراف فإني أراكم أمامي ومن خلفي،ثم قال:والذي نفس محمد بيده لو رأيتم ما رأيت لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا،قالوا:ومارأيت يا رسول الله؟ قال:رأيت الجنة والنار''.{رواه مسلم}(مشكوٰة،باب ماعلى المأموم من المتابعة،ص:۱۰۱،ظفير)(الفصل الأول،رقم الحديث:۱۱۳۷)/صحيح لمسلم،باب النهي عن سبق الإمام بركوع أوسجود او نحوهما،رقم الحديث:۴۲۶)/ مسند البزار،مسند أبي حمزة أنس بن مالك،رقم الحديث:۷۴۹۲،انيس)

(۲) عن أنس بن مالك قال سقط النبي صلى الله عليه وسلم عن فرس فجحش شقه الأيمن فدخلنا عليه نعوده فحضرت الصلٰوة فصلّى بنا قاعداً فصلينا وراء ه فلما قضٰى الصلٰوة قال إنما جعل الإمام ليؤتم به فإذا كبرفكبروا وإذا سجد فاسجدوا وإذا رفع فارفعوا وإذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لك الحمد وإذا صلّى قاعداً فصلوا قعوداً أجمعون.(الصحيح لمسلم ،باب ائتمام المأموم بالإمام: ۱/۱۷۶-۱۷۷،رقم الحديث:۹۴۸،مكتبة البدرديوبند،انيس)

مقتدی درود ودعا پوری کر کے سلام پھیریں یا امام کے ساتھ فوراً:

سوال: آخری قعدہ میں امام کے سلام کے ساتھ ہی مقتدی سلام پھیریں، یا مقتدی اپنی باقی ماندہ درود ودعا پوری کر کے سلام پھیریں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

ساتھ ہی سلام پھیریں، البتہ اگر کسی مقتدی کا تشہد؛ یعنی التحیات کچھ باقی رہ جائے تو اس کو پورا کر کے سلام پھیریں۔ شامی میں ہے:

"والحاصل أن متابعة الإمام فی الفرائض والواجبات من غیر تأخیر واجبة فإن عارضها واجب لاینبغی أن یفوته بل یأتی به ثم یتابع کما لوقام الإمام قبل أن یتم المقتدی التشهد فإنه یتمه ثم یقوم، إلخ، بخلاف ما إذا عارضها سنة"، إلخ. (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۶۸/۳)

امام اگر بوڑھا ہونے کی وجہ سے ارکان نماز میں دیر کرے تو مقتدی کیا کریں:

سوال: ہمارے امام صاحب کئی سالوں سے ہمیں نماز پڑھاتے ہیں اور کافی کمزور ہیں، جب وہ سجدے میں جاتے ہیں، یا سجدے سے اٹھتے ہیں تو اللہ اکبر کہتے ہیں اور مقتدی لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ مقتدیوں کے بعد کھڑے ہوتے ہیں؛ یعنی مقتدی پہلے رکن میں جاتے ہیں اور مولوی صاحب بعد میں تو کیا اس سے ہماری نماز ہو جاتی ہے، حالانکہ ان کو کئی بار سمجھایا بھی ہے کہ آپ اب استعفیٰ دے دیں اور ہماری نماز خراب نہ کریں؛ لیکن وہ نہیں مانتے، کیا اس سے ہماری نمازوں پر اثر پڑے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

ان کے استعفیٰ کی بات تو تم جانو، یا وہ جانیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری عمر میں فرماتے تھے: "اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں؛ اس لیے مجھ سے آگے نہ بڑھو؛ بلکہ جب میں رکوع میں چلا جاؤں، تب رکوع میں جایا کرو اور جب سجدے میں چلا جاؤں، تب سجدے میں جایا کرو"۔ (۲)

---

(۱) ردالمحتار، باب صفة الصلاة، مطلب مهم فی تحقیق متابعة الإمام: ۱٦٥/۲، ظفیر

(۲) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: سمعت رسو ل الله صلی الله علیه وسلم یقول: یا أیها الناس إنی قد بدنت فلا تسبقونی بالرکوع والسجود، ولکن أسبقکم إنکم تدرکون ما فاتکم، لم نضبط عن شیوخنا بدنت واختار أبوعبید بدنت بالتشدید ونصب الدال، یعنی کبرت، ومن قال: بدنت برفع الدال فإنه بدنت أو أراد کثیر اللحم. (السنن الکبریٰ للبیهقی: ۹۳/۲، باب یرکع برکوع الإمام ویرفع برفعه ولایسبقه وکذلک فی السجود وغیره) (رقم الحدیث: ۲۵۹۸، انیس)

اس لیے مقتدیوں کو چاہیے کہ امام کے حال کی رعایت کریں، امام اگر بوڑھا ہے، یا کمزور ہے تو اس سے آگے نہ بڑھیں؛ کیوں کہ امام سے آگے بڑھنا بڑے وبال کی بات ہے، ایک حدیث میں ہے: ''کیا وہ شخص اس سے نہیں ڈرتا، جو اپنے امام سے آگے نکلتا ہے کہ اس کے سر کو گدھے کے سر سے بدل دیا جائے''۔(۱) (فتاویٰ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

مقتدی نے امام کی تکبیر تحریمہ ختم ہونے سے پہلے تکبیر ختم کر لی تو اس کی نماز نہیں ہوئی:

سوال: زید نے امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ شروع کی، مگر ختم امام کی تکبیر سے پہلے کر دی تو زید کی نماز ہوگئی، یا نہیں؟ بینوا وتو جروا۔

الجوابـــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

زید کی نماز نہیں ہوئی؛ اس لیے کہ تکبیر تحریمہ پوری ہونے کے بعد نماز شروع ہوتی ہے، تو جس نے امام کی تکبیر تحریمہ پوری ہونے سے قبل اپنی تکبیر پوری کر لی، وہ امام سے پہلے نماز میں شروع ہو گیا، لہٰذا اس کی اقتدا صحیح نہ ہوگی، اگر اسی تحریمہ سے منفرداً نماز پڑھے گا وہ بھی نہ ہوگی۔

قال فی شرح التنویر: ''ولا یصیر شارعا بالمبتدأ فقط کاللّٰه وبأکبر فقط هو المختار، فلو قال: اللّٰه مع الإمام وأکبر قبله أو أدرک الإمام راکعًا فقال: اللّٰه قائمًا وأکبر راکعًا لم یصح فی الأصح''. (ردالمحتار)(۲) **فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم**

۱۶/ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۳۰۵)

متابعت امام دربارہ تشہد:

سوال: قعدہ اولیٰ میں اگر امام قبل فراغ مقتدی کے تشہد سے، کھڑا ہو جاوے تو مقتدی کو تشہد پورا کر کے کھڑا ہونا چاہیے اور قنوت وتر میں اگر امام قبل اتمام قنوت، رکوع میں چلا جاوے تو اس کی متابعت کرنی ہوگی، ہر دو صورت میں وجہ فرق کیا ہے؟

الجوابـــــــــــــــــــــ

وجہ فرق یہ ہے کہ دعاء قنوت م جس قدر بھی ہوگئی، واجب ادا ہو گیا اور تشہد تمام واجب ہے اور اس فرق کو علامہ شامی

---

(۱) **عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه قال: قال محمد صلی اللّٰه علیه وسلم: أما یخشی الذی یرفع رأسه قبل الإمام أن یحول اللّٰه رأسه رأس حمار. (الصحیح لمسلم: ۱۸۲/۱) (باب فی النهی عن سبق الإمام برکوع أو سجود ونحوهما، مکتبة البدر دیوبند، انیس)/(مشکوٰة: ۱۰۲/۱) (باب ما علی المأموم من المتابعة وحکم المسبوق، الفصل الأول: ۳۵۸/۱، رقم الحدیث: ۱۱۴۱، انیس)**

(۲) **کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی بیان تألیف الصلاة: ۱۷۸/۲، مکتبة زکریا، انیس**

نے تحقیق متابعت میں اور باب الوتر میں بیان بھی کیا ہے:

" ركع الإمام قبل فراغ المقتدى من القنوت قطعه وتابعه". (الدر المختار)

"(قوله: قطعه وتابعه) لأن المراد بالقنوت ههنا الدعاء الصادق على القليل و الكثير وما أتٰى به منه كافٍ في سقوط الواجب وتكميله مندوب"، الخ. (۱)

وفي بحث المتابعة: "فإن عارضها واجب لاينبغي أن يفوته بل يأتي به ثم يتابع كما لو قام الإمام قبل أن يتم المقتدي التشهد فإنه يتمه ثم يقوم (إلٰى أن قال) فكان تأخير أحد الواجبين مع الإتيان بهما أولٰى من ترك أحدهما بالكلية"، إلخ. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۷۰/۳)

سلام سے ذرا پہلے ملنے والا تشہد پورا کرے، یا سلام بعد فوراً کھڑا ہو جائے:

سوال: امام داہنی طرف سلام پھیرنے والا تھا کہ مسبوق آ کر شامل ہو گیا، اب مسبوق تشہد کو پورا کر کے اٹھے، یا سلام کے بعد فوراً کھڑا ہو جائے؟

امداد الفتاویٰ میں حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ "مسبوق تشہد کو پورا کر کے اٹھے"۔

الجواب

وہ شخص تشہد کو پورا کر کے اٹھے، جیسا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۷۹/۳-۳۸۰)

قعدۂ اولیٰ میں مقتدی نے تشہد پورا نہیں کیا تھا کہ امام کھڑا ہو گیا، تو مقتدی کیا کرے:

سوال: اگر مسبوق امام کے ساتھ قعدۂ اولیٰ میں ملے تو امام کے فوراً اٹھنے پر اس کا اتباع کرے، یا تشہد ختم کر کے اٹھے، اگر تشہد پورا نہ کرے تو نماز میں فساد آتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) ردالمحتار، باب الوتر: ۶۲۷/۱، ظفير

(۲) ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۴۳۹/۱، ظفير (واجبات الصلاة، انيس)

(۳) بخلاف سلامه أو قيامه لثالثةٍ قبل إتمام المؤتم التشهد فإنه لايتابعه بل يتمه لوجوبه ولو لم يتم جاز. (الدر المختار)

وشمل بإطلاقه ما لو اقتدى به في أثناء التشهد الأول أو الأخير فحين قعد قام إمامه أو سلم، ومقتضاه أنه يتم التشهد ثم يقوم و لم أره صريحاً، ثم رأيته في الذخيرة ناقلاً عن أبي الليث: المختار عندي أنه يتم التشهد وإن لم يفعل أجزأه، آه. (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۴۶۳/۱، ظفير) (فروع قرأ بالفارسية أو التوراة، انيس)

الجواب

ردالمحتار شامی کی عبارت مذکورہ کے بعد مذکور ہے:

"ثم رأيته في الذخيرة ناقلاً عن أبي الليث: المختار عندي أنه يتم التشهد وإن لم يفعل أجزأه"،إلخ. (۱)

اس عبارت اخیرہ "**وإن لم يفعل أجزأه**" سے معلوم ہوا کہ اگر مقتدی نے تشہد پورا نہ کیا، اور امام کے ساتھ ساتھ اٹھ گیا، تو نماز صحیح ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ اس میں کراہت ہے، یا نہیں۔ الحاصل تشہد پورا نہ کرنے کی صورت میں نماز ہوجاتی ہے، فساد صلوٰۃ کا کوئی قائل نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/)

امام کے ساتھ ارکان کی ادائیگی:

سوال: جماعت کی نماز کے دوران امام جب رکوع وسجود کرتا ہے، کیا اس کے ساتھ ساتھ، یا بعد میں؛ یعنی امام سجدے میں چلا جائے، تب مقتدی کو سجدہ کرنا چاہیے، یا امام کے ساتھ ساتھ؟

الجواب

مقتدی کا رکوع وسجدہ اور قومہ وجلسہ امام کے ساتھ ہی ہونا چاہیے، بشرطیکہ مقتدی، امام کے رکن شروع کرنے کے بعد اس رکن کو شروع کرے، نیز یہ کہ امام سے آگے نکلنے کا اندیشہ نہ ہو، اگر امام کے اٹھنے بیٹھنے کی رفتار سست ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر اس امام کے ساتھ ہی انتقال شروع کیا تو امام سے آگے نکل جائے تو ایسی حالت میں تھوڑا سا توقف کرنا چاہیے۔ (۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/۱۷۴)

مقتدی اگر امام سے پہلے سلام پھیردے تو کیا حکم ہے:

سوال: تذکرۃ الرشید میں ہے کہ "اگر مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر کر فارغ ہوگیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی" اور شامی، عالمگیری، البحر الرائق وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز مقتدی کی اس صورت میں ہوجائے گی؛ لیکن مع الکراہت۔ اس مسئلہ کو مصرح تحریر فرمایا جاوے؟

---

(۱) پوری عبارت اس طرح ہے: **وشمل بإطلاقه ما لو اقتدى به في أثناء التشهد الأول أو الأخير فحين قعد قام إمامه أو سلم ومقتضاه أنه يتم التشهد ثم يقوم ولم أره صريحاً،ثم رأيته في الذخيرة ناقلاً،إلخ.(ردالمحتار،باب صفة الصلاة، فصل في تأليف الصلوٰة ،تحت قوله بخلاف سلامه،إلخ،قبل إتمام المؤتم التشهد فإنه لايتابعه: ۱/ ٤٦٣ ،ظفير)**

(۲) **والحاصل إن متابعة الإمام في الفرائض والواجبات من غير تأخير واجبة.(ردالمحتار: ۱/ ٤٧٠)(كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،واجبات الصلاة،مطلب مهم في تحقيق متابعة الإمام،انيس)**

الجواب

یہ مسئلہ جو تذکرۃ الرشید سے نقل فرمایا ہے، یہ فرع ہے وجوب متابعت امام کی؛ کیوں کہ متابعت کے معنی یہ ہیں کہ امام کے ساتھ ساتھ ارکان وواجبات کو ادا کرے، یا اس کے بعد ادا کرے، پہلے نہ کرے؛ یعنی تقدیم ممنوع ہے، جیسا کہ شامی میں تحقیق متابعت میں نقل فرمایا ہے:

"نعم تکون المتابعة فرضاً بمعنی أن یأتی بالفرض مع إمامه أوبعده کما لو رکع إمامه فرکع معه مقارناً أومعاقباً(إلٰی أن قال)والحاصل أن المتابعة فی ذاتها ثلٰثة أنواع مقارنة لفعل الإمام مثل أن یقارن إحرامه لإحرامه ورکوعه لرکوعه وسلامه لسلامه"، إلخ. (۱)

اور چونکہ اس میں دو قول ہیں کہ مقتدی اقتداء امام سے کس وقت خارج ہوتا ہے، درمختار میں مذہب مشہور یہ لکھا ہے کہ امام نے جس وقت لفظ "السلام" کہا تو اقتدا ختم ہوجاتی ہے، پس اس قول کے موافق تو لفظ "السلام" میں تقدیم نہ کرنی چاہیے، ورنہ نماز فاسد ہوجاوے گی اور دوسرا قول یہ ہے کہ سلام ثانی سے اقتدا ختم ہوتی ہے تو اس قول کے موافق پورا "**السلام علیکم ورحمة اللّٰه**" امام کے ساتھ یا پیچھے ہونا چاہیے، اگر پہلے ختم کردے تو نماز مقتدی کی موافق اس قول کے فاسد ہوگی، پس تذکرۃ الرشید میں احتیاطاً اس قول کو اختیار فرمایا ہوگا۔

"وتنقضی قدوة بالأول قبل علیکم علی المشهور عندنا و علیه الشافعیة خلافاً للتکملة". (الدرالمختار)
حیث صحح أن التحریمة إنما تنقطع بالسلام الثانی". (۲)

اور اگر کوئی دوسری عبارت پیش نظر ہے تو اس سے مطلع فرمایئے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۷۳-۳۷۴)

امام کی حرکت دیکھ کر تکبیر کہنے سے پہلے رکوع سجدے میں جانے والے کی نماز:

سوال: جماعت کے دوران اگلی صف میں ایک صاحب امام صاحب کی اللہ اکبر کہنے سے پہلے ہی صرف امام صاحب کی حرکت دیکھ کر رکوع، یا سجدے میں چلے جاتے ہیں، کیا صرف امام صاحب کی حرکت دیکھ کر رکوع، یا سجدے میں جانا ٹھیک ہے، یا امام صاحب کی اللہ اکبر کی آواز سن کر جانا چاہئے۔ مہربانی فرما کر جواب ضرور دیں؟

الجواب

امام کی تکبیر کا انتظار کرنا چاہیے؛ لیکن اگر امام کے انتقالات کے ساتھ انتقال کرے، تب بھی جائز ہے، بشرطیکہ امام سے آگے نہ نکلے۔ (۳) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۴۷۲)

---

(۱) رد المحتار، باب صفة الصلاة، مطلب مهم فی تحقیق متابعة الإمام: ۱/۴۳۹، ظفیر
(۲) ردالمحتار، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة: ۱/۴۳۶-۴۳۷، ظفیر
(۳) ویکره للمأموم أن یسبق الإمام بالرکوع والسجود وأن یرفع رأسه فیهما قبل الإمام. (الفتاویٰ الهندیة: ۱/۱۰۷، الباب السابع، الفصل الثانی)(فیما یکره فی الصلاة وما لا یکره، انیس)

کیا رفع یدین کرنے والے مقلد امام کی اقتداء میں رفع یدین کریں:

سوال: اگر کبھی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا اتفاق ہو جو شافع، مالکی یا حنبلی مسلک پر عامل ہوں تو کیا امام کی اتباع کرتے ہوئے مجھے بھی رفع یدین کرنا ہوگا۔ اگر اتباع کرتے ہوئے رفع یدین کروں تو کیا جائز ہے، جب کہ میں حنفی مسلک پر عامل ہوں۔

الجواب

آپ اپنے مسلک پر عمل کریں، وہ اپنے مسلک پر عمل کریں۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۴۷۵)

حنفی عالم کی اقتدا میں حنبلی مسلک کے لوگوں کا وتر پڑھنا:

سوال: ہمارے ایک رشتہ دار، دوحہ قطر میں ایک مسجد کے امام ہیں، وہاں کے لوگ مسلکا حنبلی ہیں اور ہمارے رشتہ دار حنفی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، وہاں پر وتر ایک رکعت پڑھی جاتی ہے؛ کیوں کہ حنبلی مسلک کے نزدیک وتر ایک رکعت ہے اور امام حنفی ہے، کیا یہ نماز ہوگی، یا نہیں؟ اگر ہوگی تو امام کی، یا مقتدیوں کی، یا دونوں کی؟

الجواب

فقہ حنفی کے نزدیک ایک رکعت کی نماز نہیں ہوتی؛ اس لیے حنفی کو ایک رکعت وتر میں امام بنانا جائز نہیں، حنفی امام اور حنفی مقتدیوں کی نماز نہیں ہوگی اور جب امام کی نماز نہ ہوئی تو حنبلی مقتدیوں کی نماز جائز نہیں، یہ حنبلی علماء سے تحقیق کر لی جائے، مجھے اس کی تحقیق نہیں۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۴۷۵)

فجر کی دوسری رکعت میں قنوت پڑھنے والے امام کے پیچھے کیا کیا جائے:

سوال: یہاں پر؛ یعنی ابوظہبی میں اکثر مساجد میں دیکھنے میں آیا ہے کہ نماز فجر کے دوران دوسری رکعت میں رکوع کے بعد اور سجدے سے پہلے کھڑے ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر امام اونچی آواز سے طویل دعا پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ تمام نمازی بھی دعا پڑھتے ہیں اور آمین کہتے ہیں، ایسے بھی لوگ ہیں، جن میں میں بھی شامل ہوں، امام کے ساتھ دعا پڑھنے کی بجائے خاموشی سے کھڑے رہتے ہیں اور جب امام دعا ختم کر کے سجدے میں جاتا ہے تو ساتھ ہی سجدے میں چلے جاتے ہیں، قرآن وسنت کی روشنی میں اس دعا کے پڑھنے، یا نہ پڑھنے کے متعلق تفصیلاً جواب سے نوازیں؟

(۱) وأما الاقتداء بالمخالف في الفروع كالشافعي فيجوز ما لم يعلم منه ما يفسد الصلاة إعتقاد المقتدى عليه الاجماع.(الحلبي الكبير،ص: ۵۱۶)(الفصل الرابع في الأولى بالإمامة،ص:۵۱۶،انيس)

(۲) قال في البحر: وهو صريح في أن صلاة ركعة فقط باطلة.(ردالمحتار: ۵۳/۲)(باب إدراك الفريضة، مطلب صلاة ركعة باطلة:۵۰۵/۲،مكتبة زكريا،انيس)

الجواب

یہ دعاءِ قنوت کہلاتی ہے، جسے حضرات شافعیہ فجر کی نماز میں ہمیشہ پڑھتے ہیں، ہمارے نزدیک فجر کی نماز میں قنوت ہمیشہ نہیں پڑھی جاتی؛ بلکہ جب مسلمانوں کو کوئی اہم حادثہ پیش آجائے تو قنوت نازلہ پڑھی جاتی ہے؛ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے حوادث کے موقع پر ہی پڑھنا ثابت ہے، بعد میں ترک فردیا تھا، پس اگر امام شافعی المذہب ہو اور وہ فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھے تو اس کے قنوت کے دوران ہاتھ چھوڑ کر خاموش کھڑے رہیں اور جب امام سجدے میں جائے تو اس کے ساتھ سجدے میں چلے جائیں۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۴۷۶)

امام کے پیچھے قرأت کے معاملے میں اپنے اپنے مسلک پر عمل کریں:

سوال: بعض لوگ پیش امام کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں، سورتیں خود بھی پڑھتے ہیں، کیا یہ بات مناسب ہے۔

الجواب

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے، لہٰذا امام کے پیچھے سورتیں پڑھنا صحیح نہیں اور اہل حدیث حضرات امام کے پیچھے صرف فاتحہ پڑھنے کا حکم کرتے ہیں، آپ جس مسلک کے ہوں اس پر عمل کریں، اختلافی مسائل میں دوسروں سے الجھنا نہیں چاہیے۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۴۷۶)

امام کی اقتدا میں مقتدی کب سلام پھیرے:

سوال: باجماعت نماز میں امام صاحب نے نماز ختم کرنے کے لیے التحیات، درود شریف اور دعا کے بعد سلام پھیر دیا؛ لیکن ایک مقتدی ابھی درود شریف ہی پڑھ رہا تھا تو کیا مقتدی کو بھی جب امام صاحب نے نماز ختم کرنے کے لئے سلام پھیرا تھا، سلام پھیر دینا چاہیے، یا مقتدی کو درود شریف اور دعا پوری پڑھنے کے بعد سلام پھیرنا چاہیے؟

---

(۱) عن أنس أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قنت شهراً یدعوا علیٰ أحیاء من أحیاء العرب ثم ترکه. (الصحیح لمسلم،باب استحباب القنوت فی جمیع الصلاة: ۲۳۷/۱،رقم الحدیث: ۱۵۸۶،مکتبة زکریا،انیس)

عن عبد اللّٰہ قال لم یقنت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم إلا شهراً لم یقنت قبله ولا بعده.(شرح معانی الآثار،باب القنوت فی صلاة الفجر وغیرها: ۱۷۵/۱،رقم الحدیث: ۱۳۶۱،مکتبة أشرفیة،دیوبند،انیس)

وإن قنت الإمام فی صلاة الفجر یسکت من خلفه کذا فی الهدایة ویقف قائماً وهو الصحیح، کذافی النهایة.(الفتاوی الهندیة: ۱/۱۱۱،الباب الثامن فی صلاة الوتر)

(۲) عن جابر بن عبد اللّٰه أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:من کان له إمام فقراء ة الإمام له قراء ة. (حاشیة الطحطاوی: ۱۵۹/۱،باب القراء ة خلف الإمام،طبع مکتبة حقانیة)(سنن ابن ماجة باب إذا قرأالإمام فانصتوا: ۲۷۷/۱، رقم الحدیث: ۸۵۰،انیس)

الجواب

اگر التحیات پوری نہیں ہوئی تو اسے پوری کرے اور اگر التحیات پڑھ چکا ہے تو امام کے ساتھ سلام پھیر لے، درود شریف کو پورا نہ کرے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳؍۴۸۰)

امام کے ساتھ مقتدی بھی سجدہ سہو کریں گے:

سوال: کوئی شخص جماعت کرارہا ہے؛ یعنی امام جب اس پر سجدہ لازم آتا ہے، وہ آخر قعدہ میں تشہد کے بعد جب سلام پھیرتا ہے تو اس وقت مقتدی بھی سلام پھیریں گے؛ یعنی ان کو بھی سلام پھیرنا لازم آئے گا؟

الجواب

مقتدی بھی ایک طرف سلام پھیریں گے؛ مگر جن مقتدیوں کی کچھ رکعتیں رہ گئیں ہوں؛ (یعنی مسبوق ہوں) وہ امام کے ساتھ سلام نہ پھیریں؛ بلکہ سلام پھیرے بغیر امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرلیں۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳؍۴۸۴)

امام کا مقتدی کی تشہد مکمل کرنے سے پہلے سلام پھیرنا:

سوال: بعض مساجد میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے، بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ ابھی مقتدی تشہد میں درود، یا دعا پڑھ رہا تھا کہ امام صاحب نے سلام پھیر دیا، اب مقتدی کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا وہ امام صاحب کے ساتھ ہی سلام پھیر دے، یا اپنی تشہد مکمل کر کے سلام پھیرے؟

الجواب

اگر امام مقتدی کی تشہد کے پورا کرنے کے بعد سلام پھیر دے تو مقتدی کو چاہیے کہ وہ بھی سلام پھیر دے؛ کیوں کہ

---

(۱) إذا أدرک الإمام فی التشهد وقام الإمام قبل أن یتم المقتدی أوسلم الإمام فی آخر الصلاة قبل أن یتم المقتدی التشهد فالمختارأن یتم التشهد، کذا فی الغیاثیة وإن لم یتم أجزأه...ولوسلم الإمام قبل أن یفرغ المقتدی من الدعاء الذی یکون بعد التشهد أوقبل أن یصلی علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فإنه یسلم مع الإمام.(الفتاویٰ الهندیة: ۹۰/۱، الباب الخامس فی الإمامة،الفصل السادس)(فیما یتابع الإمام وفیما لایتابعه،انیس)

ولو سلم والمؤتم فی أدعیة التشهد تابعه لأنه سنة.(الدرالمختار)

ثم رأیته فی الذخیرة ناقلا عن أبی اللیث:المختار عندی أنه یتم التشهد وإن لم یفعل أجزأه.(ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۴۹۶/۱،دارالفکر بیروت،انیس)

(۲) ثم المسبوق إنما یتابع الإمام فی السهو دون السلام بل ینتظر الإمام حتیٰ یسلم فیسجد فیتا بعه فی سجود السهو لافی السلام.(بدائع الصنائع: ۱۷۶/۱)(کتاب الصلاة،فصل فی بیان من یجب علیه سجود السهو ومن لایجب علیه،طبع ایچ ایم سعید)

امام کی متابعت ضروری ہے، البتہ اگر مقتدی نے تشہد پوری نہ کی ہو تو پھر تشہد پوری کر کے سلام پھیر دے۔

لما قال العلامة فخر الدين الشهير بـ قاضی خان: وكذا لو سلم الإمام قبل أن يفرغ المقتدى من التشهد فإنه يتم التشهد. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۲۸/۳-۱۲۹)

امام کی سرعت کی وجہ سے مقتدی سے رکوع، یا سجدہ کی تاخیر کا حکم:

سوال: اگر ایک شخص نماز کی ابتدا سے امام کے ساتھ جماعت میں شریک رہا، درمیان میں امام کی سرعت کی وجہ سے مقتدی رکوع، یا سجدہ کا ادراک نہ کر سکے تو اس شخص کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

ایسا شخص ترتیب سے چلتے ہوئے رکوع اور سجدہ کر کے امام کے ساتھ ملنے کی کوشش کرے گا، فرض یا واجب کے ترک کی صورت سے یہ بہتر ہے کہ امام کی رفاقت میں تاخیر ہو؛ کیوں کہ ترک کی صورت سے یہ بہتر ہے کہ امام کی رفاقت میں تاخیر ہو؛ کیوں کہ تاخیر کی صورت میں فی الجملہ متابعت موجود ہے۔

قال ابن عابدين: فلو نام في الثالثة واستيقظ في الرابعة فإنه ياتي بالثالثة بلا قراءة فإذا فرغ منها صلى مع الإمام الرابعة وإن فرغ منها الإمام صلاها وحده بلا قراءة أيضًا فلو تابع الإمام ثم قضى الثالثة بعد السلام صح وأثم. (ردالمحتار، أحكام اللاحق: ۵۹۵/۱) (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۹۰/۳-۱۹۱)

---

(۱) الفتاوى القاضي خان علىٰ هامش الهندية، فصل فيمن يصح الاقتداء به وفيمن لا يصح: ۹۶/۱۔

(۲) وفي الهندية: ولو لم يشتغل بقضاء ما سبقه الإمام ولكن يتابع الإمام أولا ثم قضى ماسبقه الإمام بعد تسليم الإمام جازت صلاته عندنا، هكذا في شرح الطحطاوي. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الفصل السابع في المسبوق واللاحق: ۹۲/۱، دارالفكر بيروت)

وذلک كالذي ينام خلف الإمام حتى يصلي الإمام ركعة ثم يحدث الإمام فيقدمه أنه مأموم وأنه يبدأ بالركعة التي نام فيها خلفه ثم يبني على صلاة الإمام فإن لم يفعل وبنى على صلاة الإمام ثم قضى الركعة أجزأته وأصل هذا ما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم" أنهم كانوا إذا أدركوا النبي صلى الله عليه وسلم في بعض الصلاة فقضوا الفائت ثم تابعوا النبي صلى الله عليه وسلم حتى جاء معاذ رضي الله عنه وقد فاته بعض الصلاة فترک قضاء الفائت وتابع النبي صلى الله عليه وسلم فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: ما حملک على ما صنعت؟ فقال: ماكنت لأجدک على حال إلا أتابعک عليها، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: سن لكم معاذ فكذلک فافعلوا"، فقدم معاذ رضي الله عنه ما كان حكمه أن يؤخره ولم يأمره النبي صلى الله عليه وسلم بإعادتها فصار ذلک أصلا في جواز الصلاة مع ترک الترتيب في الركعات. (شرح مختصر الطحاوي للجصاص، باب صفة الصلاة: ۷۰٦/۱، دارالبشائر الإسلامية، انيس)

امام کے دوسرے سلام سے پہلے مقتدی کا قبلہ سے پھر جانا:

سوال: ہماری مسجد کے امام صاحب بہت لمبا (دیر تک) سلام پھیرتے ہیں، ایک مقتدی امام صاحب کے دوسرا سلام پھیرتے ہی منہ قبلے کی طرف سے پھیر لیتا ہے، جب کہ امام صاحب کا سلام ابھی پورا نہیں ہوتا، اس کا کہنا ہے کہ دوسرا سلام پھیرتے وقت مقتدی امام کی اقتدا سے آزاد ہوجاتا ہے، کیا اس کا یہ عمل درست ہے؟

الجواب

امام کو سلام اتنا لمبا نہیں کرنا چاہیے کہ مقتدیوں کا سلام درمیان ہی میں ختم ہوجائے، جو مقتدی امام کا دوسرا سلام پورا ہونے سے پہلے ہی قبلہ سے ہٹ کر بیٹھ جاتا ہے، اس کی نماز فاسد تو نہیں ہوگی؛ لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے، جب اس نے پانچ سات منٹ امام کے ساتھ صبر کیا ہے تو چند سیکنڈ اور بھی صبر کرلیا کرے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/۴۸۰)

مقتدی اگر قعدہ اولیٰ میں دونوں طرف سلام پھیر دے تو کیا کرے:

سوال: زید امام صاحب کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے، قعدہ اولیٰ میں زید نے بھول کر دونوں طرف سلام پھیر دیا، امام صاحب تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوگئے، موجودہ صورت میں زید کیا کرے گا اور کیسے نماز پوری کرے؟

الجواب

مقتدی کو امام کے پیچھے سلام نہیں پھیرنا چاہیے، اگر سہواً ایسا ہوجائے تو اس کی نماز صحیح ہے، اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/۴۸۱)

---

(۱) والسنة فی السلام أن تكون التسليمة الثانية أخفض من الأولٰى ... اختلفوا فی تسليم المقتدی؟قال الفقيه أبوجعفر: المختارأن ينتظر إذا سلم الإمام عن يمينه يسلم المقتدی عن يمينه وإذا فرغ عن يساره يسلم المقتدی عن يساره، إلخ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة،البا ب الرابع،الفصل الثالث: ۱/ ۷۷)

واختلفوا فی تسليم المقتدی فعن أبی يوسف ومحمد:يسلم بعد الإمام وعن أبی حنيفة فيه روايتان:قال الفقيه أبوجعفر:المختار أن ينظر إذا سلم الإمام عن يمينه يسلم المقتدی عن يمينه وإذا فرغ عن يساره يسلم عن يساره،آه.(اللباب فی شرح الكتاب،باب صفة الصلاة: ۱/ ۷٤،المكتبة العلمية بيروت،انيس)

(۲) لوسلم مع الإمام ساهياً أوقبله لا يلزمه سجود السهو وإن سلم بعده لزمه.(الفتاوی الهندية: ۱/ ۹۱،الباب الخامس فی الإمامة،الفصل السابع فی المسبوق واللاحق)

ولو سلم مع الإمام ساهيا أو قبله لا يلزمه سجود السهو.(دررالحكام شرح غرر الحكام،باب صفة الصلاة: ۱/ ۹۳،دار إحياء الكتب العربية/وكذا فی مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر،باب سجود السهو: ۱/ ۱۵۰، دارإحياء التراث العربی،انيس)

امام کے سلام پھیرنے سے قبل مقتدی کے سلام کا حکم:

سوال: مقتدی آخری قعدہ میں آدھی التحیات کے بعد اور امام کے سلام پھیرنے کے پہلے وضو جانے کے خوف سے، یا اس کے درمیان میں مرغوں نے غلہ کو کھایا، یا کسی اور چیز کا نقصان ہوا، امام کے پہلے سلام پھیرنے سے نماز صحیح اور درست ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

قعدۂ اخیرہ بقدر تشہد کے فرض ہے،(۱) جب اس نے آدھی التحیات پر سلام پھیر دیا، بوجہ ترک فرض کے نماز فاسد ہوگئی اور اگر پوری التحیات کے بعد، مگر قبل امام سلام پھیر دیا تو فرض نماز تو ادا ہوگئی؛ لیکن بلا عذر ایسا کیا تو مکروہ کا ارتکاب کیا، بوجہ ترک متابعت واجبہ کے اور اگر بعذر ایسا کیا تو کراہت بھی نہیں اور خوف حدث عذر ہے اور نقصان چیز کا اس باب میں عذر ہونا مصرح نہیں دیکھا۔

فی رد المحتار: لو أتم المؤتم التشهد،بأن أسرع فيه وفرغ منه قبل اتمام إمامه فأتى بما يخرجه من الصلاة كسلام أو كلام أوقيام جاز:أى صحت صلاته لحصوله بعد تمام الأركان إلٰى قوله وإنما كره للمؤتم ذلك لتركه متابعة الإمام بلاعذر وفلوبه كخوف حدث أوخروج وقت جمعة أومرورمار بين يديه فلاكراهة.(۱/٤٩٠)(۲)

۱۰/رمضان ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ،ص:۱۶۱) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۴۰۲-۴۰۳)

دعا میں امام کی اقتدا کا حکم:

سوال: نماز میں امام کی پیروی کہاں تک کرنے کا حکم ہے؟ بعض آدمی دعا مانگ کر اپنے مصلیٰ سے اٹھ جاتے

---

(۱) "إذا قعد قدر التشهد فقد تمت صلاته" {موقوف}.(إتحاف المهرة لابن حجر،عاصم بن ضمرة عن علي رضى الله عنه،رقم الحديث:١٤٣٦٤،انيس)

قوله: (السادس)أي الركن السادس (القعدة الأخيرة قدرالتشهد).(منحة السلوك في شرح تحفة الملوك، فصل في صفة الصلاة: ١٣٩/١،وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية قطر،انيس)

(۲) باب في صفة الصلاة،مطلب في الدعاء المحرم: ٢٤٠/٢،انيس

(وكره سلام المقتدى،الخ)أي تحريما للنهي عن الاختلاف على الإمام إلا أن يكون القيام لضرورة صون صلاته عن الفساد كخوف حدث لو انتظر السلام وخروج وقت فجر وجمعة وعيد ومعذور وتمام مدة مسح ومرور مار بين يديه فلا يكره حينئذ أن يقوم بعد القعود قدرالتشهد قبل السلام.(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل فيما يفعله المقتدى بعد فراغ إمامه: ٣١١،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

ہیں، جب کہ مقتدی دعا مانگتے رہتے ہیں، کیا دعا میں امام کے ساتھ منہ پر ہاتھ نہ پھیر کر بعد تک دعا مانگ سکتا ہے؟ تنہا بعض آدمی کی چند رکعت چھوٹ جاتی ہے، پوری کرنے کے بعد اگر چاہیں تو امام کے ساتھ دعا میں شریک ہو سکتے ہیں؛ لیکن وہ اپنی تسبیح پڑھ کر دعا مانگتے ہیں، کیا دعا مانگے، یا تسبیح پڑھ کر الگ دعا کرے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی کے لیے اب اقتدا ضروری نہیں، مقتدی دیر تک دعا مانگ سکتا ہے، (۱) اسی طرح مسبوق اپنی تسبیح پوری کر کے دعا مانگ سکتا ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۸۲/۴)

☆ ☆ ☆

---

(۱) وعن أبي في هذا روايتان: في رواية يصير المتقدي خارجا عن حرمة الصلاة بسلام الإمام وفي رواية لا يصير خارجا، فمال الفقيه أبو جعفر إلى الرواية التي تصير خارجا عن حرمة الصلاة بسلام الإمام وإضافة لفظة السلام واجبة عندنا وليست بفرض، الخ. (المحيط البرهاني، الفصل السادس عشر في التغني والألحان: ۳۷۱/۱، دار الفكر بيروت)

معلوم ہوا کہ جب مقتدی حرمت صلوٰۃ سے خارج ہوگیا تو اب اتباع واقتدا لازم نہیں رہا، مقتدی جتنا چاہے، دعا اور تسبیح وتہلیل میں اسی مشغول ہوسکتا ہے۔ انیس

(۲) والمسبوق يتابع إمامه فيما أدرك ثم بعد فراغه يقوم إلى قضاء ما سبق به. (بدائع الصنائع، فصل في شرائط جواب الاستخلاف: ۲۹۹/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

والمسبوق في حكم المنفرد. (المبسوط للسرخسي، كتاب الصلاة: ۱۰۹/۲، دار المعرفة بيروت، انيس)

مذکورہ عبارتوں سے معلوم ہوا کہ مسبوق پر امام کی اتباع امام کے سلام سے پہلے تک لازم ہے، سلام کے بعد نہیں، پس امام کے سلام کے بعد مابقی قضا کرنے کے بعد تسبیح کے بعد دعا واذکار پڑھ سکتا ہے۔ انیس

اقتدا کے مسائل

افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت کا حکم:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے، عالم، یا قاری، یا حافظ نہیں ہے، صرف مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی اردو تصنیفات کا مطالعہ کر رکھا ہے، جس کی بنا پر اپنے آپ کو کسی پائے کے عالم سے کم نہیں سمجھتا ہے، قرآن میں اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو ٹوکنے پر جھگڑا کرنے کو تیار رہتا ہے اور وہ طریقہ اپناتا ہے کہ کوئی اس کی غلطی پر روک ٹوک نہ کرے، جب کہ مقتدیوں میں اس سے اچھا قرآن پڑھنے والا عالم موجود ہیں تو ایسے لوگ کیا کریں؟ جب کہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن میں ایسی غلطی ہے، جو نماز میں بھی نقص پیدا کردے گی اور امام کو بتا بھی نہیں سکتے ہیں تو ایسے لوگ جو امام سے افضل ہیں، امام کی اقتدا کریں، یا تنہا نماز پڑھیں؟ اور ایسے امام کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

کسی دیندار عالم کو بلاکر اس کے سامنے امام صاحب سے نماز پڑھوائے، اگر واقعۃً امام صاحب ایسی غلطی کرتے ہیں، جس سے نماز میں نقص پیدا ہو جاتا ہے تو افہام و تفہیم کے ذریعہ ان کو اس سے روکئے اور اگر وہ کہیں جاکر قرآن کریم کی تصحیح کرائیں تو بہتر ہے، ورنہ عامۃ المسلمین کی رائے سے دوسرے امام مقرر کرلیں۔(۱) بہر حال کوئی ایسی صورت پیدا نہ ہو، جس سے آپس میں کشیدگی اور لڑائی جھگڑے کی نوبت آجائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی، الجواب صحیح: بندہ عبدالحلیم عفی عنہ۔ (حبیب الفتاویٰ: ۸۵/۳)

---

(۱) عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: ”من أم قومًا فلیتق اللّٰہ ولیعلم أنہ ضامن مسؤول لما ضمن وإن أحسن کان لہ من الأجر مثل أجر من صلٰی خلفہ، من غیر أن ینقص من أجورہم شیئًا وما کان من نقص فہو علیہ“. (رواہ الطبرانی فی الأوسط من روایۃ معارک بن عباد)

وعن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما، أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: ” ثلثۃ علٰی کثبان المسک، أراہ قال: یوم القیامۃ، عبد أدی حق اللّٰہ وحق موالیہ، ورجل أم قومًا وہم بہ راضون ورجل ینادی بالصلوات الخمس فی کل یوم ولیلۃ “. (رواہ أحمد والترمذی وقال: حدیث حسن)

ورواہ الطبرانی فی الصغیر والأوسط بإسناد لا بأس بہ ولفظہ: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ” ثلاثۃ لایہولہم الفزع الأکبر ولاینالہم الحساب وہم علٰی کثیب من مسک، حتٰی یفرغ من حساب الخلا ئق: ==

افضل مفضول کی اقتدا کرسکتا ہے:

سوال: ایک شخص جوعقائد بریلویہ سے تعلق رکھتا ہے، اپنے وعظوں میں اکثر کہتا ہے کہ جس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے لیے عرش رب یہ آرزو رکھے کہ کاش یہ جوتی میرے اوپر ہوتی، اس کے سامنے حضرت ابوبکرؓ جیسا صحابی امام بن کر کھڑا ہوسکتا ہے؟ پھر کہتا ہے، ہرگزنہیں؛ بلکہ یہ بات نہ کتابوں میں ہے اور نہ حدیثوں میں ہے؛ بلکہ دیوبندی فرقہ نے آپ ہی گھڑی ہے۔

اب صورت یہ ہے کہ دیوبندی فرقہ کے ایک سو چالیس آدمی ہیں، جنہوں نے مجھے بھیجا ہے کہ میں خیر المدارس سے اس چیز کا حوالہ لے آؤں کہ حضرت ابوبکرؓ نے امامت کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مقتدی ہوئے ہیں۔

الجواب

شخص مذکور جھوٹا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے، (۱) اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے، (۲) صحیح احادیث میں صحیح سند کے ساتھ یہ واقعہ موجود ہے، محدثین اور فقہا نے لکھا ہے کہ افضل مفضول کے پیچھے نماز ادا کرسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبداللہ غفرلہ، مفتی جامعہ ہذا، ۱/۲۵/۶/۱۳۷۶ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۳۰/۲)

== رجل قرأ القرآن ابتغاء وجه الله، وأم به قومًا وهم به راضون. (الترغيب للمنذری، الترغيب فی الإمامة والاحسان، والترهيب منها عدمها، رقم الحديث: ٦٦٠-٦٦٢، انيس)

(والأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً، الأعلم بأحكام الصلوٰة، إلخ، ثم الأحسن تلاوة و تجويدًا. (الدر المختار)

أفادبذلک أن معنى قولهم أقرأ: أی أجود، لاأكثرهم حفظًا... ومعنى الحسن فی التلاوة أن يكون عالماً بكيفية الحروف والوقف ومايتعلق بها، قهستانی. (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد: ٥٢١/١، انيس)

(۱) وعن عائشة رضی الله عنها قالت صلیٰ رسول الله صلی الله عليه وسلم خلف أبی بكرفی مرضه الذی مات فيه قاعداً. (سنن الترمذی، باب ماجاء إذا صلیٰ الإمام قاعداً فصلوا قعوداً: ٨٣/١، رقم الحديث: ٣٦٣، فيصل پبليكيشنز ديوبند، انيس)

(۲) عن مغيرة بن شعبة قال تخلف رسول الله صلی الله عليه وسلم وتخلفت معه قلما قضیٰ حاجته قال: أمعک ماء؟ فأتيته بمطهرة فغسل كفيه ووجهه ثم ذهب يحسرعن ذراعيه فضاق كم الجبة فأخرج يده من تحت الجبة وألقى الجبة علىٰ منكبيه وغسل ذراعيه ومسح بناصيته وعلیٰ العمامة وعلیٰ خفيه ثم ركب وركبت فانتهينا إلى القوم وقد قاموا فی الصلاة يصلی بهم عبد الرحمن بن عوف وقد ركع بهم ركعة فلما أحس بالنبی صلی الله عليه وسلم ذهب يتأخر فأومأ إليه فصلیٰ بهم فلما سلم قام النبی صلی الله عليه وسلم وقمت فركعنا الركعة التی سبقتنا. (الصحيح لمسلم، باب المسح علی الخفين: ١٣٤/١، رقم الحديث: ٦٥٦، مكتبة البدر ديوبند، انيس)

فاضل کی نماز مفضول کے پیچھے درست ہے:

سوال: اگر دو شخصوں میں ذاتی نقیض ہے تو مفضول کی نماز فاضل کے پیچھے ہو جاوے گی، یا نہیں؟

الجواب

نماز صحیح ہے، (۱) اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۴۳/۳)

افضل اپنے سے کم علم والے کی اقتدا کرے، یا نہیں:

سوال: زید نماز پڑھا رہا ہے اور اس سے افضل لوگ آئے تو جماعت میں شریک ہوں، یا نہ ہوں اور نماز مکروہ تو نہ ہوگی؟

الجواب

نماز میں کچھ کراہت نہ ہوگی اور شریک جماعت ہو جانا چاہیے۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۹۴/۳)

ادنیٰ حال کی مراد:

سوال: امام کو مقتدی سے ادنیٰ حالاً نہ ہونا چاہیے، اگر امام ادنیٰ حالاً ہے تو اقتدا صحیح نہیں، ادنیٰ حالاً سے کیا مراد ہے؟

الجواب

اس کا مطلب یہ ہے کہ امام نفل پڑھے، مثلاً اور مقتدی فرض پڑھے تو متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز صحیح نہیں ہے، باقی مطلب یہ نہیں ہے، جو سائل نے لکھا ہے؛ بلکہ ان صورتوں میں نماز دونوں کی صحیح ہے؛ یعنی امام کی بھی اور مقتدی کی بھی، مثلاً امام اگر عالم نہیں اور مقتدی عالم ہے، (۳) یا امام کے سر پر عمامہ نہیں اور مقتدی کے سر پر عمامہ ہے تو اس طرح نماز سب کی صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۸۴/۳)

جاہل کی عالم اقتدا کر سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: اگر ایک جاہل نماز پڑھا رہا ہے اور ایک عالم، یا عالم مسائل بقدر ضرورت آ گیا تو وہ عالم اس کے پیچھے اقتدا کرے، یا نہ کرے؟ اگر اقتدا کی تو نماز میں کچھ قصور تو نہیں آیا؟

---

(۱) عن عائشة رضی الله عنها قالت صلّٰى رسول الله صلى الله عليه وسلم خلف أبى بكر فى مرضه الذى مات فيه قاعداً. (سنن الترمذى، باب ماجاء إذا صلّٰى الإمام قاعداً فصلوا قعوداً: ۸۳/۱، رقم الحديث: ۳۶۳، فيصل پبليكيشنز ديو بند، انيس)

(۲-۳) ومثله إمام المسجد الراتب أولٰى بالإمامة من غيره مطلقاً (الدر المختار) أى وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفير)

الجواب

اقتدا کرے نماز میں کچھ قصور نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۱۱)

اقتداء المعذور بالمعذور کا حکم:

سوال: اگر امام کو خروج ریح کا عذر ہے اور مقتدی کو سلس البول کا عذر ہے تو اقتدا درست ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

اختلاف عذر کے وقت اقتدا صحیح نہیں ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں سلس البول والے کی اقتدا خروج ریح والے کے پیچھے صحیح قول کے مطابق درست نہیں؛ جیسا کہ علامہ شامی اور علامہ طحطاوی کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے۔

ملاحظہ ہو، شامی میں ہے:

"وإن اختلف لم يجز كما في الزيلعي والفتح وغيرهماوفى السراج مانصه:ويصلى من به سلس البول خلف مثله".

"وأما إذا صلٰى خلف من به السلس وانفلات ريح لايجوز؛لأن الإمام صاحب عذرين و المؤتم صاحب عذر واحد ومثله في الجوهر ... لكن اعترض في النهرذلك بأنه يقتضى جواز اقتداء ذى سلس بذى انفلات وليس بالواقع لاختلاف عذرهما وهومبنى علٰى أن المراد بالاتحاد اتحاد العين وهوظاهرما فى شرح المينة الكبيروكذاصرح فى الحلية:بأنه لايصح اقتداء ذى سلس بذى جرح لايرقأ أوبالعكس وقال كما هوالمذهب،فإنه يجوزاقتداء معذور بمثله إذا اتحد عذرهما لا إن اختلف".(۲)

حاشیۃ الطحطاوی میں ہے:

(قوله:لأن مع الإمام حدثا ونجاسة) قال فى النهر:مقتضى هٰذا التعليل أن يجوزاقتداء من به سلس البول بمن به انفلات ريح وليس بالواقع لاختلاف عذرهما فالأولٰى أى يعلل بمحض اختلاف عذرهما لايكون الإمام صاحب عذرين والمقتدى صاحب عذر واحد فتدبر. (۳)والله سبحانه تعالٰى أعلم (فتاویٰ دار العلوم زکریا:۲/۳۳۷-۳۳۸)

---

(۱) فإذا أخرج الحروف أخرجها على الصحة لايكره أن يكون إماماً.(الفتاوىٰ الهندية،مصرى: ۱/ ۸۱ ، ظفير)(الفصل الثالث فى بيان من يصلح إماماً لغيره،انيس)

(۲) ردالمحتار: ۱/۵۷۸،سعيد (باب الإمامة،مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبى وحده،انيس)

(۳) حاشية الطحطاوى على الدرالمختار: ۱/۲۴۹،باب الإمامة وكذا فى شرح منية المصلى: ۵۱۶،سهيل اكيڈمى وكذا فى الفتاوىٰ الهندية: ۱/۸۴، الفصل الثالث فى بيان من يعلم امامه لغيره

دوعذر والے کے پیچھے ایک عذر والے کی اقتدا کا حکم:

سوال: اگر امام کو خروج ریح اور سلس البول دو عذر ہوں اور مقتدی کو صرف خروج ریح کا عذر ہو تو اقتدا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں اقتدا جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ امام مقتدی سے ادنی حال والا ہے۔ ملاحظہ ہو، شامی میں ہے:

"وأما إذا صلٰی خلف من به السلس وانفلات ريح لايجوز؛ لأن الإمام صاحب عذرين والمؤتم صاحب عذر واحد". (۱)

الجوهرة النيرة میں ہے:

"ولايجوز أن يصلی خلف من به سلس البول وانفلات ريح؛ لأن الإمام صاحب عذرين و المأموم صاحب عذرواحد". (۲)

امداد الفتاح میں ہے:

"ولايكون أدنٰی حالاً من المأموم كان يكون ... معذورًا والمقتدی خاليًا عنه". (۳) **والله سبحانه تعالٰی أعلم** (فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۲/۳۳۸)

جنات کے پیچھے اقتدا کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص جنات کے پیچھے اقتدا کرے تو نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

اگر جنات انسانی شکل میں ہے تو اس کے پیچھے اقتدا درست ہے اور نماز صحیح ہے، ورنہ نہیں۔ ملاحظہ ہو: علامہ بدرالدین شبلی الحنفی اپنی کتاب "آکام المرجان فی أحكام الجان" میں تحریر فرماتے ہیں:

نقل ابن أبی الصيرفی الحرانی الحنبلی فی فوائده عن شيخه أبی البقاء العكبری الحنبلی أنه سئل عن الجنی هل تصح الصلاة خلفه؟ فقال: نعم؛ لأنهم مكلفون والنبی صلی الله عليه و سلم مرسل إليهم والله أعلم (۴)

---

(۱) ردالمحتار: ۱/۵۷۸، باب الإمامة، سعيد (باب الإمامة، مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبی وحده، انيس)

(۲) الجوهرة النيرة، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۸۳، مكتبة دار الكتاب، ديوبند، انيس

(۳) امداد الفتاح: ۳۳۳، شروط صحة الاقتداء، بيروت

(۴) آكام المرجان فی أحكام الجان: ۱/۹۹، الباب السادس و العشرون فی بيان هل تصح الصلاة خلف جِنّی، انيس

انسانی شکل میں ہونا اس وجہ سے ضروری ہے کہ اس کے بغیر حرکات وسکنات کا پتہ چلنا مشکل ہے، ملاحظہ ہو: درمختار میں ہے:

وتصح إمامُ الجنی أشباه...وفی الشامی:(قوله وتصح إمامة الجنی)؛لأنه مکلف...(قوله أشباه)...إنما یستلزم أحکامها إذا کانوا علیٰ صورة ظاهرة ولهٰذا لوجامع جنی امرأة ووجدت لذة لایلزمها الاغتسال کما فی الخانیة إلا إذا أنزلت کما فی الفتح أوجاء ها علیٰ صورة آدمیکما فی الحلیة،وکذا یقال فی إمامة الجنبی والله أعلم(۱)

نیز جنات کے ذبیحہ کے بارے میں علامہ شامی نے انسانی شکل کی قید لگائی ہے۔ ملاحظہ ہو: شامی میں ہے:

(قوله:وجنی)لما فی الملتقط "نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ذبائح الجن"أشباه، والظاهرأن ذلک محله ما لم یتصوربصورة الآدمی ویذبح وإلا فتحل نظراً إلیٰ ظاهرالصورة ویحرر.(۲) واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۳۴۶/۲-۳۴۷)

کسی کے پیچھے امام کی نماز کا حکم:

سوال: امام صاحب نے حکم لگا رکھا ہے کہ اگر انہیں آنے میں دیر ہو جائے تو پانچ منٹ تک ان کا انتظار کیا جائے، اگر اس درمیان کوئی دوسرا نماز پڑھاتا ہے تو امام صاحب کو ناگوار ہوتا ہے اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ایک بار مسجد میں ایسا ہو چکا ہے، جماعت ہو رہی تھی اور امام صاحب نے الگ نماز پڑھی، امام صاحب کا یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

یہ حکم ایک نظم وانتظام برقرار رکھنے کے لیے ہے، اتنی مراعات تو امام صاحب کو دینی ہی چاہیے، مقتدیوں کو چاہیے کہ

---

(۱) الدرالمختارمع ردالمحتار:۵۵٤/۱،باب الإمامة،مطلب فی تکرارالجماعة فی المسجد،دارالفکربیروت،سعید

(۲) ردالمحتار:۲۹۸/٦،کتاب الذبائح،سعید وکذا فی الطحطاوی:۱۵۲/٤،کتاب الذبائح ،العربیة

ومنها أن ذبیحته لاتحل قال فی الملتقط وعن رسول الله صلی الله علیه وسلم أنه نهیٰ عن ذبائح الجن.

(الأشباه والنظائر للعلامة ابن نجیم الحنفی فی الفن الثالث الجمع والفرق وفی بحث أحکام الجان،ص: ۳۲۹،مکتبة دارالکتاب بیروت،انیس)

وکذا فی الأشباه و النظائرللسیوطی: ٦٦/۲،القول فی أحکام الجان،الثالث:هل تنعقد الجماعة بالجن، دارالکتب العلمیة بیروت

وکذا فی مجموعة الرسائل اللکنوی:وجوازإمامة الجن والملک إلا أنهم صرحوا أنه یجوز الصلاة خلف الجنی؛ لأنه مکلف کالإنسی ولاتصح الصلاة المفروضة خلف الملک؛لأنه غیرمکلف فهو متنفل واقتداء المفترض بالمتنفل غیرجائز.(مجموعة الرسائل اللکنوی فی بحث تدویرالفلک فی حصول الجماعة بالجن والملک، الفصل الأول فی حصول الجماعة بالجن: ۳۷۲/۱،مکتبة إدارة القرآن کراچی،باکستان،انیس)

اس کا لحاظ رکھیں؛ لیکن اگر مقتدی حضرات وقت پر جماعت کھڑی کر دیتے ہیں تو امام صاحب کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد فوراً بنالیں اور دوسری جماعت شروع کر دیں؛ بلکہ جو نماز پڑھا رہا ہو، اس کی اقتدا میں نماز ادا کریں، کسی امام کو بلا وجہ شرعی ہٹا دینا صحیح نہیں، ویسے امام صاحب کو رکھنے نہ رکھنے کا اختیار متولی مسجد کو ہے اور اگر متولی مسجد نہ ہو تو کثرت آرا کے ذریعہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے، امام مذکور کے بارے میں جتنی باتیں دریافت کی گئیں، ان میں سے کوئی بات ایسی نہیں، جس سے امام کو ہٹانے کا جواز ہو باقی افہام وتفہیم اپنی جگہ پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۳/۸۴)

شوہر کی اقتدا:

سوال: کوئی عورت تخلیہ میں خاوند کے پیچھے فرض نماز پڑھ سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر زوجہ اپنے شوہر کے پیچھے اقتدا کرے، نماز صحیح ہے؛ مگر اس کو برابر میں نہ کھڑا ہونا چاہیے، پیچھے کھڑی ہو اور اگر علاحدہ نیت باندھے تو پھر خواہ برابر ہو، یا پیچھے ہر طرح نماز صحیح ہے۔

درمختار میں ہے:

”وأما الواحدة فتتأخر وفيه أما إذا كان معهن واحد ممن ذكر أي أخته وزوجته أو أمهن في المسجد لايكره، بحر“. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۲۰۵)

مسبوق کی اقتدا:

سوال: ایک شخص جماعت میں اس وقت شریک ہو گیا، جبکہ امام ایک رکعت پڑھ چکا تھا، جماعت ختم ہونے پر شخص مذکور اپنی باقی ماندہ نماز پوری کر رہا تھا، اتنے میں دو شخص اور وضو کر کے پہلے شخص کے پیچھے نیت باندھ کر کھڑے ہو گئے، پہلا شخص اپنی رکعت پوری کر چکا، دو شخص جو بعد میں آئے تھے، ان کی ایک رکعت باقی رہ گئی، اس کے بعد ایک، یا دو شخص اور وضو کر کے ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے، اسی طرح پانچ دفعہ شامل ہوتے رہے، اس طریقہ سے اقتدا درست ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص جس کی ایک یا دو رکعت فوت ہو جاوے اور بعد میں آ کر جماعت میں شامل ہو، وہ مسبوق کہلاتا ہے، جس

(۱) الدر المختار: ۱/۸۳، ظفیر (کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ، انیس)

وقت امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ اپنی رکعت پوری کرنے کھڑا ہوتو اس کے پیچھے کسی کو اقتدا کرنا درست نہیں ہے، ان مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی، اسی طرح آخر سلسلہ تک ان لوگوں کی نماز نہ ہوگی، جو آکر شامل ہوتے رہے، جیسا کہ درمختار میں مسبوق کے حال میں ہے:

"لایجوز الاقتداء به". (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۲/۳)

مسبوق کی اقتدا کا حکم:

سوال: امام کے سلام کے بعد مسبوق بقیہ نماز پڑھ رہا تھا، ایک شخص نے آکر اس کی اقتدا کر لی تو یہ اقتدا صحیح ہے، یانہیں؟

الجواب

مسبوق واجب الانفراد ہوتا ہے، امام نہیں بن سکتا ہے، لہذا صورت مسئولہ میں یہ اقتدا صحیح نہیں ہوئی۔

ملاحظہ ہو: شرح منیۃ المصلی میں ہے:

فمن جملة أحكام المسبوق ماذكر ومن جملتها أنه فيما يقضى كالمنفرد إلا فى أربع مسائل: إحداها لايجوز اقتداؤه ولا الاقتداء به؛ لأنه بان من حيث التحريمة. (۲) واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۳۵۴/۲)

مسبوق کی اقتدا درست نہیں:

سوال: جماعت میں کوئی شخص دوسری، یا تیسری رکعت میں شریک ہوا، بعد اختتام جماعت وہی مسبوق باقی ماندہ نماز پوری کرر ہا تھا، پیچھے سے دیگر اشخاص آگئے اور لاعلمی سے مسبوق کے پیچھے نیت باندھ لی، یہ کہہ کر تکبیر آواز سے کہو، ہم بھی شریک ہوگئے، اسی صورت سے نماز پوری کی تو ان کی نماز ہوگئی، یانہیں؟

الجواب

اس کے پیچھے دوسروں کی اقتدا صحیح نہیں ہے، مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی، **كما فى الدر المختار: لايجوز الاقتداء به، إلخ.** (المسبوق: ۴۰۱/۱) (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۶/۳)

---

(۱) **الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، مطلب فى المسبوق واللاحق: ۵۵۵/۱، ظفير (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس**

(۲) **شرح منية المصلى: ۴۰۴، دار الكتاب ديوبند، والفتاوى الهندية: ۹۲/۱، والشامى: ۵۹۷/۱، سعيد وفتاوىٰ قاضى خان علىٰ هامش الهندية: ۱۰۱/۱**

(۳) **الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فى أحكام المسبوق: ۵۵۸/۱، ظفير**

صاحب ترتیب کی اقتدا ایسے شخص کے پیچھے، جس کی نمازیں فوت ہوتی رہتی ہیں:

سوال: صاحب ترتیب کی اقتدا ایسے امام کے پیچھے ہوسکتی ہے، یا نہیں، جس کی نماز فوت ہوتی رہتی ہو؟

الجواب

جبکہ امام صاحب ترتیب نہیں ہے تو اس کی نماز صحیح ہے، پس اس کے پیچھے صاحب ترتیب کی نماز بھی صحیح ہے؛ کیوں کہ مقتدی کی نماز تابع امام کی نماز کے ہے، **صحةً و فساداً**. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۱۱/۳)

جو مسافر امام تین رکعت پڑھ چکا ہو، اس کی اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: امام مسافر تین رکعت پڑھ چکا، چوتھی رکعت میں مقتدی شامل ہوا، وہ تین رکعت باقی کس قاعدہ سے پڑھے؟

الجواب

جبکہ امام مسافر ہے تو اس کو دو رکعت پڑھنی چاہئے تھی، اگر وہ سہواً چار رکعت پڑھ لے تو آخر کی دو رکعت اس کی نفل ہوئی، لہٰذا اقتدا اس کی مفترض کو چوتھی رکعت میں درست نہیں ہے اور نماز اس کی نہیں ہوئی۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۱۶/۳)

عشا کوئی پڑھائے اور تراویح کوئی تو یہ جائز ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے عشا کے فرض پڑھائے اور عمر نے تراویح پڑھائی اور عمر ہی نے وتر بھی پڑھائے تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ صورت جائز ہے، تراویح پڑھانے والا وتر بھی پڑھا سکتا ہے، جبکہ وہ بالغ ہو؛ کیوں کہ نابالغ کے پیچھے نہ تراویح درست ہے اور نہ وتر درست ہے۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۹۲/۳)

متوضی کی اقتدا متیمّم سے جائز ہے:

سوال: متوضی اقتداء متیمم کی کرسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

---

(۱) فلايلزم الترتيب إذا ضاق الوقت المستحب حقيقةً ...أونسيت الفائتة؛لأنه عذر أوفاتت ست اعتقادية لدخولها في حد التكرار المقتضي للحرج. (الدرالمختارعلٰى هامش ردالمحتار،باب قضاء الفوائت: ٦٨/١،ظفير)

(۲) وكذا لا يصح الاقتداء بمجنون،إلخ ،ولامفترض بمتنفل وبمفترض فرضاً آخر؛لأن اتحاد الصلاتين شرط عندنا. (الدرالمختارعلٰى هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ٥٤٢/١،ظفير)

(۳) ولايصح اقتداء رجل بامرأة وخنثٰى وصبي مطلقاً ولوفي جنازة ونفل على الأصح. (الدرالمختار) والمختارأنه لايجوزفي الصلاة كلها.(ردالمحتار،باب الإمامة:٥٣٩/١ـ ٥٤١،ظفير)

الجواب ــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

کر سکتا ہے۔

قال في التنوير وصح اقتداء متوضى لاماء معه بمتيمم. (رد المحتار: ۵۵۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱/ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ (احسن الفتاویٰ: ۲۶۵/۳)

پیش امام تیمّم سے جماعت کرا سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: پیش امام تیمّم سے جماعت کرا سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

اگر امام نے کسی عذر سے تیمّم کیا ہے تو شیخینؒ کے نزدیک اس کی امامت صحیح ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک صحیح نہیں، اس لئے بہتر ہے کہ کسی اور شخص متوضی کو امام بنایا جاوے، البتہ اگر اور کوئی شخص امامت کے قابل موجود نہ ہو تو خود ہی پڑھا وے اور نماز جنازہ میں بالاتفاق امامت متیمم جائز ہے۔

في الدر المختار: (وصح اقتداء متوضئ) لا ماء معه (بمتيمم) وقال الشامي: أي عندهما وقال محمد: لايصح في غير صلاة الجنازة. (۶۱۵/۱)(۱)

احقر عبد الکریم عفی عنہ، الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ۔ ۲۹/ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۱۵۵/۲)

مسح کرنے والے کی اقتدا جائز ہے:

سوال: عذر کی وجہ سے کسی عضو پر مسح کرنے والے کے پیچھے اعضا کو دھونے والا نماز پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

پڑھ سکتا ہے۔

قال في التنوير: (وصح اقتداء متوضى) لا ماء معه (بمتيمم)... (وغاسل بماسح) (رد المحتار: ۵۵۰/۱)(۲) فقط والله تعالىٰ أعلم

۱۱/ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ (احسن الفتاویٰ: ۲۶۵/۳)

مروجہ جرابوں پر مسح کرنے والے کی امامت:

سوال: ہماری مسجد میں ایک اہل حدیث مولوی...... صاحب آتے ہیں، نماز پڑھانے کے لیے بعض دفعہ جب

(۱-۲) الدر المختار على صدر ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۸۸/۱، دار الفكر بيروت، انيس

امام صاحب موجود نہیں ہوتے تو وہ اہل حدیث عالم نماز پڑھا دیتے ہیں، اب بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ موجودہ مروجہ جرابوں پر مسح کرتا ہے اور میں نے خود کئی مرتبہ جرابوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے، کیا شرعی طور پر ان کی امامت صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــ

شریعت میں چمڑے کے موزوں پر مسح درست ہے، یا ان جرابوں پر جو چرمی موزوں کے حکم میں ہوں، مروجہ جرابیں موزوں کے حکم میں نہیں آتیں، لہٰذا ان پر مسح درست نہیں، جس امام نے ان پر مسح کیا ہوا ہو، وہ پاؤں کے غسل کا تارک ہے، لہٰذا اس کی اقتدا درست نہیں، پہلے جو نمازیں ایسی حالت میں پڑھ چکے ہوں، ان کا اعادہ کریں۔

''والرابع عشر من شروط صحة الإقتداء (أن لايعلم المقتدى من حال إمامه) المخالف لمذهبه (مفسدًا فى زعم المأموم) يعنى فى مذهب المأموم (كخروج دم) سائل أو قئ يملأ الفم وتيقن أنه (لم يعد بعده وضوأه)، آه. (مراقى الفلاح)

وإذا علم مفسدًا فى صلاة الإمام لايجوز له الإقتداء به إجماعًا، آه. (۱) فقط والله أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ ہذا۔ (خیر الفتاویٰ: ۴۰۳/۲)

پٹی پر مسح کرنے والے کی اقتدا کا حکم:

سوال: اگر کسی شخص کا ہاتھ زخمی ہو اور اس نے اس پر پٹی باندھ رکھی ہو اور وہ وضو کرتے وقت پٹی پر مسح کرتا ہو تو اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــ

اعذار شرعا مقبول ہیں، اگر یہ شخص عذر شرعی کی بنا پر پٹی پر مسح کر کے نماز پڑھایا ہو اور اس زخم سے ازخود پیپ وغیرہ نہ بہتی ہو تو فقہی ذخائر کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اقتدا درست ہے اور نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لما فى الهندية: ويجوز اقتداء الغاسل بماسح الخف وبالماسح على الجبيرة وكذا إمامة المفتصد لغيره من الاصحاء إذا كان يأمن خروج الدم. (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۶۰/۳)

---

(۱) حاشية الطحطاوى على المراقى، باب الإمامة: ۲۹٤/۱ـ۲۹۵، دار الكتاب، ديوبند، انيس

(۲) الفتاوىٰ الهندية، فصل فى من يصلح إمامًا لغيره: ۸٤/۱

(قال العلامة حسن بنا عمار: وصح اقتداء غاسل بما سح علىٰ الخف والجبيرة أو خرقة قرحت لايسيل منها شئ (مراقى الفلاح مع طحطاوى، باب الإمامة، ص: ۱٦۱)

بیٹھنے والے کے پیچھے کھڑے ہونے والے کی اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص ہے، وہ اس طریقہ سے نماز کی امامت کراتا ہے کہ امام تو بیٹھا رہتا ہے اور مقتدی کھڑے رہتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

کھڑے ہونے والے کی نماز بیٹھنے والے کے پیچھے درست ہے،(۱) جیسا کہ درمختار میں ہے:

وقائم بقاعد یرکع و یسجد ؛لأنه صلی اللّٰه علیه وسلم صلیٰ آخر صلاته قاعداً وهم قیام وأبوبکر یبلغهم.(۲)

پس اگر امام معذور ہے کہ کھڑا نہیں ہوسکتا تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھانا درست ہے اور اس کے پیچھے کھڑے ہونے والوں کی نماز درست وصحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۱۵/۳-۲۱۶)

اقتداء قائم بقاعد یرکع ویسجد:

سوال: امام صاحب معذور آدمی ہیں، کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھا سکتے، بیمار ہیں، باوجود دوسرے آدمی کے ہوتے ہوئے جو نماز پڑھانے کے قابل ہے، پھر بھی مصلیٰ نہیں چھوڑتے، امام صاحب خود ہی نماز پڑھاتے ہیں، آیا نماز ہوجاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

بہتر یہ ہے کہ جو قیام ورکوع اور سجود پر قادر ہو وہ نماز پڑھائے۔

(قوله:وصح إقتداء قائم بقاعد)أی یرکع ویسجد وهٰذا عندهما خلافاً لمحمد،وقوله:أحوط کمافی البرهان وغیره والدلائل مستوفاة فی المطولات،آه.(حاشیة الطحطاوی: ۱۶۱)(۳) **فقط واللّٰه أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۲۱/۱۰/۱۴۰۷ھ۔ (خیر الفتاویٰ:۳۵۸/۲)

---

(۱) عن عائشة رضی اللّٰه عنها:أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم دخل علیه ناس یعودونه فی مرضه فصلی بهم جالسا فجلوا یصلون قیاما فأشار إلیهم:إجلسوا،فلما فرغ قال:إن الإمام لیؤتم به فإذا رکع فارکعوا وإذا رفع فارفعوا وإن صلی جالسا فصلوا جلوسا. قال أبوعبد اللّٰه:قال الحمیدی:هذا الحدیث منسوخ لأن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم آخرما صلیٰ صلیٰ قاعداً والناس خلفه قیام.(صحیح البخاری،باب إذا عاد مریضاً فحضرت الصلوٰة فصلیٰ بهم الجماعة: ۸۴۵/۲، رقم الحدیث: ۵۷۲۰،مکتبة أشرفیة دیوبند،انیس)

(۲) الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۵/۱،ظفیر

(۳) کتاب الصلاة، باب الإمامة،انیس

متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز نہیں ہوتی:

سوال: اگر ایک امام دو جگہ؛ یعنی دو شہروں میں نماز پڑھاوے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

دوسری جگہ اس امام نے جو نماز پڑھائی وہ نماز نہیں ہوئی؛ کیوں کہ اگر اول نماز قاعدہ شرعیہ کے موافق ہوتی ہے تو دوبارہ جو نماز اس نے پڑھی وہ نفل ہے اور متنفل کے پیچھے فرض اور واجب درست نہیں ہے، پس جن لوگوں نے دوسری دفعہ اس کے پیچھے نماز پڑھی، ان لوگوں کی نماز نہیں ہوئی۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۳۱۴)

متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز:

سوال: اگر امام نفل پڑھتا ہو اور مقتدی فرض اگر اس کے پیچھے پڑھ لے تو مقتدی کے فرض ہوں گے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں مقتدی کے فرض نہیں ہوں گے۔

درمختار میں ہے: **واتحاد مکانهما وصلاتهما.** (۱)

ولامفترض بمتنفل وبمفترض فرضاً آخر لأن اتحاد الصلاتین شرط عندنا. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۳۲۱)

اداء فرض کے بعد امامت کرنا:

سوال: اگر ایک شخص اپنی فرض، یا واجب نماز ادا کرنے کے بعد دوسری مسجد میں جا کر اسی ادا کردہ نماز کے لیے امام بن جاتا ہے تو اس کے پیچھے دوسرے لوگوں کی فرض، یا واجب نماز ادا ہو جائے گی؟

الجواب

نہیں۔ عالمگیریہ میں ہے:

الأصل فی هٰذه المسائل أن حال الإمام إن کان مثل حال المقتدی أو فوقه جاز صلاة الکل وإن کان دون حال المقتدی صحت صلاة الإمام ولا یصح صلاة المقتدی، هٰکذا فی المحیط، إنتهٰی. (۳) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو:۲۱۴)

---

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۱۴

(۲) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۴۲، ظفیر

(۳) الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغیره، انیس

فرض پڑھ چکنے کے بعد پھر فرض کی امامت:

سوال: زید نماز ظہر کے وقت مسجد میں داخل ہوا، وضو کرنے کے بعد سنتوں سے قبل ایک شخص کو فرض پڑھتے دیکھ کر سنتوں کی نیت کر کے فرض میں شریک ہو گیا، چنانچہ سنتوں کو ختم کر کے دیگر اشخاص کا انتظار کیا، مگر کوئی نہیں آیا تو تنہا فرض اور آخر کی سنتیں پڑھ لیں، نماز ختم کرنے کے بعد دو مصلی اور آ گئے اور جماعت مع اقامت کرنا چاہا، زید بھی ان کا شریک ہوا اور اقامت زید نے کہی اور فرض ظہر کی نیت کر کے نماز پڑھی، زید کہتا ہے کہ تنہا پڑھی ہوئی نماز کو نفل سمجھنا اختیاری ہے اور فرض کی آخری دو رکعت خالی پڑھی جاتی ہیں اور نفلوں کی آخری دو رکعت میں بھی قرأت مع فاتحہ واجب ہے؛ اس لیے اگر نفل کی نیت کی جائے تو نفل ناقص رہتی ہیں اور اپنی پہلی نفل کے متعلق بھی یہی کہتا ہے کہ وہ ناقص رہی، مگر دوسرے کو جماعت کا ثواب اور خود کو جماعت کا ثواب جو نقص نفل سے بہت زیادہ ہے، صرف پہلی صورت میں ہوا ہے اور اگر بالفرض آخری جماعت میں فرض کا ثواب نہ ہوا تو نفلوں کا ثواب تو ضرور ہوگا، چونکہ یہ اختلافی مسئلہ ہے؛ اس لیے فرض ہی کی نیت کرنی چاہیے اور تنہا پڑھے ہوئے فرض کو نفل سمجھ لینا چاہیے۔

(۱) پہلی سنتیں کامل ہوئیں، یا ناقص؟ کیوں کہ امام نے قرأت مع فاتحہ صرف پہلی دو میں پڑھی۔

(۲) تنہا فرض پڑھنے کے بعد جماعت سے فرض پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟ اگر فرض نہ ہوں تو نفل کا ثواب ہوگا، یا نہیں؟

(۳) مکرر فرض کی نیت سے پڑھنے میں اختلاف ہے، یا نہیں؟

(۴) نفل کی تمام رکعتوں میں قرأت مع فاتحہ واجب ہے، یا کیا؟ اگر واجب ہے تو پھر مقتدی نفل والے کی نماز ناقص رہے گی، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) وہ نفلیں ہوئیں، سنتیں ظہر کی نہیں ہوئیں۔(۱)

(۲) تنہا فرض پڑھ کر پھر امام فرض پڑھنے والوں کا نہیں ہو سکتا، البتہ اگر جماعت فرض ہو تو نفل کی نیت سے اقتدا امام کر سکتا ہے۔(۲)

---

(۱) الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار، باب سجود السھو: ۱/ ۷۰۱، ظفیر

(۲) ولا مفترض بمتنفل. (الدرالمختار)

وإذا أتمها يدخل مع القوم والذی يصلی معهم نافلة. (الهداية: ۱/ ۱۳۵، ظفير) (باب الإمامة، انيس)

(۳) مکرر فرض نہیں ہوتے، جو پہلے فرض پڑھے، وہ فرض ہو گئے، بعد میں اگر پڑھے گا تو نفل ہوگی۔(۱)

(۴) نفل جب تنہا پڑھے تو تمام رکعات میں قرأت فرض ہے اور اگر کسی مفترض کے پیچھے نیت نفل سے شریک ہو تو وہ نفل صحیح ہے، ناقص نہ ہوگی۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۰۶-۱۰۸)

عشا کی فرض نماز پڑھنے کے بعد پھر اسی نماز فرض کی امامت کرسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے ایک مسجد میں امام کے پیچھے فرض عشا پڑھی، بعد میں دوسری مسجد میں امام ہو کر دوبارہ فرض عشا پڑھائے تو یہ دوبارہ جو فرض پڑھائے، یہ فرض ہیں، یا نفل؟

الجواب

زید کی فرض نماز پہلے ہوگئی تھی، دوبارہ جو پڑھی گئی، وہ نفل ہوئی، اس کے پیچھے لوگوں کے فرض ادا نہیں ہوئے۔(۳)

فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۲۹)

تراویح پڑھنے والے کے پیچھے فرض والے کی نماز درست نہیں:

سوال (۱) زید کا دعویٰ ہے کہ نماز تراویح ہو رہی ہے، بکر جو پیچھے سے پہنچا ہے، نماز فرض عشا علاحدہ نہ پڑھے؛ بلکہ امام کے پیچھے کہ جس حالت میں امام ہے، خود بکر نیت نماز فرض عشا کر کے جماعت میں شامل ہو جائے، بکر کے فرض ہو جائیں گے؟

عصر پڑھنے والے کی اقتدا ظہر پڑھنے والا نہیں کرسکتا:

(۲) زید کا دعویٰ ہے کہ نماز عصر کی جماعت ہو رہی ہے، بکر جس نے ظہر اس روز کی ابھی تک ادا نہیں کی، بعد میں آیا ہے، امام کے ساتھ نماز ظہر کی نیت کر کے شامل ہو جائے، اس کی ظہر ہو جائے گی، عصر بعد میں ادا کرے؟

الجواب

(۱) زید کا دعویٰ غلط ہے، تراویح پڑھنے والے کے پیچھے فرض ادا نہ ہوگی۔(۴)

---

(۱) وإذا أتمها يدخل مع القوم والذي يصلي مهم نافلة؛لأن الفرض لا يتكرر في وقت واحد.(الهداية،باب إدراك الفريضة:١ / ١٣٥، ظفير)

(۲) والقرء اة واجبة في جميع ركعات النفل.(الهداية،باب النوافل،فصل في القراء ة:١/١٣١،ظفير)

(۳) لامفترض بمتنفل وبمفترض فرضاً آخر؛لأن اتحاد الصلاتين شرط عندنا.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب الإمامة:١/٥٤٢، ظفير)

(۴) ولايصح اقتداء،إلخ،ولامفترض بمتنفل.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ١/٥٤٢، ظفير)

(۲) یہ دعویٰ بھی زید کا غلط ہے، عصر پڑھنے والے کے پیچھے ظہر کی نماز ادا نہ ہوگی۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۳/۳)

فرض اکیلے ادا کرنے والا کیا جماعت کے ثواب کے لیے امامت کرسکتا ہے:

سوال: ایک آدمی جس نے فرض نماز پڑھ لی ہو، کیا وہ بعد میں آنے والے دوسرے آدمی کے ساتھ باجماعت نماز پڑھنے کی خاطر امامت کرسکتا ہے؟

الجواب

جو شخص نماز فرض ادا کرچکا ہو، وہ اس نماز میں کسی دوسرے کا امام نہیں بن سکتا۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۳۴/۳)

عید کی دوبارہ امامت:

سوال: ایک امام مسجد نے عید الفطر کی نماز پڑھا کر دوبارہ عورتوں کو عید کی نماز پڑھائی، شرعاً اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب

جو امام نماز عید کی ایک دفعہ پڑھا چکا، پھر دوبارہ وہ نماز عید نہیں پڑھا سکتا، دوبارہ جو وہ نماز پڑھاوے گا، وہ نفل ہے،(۳) اور نفل کی جماعت مکروہ ہے،(۴) لہٰذا وہ نماز مکروہ ہوئی اور تنہا عورتوں کو بھی نماز پڑھانا مکروہ ہے، کذا فی الدرالمختار۔(۵) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۷/۳-۱۳۸)

---

(۱) ولا يصح اقتداء، الخ، ولا مفترض ... بمفترض فرضاً آخر؛ لأن اتحاد الصلاتين شرط عندنا. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٤٢/١، ظفير)

(۲) لأن الفرض لا يتكرر. (ردالمحتار: ٦٤/٢) (واجبات الصلاة: ٤٥٧/١/ وكذا في باب قضاء الفوائت: ٦٤/٢، دار الفكر بيروت، انيس)

ولا يصلي المفترض خلف المتنفل، لأن الاقتداء بناء ووصف الفرضية معدوم في حق الإمام فلا يتحقق البناء على المعدوم. (الهداية: ١٢٧/١، باب الإمامة)

(۳) ولا مفترض بمتنفل و بمفترض فرضاً آخر؛ لأن اتحاد الصلاتين شرط عندنا. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٤٢/١، ظفير)

(۴) ولا التطوع بجماعة خارج رمضان أي يكره علىٰ سبيل التداعي بأن يقتدي أربعة بواحد. (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ٦٦٣/١، ظفير)

ولا يصلي التطوع بجماعة إلا قيام رمضان وعن شمس الأئمة الكردري أن التطوع بالجماعة إنما يكره إذا كان على سبيل التداعي أما لو اقتدى واحد بواحد لا يكره وإذا اقتدى ثلاثة بواحد اختلف فيه وإن اقتدى أربعة بواحد كره اتفاقا، كذا في الكافي. (درر الحكام شرح غرر الأحكام، باب إدراك الفريضة: ١٢٠/١، دار إحياء الكتب العربية، انيس)

(۵) ويكره تحريماً جماعة النساء ولو في التراويح. (الدرالمختار، باب الإمامة: ٥٢٨/١، ظفير)

فصل مانع اقتدا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ احاطہ عیدگاہ کے اندر اور احاطۂ عیدگاہ کے باہر صفوں میں کتنا فاصلہ مانع اقتدا نہیں؟ احاطۂ عیدگاہ کے باہر ہر چہار طرف سڑکیں ہیں، لوگ سڑکوں کو چھوڑ کر کہیں ۱۵ رفٹ لغایت ۲۵ رفٹ تک کے فاصلہ پر صف بندی کرتے ہیں، ایسی صورت میں ان لوگوں کی نماز ہوئی؟ اگر نماز نہیں ہوئی تو صحیح صف بندی کا طریقہ کیا ہے؟ احاطہ کے اندر اور احاطہ کے باہر صحیح تفصیل سے ارسال کیجئے؛ تاکہ چھپوا کر عام لوگوں کی معلومات کے لیے تقسیم کیا جائے؟ بینوا وتوجروا۔

الجوب ــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

احاطۂ عیدگاہ کے اندر صفوں کے درمیان فاصلہ صحت اقتدا سے مانع نہیں، خواہ کتنا ہی زیادہ ہو؛ مگر بلا ضرورت درمیان میں چھوڑنا مکروہ تحریمی ہے، مع ہذا نماز صحیح ہو جائے گی، البتہ عیدگاہ میں کوئی نالہ ہو تو وہ اقتدا سے مانع ہوگا، جس کی تفصیل عیدگاہ سے باہر صف بندی کے بیان میں آرہی ہے۔

احاطۂ عیدگاہ سے باہر صحت اقتدا کے لیے یہ شرط ہے کہ موضع سجود سے بقدر دو صف (تقریباً ۲٫۵ رمیٹر) جگہ خالی نہ ہو اور اتنا بڑا عام راستہ درمیان میں نہ ہو، جس پر بیل گاڑی، یا سامان سے لدا ہوا گدھا گزر سکتا ہو اور خالی اونٹ کی گذرگاہ کے برابر چوڑا کوئی نالہ بھی نہ ہو، اگر درمیان میں دو صف کی جگہ خالی رہی، یا نالہ سڑک واقع ہوئی اور اسے پر نہ کیا گیا تو اس سے پیچھے کھڑی ہونے والی صفوں کی اقتدا صحیح نہ ہوگی، لہٰذا ان کی نماز عید درست نہ ہوگی۔

قال العلاء رحمة اللّٰه تعالٰی فی موانع الاقتداء: أوطریق تجری فیه عجلة آلة یجرها الثورأونهر تجری فیه السفن ولوزورقا ولوفی المسجد أوخلاء: أی قضاء فی الصحراء وفی مسجد کبیر جدًا کمسجد القدس یسع صفین فأکثر إلاإذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقاً.

وفی الشامیة: (قوله أوطریق) أی نافذ أبوالسعود عن شیخه، ط، قلت: ویفهم ذلک من التعبیرعنه فی عدة کتب بالطریق العام وفی التاتارخانیة: الطریق فی مسجد الرباط والخان لایمنع؛ لأنه لیس بطریق عام (قوله تجری فیه عجلة) أی تمروبه عبرفی بعض النسخ والعجلة بفتحتین وفی الدرر: هوالذی تجری فیه العجلة والأوقار، آه، وهوجمع وقر بالقاف، قال فی المغرب: وأکثراستعماله فی حمل البغل أوالحمار کالوسق فی حمل البعیر... (قوله ولوزورقا) بتقدیم الزاء السفینة الصغیرة، کما فی القاموس وفی الملتقط: إذاکان کاضیق الطریق یمنع وإن بحیث لایکون طریق مثله لایمنع سواء کان فیه ماء أو لاوقال أبویوسف رحمه اللّٰه تعالٰی: النهرالذی یمشی فی بطنه جمل وفیه ماء یمنع وإن کان یابسًا واتصلت به الصفوف

جاز، آہ، إسمعیل (قوله: ولو فی المسجد) صرح به فی الدرر والخانیة و غیرهما... (قوله: أو فی مسجد کبیر جداً، إلخ) قال فی الإمداد: والفاصل فی مصلی العید لایمنع وإن کثر واختلف فی المتخد لصلاة الجنازة، وفی النوازل: جعله کالمسجد والمسجد وإن کبر لایمنع الفاصل إلا فی الجامع القدیم بخوارزم فإن ربعه کان علیٰ أربعة آلاف أسطوانة وجامع القدس الشریف أعنی ما یشتمل علی المساجد الثلاثة الأقصیٰ والصخرة والبیضاء، کذا فی البزازیة و مثله فی شرح المنیة. (ردالمحتار: ۱/۵٤)(۱) فقط واللّٰہ أعلم

۳/ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۳۰۶-۳۰۷)

ایئر کنڈیشنڈ مسجد اور امام کی اقتدا:

سوال: اگر مسجد میں ایئر کنڈیشنڈ نصب کر دیا جائے اور مسجد کی صورت حال کچھ اس طرح ہے کہ جب مسجد بھر جاتی ہے تو لوگ برآمدے میں نماز ادا کرتے ہیں اور ایئر کنڈیشنر کے لیے ضروری ہے کہ مسجد کے دروازے بند رکھے جائیں، نیز اگر یہ صورت حال ہو کہ مسجد کے دروازے شیشے کے رکھے جائیں، جس سے اندر کے نمازی دکھائی دیں تو کیسا رہے گا؟

الجواب

اگر دروازے بند ہوں؛ لیکن باہر والوں کو امام کے انتقالات کا علم ہوتا رہے تو اقتدا درست ہے، اسی طرح اگر دروازے شیشے کے لگا دیئے جائیں تو بھی اقتدا درست ہے، جب امام کی تکبیرات کی آواز مقتدیوں تک پہنچ سکے۔(۲)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۴۳۵)

معذور شخص کا گھر بیٹھ کر لاؤڈ اسپیکر پر امام کی اقتدا کرنا:

سوال: میں ایک معذور شخص ہوں، جمعہ کی نماز کے لیے مسجد نہیں جا سکتا، مسجد میرے گھر سے بہت قریب ہے، لاؤڈ اسپیکر سے خطبہ اور پوری نماز سنائی دیتی ہے۔ کیا میں گھر میں بیٹھ کر لاؤڈ اسپیکر سے نماز جمعہ ادا کر سکتا ہوں؟

الجواب

اقتدا کے لیے صرف امام کی آواز پہنچنا کافی نہیں؛ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ صفیں وہاں تک پہنچتی ہوں، اگر درمیان

---

(۱) باب الإمامة: ۲/۳۳۱-۳۳۲، مکتبة زکریا دیوبند، انیس

(۲) وإن کان الباب مسدوداً أو الکوة صغیرة لایمکن النفوذ منها أو مشبکة فإن کان لا یشتبه علیه حال الإمام برؤیة أو سماع لا یمنع علیٰ ما اختاره شمس الأئمة الحلوانی، قال فی المحیط: وهو الصحیح و کذا اختاره قاضی خان وغیره. (الحلبی الکبیر، ص: ۵۲٤)

میں کوئی نہر یا سڑک پڑتی ہو تو اقتدا صحیح نہیں؛(۱) اس لیے آپ کا گھر بیٹھے جمعہ کی نماز میں شریک ہونا صحیح نہیں، اگر آپ عذر کی وجہ سے مسجد نہیں جا سکتے تو گھر پر ظہر کی نماز پڑھا کیجیے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۸۲/۳)

صحت اقتدا کے لیے علم بانتقالات امام شرط ہے، رؤیت نہیں:

سوال: میرے سابق محلہ کی مسجد جناب نے دیکھی ہے، اس کی سطح مستوی ہے اور جمعہ کے دن کثرت مصلیان کی وجہ سے وہاں کچھ نمازی کھڑے ہو جاتے ہیں؛ مگر مسجد کی چھت میں کوئی روشندان {جیسا کہ دومنزلہ مساجد میں اکثر معمول ہے} نہیں ہے، بکر کی آواز؛ بلکہ خود امام کی قرأت وتکبیر کی بھی آواز جاتی ہے؛ مگر امام کے حرکات وسکنات کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا، ایسی صورت میں اوپر کھڑے ہونے والے نمازیوں کی نماز ہو جاوے گی، یا نہیں؟ اور دوسرے مکانات کی چھتوں پر بھی لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں، جو محض مکبر کی تکبیر پر رکوع وسجدہ میں جاتے ہیں، اس میں اور اس میں کیا فرق ہے اور چوں کہ یہ واقعہ ہے؛ اس لیے اس کے جواب کے قبل از جمعہ ضرورت ہے؛ تاکہ نماز صحیح نہ ہو تو روک دیا جائے، روایات کی چنداں ضرورت نہیں، محققانہ قول فیصل مفتی بہ درکار ہے۔

الجواب

صحت اقتدا کے لیے علم بانتقالات امام شرط ہے، رؤیت ضروری نہیں، پس سقف مسجد پر نماز پڑھنے والوں کی نماز درست ہے، گو امام کو دیکھتے نہ ہوں۔

قال في الدر: وعلمه بانتقالات، إلخ، قال الشامي: أي بسماع أو رؤية للإمام أو لبعض المقتدين، رحمتي، وإن لم يتحد المكان، ط، آه. (۵۷۵/۱)(۲)

۱۸/رمضان ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام: ۱۴۱/۲)

صحت اقتدا کے لیے علم بحال وانتقالات امام شرط ہے، سماع صوت ضروری نہیں:

سوال: دومنزلہ مسجد میں اگر اوپر کے درجہ پر امام مع مقتدیں ہو اور نیچے بھی مقتدیں ہوں، یا بالعکس ہو تو علی الاطلاق سب کی نماز درست ہے، یا اس کے متعلق کچھ شرائط ہیں؟ مثلا امام کی آواز سب کو پہونچنا ضروری ہے، یا نہیں؟ اگر امام کی آواز نہ پہونچے تو مکبر کی تکبیر کافی ہے، یا نہیں؟

---

(۱) المانع من الاقتداء ثلاثة أشياء (منها) طريق عام يمر فيه العجلة و الأوقار... ومنها نهر عظيم... إلخ. (الفتاویٰ الهندية: ۸۷/۱، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الرابع)

(۲) باب صفة الصلاة، انيس

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

علم بحال الامام و بانتقالات شرط ہے، خواہ سماع صوت امام سے ہو، یا سماع صوت مکبر سے اور ایک شرط یہ ہے کہ امام سے تقدم نہ ہو، اگر کوئی متقدم ہو گیا، اس کی نماز درست نہ ہوگی۔ (امداد الاحکام: ۲/۱۵۴-۱۵۵)

امام اور ایک مقتدی نے نماز شروع کی تو بعد میں دوسرا مقتدی آ گیا، اب کیا کریں:

سوال: کسی مسجد میں امام صاحب کے علاوہ صرف ایک ہی مقتدی ہے، امام صاحب اور مقتدی دونوں ساتھ کھڑے ہو کر جماعت کرتے ہیں، اسی اثنا میں دوسرا آدمی بھی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے، اب پیش امام صاحب آگے مصلے پر جائیں گے، یا مقتدی پیچھے ہٹ جائیں گے، امام وہیں کھڑے رہیں گے، جبکہ امام صاحب دوسرے آدمی کے آنے کی آہٹ بھی سنتے ہیں اور وہ زور سے اللہ اکبر کہہ کر جماعت میں شامل ہوتے ہیں، امام اور مقتدی دونوں وہیں کھڑے ہوتے ہیں، آنے والا شخص امام کا پیچھا چھوڑ کر دوسری جانب کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے، کیا یہ نماز ہوگئی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

نماز تو ہوگئی؛ لیکن بہتر ہوتا کہ پہلا مقتدی بھی پیچھے ہٹ جاتا اور دونوں امام کے پیچھے کھڑے ہو جاتے۔ (۱)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۴۸۲-۴۸۳)

ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، ٹیلیویژن اور ٹیلیفون کے ذریعہ اقتدا اور آیت سجدہ سے سجدہ کا وجوب:

سوال: بذریعہ ٹیلیفون، ٹیلیویژن، ٹیپ ریکارڈ اور ریڈیو کے ذریعہ اقتدا کرنا صحیح ہوگا؟

(عبد القیوم میرٹھی (متعلم دار الافتاء دار العلوم دیوبند)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

ٹیپ ریکارڈ، گراموفون وغیرہ جن میں متکلم کی آواز بعینہ نہیں آتی؛ بلکہ متکلم کی آواز کی نقل آتی ہے، صدائے بازگشت کی طرح تو ان سے آیت سجدہ سننے کی بنا پر نہ سجدہ تلاوت واجب ہوگا اور نہ ہی ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا صحیح ہوگا۔ (۲)

---

(۱) وإذا كان معه إثنان قاما خلفه. (الفتاوىٰ الهندية: ۸۸/۱) (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الخامس في بيان مقام الإمام و المأموم، انيس)

(۲) ويؤيده قوله ولاتجب إذا سمعها من طيرهو المختار وإن سمعها من الصدى لاتجب عليه، كذا في الخلاصة. (الفتاویٰ الهندية: ۶۸/۱) (الفصل الأول في فرائض الصلاة، انيس)

لا تجب بسماعه من الصدى والطير. (الدر المختار على ردالمحتار: ۵۱۷/۱، باب سجود التلاوة)

اور جب سجدۂ تلاوت بھی واجب نہیں ہوگا تو اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا بدرجۂ اولیٰ درست نہیں ہوگا۔ (مرتب)

البتہ ٹیلیفون میں متکلم کی آواز بعینہٖ آسکتی ہے، مثلاً ایسا ٹیلیفون ہو کہ جس میں بولنے والے کی صورت بھی نظر آتی ہو اور وہ بولتا ہوا نظر آتا ہو تو اس کی آیت سجدہ کی تلاوت پر سجدۂ تلاوت کرنا ضروری ہو جائے گا۔

اسی طرح اس آلہ کے توسط سے بھی یقین ہو کہ یہ آواز بولنے والے کی آواز ہی ہے، جب بھی سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہو جائے گا، ورنہ واجب نہ رہے گا۔

رہ گیا ریڈیو، اس میں اکثر بیان کرنے والے کی تقریر و آواز ٹیپ کر لی جاتی ہے اور پھر اسی کو نشر کرایا جاتا ہے، پس اگر ایسا ہونے کا ظن غالب ہو تو اس کی آواز پر سجدۂ تلاوت کرنا لازم نہ رہے گا۔

ہاں جب بولنے والا بغیر ان وسائل کے خود بول رہا ہے اور آیت سجدہ کی تلاوت کرے تو اس کی آیت سجدہ کی تلاوت کرنے پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جائے گا۔

"یجب بسبب تلاوة آية (إلى قوله) بشرط سماعها فالسبب التلاوة وإن لم يوجد السماع، كتلاوة الأصم، والسماع شرط في حق غير التالى أو بشرط الائتمام أي الاقتداء بمن تلاها فإنه سبب لوجوبها أيضاً". (۱)

اور ریڈیو میں متکلم کی بعینہٖ آواز اور ٹیپ کی آواز میں موقعہ استعمال کا فرق مدلل طور پر ہو جاتا ہے، اسی کے اعتبار سے عمل کرے اور یہی تفصیل وتدقیق ٹیلی ویژن سے آواز سنائی دینے میں ہے اور اسی تفصیل کے مطابق تحقیق کر کے عمل کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند سہارنپور (منتخبات نظام الفتاویٰ ۲۷۷-۲۷۸)

کیا ٹیلی ویژن پر اقتدا جائز ہے:

سوال: جناب بعض اوقات ٹیلی ویژن پر براہ راست حرم پاک خانہ کعبہ سے باجماعت نماز دکھائی جاتی ہے، اگر بندہ ٹیلی ویژن کو دوسرے کمرے میں رکھ کر اس کی آواز تیز رکھے اور ٹیلی ویژن کے امام کے ساتھ نماز پڑھے تو یہ نماز صحیح ہوگی یا پھر بغیر ٹیلی ویژن کے پڑھے،

الجواب

جو طریقہ آپ نے لکھا ہے، اس سے امام کی اقتدا صحیح نہیں ہوگی، نہ آپ کی نماز ہوگی۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۸۲/۳)

---

(۱) الدر المختار مع الشامی: ۵۱٤/۱، باب سجود التلاوة

(۲) السابع فی المانع من الاقتداء يشترط لصحة الاقتداء اتحاد مكان الإمام والمأموم حكماً، إلخ. (الحلبى الكبير، ص: ۵۲۳)

آہستہ آواز والے امام کی اقتدا:

سوال: کیا ہمیں ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کرنی چاہیے، جس کی آواز ہم تک پہنچ تو رہی ہو؛ لیکن یہ سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں؟

الجواب

امام کی آواز پہنچے، یا نہ پہنچے، اقتدا صحیح ہے اور ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں آتی۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۵۸/۳)

امام کا اوپر کی منزل میں کھڑا ہونا:

سوال: ایک مسجد تین منزلہ ہے، بیچ کی منزل میں امام کھڑا ہوتا ہے تو نیچے میں اور اوپر کی منزل میں مقتدی رہتے ہیں تو کیا نیچے کی منزل کے مقتدیوں کی نماز صحیح ہوجائے گی، یا نہیں؟ طریقہ مذکورہ پر نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجوب باسم ملهم الصواب

اقتدا صحیح ہوجائے گی؛ مگر امام کو نچلی منزل میں کھڑا ہونا چاہیے، بالائی منزل پر بلاضرورت کھڑا نہ ہو، مسجد کی اصل وضع اور امت کے متوارث تعامل کے خلاف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱/ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۲۸۶/۳)

صحت اقتدا کے لیے اتحاد مکان ضروری ہے:

سوال: ایک مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائی جاتی ہے، مسجد کے شمالی جانب ایک گلی ہے اور مسجد کے کمرہ کے محاذ میں شمالی گلی کے شمالی جانب ایک وسیع محلّہ کا ایک صحن متصل ہے، اس صحن میں عورتوں کی جمعہ کی اقتدا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مسئولہ میں عورتوں کی اقتدا اس مکان میں درست نہیں، عدمِ اتحاد مکان کی وجہ سے۔

قال ابن عابدين: "فقد تحرر بما تقرر أن اختلاف المكان مانع من صحة الإقتداء ولو بلا إشتباه وأنه عند الإشتباه لايصح الإقتداء وإن اتحدالمكان" آه. (ردالمحتار: ۱/ ۵۵۰) (۲) **فقط والله أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان، ۲۲/ ۱۰/ ۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/ ۳۹۱-۳۹۲)

---

(۱) والحائل لايمنع الاقتداء إن لم يشتبه حال إمامه بسماع أو رؤية ولو من باب مشبک يمنع الوصول فی الأصح. وفی الشامية قوله: (بسماع) أی من الإمام أو المكبر، تتارخانية. قوله. أرؤية ينبغی أن تكون الرؤية كا لسماع، لافرق فيها بين أن يرى إنتقالات الإمام أو أحد المقتدين. (ردالمحتار: ۱/ ۵۸۶) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

(۲) كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس

عورتیں امام مسجد کی اقتدا نزدیک کے مکان میں کرسکتی ہیں:

سوال: مستورات، جو مسجد کے نزدیک مکان ہو، اس میں کھڑے ہوکر نمازِ جمعہ وعیدین، امام کی تکبیر پر ادا کرسکتی ہیں، یا نہیں؟

الجواب

کرسکتی ہیں۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۰۷)

امام اگر سائبان کے نیچے کھڑا ہوا اور مقتدی پیچھے تو کیا حکم ہے:

سوال: ہماری مسجد میں صحن میں سائبان پڑا ہوا ہے، اس کے بعد صحن شروع ہوجاتا ہے، امام صاحب سائبان کے نیچے کھڑے ہوتے ہیں۔

اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس طرح نماز ادا کرنا صحیح ہے، یا نہیں؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک صف امام کے ساتھ سائبان کے نیچے ہونا ضروری ہے، اگر ایسا نہیں ہوا تو نماز نہیں ہوگی، اگر ہوگی تو مکروہ ہوگی؟

الجواب

صورت مسئولہ میں نماز درست ہے، اور اس میں کوئی کراہت بھی منقول نہیں ملی، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ امام سائبان سے ذرا پیچھے کھڑا ہوجائے، اس طرح کہ اس کے قدم سائبان سے باہر ہوں، سجدہ خواہ سائبان کے نیچے ہوجائے، أخذا مما فی الدر المختار: وقیام الإمام فی المحراب لاسجوده فیه،(۲) أیکره ذلک. والله أعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۹۷/۹/۲۹ھ۔(فتویٰ نمبر:۲۸/۱۰، ج)(فتاویٰ عثمانی:۱/۴۴۵)

امام دالان میں ہو اور مقتدی صحن میں تو کیا یہ مکروہ ہے:

سوال: زید کہتا ہے کہ اگر امام پہلی چھت کے دروں میں محراب کی محاذ میں کھڑا ہوا اور مقتدیان صحن میں کھڑے ہوں تو نماز مکروہ ہوگی؛ کیوں کہ امام اور ماموم کا مقام واحد ہونا چاہیے اور یہاں شتوی صیفی کا فرق ہے، بکر کہتا ہے کہ بلا کراہت

(۱) والحائل لایمنع الاقتداء إن لم یشتبه حال إمامه بسماع أورؤیة متصل ولو من بشبک یمنع الوصول ولم یختلف المکان حقیقة کمسجد وبیت فی الأصح،إلخ، ولو اقتدیٰ من سطح داره المتصلة بالمسجد لم یجز،إلخ، لکن تعقبه الشرنبلالیة ونقل عن البرهان وغیره أن الصحیح اعتبار الإشتباه فقط.(الدر المختار)

أی ولاعبرة باختلاف المکان إلخ و الذی یصحح هذا الاختیار مارویناه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی فی حجرة عائشة رضی الله عنها و الناس یصلون بصلاته،إلخ.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/۵۴۸ـ۵۵۰، ظفیر)

(۲) الدر المختار: ۱/۶۴۵،طبع ایچ ایم سعید (کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،انیس)

درست ہے؛ کیوں کہ صحن مسجد عین مسجد ہے، شتوی وصیفی کبقعة واحدة ہے اور عبارت درمختار کا مفہوم بھی یہی ہے۔

ولم يختلف المكان حقيقة كمسجد. (۱)

اورعبارت عالمگیری سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے:

وإنما قام على الجدار الذى بين داره وبين المسجد ولايشتبه حال الإمام صح الاقتداء أيضاً ... جازالاقتداء لمن فى بيته بإمام المسجد. (۲)

پس شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

شامی جلد اول، باب الامامۃ میں ہے:

والأصح ماروى عن أبى حنيفة رحمه الله أنه قال: أكره أن يقوم بين الساريتين، إلخ. (۳)

پس اگر امام در میں اس طرح کھڑا ہو کہ قدم بھی اندر ہوں اور مقتدیان فرش پر ہوں تو یہ مکروہ ہے، جیسا کہ محراب کے اندر کھڑا ہونا امام کا مکروہ ہے اور اگر قدم باہر فرش پر ہوں تو کراہت مرتفع ہے اور یہ صحیح ہے کہ مسجد مسقّف اور غیر مسقّف؛ یعنی فرش مسجد یہ سب مسجد ہے اور امام اگر محاذی محراب فرش غیر مسقّف میں کھڑا ہو اور مقتدی بھی فرش پر کھڑے ہوں تو اس میں کچھ کراہت نہیں ہے، **كما هو معمول الأئمة فى الصيف.**

پس امام کے در بیرونی میں کھڑے ہونے میں کراہت اس وقت ہے کہ امام بالکل در کے اندر ہو تو اس حالت میں وہ در بحکم محراب ہوگا اور محراب کے اندر کھڑا ہونا امام کا مکروہ ہے، اگر چہ اشتباہ نہ ہو؛ کیوں کہ اس میں تشبہ باہل الکتاب ہے اور یہ دوسری علت ہے کراہت کی اور اس علت کی بنا پر اشتباہ و عدم اشتباہ حال امام مساوی ہے۔ (۴) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۶۳-۳۶۴)

گھر پر رہ کر امام کی اقتدا کرنا:

سوال: ایک شخص مسجد کے قریب والی بلڈنگ میں رہتا ہے، بہت ہی معذور ہے، مسجد میں آنے کی طاقت نہیں

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الإمامة: ۲/۳۳۳، انيس

(۲) الفتاوىٰ الهندية، الفصل الرابع فى بيان ما لايمنع صحة الاقتداء ومالايمنع: ۱/۸۸، انيس

(۳) ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فى كراهة قيام الإمام فى غيرالمحراب: ۱/۵۳۱، ظفير

(۴) وكره، إلخ، قيام الإمام فى المحراب لاسجوده فيه وقدماه خارجه؛ لأن العبرة للقدم مطلقاً وإن لم يشتبه حال الإمام إن علل بالتشبه وإن بالإشتباه فلا اشتباه فى نفى الكراهة. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها: ۱/٦٤٥، دارالفكر بيروت، ظفير)

ہے، تنہا گھر میں نماز پڑھتا ہے، مگر وہ چاہتا ہے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھوں، امام کی آواز گھر تک پہنچتی ہے، کیا وہ آواز پر نماز پڑھ سکتا ہے؟ امام کی اتباع کرسکتا ہے؟ مسجد میں اسپیکر ہے کہ اس کی آواز پر اگر کوئی معذور نماز امام کی اتباع میں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

صورتِ مسئولہ میں اگر مسجد سے لے کر آدمی کے گھر تک صفوف کا اتصال ہے تو اقتدا درست ہوگی۔

ولم يختلف المكان حقيقة كمسجد وبيت في الأصح،قنية،ولاحكماً عند اتصال الصفوف ولو اقتدى من سطح داره المتصله بالمسجد لم يجز لاختلاف المكان،إلخ. (۱)**فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم**

(محمود الفتاویٰ: ۴/۲۱۸-۲۱۹)

مسجد سے متصل کمرہ میں اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: مسجد کے صحن سے متصل ایک کمرہ ہے، جس کا راستہ صحن ہی سے ہے، جب بارش ہوتی ہے، لوگ کمرہ میں داخل ہوجاتے ہیں اور صحن خالی ہوجاتا ہے، امام مسجد میں ہے تو کیا کمرے کے مقتدیوں کی نماز ہوگی، یا نہیں؟ کمرہ مذکور مسجد کا نہیں ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نماز صحیح ہوجائے گی۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۲/۱۰/۱۳۶۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۱۹۷-۱۹۸)

---

(۱) **الدرالمختار علی هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/ ۴۳۴**

(۲) بشرطیکہ امام کا حال مشتبہ نہ ہو؛ اس لیے کہ صحن مسجد سے متصل جو کمرہ ہے، وہ فنا مسجد میں شامل ہے؛ کیوں کہ فنا مسجد، مسجد سے متصل وہ حصہ ہے، جس کے اور مسجد کے درمیان کوئی راستہ حائل نہ ہو اور اتصال صفوف میں فنا مسجد کا وہی حکم ہے، جو مسجد کا ہے؛ یعنی: جس طرح مسجد میں صحت اقتدا کے لیے صفوں کا اتصال ضروری نہیں ہے، اسی طرح فنا مسجد میں صحت اقتدا کے لئے صفوں کا متصل ہونا ضروری نہیں ہے۔ [مجاہد]

وذكر في البحر عن المجتبى أن فناء المسجد له حكم المسجد،ثم قال:وبه علم أن الاقتداء من صحن الخانقاه الشيخونية بالإمام في المحراب صحيح وإن لم تتصل الصفوف؛لأن الصحن فناء المسجد،وكذا اقتداء من بالخلاوى السفلية صحيح؛لأن أبوابها في فناء المسجد إلخ... و في الخزائن:فناء المسجد هو ما اتصل به وليس بينه وبينه طريق.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۲/ ۳۳۲)

اگر کوئی شخص مسجد سے متصل اپنے مکان کی چھت پر مسجد کے امام کی اقتدا میں نماز پڑھتا ہے اور مکان اور مسجد کے درمیان کوئی راستہ حائل نہیں تو اس صورت میں اقتدا کے صحیح ہونے اور نہ ہونے کے سلسلہ میں علامہ شامی نے مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد بدائع الصنائع کے حوالہ سے راجح قول صحت کا نقل کیا ہے، بشرطیکہ امام کا حال مشتبہ نہ ہو یعنی تکبیر یا دیگر ذرائع سے امام کا حال معلوم ہوجائے۔ [مجاہد] ==

اگر مقتدی مسجد سے باہر یا چھت پر ہوں اور امام مسجد میں ہو تو کیا حکم ہے:

سوال: اگر مسجد کے احاطہ کے اندر، مسجد سے علاحدہ جو مکان ہے، یا مسجد کے احاطہ سے بھی علاحدہ مکان پر مقتدی نماز پڑھیں اور امام مسجد کے اندر ہو، یا مقتدی مسجد کی چھت پر ہوں تو نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست ہے، بشرطیکہ اتصال صفوف رہے۔ فقط

(بدست خاص، ص:۱٦)(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱٦٦)

مسجد کے امام کی اقتدا ایسے مکان میں جس کے درمیان راستہ حائل ہو:

سوال: مسجد اور مکان موقوفہ متعلقہ مسجد کے مابین ایک گلی آمد و رفت مردمان محلّہ واقع ہے تو مکان مذکورہ میں نماز ہو سکتی ہے؟ یعنی با جماعت نماز ہو رہی ہے تو جو نمازی اس مکان میں ہیں، ان کی اقتدا امام مسجد کے ساتھ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

مابین اس مکان اور مسجد کے اگر راستہ حائل ہے اور راستہ میں صف قائم نہیں ہے تو اقتدا درست نہیں ہے، **لاختلاف المکان، کذا فی الشامی**.(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۳٦۴-۳٦۵)

اقتدا دوسرے مکان میں درست ہے، یا نہیں:

سوال: جامع مسجد کے احاطہ میں دوکانیں ہیں اور ان کے اوپر مدرسہ ہے، مدرسہ مسجد کے چبوترہ سے متصل ہے اور ایک کھڑکی محاذاۃ مسجد میں ہے، اس صورت میں بوجہ بارش و گرمی چبوترہ مسجد کو چھوڑ کر مدرسہ پر نماز پڑھنے والوں کی اقتدا صحیح ہے، یا نہیں؟

== ویؤیده ما فی البدائع حیث قال: لو کان علیٰ سطح بجنب المسجد متصل به لیس بینهما طریق فاقتدی به، صحّ اقتداؤه عندنا؛ لأنه إذا کان متصلاً به صار تبعًا لسطح المسجد، و سطح المسجد له حکم المسجد، فهو کاقتدائه فی جوف المسجد إذا کان لایشتبه علیه حال الإمام، آهـ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۲/۳۳۵)

(۱) ولو اقتدیٰ من سطح داره المتصلة بالمسجد لم یجز لاختلاف المکان.

اس سے پہلے ہے:

”ویمنع من الاقتداء، الخ، طریق تجری فیه عجلة، الخ، أو نهر تجری فیه السفن، الخ، أو خلاء فی الصحراء، إلخ. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۴۸، ظفیر)

الجواب

شامیؔ میں اس مسئلہ کی تحقیق میں بعد کلام طویل ونقل اختلافات کے لکھا ہے:

ویؤیده ما فی البدائع حیث قال: لو کان علٰی سطح بجنب المسجد متصل به لیس بینهما طریق فاقتدی به صح اقتدائه عندنا؛ لأنه إذا کان متصلاً به صار تبعاً لسطح المسجد، إلخ. (۱)

اس روایت سے واضح ہوا کہ صورت مسئولہ میں مدرسہ مذکورہ میں نماز پڑھنے والوں کی اقتدا صحیح ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۶۷)

مسجد کے باہر موجود مقتدی امام کی آواز، یا حرکات پر نماز ادا کرے تو کیسا ہے:

سوال: مقتدی اگر مسجد سے باہر ہوں؛ یعنی: جس جگہ وہ کھڑے ہیں، وہ مسجد کی حد سے باہر ہے اور وہاں تک صفیں بھی متصل نہیں ہے تو اس صورت میں اگر مقتدی امام کی آواز سنتے ہوں، یا مسجد کے اندر جو مقتدی ہیں، ان کی حرکات کو دیکھتے ہیں تو باہر والے مقتدیوں کی نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مسئولہ میں ایسے مقتدیوں کی نماز درست ہوجاوے گی۔

قال فی الدر: بشروط عشرة: نیة المؤتم الاقتداء واتحاد مکانهما وصلاتهما وصحة صلاة إمامه وعدم محاذاة امرأة وعدم تقدمه علیه بعقبه وعلمه بانتقالاته وبحاله من إقامة وسفر ومشارکته فی الأرکان وکونه مثله أودونه فیها.

قال الشامی تحت قوله (بشروط عشرة): هٰذه الشروط فی الحقیقة شروط الاقتداء، وقوله (اتحاد مکانهما) فلو اقتدی راجل براکب أوبالعکس أوراکب براکب دابّة أخرٰی لم یصح لاختلاف المکان، فلو کانا علٰی دابة واحدة صحّ لاتحاده، کما فی الإمداد وسیأتی وأما إذا کان بینهما حائط فسیأتی أن المعتمد اعتبار الإشتباه لا اتحاد المکان، فیخرج بقوله: وعلمه بانتقالاته وسیأتی تحقیق هذه المسئلة بمالامزید علیه، قال الشامی تحت (قوله وعلمه بانتقالاته): أی بسماع أورویة الإمام أوبعض المقتدین، رحمتی، وإن لم یتحد المکان. (۲)

اس جواب کی بنا اس پر ہے کہ صحتِ اقتدا کے لیے اتحاد مکان امام ومقتدی شرط نہیں اور یہ بنا صحیح نہیں؛ کیوں کہ شرط اتحادِ مکان امام ابوحنیفہؒ کا مذہب مشہور ہے، تمام متون میں یہ شرط مذکور ہے اور طحاوی نے جو "وان لم یتحد

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵٤۹، ظفیر

(۲) کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب شروط الإمامة الکبرٰی: ۱/۵۵۰، انیس

المکان'' فرمایا ہے، اس کا منشا بعض فروع سے مغالطہ میں پڑنا ہے، جیسا کہ خود درمختار اور شامی میں ص: ۶۱۳، ۶۱۴ پر ان فروع کی تفصیل آتی ہے، ان فروع کو اور متون کے اشتراطِ مکان کو دیکھ کر قول فیصل یہ ہے کہ اتحادِ مکان کا مشروط ہونا تو یقینی ہے اور جس نے اس شرط کی نفی کی یہ اس کی غلطی ہے؛ کیوں کہ جو شرط متون میں بالاتفاق مذکور ہے اور امام کے مذہب میں اس شرط کا ہونا مشہور ہے، اس سے قطع نظر نہیں کی جا سکتی؛ لیکن اتحادِ مکان کا مدار عرف پر ہے، اگر عرفاً مکانِ مقتدی مکانِ امام سے متحد ہو تو اقتدا صحیح ہے اور عرفاً متحد نہ ہو تو اقتدا صحیح نہیں؛ اس لیے بعض فروع میں بعض مشائخ نے اقتدا کو صحیح کہا؛ کیوں کہ ان کے نزدیک اتحادِ عرفی موجود تھا اور بعض نے صحیح نہیں کہا، ان کے نزدیک اتحادِ مکان عرفاً تھا، باقی اشتراط اتحادِ مکان پر سب متفق ہیں۔

هٰكذا ينبغي أن يفهم المقام والعلم عندالله الملك العلام

۲۶ رصفر ۱۳۴۶ھ (امدادالاحکام: ۱۴۳/۲-۱۴۵)

بوجہ مجبوری مسجد سے نیچے مدرسہ میں اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: جامع مسجد میں امام نماز پڑھانے کھڑا ہوا اور تمام مسجد نمازیوں سے بھر گئی اور ایک جماعت باہر فرش پر بھی ہوگئی، ارش شروع ہوگئی، بعد کو جو آدمی رہے وہ بوجہ بارش کے مسجد چھوڑ کر مدرسہ میں جو کہ فرش مسجد کے نیچے واقع ہے، کھڑے ہوگئے، گویا دیگر مقتدیوں سے ان کا فاصلہ ہوگیا، ان کی نماز ہوگئی، یا نہیں؟ یہ عذر قابل سماعت ہوگا، یا نہیں ایسی مجبوری کی حالت میں؟

الجواب

درمختار میں یہ روایت ہے کہ بہت بڑی مسجد جس کو صحرا کا حکم ہے، اس میں اگر ایک صف کا یا زائد کا فاصلہ ہو جاوے تو پچھلے نمازیوں کی نماز نہ ہوگی؛ لیکن شامی نے نقل کیا ہے کہ یہ حکم بہت بڑی مسجد کا ہے، معمولی جامع مسجد کا یہ حکم نہیں ہے، اس میں بحالت مذکورہ ان لوگوں کی نماز ہو جاوے گی، جنہوں نے مدرسہ مذکورہ میں نماز پڑھی ہے اور بہت سی روایات ایسی ہی نقل فرمائی ہیں، جن سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذا ایسی مجبوری کی حالت میں ان ہی روایات پر عمل کیا جاوے گا اور صحت نماز کا حکم کیا جاوے گا، البتہ بلاضرورت ایسا نہ کیا جاوے اور اس میں احتیاط کی جاوے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۵۹/۳)

(۱) أو خلاء أي فضاء في الصحراء أو في مسجد كبير جداً كمسجد القدس يسع صفين فأكثر. (الدر المختار)
والمسجد وإن كبر لا يمنع الفاصل إلا في الجامع القديم بخوارزم فإن ربعه كان على أربعة آلاف أسطوانة وجامع القدس الشريف. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵٤٧/١، ظفير)

مسجد سے ہٹ کر درخت کے سایہ میں اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک گاؤں میں مسجد میں سایہ میں نماز ہوتی ہے اور چونکہ فرش پر دھوپ ہوتی ہے، لہٰذا کچھ لوگ تمام فرش چھوڑ کر چودہ پندرہ گز کے فاصلہ پر درختوں کے سایہ میں نماز میں شریک ہوتے ہیں اور نیت باندھتے ہیں، اس صورت میں ان کی نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

ان کی نماز صحیح ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۶۱)

ممبر کی وجہ سے اگر صف میں فاصلہ رہ جائے تو کیا کرے:

سوال: مسجد میں پہلی صف میں ممبر حائل رہتا ہے، اس وجہ سے پہلی صف میں تقریباً دو ہاتھ بقدر ممبر جگہ خالی رہتی ہے تو یہ فصل باعث کراہت ہے، یا نہیں؟ اور اگر ساری صف پیچھے ہٹا دی جاوے تو بعضوں کا سجدہ اس ممبر پر ہوگا، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب

یہ فصل ضروری باعث کراہت نہیں ہے اور موضع سجود اگر مقدارِ نصف ذراع بلند ہو تو یہ بھی درست ہے اور بضرورت اس سے زیادہ ارتفاع میں بھی حرج نہیں ہے۔

ولو كان موضع سجوده أرفع من موضع القدمين بمقدار لبنتين منصوبتين جاز وإن أكثر لا إلا لزحمة، إلخ. (الدر المختار) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۴۴)

صفوں کے درمیان کا فاصلہ:

سوال: صفوں کے درمیان کس قدر فاصلہ ہونا چاہیے؟

الجواب

صفوں کے قریب اور متصل ہونے کے بارے میں احادیث میں بہت تاکید ہے، جیسا کہ ایک حدیث ابوداؤد میں

---

(۱) مراد یہ ہے کہ یہ درخت جن کے سایہ میں نماز اقتدا (پندرہ گز فاصلہ چھوڑ کر) پڑھ رہے ہیں، اگر مسجد، یا فناء مسجد میں ہیں تو نماز درست ہوگی۔ **فناء المسجد كالمسجد فيصح الاقتداء وإن لم تتصل الصفوف.** (الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب الصلاة، ص: ۱۹۷)

مگر ایسا کرنا نہیں چاہئے، صفیں متصل رہیں مگر دھوپ سے بچنے کا انتظام ہونا چاہئے تاکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ ظفیر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**سوّوا صفوفکم**" (۱) (یعنی: صفیں سیدھی کرو) "**وقاربوا بینهما**" (۲) (اور صفیں قریب قریب قائم کرو)۔ شراح حدیث نے اس قرب کی مقدار بیان کی کہ دو صفوں کے درمیان تیسری صف کی گنجائش نہ رہے۔

شرح مشکوۃ میں ہے:

قاربوا بين الصفوف بحيث لا يسع بينهما صف اٰخر حتٰی يقدر الشيطان أن يمر بين أيديكم، إنتهٰی. (شرح المشکوۃ) (۳) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۱۲)

باجماعت نماز میں درمیان سے جگہ چھوڑ کر صف بنانے کا حکم:

سوال: اگر جماعت سے نماز ہو رہی ہے، اس کے دو، یا ایک صف درمیان میں چھوڑ کر کچھ آدمی پیچھے کھڑے ہوں، ان کی نماز ہوگئی، یا نہ؟

الجواب

نماز ہوگئی؛ مگر یہ خلاف سنت ہے، صفوں کو مکمل کرنا چاہیے اور جگہ درمیان میں نہ چھوڑنا چاہیے، مل کر کھڑا ہونا چاہیے اور بیچ میں جگہ خالی نہ چھوڑنا چاہیے، یہی سنت طریقہ ہے، (۴) ایک سیدھ میں اور برابر میں آگے پیچھے نہ ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ انور شاہ غفرلہ، ۸/رجب ۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۲۵۱)

امام مصلّٰی پر اور مقتدی فرش پر ہو تو یہ درست ہے، یا نہیں:

سوال: امام مصلی پر کھڑا ہو کر نماز پڑھاوے اور مقتدی فرش پر ویسے ہی ہوں، یہ جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) صحيح البخاری، باب إقامة الصف من تمام الصلاة، رقم الحديث: ۷۲۳/صحيح لمسلم، باب تسوية الصفوف وإقامتها، رقم الحديث: ۴۳۳/سنن ابن ماجة، باب إقامة الصفوف، رقم الحديث: ۹۹۳/سنن أبی داؤد، باب تسوية الصفوف، رقم الحديث: ۶۶۸، انيس

(۲) عن أنس بن مالك عن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: رصوا صفوفكم وقاربوا بينهما وحاذوا بالأعناق فوالذی نفسی بيده إنی لأری الشيطان يدخل من خلل الصف كأنها الحذف. (سنن أبی داؤد، باب تسوية الصفوف، رقم الحديث: ۶۶۷/سنن النسائی، حث الإمام علی رص الصفوف والمقاربة بينهما، رقم الحديث: ۸۱۵، انيس)

(۳) شرح المشكوٰة للطيبی، باب تسوية الصفوف: ۴/۱۱۴۴، مكتبة نزار مصطفی البازمكة المكرمة/وكذا فی شرح المصابيح لابن الملك، باب تسوية الصفوف: ۲/۱۰۷، إدارة الثقافة الإسلامية، انيس

(۴) سنن أبی داؤد، باب تسوية الصفوف، رقم الحديث: ۶۶۷، انيس

الجواب

جائز ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۴۲-۳۴۳)

امام چوکی پر اور مقتدی فرش پر ہوتو کیا حکم ہے:

سوال: گرمی اور برسات میں بچھو اور سانپ کے خوف سے اگر عشا اور صبح کی نماز امام مسجد کے فرش پر چوکی بچھا کر نماز پڑھاوے اور مقتدی ویسے ہی فرش پر ہوں تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ چوکی ایک ذراع کے قدر اونچی ہے تو مکروہ ہے، ورنہ جائز ہے، **كما في الدر المختار: وانفراد الإمام على الدكان للنهي وقدر الارتفاع بذراع ولابأس بمادونه وقيل ما يقع به الامتياز وهو الأوجه.** (۱)

بہرحال ایسا نہ کرنا بہتر ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۴۳)

مسجد کی اندرونی و بیرونی صفوں کے درمیان اگر کپڑے کا پردہ ہو:

سوال: مسجد میں پردہ پڑا ہوا ہے اور جماعت ہو رہی ہے، باہر کے فرش پر بھی جماعت ہے اور پردہ درمیان میں حائل ہے، درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر پردہ حائل ہے، نماز ہو جاتی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص:۶۷)(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۵۶)

بلاضرورت صفوف کو چھوڑ کر امام سے دور کھڑا ہونا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسجد میں آ کر امام کی اقتدا میں نیت باندھ لیتا ہے اور صف کو چھوڑ کر اکیلا کھڑا ہوتا ہے، ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالرحیم پشاور شہر)

الجواب

اگر یہ شخص صفوں کو چھوڑ کر اکیلا امام کی اقتدا کرتا ہے تو اس کی نماز جائز اور خلاف اولیٰ ہے۔

(۱) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب ما يفسد الصلوٰة ومايكره فيها: ۱/۶۰۴، ظفير

کما فی الهندية (۸۸/۱):ولو اقتدیٰ بالإمام فی أقصیٰ المسجد والإمام فی المحراب فإنه يجوز،كذا فی شرح الطحاوی وإن قام علیٰ سطح داره المتصل بالمسجد لايصح اقتداء ه. (۱)وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۰۲/۲)

امام مسجد میں اور بعض مقتدی تہہ خانہ میں ہوں تو اقتدا درست ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایسا مسجد ہو، جس کے نیچے تہہ خانہ بھی ہو، امام مسجد میں کھڑا ہو اور بارش، یا دوسرے اجتماعات کی وجہ سے جگہ نہ ہو اور مقتدی تہہ خانہ میں کھڑے ہو جائیں تو کیا نیچے نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: عبدالمنان......۱۹/۳/۱۹۷۴ء)

الجواب

یہ اقتدا؛ یعنی: جب امام بالا ہو اور قوم تہہ خانہ میں ہو، جائز ہے، جب کہ اشتباہ سے مأمون ہوں، كما صرح به فی الهندية وردالمحتار فی باب الإمامة. (۲)وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۱۴/۲و۳۱۵)

مسجد بھرنے پر سڑک کے پار صفوف بنانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مسجد نمازیوں سے بھر جائے اور مسجد کی مشرقی جانب متصل چودہ فٹ سڑک ہے، لوگ اس فاصلہ کو چھوڑ کر اس پار صفوف بناتے ہیں، ان لوگوں کے اقتدا کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: مولوی محمد وزیر بٹگرام ہزارہ......۲۳/صفر/۱۴۰۱ھ)

الجواب

ان لوگوں پر ضروری ہے کہ اس فاصلہ کو پُر کر کے نماز ادا کریں، ورنہ ان کا اقتدا درست نہ ہوگا، لما فی الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار (۵٤٧/١):ويمنع من الاقتداء طريق تجری فيه عجلة أو نهر ليسع صفين فأكثر إلا إذا اتصلت الصفوف فيصح مطلقا. (۳)ہاں عیدگاہ میں اگر فاصلہ رہ جائے تو نماز ادا ہو جاتی ہے، لمافی الهندية: ۸۷/۱. (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۹۶/۲-۲۹۷)

(۱) الفتاویٰ الهندية: ۸۸/۱، الفصل الرابع فی بيان ما يمنع صحة الاقتداء وما لايمنع

(۲) وفی الهندية: ولو قام علیٰ سطح المسجد واقتدیٰ بإمام فی المسجد إن كان للسطح باب فی المسجد ولا يشتبه عليه حال الإمام يصح الاقتداء .(الفتاویٰ الهندية: ۸۸/۱، الفصل الرابع فی بيان ما يمنع صحة الاقتداء وما لا يمنع)/وهكذا فی ردالمحتار: ٤٣٥/١، قبيل فی رفع المبلغ صوته زيادة علی الحاجة)

(۳) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار: ٤٣٣/١، باب الإمامة، مطلب الكافی للحاكم جمع كلام محمد فی كتبه التی هی ظاهر الرواية

(۴) وفی الهندية: وفی مصلی العيد الفاصل لايمنع الاقتداء وإن كان يسع فيه الصفين أو أكثر. (الفتاویٰ الهندية: ۸۷/۱، الفصل الرابع فی بيان ما يمنع صحةً الاقتداء وما لا يمنع)

اگر مقتدی مسجد سے باہر، یا چھت پر ہوں اور امام مسجد میں ہو تو کیا حکم ہے:

سوال: اگر مسجد کے احاطہ کے اندر، مسجد سے علاحدہ جو مکان ہے، یا مسجد کے احاطہ سے بھی علاحدہ مکان پر، مقتدی نماز پڑھیں اور امام مسجد کے اندر رہو، یا مقتدی مسجد کی چھت پر ہوں تو نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست ہے، بشرطیکہ اتصال صفوف رہے۔(۱) فقط

(بدست خاص، ص:۱۶)(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۶)

بڑی مسجد میں زیادہ فاصلہ کے باوجود اقتدا صحیح ہونے کی تحقیق:

سوال: گذارش خدمت میں یہ ہے کہ بہشتی گوہر مطبع مجتبائی صفحہ ۵۵ کے مسئلہ ۷ میں ہے کہ اگر مسجد بہت بڑی ہو اور اسی طرح اگر گھر بہت بڑا جنگل ہو اور امام ومقتدی کے درمیان اتنا خالی میدان ہو کہ جس میں دو صفیں ہو سکیں تو یہ دونوں مقام یعنی جہاں مقتدی کھڑا ہے اور جہاں امام ہے مختلف سمجھے جائیں گے اور اقتداء درست نہ ہوگی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گرمی کے موسم میں جو خانہ کعبہ کے متصل پورب کی طرف امام کھڑا ہوتا ہے، دو ایک صف بھی ان کے ساتھ کھڑی ہوتی ہے ان کی اقتداء تو صحیح ہو جاتی ہے اور بہت سی صفیں بیس پچیس صف کے فاصلہ پر کھڑی ہوتی ہیں، درمیان میں خالی جگہ پڑی رہتی ہے ان کی اقتداء صحیح نہیں ہوتی ہے، اب مقصود سوال یہ ہے کہ چند سال تک بندہ کا وہاں قیام رہا اور نماز فاصلہ والی جماعت میں شرکت کر کے پڑھی ہے، اب اگر وہ اقتدا صحیح نہ ہو تو نماز درست ہوئی یا نہیں، اگر درست نہ ہوئی تو کیا کرنا چاہیے، ڈھاکہ کے بعض علماء سے دریافت کیا تھا، تشفی بخش جواب نہیں ملا، حضرت جو فرما دیں، اس کو ان شاء اللہ کام میں لاؤں گا۔

الجواب

بہت بڑی مسجد کی مثال الدر المختار وغیرہ میں مسجد قدس لکھی ہے، سو مسجد حرام اتنی بڑی نہیں ہے؛ اس لیے وہاں کوئی اشکال نہیں اور رد المحتار میں نوازل سے جامع قدیم خوارزم کو بھی مثال میں لائے ہیں اور اس کا وصف یہ لکھا ہے:

فإن ربعه كان علىٰ أربعة آلاف أستوانة.

---

(۱) أما إذا اتصلت الصفوف لا يمنع الإقتداء.(الفتاوىٰ الهندية،الفصل الرابع فی بيان ما يمنع صحةً الاقتداء و ما لا يمنع: ۸۷/۱،دارالفكر بيروت،انيس)

ولو اقتدى خارج المسجد بإمام فی المسجد:إن كانت الصفوف متصلة جاز وإلا فلا.(بدائع الصنائع،فصل شرائط أركان الصلاة: ۱۴۶/۱،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

اور جامع القدس الشریف کی تفسیر میں لکھا ہے: **أعني ما يشتمل على المساجد الثلاثة الأقصىٰ والصخرة والبيضاء، كذافي البزازية.** (۱) اس پر بھی وہی تفریع ہے۔ واللہ اعلم

اور عالمگیریہ، باب خامس فی الامامۃ کے فصل رابع میں مسجد میں علی الاطلاق فصل کو غیر مانع عن الاقتداء کہا ہے، گو کتنی ہی بڑی مسجد ہو، عبارتها: **والمسجد وإن كبر لايمنع الفاصل فيه، كذافي الوجيز للكردری.** سو بہشتی گوہر کا مسئلہ ایک روایت پر محتاج تفصیل اور دوسری روایت پر غیر معمول بہ ہے۔

اشرف علی، ۲۳؍ رمضان ۱۳۵۶ھ (النور، صفحہ: ۱۰؍ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱؍۴۱۰-۴۱۱)

پردہ کے پیچھے اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: جماعت مسجد کے اندر ہو رہی ہے، پردے چھوٹے ہوئے ہیں، اس کے باہر جو آدمی نماز کو کھڑے ہو گئے ہیں، ان کی نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

ان کی نماز بھی صحیح ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳؍۳۳۸)

شبہ کی وجہ سے اعادۂ جماعت اور اس میں شرکت:

سوال: امام کو نماز میں شبہ ہوا کہ کوئی فرض، یا واجب ترک ہو گیا، امام نے دوبارہ نماز پڑھائی تو وہ مقتدی جو بعد کو شامل ہوئے ہیں، ان کی نماز ہوگئی، یا نہیں؟ یا یہ کہ امام کو محض شبہ ہی ہوا، فرض یا واجب ترک نہیں ہوا، شبہ کی وجہ سے نماز لوٹائی تو جو مقتدی بعد کو شامل ہوئے، ان کی نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

اگر شبہ کی وجہ سے نماز لوٹائی گئی تو دوسری جماعت میں شامل ہونے والوں کی نماز نہیں ہوئی، ان کو پھر نماز پڑھنی چاہیے۔ (۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳؍۲۷۴)

---

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة: ۲/ ۳۳۲، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۲) والحائل لايمنع الاقتداء إن لم يشتبه حال إمامه بسماع أورؤية ولو من باب مشبك يمنع الوصول. (الدرالمختار)

(قوله بسماع): أى من الإمام أو المكبر (قوله أورؤية): ينبغي أن تكون الرؤية كالسماع لافرق فيها بين أن يرى انتقالات الإمام أوأحد المقتديين. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۴۸، ظفير)

(۳) ولها واجبات لا تفسد بتركها وتعاد وجوباً إلخ والمختار أنه جابر للأول؛ لأن الفرض لايتكرر (الدر المختار) ==

ترکِ واجب کی وجہ سے جو اعادۂ جماعت کرے، اس کی دوسرا اقتدا نہیں کرسکتا:

سوال: ترکِ واجب کی وجہ سے جماعت ثانیہ میں اگر کوئی نیا ایسا شخص آملا کہ جس کے ذمہ فرضیت باقی ہے، یا جماعت اولیٰ کا مسبوق کہ جس کی جماعت اولیٰ میں ملنے سے پہلے ترک واجب ہو چکا تھا، وہ اپنی نماز پوری کر کے جماعت ثانیہ میں ملے، یا جماعت اولیٰ میں ملنے کے بعد امام سے ترک واجب ہوا اور پھر مسبوق نماز پوری کر کے جماعت ثانیہ میں ملا، ان تینوں صورتوں میں کس کی نماز ہوگی اور کس درجہ کی ہوگی اور کس کی نہ ہوگی اور ایک شکل یہ ہے کہ مسبوق اپنی نماز ادا کر رہا ہے اور جماعت ثانیہ شروع ہوگئی تو اس کا ملنا مناسب ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

صحیح یہ ہے کہ دوبارہ نماز پڑھنا ترک واجب کی وجہ سے جابر اول کے لیے ہے؛ یعنی فرضیت پہلے ادا ہو چکی، پس جو نیا شخص جماعت ثانیہ میں شریک ہوگا، اس کی نماز فرض نہ ہوگی، یہی مختار محقق ابن ہمام رحمہ اللہ کا ہے اور یہی اصح ہے، پس مسبوق کو چاہیے کہ اپنی نماز پوری کر کے پھر جماعت ثانیہ میں ملے اور اگر پہلی نماز کو توڑ کر دوسری جماعت میں ملے گا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے:

والمختار أنه جابر للأول؛ لأن الفرض لايتكرر إلخ. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۱۲/۳-۲۱۳)

جن نمازوں کا اعادہ ہو تو جو پہلی جماعت میں شریک نہ تھا، وہ نماز پڑھ سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ترکِ واجب سے نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ اگر اس کا اعادہ کرے تو وہ شخص کہ جو پہلی نماز میں شریک نہ تھا، اقتدا کرے، یا نہ کرے؟ اگر کرے تو نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

وہ نماز ناقص ہوئی اعادہ اس کا واجب ہے اور اقتدا اس کی مفترض (فرض پڑھنے والے) کو درست نہیں اور نماز ان مقتدیوں کی جنہوں نے پہلے نہیں پڑھی صحیح نہیں ہوگی۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۱۲/۳)

== قوله المختار أنه: أى الفعل الثانى جابر للأول بمنزلة الجبر بسجود السهو وبالأول يخرج عن العهدة وإن كان علىٰ وجه الكراهة علىٰ الأصح كذا فى شرح الأكمل علىٰ أصول البزدوى. (ردالمحتار، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة: ۴۲۴/۱-۴۲۶، ظفير)

(۱) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صفة الصلوٰة، مطلب واجبات الصلوٰة: ۴۲۶/۱، ظفير

(۲) ولها واجبات لا تفسد بتركها وتعاد وجوباً، إلخ، و المختار أنه جابر للأول؛ لأن الفرض لايتكرر. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۴۲۴/۱)

قعدہ اخیرہ چھوڑنے کی وجہ سے اعادۂ نماز میں سب کی شرکت ہوسکتی ہے، یا نہیں:

سوال (۱) امام نے قعدۂ اخیرہ نہیں کیا اور پانچ رکعت پڑھ کر سلام پھیرا؛ اس لیے نماز دہرانی ہے تو اب پہلی نماز میں جو شریک نہ تھا، وہ اس میں شریک ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

ترکِ واجب کی وجہ سے اعادہ کیا تو اس میں شرکت عام لوگوں کی درست ہے، یا نہیں:

(۲) اگر امام نے قعدۂ اخیرہ کرکے پانچویں رکعت پڑھ کر بغیر سجدہ سہو کے سلام پھیرا اور نماز دہرائی تو اب ایسا شخص شریک ہوسکتا ہے، جو پہلے شریک نہ تھا؟

الجواب

(۱) اس صورت میں اس کی نماز ہوجاتی ہے؛ کیوں کہ یہ تو ظاہر ہے کہ قعدہ اخیرہ کے ترک سے اس جماعت کے فرض ادا نہ ہوئے تھے اور اس پر نماز کا اعادہ ضروری تھا، اب اس اعادہ میں اگر کوئی دوسرا شریک ہوجائے تو ان کے فرضوں کی طرح اس کے بھی فرض ادا ہوجائیں گے۔(۱)

(۲) اس صورت میں اس کی نماز صحیح نہ ہوگی؛ کیوں کہ اس صورت میں اس جماعت کے فرض اگرچہ ناقص ہی سہی، مگر پہلی دفعہ ادا ہوگئے، لہٰذا اب یہ دوسری نماز نفل ہوگی اور اقتداء مفترض متنفل کے پیچھے صحیح نہیں۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۷۱)

واجب الاعادہ نماز کی جماعت ثانیہ میں شرکت کا حکم:

سوال: امام نے بجائے دو کے تین سجدے کیے، اتفاقاً سجدۂ سہو بھی ترک کردیا، بعد میں نماز کا اعادہ کیا، اب کچھ مقتدی ایسے شریک ہوئے، جو پہلے نہ تھے، ایسی صورت میں نو وارد مقتدیوں کا فرض ادا ہوگا، یا نہیں؟ جناب نے تتمہ امدادالفتاویٰ، صفحہ:۲۱ میں تحریر فرمایا ہے کہ ''نو وارد کا فرض شریک ہونے میں ادا ہوجائے گا''۔

لیکن غایۃ الاوطار جلد اول، ص:۲۱۱ میں مترجم نے ''وكذا كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب

---

(۱) ولو سها عن القعود الأول، إلخ، عاد، إلخ، مالم يقيدها بسجدة، إلخ، وإن قيدها بسجدة عامدًا أو ناسياً أو ساهياً أو مخطأً تحول فرضه نفلاً برفعه الجبهة عند محمد رحمه الله وبه يفتىٰ. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب سجود السهو: ۶۹۸/۱، ظفير)

(۲) ولها واجبات لا تفسد بتركها وتعاد وجوباً، إلخ، وكذا كل صلوٰة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها والمختار أنه جابر للأول؛ لأن الفرض لايتكرر. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صفة الصلاة، مطلب فی واجبات الصلاة: ۴۲۴/۱، ظفير)

إعادتها والمختار أنه جابر للأول؛ لأن الفرض لايتكرر" کے تحت میں لکھا ہے کہ اس کلیہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی نیا مقتدی دوسری بار میں شریک ہوگا تو اس کی نماز نہ ہوگی؛ کیوں کہ جب امام کی نماز فرض نہیں تو اقتدا فرض والے کا اس کے پیچھے درست نہ ہوگا، بظاہر دونوں متعارض معلوم ہوتے ہیں، دفع تعارض کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب

اس مسئلہ میں اختلاف ہے، راجح یہی ہے کہ نو وارد جماعت میں شریک نہ ہو، حضرت مولانا صاحب مد فیوضہم العالی نے بھی اب اسی کو راجح فرمایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

احقر عبدالکریم عفی عنہ ۱۲/ر ج ۱۳۴۸ھ، الجواب صحیح، ظفر احمد عفا عنہ۔ (امداد الاحکام: ۲/۱۷۷-۱۷۸)

واجب الاعادۃ میں نو وادر کی شرکت جائز نہیں:

سوال: فرض نماز کی جماعت میں امام صاحب سے واجب ترک ہوگیا اور سجدۂ سہو بھول گئے، اس وجہ سے دوبارہ جماعت کی گئی، دوبارہ ہونے والی جماعت میں کچھ نمازی جو پہلی جماعت میں شریک نہیں ہو سکے تھے، شریک ہوئے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس پچھلی نماز میں شریک ہونے والوں کی نماز ہوگئی، یا نہیں؟

(المستفتی: ۳۵۵، محمد اختر خان پہاڑ گنج دہلی، ۱۷/ربیع الاول ۱۳۵۳ھ، مطابق: ۳۰/جون ۱۹۳۴ء)

الجواب

ان لوگوں کی نماز فرض ادا نہیں ہوئی، جو اعادہ والی نماز میں آکر شریک ہوئے اور پہلے وہ شریک جماعت نہ تھے۔ (۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۳/۱۳۵)

اعادہ والی نماز میں نئے آنے والے شریک نہیں ہو سکتے:

سوال: امام سے واجب ترک ہوا، اس نے سجدۂ سہو نہیں کیا، جب ان کو یاد دلایا گیا تو انہوں نے نماز کا اعادہ کیا، اس لوٹانے والی نماز میں جو اور لوگ آکر شریک ہوئے ہیں، ان کی نماز ہوگئی، یا نہیں؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق دہلوی)

---

(۱) والمختار أنه جابر للأول؛ لأن الفرض لايتكرر.

قال الشامي: قوله والمختار أنه أي الفعل الثاني جابر للأول بمنزلة الجبر بسجود السهو وبالأول يخرج عن العهدة وإن كان علىٰ وجه الكراهة على الأصح، إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها: ۱/۴۵۷، دار الفكر، بيروت، انيس)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ دوسری جماعت پہلی جماعت کے لیے جابر ہے، ازسرِ نو فرض نماز نہیں ہے؛ اس لیے نماز نہیں ہوگی۔ انیس

الجواب

اس نماز میں دوسرے لوگ جو پہلی جماعت میں شریک نہیں تھے، شریک نہیں ہوسکتے، اگر شریک ہوں گے تو ان کے فرض ادا نہ ہوں گے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی:۱۳۸/۳)

فرض نماز کے اعادہ کرنے والے کے پیچھے نو وارد مفترض کے اقتدا کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کراہت تحریمی کی وجہ سے فرض نماز کے اعادہ کرنے والے امام کے پیچھے نو وارد مفترض کا اقتدا درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: شیخ الحدیث مولانا فضل الٰہی شاہ منصوری، دار العلوم حقانیہ......۱۴/۱۰/۱۹۹۰ء)

الجواب

اس اقتدا کی صحت، یا عدم صحت کے متعلق جزئیہ نہیں ملا اور اکابر اس میں مختلف ہیں، مولانا اشرف علی تھانویؒ صحت کی طرف مائل ہیں اور مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ عدم صحت کے قائل ہیں، راجح حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔(إن شاء اللہ) کیوں کہ اعادہ کی تعریف یہ ہے:

”هی فعل ما فعل أولا مع ضرب من الخلل ثانياً وقيل هو اتيان مثل الأول علىٰ وجه الكمال، كما فی منحة الخالق علىٰ هامش البحر: ٢/ ٨٤.(٢)

وفی ردالمحتار: يؤخذ من لفظ الإعادة ومن تعريفها بما مر أنه ينوی بالثانية الفرض؛ لأن ما فعل أولاً هو الفرض فإعادته فعله ثانياً أما على القول بأن الفرض يسقط بالثانية فظاهر وأما على القول الآخر فلأن المقصود من تكرارها ثانياً جبر نقصان الأولىٰ فالأولىٰ فرض ناقص والثانية فرض كامل، انتهىٰ.(٣)

وفی جنائز ردالمحتار(١/ ٨٢٦): فإذا أعادها وقعت فرضاً مكملاً للفرض الأول نظير إعادة الصلاة المؤداة بكراهة فإن كلا منهما فرض، كما حققناه فی محله، انتهىٰ.(٤)

---

(۱) والمختار أنه جابر للأول؛ لأن الفرض لا يتكرر... إلخ. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ١/ ٤٥٧)

(۲) منحة الخالق علىٰ هامش البحر الرائق: ٢/ ٨٤، باب قضاء الفوائت

(۳) ردالمحتار هامش الدر المختار: ٢/ ٥٢٢، باب قضاء الفوائت

(۴) ردالمحتار هامش الدر المختار: ٣/ ٦٥٢، مطلب فی كراهة صلاة الجنائزة فی المسجد، باب صلاة الجنائز، مكتبة زكريا، انيس

خلاصہ یہ کہ صلاۃ معادہ فرض ہے اور ابن الہمام رحمہ اللہ کا کلام بھی اسی طرف مشیر ہے۔

کمافی ردالمحتار (۴۲٦/۱) **(قوله: والمختار أنه جابر للأول): لأن الفرض لایتکرر أی الفعل الثانی جابر للأول بمنزلة الجبر بسجود السهو وبالأول یخرج عن العهدة وإن کان علیٰ وجه الکراهة علی الأصح... مقابله ما نقلوه عن أبی الیسر من أن الفرض هو الثانی واختار ابن الهمام الأول قال: لأن الفرض لایتکرر وجعله الثانی یقتضی عدم سقوطه بالأول إذ هو لازم ترک الرکن لا الواجب إلا أن یقال المراد إن ذلک امتنان من اللّٰه تعالیٰ إذ یحتسب الکامل وإن تأخر عن الفرض لما علم سبحانه تعالیٰ أنه سیوقعه، انتهیٰ.** (۱)

خلاصہ یہ کہ اعادہ کی صورت میں معلوم ہو جائے گا کہ یہ نماز معادہ فرض ہے، پس اس نو وارد کا اقتدا درست ہوگا۔ وہوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۸/۲-۳۱۹)

صلوٰۃ معادہ لترک الواجب میں شرکت کا حکم:

ایک اہم مسئلہ سے متعلق دو حضرات کے متضاد جوابات ارسال خدمت ہیں، حضرت سے درخواست ہے کہ انہیں ملاحظہ فرما کہ فیصلہ فرمائیں اور اپنی تحقیق عمیق سے مستفید فرمائیں۔

سوال: ترک واجب کی بنا پر نماز کا اعادہ کیا گیا تو نو وارد شخص اس دوسری جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ امداد الفتاویٰ میں نو وارد کی شرکت کا جواز مذکور ہے اور امداد الفتاویٰ کے حاشیہ پر شرکت کو مختار قول کے غیر مطابق قرار دیا ہے اور دلیل یہ بیان فرمائی کہ ثانی نماز مستقل نماز نہیں، لہٰذا مستقل نماز پڑھنے والوں کی اقتدا صحیح نہیں ہوگی، عرض ہے کہ مختار شرکت کا جواز ہے، یا عدم جواز؟ تفصیل کے ساتھ تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ الأول

حامدًا ومصلیًا: مجتہدین کے کلام میں باوجود تتبع کے نو وارد کی شرکت، یا عدم شرکت کی تصریح تو نہیں ملی، غالبًا یہ مسئلہ اس پر متفرع ہے کہ ثانی نماز نفل ہے، یا فرض، اس کا فیصلہ حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے بایں الفاظ فرمایا ہے:

یؤخذ من لفظ الإعادة ومن تعریفها بما مر أنه ینوی بالثانیة الفرض؛ لأن ما فعل أو لا هو الفرض فإعادته فعله ثانیًا أما علی القول بأن الفرض یسقط بالثانیة فظاهر وأما علی القول الآخر فلان المقصود من تکرارها ثانیًا جبر نقصان الأولیٰ فالأولیٰ فرض ناقص والثانیة فرض کامل مثل الأولیٰ ذاتاً مع زیادة وصف الکمال ولو کانت الثانیة نفلاً لزم أن تجب القراءة فی رکعاتها الأربع، آه. (۲)

---

(۱) ردالمحتار مع الدر المختار: ۳۳۷/۱، مطلب کل صلاة أدیت مع کراهة تحریم تجب إعادتها

(۲) رد المحتار باب قضاء الفوائت: ۵۲۲/۲، مکتبة زکریا، انیس

فقہا کی تعبیرات میں ضرور اختلاف ہے، بعض نے "**الفرض سقط بالأولیٰ**" اور بعض نے "**یکون الفرض هو الثانی**" سے تعبیر فرمایا؛ مگر علامہ شامی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ اختلاف تعبیرات کا ہے، حقیقی نہیں؛ کیوں کہ سقوط الفرض بالثانیۃ کا یہ مطلب نہیں کہ اولیٰ سے سقوط فرض بالکل نہیں ہوا تھا اور ثانیہ پر اس طرح موقوف تھا کہ اگر بالفرض ثانیا اس فعل کو نہ کیا جاتا تو مصلی خارج عن الصلوٰۃ نہ ہوتا؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ حکم سقوط الفرض موقوف ہے، عدم اعادہ پر (نظائر شامیہ، باب قضاء الفوائت میں مذکور ہیں) اور جب اعادہ ہوگیا تو یہ فرض محول الی النفل ہوگئے، جیسا کہ اگر کوئی شخص ظہر پڑھ کر صلوٰۃ جمعہ میں شریک ہوجائے تو فرضیت کا بطلان ہوکر عندالامام وابی یوسف رحمہم اللہ نفلیت باقی رہ جاتی ہے، چناں چہ اگر صلوٰۃ جمعہ میں اس سے رکن فوت ہوجائے تو ظہر کا اعادہ لازم ہوگا اور سقوط القرض بالاولیٰ والثانی جابر کا قول بھی ثانیہ کے نفل ہونے کو مستلزم نہیں؛ کیوں کہ اس کے معنی بحسب تحقیق حضرت علامہ شامی رحمہ اللہ یہ ہیں کہ سقوط فرض ثانیہ کے شروع کرنے پر موقوف نہیں؛ بلکہ اگر اعادہ نہ کیا جائے تو سقوط فرض بالنقصان ہو چکا تھا، اب اس نقصان کو پورا کرنے کی خاطر ذات سقوط فرض کسی اور چیز پر موقوف نہیں؛ مگر سلام سجود السہو کے بعد سے آخر تک جو حصہ ہے، فرض ہی واقع ہوگا، چناں چہ جو اس حالت میں اقتدا کرے گا، بالاتفاق اس کی اقتدا صحیح ہوجائے گی تو یہ (ثانیہ) مثل سجود سہو ہے، **کما فی رد المحتار: جابر للأولیٰ بمنزلة الجبر بسجود السهو،** (۱) چوں کہ سجود سہو کی صورت میں منافی صلوٰۃ کوئی عمل نہیں ہوا؛ اس لیے شارع علیہ السلام نے اس سجود وتشہد کی زیادتی کو مربوط بمحل السہو قرار دے کر لجبر النقصان کا اعتبار کیا اور اعادہ کی صورت میں منافی صلوٰۃ عمل ہو چکا، لہٰذا اس زیادتی کی بنا اصل صلوٰۃ پر ممکن نہیں رہی؛ اس لیے جدید تحریمیہ کے ساتھ مستقل نماز کو جابر قرار دینا دلیل ہے کہ مؤداۃ بالفعل الاولی اور بالفعل الثانی میں اتحاد ذات ہے، تغایر وتعدد صرف صورتاً ہے، اگر لجبر النقصان محض زیادتی مطلوب ہوتی تو دو رکعت نماز مشروع ہے ہر نماز کے لیے دو رکعت جابر ہوسکتی تھی، معادہ صلوۃ لترک الواجب متروک واجب کے قائم مقام ہے اور واجبات سب نمازوں کے مساوی تو ہر نماز کے لیے ایک ہی مقدار قرین قیاس تھی؛ مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ محض زیادتی مطلوب نہیں؛ بلکہ زیادتی مع اتحاد ذات مجبور وجابر مطلوب ہے، مثلاً ذات صلوٰۃ ظہر کا وجود چار رکعت سے ہوتا ہے، لہٰذا لجبر النقصان چار رکعت مطلوب ہونا دلیل ہے کہ ثانیہ مثل اولیٰ کے عقب الوقوع فرض ہے، ذات کی ذاتیات واوصاف ذاتیہ میں سے اگر کوئی معدوم ہوجائے تو ذات ہی باقی نہیں رہتی اور اگر اوصاف عارضہ میں خلل واقع ہوجائے تو ذات باقی رہتی ہے؛ مگر اس وقوع خلل فی الاوصاف کا نقص ذات ہی کی طرف راجع ہوتا ہے، پھر اگر اس نقصان کو پورا کیا جاتا ہے تو یہ جبر نقصان بلا واسطۂ ذات ممکن نہیں، یہ بھی تصریح سامنے نہیں آتی کہ ثانیہ میں نفل کی

---

(۱) ردالمحتار، واجبات الصلاۃ: ۱/۳۵۷، دارالفکر بیروت، انیس)

نیت کافی ہوجائے گی، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ''نفل جابر'' مذکور ہے، اس کے معنی بصورت تطبیق یہ ہوں گے کہ جب ارکان وشروط صلوٰۃ مکمل ہوچکے تو اب ثانیاً شروع فی الفعل فرض نہیں؛ بلکہ غیر فرض ہے (چونکہ عند البعض اعادۃ واجب ہے، عند البعض مستحب اور بعض نے فی الوقت اور بعد الوقت کی تفصیل کی؛ اس لیے لفظ نفل ذکر فرمادیا، جو دونوں کو شامل ہے) اول کے نقصان کو پورا کرتا ہے، لہٰذا یہ ابتداء فعل کے معاقب فرض واقع ہونے کے منافی نہیں، مسافر پر صلوٰۃ جمعہ فرض نہیں؛ مگر جب پڑھے گا تو واقع فرض ہوگی، چناں چہ مسافر کی اقتدا بالاتفاق صحیح ہے۔

الحاصل بعض نے قبل الاعادہ کے اعتبار اولیٰ کو اور بعض نے بعد الاعادہ کے اعتبار سے ثانیہ کو مسقطۃ الفریضہ سے تعبیر فرمایا، مآل سب کا واحد ہے، **کما فی رد المحتار: وبهٰذا ظهر التوفيق بين القولين أن الخلاف بينهما لفظي،** (۱) اس وضاحت کے بعد نو وارد کی عدم شرکت کے قول کو مختار تسلیم کرنے میں تأمل ہے، عدم شرکت کے قول کو غلط کہنے کی جرأت تو نہیں کی جاسکتی، عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا فتویٰ عدم شرکت پر ہے اور حکیم الامت حضرت مولانا القاری اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہما کا فتویٰ شرکت پر ہے، دونوں حضرات مقتدی ہیں اور ممکن ہے؛ بلکہ ظن ہے کہ حضرت مفتی صاحب رفعت درجاتہم کے سامنے بہت زیادہ قوی دلیل مستور ہے اور حکیم الامت مدت فیوضہم کے فتوی کی دلیل اور مأخذ ظاہر ہے؛ اس لیے قول شرکت مختار تسلیم کرنا قرب الفہم معلوم ہوتا ہے، عدم شرکت کی دلیل ثانی نماز کا غیر مستقل ہونا تحریر فرمایا ہے، مستقل اور غیر مستقل نماز کی تقسیم کا شرعی مأخذ اور تعریف، پھر تعریف کردہ مستقل نماز پڑھنے والے کو غیر مستقل نماز پڑھنے والے کی اقتدا کے عدم جواز کا ثبوت محتاج بیان ہے، حضرت محشی صاحب حیات ہیں اور دور بھی نہیں، ان کی خدمت میں پیش ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد............عفی عنہ، ۲۳/۱۱/۱۳۹۵ھ

الجواب ــــــــــــــــــــــ الثانی از محشی

علامہ شامی رحمہ اللہ کی تحقیق یہی ہے کہ اصل نماز اعادہ کردہ نماز دونوں فرض ہیں؛ لیکن اس تحقیق میں حضرت علامہ منفرد ہیں، جیسا کہ خود انہوں نے بحث ختم کرتے ہوئے لکھا ہے: **هٰذا نهاية ما ظهر لي من فتح الملك الوهاب فاغتنمه فإنه من مفردات هٰذا الكتاب،** آہ. لیکن مختار قول وہ ہے، جو علامہ طحاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ !**والمختار ان المعادة لترک الواجب نفل جابر والفرض سقط بالاولیٰ**، حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ العزیز نے حضرت علامہ شامی کی تحقیق کے مطابق فتویٰ ارقام فرمایا اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب، حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب نے طحطاوی کے قول کے

(۱) ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۶۵/۲، دارالفکر بیروت، انیس

مطابق فتویٰ دیا، اس وقت علماء مظاہر العلوم ودار العلوم کا فتوی بھی یہی ہے، اب آپ فیصلہ فرمالیں کہ کثرت کس طرف ہے، رہی یہ بحث تو یہ ایک خاص نقطۂ نظر لیے ہوئے ہے، دوسرے نقطے بار بار پڑھنے پر بھی شرح صدر نہیں ہوا، **لعل اللّٰہ یحدث بعد ذلک أمراً.**

کتبہ:......عفا اللہ عنہ، ۱۳۹۵/۱۱/۲۷ھ

جواب الجواب ــــــــــــــــ از مجیب اول

نحمده ونستعينه ونصلي علىٰ رسوله الكريم

علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبادت: **هٰذا نهاية ما تحرر لي، إلخ،** کا مطلب یہ ہے کہ دونوں قولوں کی تطبیق میں حضرت علامہ رحمہ اللہ منفرد ہیں، نہ کہ ثانیہ کوفرض قرار دینے میں منفرد ہیں۔ حضرت علامہ حلبی نے اپنی شرح کبیری میں واجبات صلوٰۃ کے شروع میں فرمایا ہے: **ومن المشائخ من قال يلزم أن يعيد ويكون الفرض هو الثاني** اور خود علامہ شامی رحمہ اللہ نے ابوالیسر کا قول نقل کیا اور ابن الہمام صاحب فتح القدیر نے ثانیہ کوفرض قرار دینے میں عدم سقوط الفرض بالاولیٰ بلاترک رکن کا اشکال ظاہر فرما کر **إلا أن يقال المراد إن ذلك امتنان، إلخ،** جواب فرمایا، نیز جواب میں منقول عبارت میں: **وأما على القول بأن الفرض يسقط بالثانية** مصرح ہے، پھر علامہ شامی رحمہ اللہ کی انفرادیت کیوں قرار دی جاسکتی ہے۔ تفصیلی جواب (ا) کے ملاحظہ کے بعد طحطاوی کی عبارت کے یہ معنی مراد لے کر کہ ثانیہ بعد الواقع فرض نہیں، بلا دلیل مختار کہنا کسی کو زیبا نہیں دیتا ہے، طحطاوی کی مذکورہ عبارت میں معادہ کی خبر نافلۃ جو کہ بعد الوقوع متصف بالفعل ہونے پر دال ہے، ذکر نہ کرنا اور نفل مصدر کو ذکر کرنا، جو صرف حدوث پر دال ہے، گزشتہ جواب (ا) میں مذکورہ تأمل کا مؤید ہے، مجرد اولیٰ کی فرضیت کی دلیل: **لأن الفرض لايتكرر** کے بارے میں طحطاوی شرح درمختار میں **وفيه نظر** مذکور ہے۔

کثرت اس وقت راجح ہوتی ہے، جبکہ جانبین کے دلائل مساوی ہوں اور ہر ایک کے جواب کے دلائل معلوم ہوں، اس کا شاہد خلیفہ ہارون الرشید کے دور خلافت کا واقعہ ہے کہ چور نے مال لینے کا اقرار کرلیا، تمام فقہاء مجلس نے قطع ید کا حکم کیا، مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے قطع ید سے انکار فرمایا اور کہا مال لینے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، چوری کا اقرار ضروری ہے، پھر اس نے معلوم کرنے پر چوری کا بھی اقرار کرلیا تو تمام فقہا کا اتفاق ہوگیا کہ اب تو قطع ید ضروری ہوگیا، مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، پہلے اقرار سے ضمان واجب ہو چکا تھا، پھر چوری کے اقرار سے ضمان ساقط ہوتا ہے، لہٰذا اقرار مسموع نہ ہوگا، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل اگر ان فقہا کو نہ پہونچتی تو سب اپنی رائے پر قائم رہتے اور یہ سب کا اتفاق صواب نہیں تھا۔

دوسرا نقطہ نظر رکھنے والوں کی بحث تحریر فرمادی جاتی تو کرم ہوتا، وہ اگر اقوی ہوتی تو تسلیم کرلی جاتی اور کم از کم مستقل نماز الخ کے بیان کا ثبوت مطلوب تھا، اس کو تو تحریر فرما ہی دیا جاتا، بخل مناسب نہیں۔

مفر کی ضرورت ہی نہیں کہ تلاش کی فکر کریں، ماوی کی ضرورت ہے وہ بحمد اللہ میسر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد............عفی عنہ، ۱۳/۱۲/۱۳۹۵ھ

الجواب ـــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

مسئلہ کی اہمیت اور اس میں اکابر علماء کے اختلاف و بحث کے پیش نظر اس سے متعلق فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات قدرے تفصیل سے پیش کی جاتی ہیں:

قال العلامة ابن عابدين رحمة الله تعالٰى فى منحة الخالق على البحر الرائق فى باب قضاء الفوائت: وخرج به أيضًا فعل مثله بعده لخلل غير الفساد وعدم صحة الشروع فهو خارج عن الأقسام الثلاثة كما نبه عليه المحقق ابن الهمام فى التحرير... إن هٰذا مبنى علٰى ماعليه البعض وإلا فقول الميزان الإعادة فى عرف الشرع إتيان بمثل الفعل الأول علٰى صفة الكمال بأن وجب على المكلف فعل موصوف بصفة الكمال فأداه علٰى وجه النقصان وهو نقصان فاحش يجب عليه الإعادة وهو إتيان مثل الأول ذاتاً مع صفة الكمال، آه، يفيد أنه إذا فعل ثانيًا فى الوقت أو خارج الوقت يكون إعادة كما قال صاحب الكشف، آه، ونحوه فى شرح أصول فخر الإسلام للشيخ أكمل الدين فإنه قال: ولم يذكر الشيخ الاعادة وهى فعل مافعل أولاً مع ضرب من الخلل ثانياً وقيل: هو إتيان مثل الأول علٰى وجه الكمال؛ لأنها إن كانت واجبة بأن وقح الأول فاسدًا فهى داخلة فى الأداء أو القضاء وإن لم تكن واجبة بأن وقع الأول ناقصاً لا فاسداً فلايدخل فى هٰذا التقسيم؛ لأنه تقسيم الواجب وهى ليست بواجبة وبالأول يخرج عن العهدة وإن كان علٰى وجه الكراهة على الأصح فالفعل الثانى بمنزلة الجبر كالجبر بسجود السهو، آه.

وهو موافق لكلام الميزان حيث لم يقيد ها بالوقت ومخالف له حيث صرح بعدم وجوبها.

وقال فى شرح التحرير: هل تكون الاعادة واجبة؟ فصرح غير واحد من شراح أصول فخر الإسلام بأنها ليست بواجبة وأن بالأول يخرج عن العهدة وإن كان علٰى وجه الكراهة على الأصح وإن الثانى بمنزلة الجبر والأوجه الوجوب كما أشار إليه فى الهداية وصرح به بعضهم كالشيخ حافظ الدين فى شرح المنار وهو موافق لما عن السرخسى وأبى اليسر من ترك الاعتدال تلزمه الإعادة وزاد أبو اليسر: ويكون الفرض هو الثانى وعلٰى هٰذا يدخل فى تقسيم

الواجب ثم نقل عن شيخه ابن الهمام: لا إشكال في وجوب الاعادة إذ هو الحكم فى كل صلاة أديت مع كراهة التحريم ويكون جابرًا للأول؛لأن الفرض لايتكرروجعله الثانى يقتضى عدم سقوطه بالأول وهو لازم ترک الركن لا الواجب إلا أن يقال: المراد إن ذٰلک امتنان من اللّٰه تعالٰى إذ يحتسب الكامل وإن تأخرعن الفرض لما علم سبحانه أنه سيوقعه،آه.

أقول:ويظهرلى التوفيق بأن المراد بالوجوب الا فتراض فى عبارة الشيخ أكمل الدين؛لأنه ذكروجوبها عند وقوع الأول فاسدًا ولاشبهة فى أنها حينئذٍ فرض وذكرعدم الوجوب وعلٰى هٰذا يحمل كلام شراح أصول فخرالإسلام فلاينافى ذلک ما أشار إليه فى الهداية وصرح به فى شرح المنارمن أن الأوجه الوجوب؛لأن المراد به الوجوب المصطلح لا الافتراض. (البحر الرائق: ۲/۷۸ـ۷۹)(۱)

وقال الشيخ زين الدين ابن نجيم رحمة اللّٰه تعالٰى: والاعادة فعل مثله فى وقته لخلل غير الفساد وعدم صحة الشروع وهوالمراد بقولهم كل صلاة أديت مع كراهة التحريم فسبيلها الاعادة فكانت واجبة فلذا دخلت أقسام فى المأموربه. (البحر الرائق: ۲/۷۹)(۲)

وقال ملک العلماء الكاسانى رحمة اللّٰه تعالٰى عليه:فإن كان المتروک فرضاً تفسد الصلاة وإن كان واجباً لاتفسد ولكن تنتقص وتدخل فى حد الكراهة. (بدائع الصنائع: ۱/۱٦۷)(۳)

وقال العلامة الحلبى رحمة اللّٰه تعالٰى عليه فى الشرح الكبير:ومن المشائخ من قال: يلزم أن يعيد ويكون الفرض هوالثانى والمختارأن الفرض هوالأول والثانى جبرللخلل الواقع فيه بترک الواجب،قال الشيخ كمال الدين ابن الهمام: لا إشكال فى وجوب الاعادة إذ هوالحكم فى كل صلاة أديت مع كراهة التحريم ويكون جابرًا للأول؛لأن الفرض لايتكرروجعله الثانى يقتضى عدم سقوطه بالاول وهولازم ترک الفرض لاالواجب،انتهٰى. (الشرح الكبير: ۲۸۸)

وقال فى الدرالمختار:وكذا كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها والمختار أنه جابرللأول؛لأن الفرض لايتكرر،قال فى الحاشية:(قوله: والمختارأنه)أى الفعل الثانى جابر للأول بمنزلة الجبربسجود السهو وبالأول يخرج عن العهدة وإن كان علٰى وجه الكراهة على الأصح،كذا فى شرح الأكمل علٰى أصول البزدوى ومقابله مانقلوه عن أبى اليسرمن أن الفرض هوالثانى واختارابن الهمام الأول قال:لأن الفرض لايتكرروجعله الثانى يقتضى عدم سقوطه

(۱ـ۲) باب قضاء الفوائت: ۲/۱۳۹، مكتبة زكرياديوبند،انيس)

(۳) فصل بيان المتروک ساهياً: ۱/٤۰۸،مكتبة زكرياديوبند،انيس

بـالأول إذهـو لازم تـرک الـركـن لا الواجب إلا أن يقال المراد أن ذلک امتنان من اللّٰه تعالٰى إذ يحتسب الكامل وإن تأخرعن الفرض لماعلم سبحانه أنه سيوقعه،اُه،يعنى أن القول يكون الفرض هـو الثـانـى يـلـزم عليه تكرارالفرض؛لأن كون الفرض هوالثانى دون الأول يلزم منه عدم سقوطه بـالأول وليس كذلک؛لأن عدم سقوطه بالأول إنما يكون بترک فرض لابترک واجب وحيث استـكـمـل الأول فـرائضه لاشک فى كونه مجزئا فى الحكم وسقوط الفرض به وإن كان ناقصا بترک الواجب فإذاكان الثانى فرضًا يلزم منه تكرارالفرض إلا أن يقال... فافهم.(رد المحتار)(۱)

وفى الدرالمختارفى باب قضاء الفوائت:والاعادة فعل مثله فى وقته لخلل غيرالفساد لقولهم كـل صـلاة أديت مع كراهة التحريم تعاد: أى وجوبًا فى الوقت وأما بعده فندبا.قال ابن عابدين رحـمة الـلّٰـه تعالٰى تحت(قوله:فى وقته):ثم اعلم ماذكره هنا فى تعريف الإعادة هومامشى عليه فـى التـحـريـروذكـرشـارحـه أن التقييد بالوقت قول البعض وإلا ففى الميزان الاعادة فى عرف الشـرع إتيان بمثل الفعل الأول علٰى صفة الكمال بأن وجب على المكلف فعل موصوف بصفة الكمال فأداه علٰى وجه النقصان وهونقصان فاحش يجب عليه الإعادة وهو إتيان مثل الأول ذاتا مـع صـفة الكمال،آه.(ثم قال بعد أسطر)وإن كان علٰى وجه الكراهة على الأصح فالفعل الثانى بـمـنـزلة الـجبـر كالجبربسجود السهو...وتحت(قوله أى وجوباً فى الوقت)...وقال فى شرح التـحرير:وهل تكون الإعادة واجبة فصرح غيرواحد من شراح أصول فخرالإسلام بأنها ليست بواجبة وأنه بالأول يخرج عن العهدة وإن كان علٰى وجه الكراهة على الأصح وأن الثانى بمنزلة الـجبـر والأوجـه الـوجوب كماأشارإليه فى الهداية وصرح به النسفى فى شرح المناروهوموافق لما عن السرخسى وأبى اليسرمن ترک الاعتدال تلزمه الاعادة وزاد أبواليسر:ويكون الفرض هـو الثانى وقال شيخنا المصنف؛يعنى ابن الهمام: لا إشكال فى وجوب الاعادة إذ هوالحكم فى كل صلاة أديـت مـع كـراهة التـحـريم ويكون جابرًا للأول؛ لأن الفرض لايتكرر وجعله الثانى يـقتـضـى عدم سقوطه بالأول وفيه أنه لازم ترک الركن لا الواجب إلا أن يقال إلخ(ثم قال)ومن هٰذا يظهرأناإذا قلنا:الفرض هو الأول فالاعادة قسم آخرغيرالأداء والقضاء وإن قلنا: الثانى فهى أحـدهـمـا،آه، أقـول:فتـلـخـص مـن هٰـذا كـلـه أن الأرجح وجوب الإعادة(إلٰى أن قال)وقد نقل الـخيرالرملى فى حاشية البحرعن خط العلامة المقدسى:أن ماذكره فى البحريجب أن لايعتمد عـلـيـه لاطلاق قولهم كل صلاة أديـت مـع الـكـراهة سبيـلـهـا الاعادة،اهـ، قلت:أى لأنه يشمل

(۱) باب صفة الصلاة:۲/۱٤۷ـ۱٤۹،مكتبة زكريا،ديوبند،انيس

وجوبها في الوقت وبعده أى بناء علىٰ أن الإعادة لا تختص بالوقت وظاهر ماقد مناه عن شرح التحرير ترجيحه وقد علمت أيضًا ترجيح القول بالوجوب فيكون المرجح وجوب الإعادة فى الوقت وبعده ويشيرإليه ما قدمناه عن الميزان من قوله:يجب عليه الاعادة وهوإتيان مثل الأول ذاتا مع صفة الكمال:أى كمال ما نقصه منها وذلک يعم وجوب الاتيان بها كاملة فى الوقت وبعده كما مر وقال أيضًا تحت(تنبيه):ويؤخذ من لفظ الإعادة ومن تعريفها بما مر أنه ينوى بالثانية الفرض؛لأن ما فعل أولا هو الفرض فإعادته فعله ثانيًا أما على القول بأن الفرض يسقط بالثانية فظاهر وأما على القول الأخرفلان المقصود من تكرارها ثانيًا جبرنقصان الأولىٰ فالأولىٰ فرض ناقص والثانية فرض كامل مثل الأولىٰ ذا تا مع زيادة وصف الكمال ولوكانت الثانية نفلاً لزم إن تجب القراءة فى ركعاتها الأربع وأن لاتشرع الجماعة فيها ولم يذكروه ولايلزم من كونها فرضًا عدم سقوط الفرض بالأولىٰ؛لأن المراد أنها تكون فرضًا بعد الركوع، أما قبله فالفرض هوالأولىٰ وحاصله توقف الحكم بفرضية الأولىٰ على عدم الإعادة وله نظائر: كسلام من عليه سجودالسهو يخرجه خروجًا موقوفًاوكفساد الوقتية مع تذكرالفائتة،كماسيأتى وكتوقف الحكم بفرضية المغرب فى طريق المزدلفة علىٰ عدم إعادتها قبل الفجر وبهٰذا ظهرالتوفيق بين القولين وإن الخلاف بينهما لفظى؛لأن القائل أيضًا بأن الفرض هوالثانية أراد به بعد الوقوع وإلا لزم الحكم ببطلان الأولىٰ بترک ماليس بركن ولا شرط كما مرعن الفتح ولزم أيضًا أنه يلزمه الترتيب فى الثانية لوتذكر فائتة والغالب على الظن أنه لايقول بذلک أحد ونظير ذلک القراء ة فى الصلاة فأن الفرض منهاآية والثلاث واجبة والزائد سنة وما ذلک إلا بالنظر إلىٰ ما قبل الوقوع بدليل أنه لوقرأ القرآن كله يقع الكل فرضًا وكذا لوأطال القيام أوالركوع أوالسجود وهٰذا نهاية ما تحررلى من فتح الملک الوهاب فاغتنمه فإنه من مفردات هٰذا الكتاب والله تعالىٰ أعلم بالصواب. (رد المحتار: ۱/ ٦٧٩)(۱)

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی منقولہ عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختار قول یہ ہے کہ صلوٰۃ معادہ قبل الایقاع واجب ہے اور بعد الایقاع فرض ہے، اعرابی تارک اعتدال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: **فصل فإنک لم تصل** (۲) بھی اس پر دلیل ہے کہ صلوٰۃ معادہ فرض ہے، آپ نے صلوۃ اولیٰ کو غیر معتبر قرار دے کر صلوٰۃ

---

(۱) باب قضاء الفوائت: ۲/ ۵۲۰_۵۲۳،مكتبة زكريا،انيس

(۲) عن أبى هريرة رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم دخل المسجد فدخل فصلى ثم جاء فسلم على النبى صلى الله عليه وسلم فردعليه النبى صلى الله عليه وسلم فقال ارجع فصل فإنک لم تصل فصلى ==

ثانیہ کا امر فرمایا اور اسے معتبر قرار دیا، قول مذکور کی ترجیح کے علاوہ اسے صورت تطبیق بھی قرار دیا جا سکتا ہے، غیر واجب، واجب اور فرض کے اقوال میں تطبیق عبارات بالا میں گذر چکی ہے، باقی رہا قول نفل، سو اس میں نفل بمعنی واجب لیا جا سکتا ہے، چنانچہ وتر کو باب نوافل میں ذکر کیا جاتا ہے اور کراہت جماعت فی غیر رمضان و وجوب القرأۃ فی جمیع الرکعات وغیرہ احکام میں بھی بحکم نوافل ہے، خصوصا واجب بایجاب العبد پر نفل کا اطلاق عام ہے، **کالصلاۃ المنذورۃ ورکعتی الطواف**، چونکہ صلوٰۃ معادہ کا وجوب بھی بفعل العبد ہے؛ اس لیے اس واجب کو اصطلاح میں نفل ہی سے تعبیر کیا جائے گا، غرضیکہ صورت ترجیح و تطبیق دونوں کا مقتضیٰ یہ ہے کہ صلوۃ اولیٰ فرض ناقص ہے اور صلوٰۃ معادہ بھی فرض مثل اولیٰ مع زیادۃ صفۃ الکمال ہے؛ اس لیے نو دارد کی اقتدا صحیح ہوگی۔

"**الفرض لایتکرر**" کا جواب یہ ہے کہ فرض کامل کا تکرار جائز نہیں، **لأنه یرادبالمطلق الفرد الکامل.**

تنقید:

مجیب اول نے جو قبل الاعادہ پڑھی ہوئی نماز کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ "اور جب اعادہ ہوگیا تو یہ فرض محول الی النفل ہوگئے" اس میں تأمل ہے؛ اس لیے کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ تصریح فرمادی ہے کہ صلوٰۃ معادہ مثل اولیٰ ہے مع صفۃ زیادۃ الکمال، پس اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اعادہ کے بعد صلوٰۃ اولیٰ نفل ہوجائے گی تو لازمی طور پر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ صلوٰۃ معادہ جو مثل اولیٰ ہے، وہ بھی نفل ہو، مجیب نے جو مثال پیش کی ہے کہ اگر کوئی شخص ظہر پڑھ کر جمعہ میں شریک ہو تو فرضیت کا بطلان ہوکر عندالامام وابی یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ نفلیت باقی رہ جاتی ہے، یہ اس لیے صحیح نہیں کہ جمعہ کے روز ظہر کا حکم عندالعجز اوالتخلف ہے، جب جمعہ پڑھ لیا تو عجز و تخلف کا تحقق ہی نہیں ہوا؛ اس لیے صلوٰۃ جمعہ ہی کی صحت کا حکم ہوا اور جو نماز ظہر کی نیت سے پڑھی تھی وہ نفل ہوگئی، نیز یہاں دو الگ الگ نمازیں ہیں اور صلوٰۃ معادہ میں ایک ہی نماز کا اعادہ ہوتا ہے، لہذا قیاس مع الفارق ہے، مجیب نے آگے چل کر خود مؤداۃ بالفعل الاول والثانی کو متحد بالذات قرار دیا ہے اور صلوٰۃ اولیٰ کو نفل قرار دینے سے اول وثانی میں اتحاد بالذات نہیں رہتا، فافہم وتدبر۔

مجیب ثانی کا صلوٰۃ اولیٰ اور صلوٰۃ معادہ دونوں کی فرضیت کے قول میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کو منفرد قرار دینا اور اس پر علامہ شامی کے قول: **ھذا ماتحرر لی، الخ**، سے استدلال صحیح نہیں؛ اس لیے کہ یہ پوری تحقیق سے متعلق نہیں؛

== ثم جاء فسلم علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال ارجع فصل فإنک لم تصل ثلثاً فقال والذی بعثک بالحق ما أحسن غیرہ فعلمنی فقال إذا قمت إلی الصلوٰۃ فکبر ثم أقرأ ما تیسر ک من القرآن ثم ارکع حتٰی تطمئن راکعاً ثم ارفع حتٰی تعتدل قائماً ثم السجدۃ حتٰی تطمئن ساجداً ثم ارفع حتٰی تطمئن جالساً ثم اسجد حتٰی تطمئن ساجداً ثم افعل ذلک فی صلاتک کلها. (صحیح البخاری، باب فی أمر النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم الذی لایتم رکوعه: ۱۰۹/۱، مکتبة دیوبند، انیس)

بلکہ آخر بحث میں جو صورت تطبیق بیان فرمائی ہے، اس سے متعلق چنانچہ خود علامہ شامی رحمہ اللہ نے ردالمحتار اور منحۃ الخالق میں اور حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کبیری میں فرضیت ثانیہ سے متعلق کئی حضرات کے اقوال نقل فرمائے ہیں؛ اس لیے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ علامہ شامی خود ایک چیز کو متعدد لوگوں کی طرف سے حکایۃً ذکر فرمائیں اور پھر یہ فرمائیں کہ یہ میرے تفردات میں سے ہے۔

حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق:

بارہویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ النفس حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ کے فتاویٰ اور تحقیقات فقہیہ میں آپ کے تبحر وتعمق کے مشاہدہ کے بعد واضح ہوتا ہے کہ آپ کی تحقیقات کا مطالعہ کئے بغیر آپ کا تعارف بہت ناقص؛ بلکہ کالعدم ہے، مسئلہ زیر بحث سے متعلق آپ کے دو فتوے نقل کئے جاتے ہیں۔

سوال: بعد از خروج وقت جبر نقصان مستحب است، یا واجب؟

جواب: ہر دو روایت است،" **والأصح الوجوب، كما في مسائل شتى من شرح المنية** ".(۱)

سوال: در جبر نقصان نماز مغرب و وتر اگر سہوا بر سہ رکعت نہ نشست چہ کند، سہو دہد یا جبر بساز گرداند؟

جواب: باز گرداند۔(۲)

خلاصہ:

صلوٰۃ معادہ میں شریک ہونے والے کی نماز کی صحت کا قول ارجح واوسع ہے اور قول عدم صحت احوط، کثرت جماعت کی حالت میں نو وارد مقتدیوں کے لیے یہ علم حاصل کرنا متعسر ہے کہ یہ جماعت اولیٰ ہے، یا معادہ؟ لہذا ایسی صورت میں قول عدم صحت میں تنگی اور حرج ظاہر ہے، البتہ کسی مقتدی کو اس کا علم ہوجائے تو اس کے لیے عمل بالاحوط اولیٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد، ۱۴/محرم ۱۳۹۶ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۳۴۲-۳۵۲)

---

(۱) وقد علمت أيضاً بالوجوب فيكون المرجح وجوب الإعادة في الوقت وبعده. (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۵۲۲، انیس)

(۲) بیاض ہاشمی قلمی، جلد اول، باب قضاء الفوئت، ص: ۱۳۰

مفسدات نماز

مقتدی کا فرض، یا واجب چھوٹ جانا:

سوال (۱) اگر مقتدی کا کوئی واجب، یا فرض جماعت میں غلبہ نوم سے، یا ضعف بصارت سے ترک ہو جاوے تو کیا اس مقتدی کو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا؟

امام کا دوبارہ نماز پڑھنا اور مقتدی کو منع کرنا:

(۲)　اگر عصر کی نماز کسی وجہ سے امام صاحب دوبارہ پڑھیں تو اس جماعت کے کسی بھی مقتدی کو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ اور لوگ شامل ہوں، یہ مسئلہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے، ایک امام نے جب دوبارہ نماز پڑھی تو ان نمازیوں میں سے کسی کو بھی شامل نہ کیا گیا، البتہ اور آنے والے لوگوں کو مقتدی بنا کر جماعت ہوئی، آخر یہ مسئلہ کس طرح ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱)　ہاں مقتدی کو اعادہ کرنا ہوگا۔(۱)

(۲)　بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے اور امام کی نہیں ہوتی، ممکن ہے یہی صورت رہی ہو، اگر امام عالم بالمسائل اور متدین ہو تو اعتماد کیا جاوے، ورنہ پھر خود اس سے معلوم کر لیا جاوے، پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند سہارنپور۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۳۱۲/۱-۳۱۳)

---

(۱)　إن المؤتم لو قام ساهياً فی القعدة الأولی یعود ویقعد، لأن القعود فرض علیه بحکم المتابعة حتیٰ قال فی البحر: ظاهره أنه لو لم یعد تبطل صلاته لترک الفرض. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب بهم فی تحقیق متابعة الإمام، دارعالم الکتب الریاض: ۱٦٦/۲، وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، ترک جمیع واجبات الصلاة ساهیا: ۱۱۰/۲، دارالکتاب الإسلامی بیروت، انیس)

(۲)　تفصیل کے لیے دیکھئے: ردالمحتار علی الدر المختار: ۳٤۰/۲

امام کے نیت توڑ دینے سے مقتدی کی نماز فاسد ہوجاتی ہے:

سوال: امام کو قعدۂ اولیٰ میں سہو ہوا، مقتدیوں نے ''اللّٰه أكبر'' کہہ کر اس کو اطلاع دی، اس نے غلطی سے نماز توڑ دی، جو مقتدی جانب یمین و یسار تھے، یا دوسری صف میں تھے، ان کو علم نہیں ہوا کہ ہمارے امام نے نماز فاسد کردی، وہ اسی پہلی نیت پر قائم رہے اور یہ سمجھے کہ امام تیسری رکعت کے پورا کرنے کیلئے کھڑا ہوا ہے، اب امام نے دوسری نماز کی رکعت کا رکوع کیا، مقتدی سب امام کے ساتھ رکوع میں چلے گئے، امام نے چار رکعت پوری کر کے سلام پھیرا، مقتدیوں نے بھی چار رکعت پوری کی۔

دریافت طلب یہ ہے کہ جن مقتدیوں نے امام کے ساتھ مکرر نیت نہیں باندھی؛ بلکہ امام کے ساتھ تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلے گئے، اس صورت میں ان مقتدیوں کی نماز ہوگی، یا نہیں؟ اور یہ اول تکبیر جو امام کے ساتھ رکوع میں جاتے وقت کہی ہے، تکبیر تحریمہ ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی؛ کیوں کہ جبکہ امام نے اپنی نماز توڑ دی تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہوگئی، پھر مقتدیوں نے دوبارہ نیت اقتدا کے ساتھ تکبیر تحریمہ نہیں کہی اور دوبارہ نماز شروع نہیں کی؛ بلکہ پہلی نماز پر بنا کی، جو کہ فاسد ہوچکی تھی اور بناء علی الفاسد فاسد ہے، لہٰذا نماز ان کی فاسد ہی رہے گی۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴/۴۸، ۴۹)

امام کی کمی رکعت کی وجہ سے سب کی نماز فاسد ہوجاتی ہے:

سوال: مغرب کی نماز میں امام نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور لقمہ نہ لیا، مقتدیوں نے تیسری رکعت کھڑے ہو کر پڑھ لی تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں امام اور مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی، پھر پڑھنی چاہیے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴/۶۰)

---

(۱) (وإذا ظهر حدث إمامه) وكذا كل مفسد فى رأى مقتدٍ (بطلت فيلزم إعادتها) لتضمنها صلاة المؤتم صحةً وفسادًا. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۳۵۳، دار عالم الكتب، الرياض، انيس)

(۲) وإذا ظهر حدث إمامه و كذا كل مفسد فى رأى مقتدٍ بطلت فيلزم إعادتها لتضمنها صلاة المؤتم صحةً وفسادًا. (الدر المختار)

فلو قال المصنف كما فى النهر: ولو ظهر أن بإمامه مايمنع صحة الصلاة لكان أولىٰ ليشمل ما لو أخل بشرط أو ركن، إلخ. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲/ ۳۴۰، دار عالم الكتب الرياض، ظفير)

مصحف میں دیکھ کرنماز پڑھے تو کیا حکم ہے:

سوال: نمازِ تراویح میں ایک شخص امام کے پیچھے قرآن شریف کھولے بیٹھا ہے اور اپنے قریب کے مقتدی کو جس کی نظر کلام اللہ پر رہتی ہے، مطالعہ میں مدد دیتا ہے اور وہ قرآن شریف میں دیکھ کر امام کو لقمہ دیتا ہے اور قرآن شریف دکھانے والا ایک رکعت جماعت میں شریک نہیں ہوتا، جب امام دوسری رکعت میں رکوع کرتا ہے تو وہ شریک ہوجاتا ہے اور ایک رکعت جداگانہ ادا کرلیتا ہے، اس طریق سے نماز فاسد تو نہیں ہوتی ؟

الجواب

درمختار میں ہے:

"وقراء ته من مصحف".(۱)

اور فاسد کرتا ہے نماز کو پڑھنا نمازی کا قرآن شریف کو دیکھ کر، پس یہ صورت جو سوال میں درج ہے، اس میں بھی اندیشہ فسادِ صلوٰۃ کا ہے، لہٰذا اس طرح نہ کیا جائے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶۸/۴)

دوران نماز منہ سے آواز نکالنا:

سوال: مصلی کو چھینک آئی اور اس نے الحمدللہ کہا، یا کوئی مصیبت کی خبر کان میں پڑی اور اس نے إنا للّٰہ وإنا إلیه راجعون کہا، یا جمائی آئی اور اس نے لاحول ولاقوۃ إلا باللّٰہ پڑھا، یا اچھی خبر پاکر سبحان اللّٰہ کہا تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

خبر سارّ [خوشی دینے والی]، یا مُوجبِ رنجش سے نماز جاتی رہتی ہے،(۲) اور اگر جمائی لی اور لاحول پڑھا ہے، یا چھینک

(۱) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها: ۵۸۳/۱، دارعالم الکتب الریاض، انیس

ذکروا لأبی حنیفة فی علة الفساد وجهین أحدهما: أن حمل المصحف والنظر فیه وتقلیب الأوراق عمل کثیرو الثانی أنه تلقن من المصحف فصار کما إذا تلقن من غیره ...وعلیه لولم یمکن قادراً علی القراء ة الامن المصحف فصلی بلا قراءة. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها: ۳۸۴/۲، دارعالم الکتب الریاض، انیس)

(۲) یعنی خبر سن کر جواب دینے سے نماز فاسد ہوتی ہے۔

أخبر بما یسوؤه فاسترجع أوبمایسره فحمد اللّٰه تعالیٰ وأراد به جوابه تفسد صلاته وإن لم یرد جوابه أو أراد به اعلامه أنه فی الصلاة لم تفسد بالاجماع کذا فی محیط السرخسی ==

پر **الحمدللہ** کہا اور جواب کسی کا مقصود نہیں تو نماز ہو جائے گی اور **إنا للّٰہ** مصیبت دینی پر ہے تو نماز جائز اور اگر مصیبت دنیوی پر ہو تو ناجائز اور اگر دوسرے کی چھینک پر **الحمد للّٰہ**، یا **یرحمک اللّٰہ** کہے تو نماز نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

(بدست خاص، ص:۳۰) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۷۴)

نماز میں بولنا مفسد صلوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: بعد تکبیر تحریمہ کے امام کسی مقتدی کے جواب میں یہ کہے کہ گھڑی صبح سے نہیں بجتی، اب بھی نہیں بجے گی۔ اس سے نماز میں تو کچھ نقصان نہیں آتا، یا پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے؟

الجواب

اس کلام سے نماز فاسد ہو جاتی ہے،(۱) پھر نماز شروع کرنی چاہئے اور تکبیر تحریمہ پھر کہنی چاہیے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۳۶/۴)

نماز میں باتیں کرنا:

سوال: نماز میں اگر ایک شخص بھول کر بات کرے تو اس سے نماز پر کیا اثر پڑتا ہے؟

الجواب

نماز میں باتیں کرنا، خواہ عمداً ہو، یا نسیاناً ہو، مفسد صلوٰۃ ہے، ایسی صورت میں نماز دوبارہ پڑھی جائے۔

قال ابن عابدين: (يفسد ها التكلم) أى يفسد الصلاة ومثلها سجود السهو والتلاوة والشكر على القول عن الحموى (قوله هو النطق بحرفين، إلخ) أى أدنٰى ما يقع إسم الكلام عليه المركب من حرفين، كمافى القهستانى عن الجلابى. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها) (۲)

(فتاویٰ حقانیہ:۲۲۶/۳)

== وإذا أخبر بما يعجب فقال سبحان اللّٰه أو لا إلٰه إلا اللّٰه أو أكبر إن لم يرد به الجواب لاتفسد به الصلاة عند الكل. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱۱۰/۱، دارالكتب العلمية، بيروت، انيس)

ولو حوقل لدفع الوسوسة: أن لأمور الدنيا تفسد، لا لأمور الآخرة. (الدر المختار علىٰ ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۳۸۱/۲، دارعالم الكتب الرياض، انيس)

(۱) يفسد ها التكلم هو النطق بحرفين أو حرف مفهم. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۵۷۴/۱، دارعالم الكتب الرياض، انيس

(۲) ۶۱۳/۱، دارالفكر بيروت، انيس

إذا تكلم فى صلاته ناسياً أو عامدًا خاطئاً أو قاصدًا قليلاً أو كثيرًا تكلم لاصلاح صلاته ... ==

درمیان نماز میں سلام پھیر کر بات کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے:

سوال: امام نے سہواً تین رکعت پر سلام پھیر دیا، کسی نے لقمہ نہیں دیا اور امام ومقتدیان میں کلام کثیر ہوا تو اب بقیہ ایک رکعت پڑھی جائے، یا چار رکعت اور کلام والی حدیث منسوخ ہے، یا نہیں؟

الجواب____________________

جب کہ تیسری رکعت پر سلام پھیرنے کے بعد امام اور مقتدیان میں کلام ہوگیا تو چاروں رکعت پھر پڑھنی ضروری ہیں؛ کیوں کہ کلام والی حدیث کی تاویل کی گئی ہے، یا منسوخ ہے، اس کے ظاہر پر عمل نہیں ہے؛ کیوں کہ کلام منافی نماز کے ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۱/۴)

حالتِ نماز میں چیخ وپکار سے نماز فاسد ہوتی ہے، یا نہیں:

سوال: ایک جماعت امیوں کی کسی پیر سے تعلیم پاکر نماز جہری میں قرأت سن کر اور کبھی سری میں بھی ''ہوں ہوں'' کرکے چیخ مارتے ہیں، اس سے نماز ان کی فاسد ہوگی، یا نہیں؟ اور یہ اُہ اور اُف نہیں؛ بلکہ محض چیخ ہے۔

الجواب____________________

درمختار میں ہے:

والأنين هو قوله، آه، بالقصر والتأوه هو قوله، اٰه، بالمد والتأفيف اُف أو تُف والبكاء بصوت يحصل به حروف لوجع أو مصيبة ... لا لذكر جنة أو نار فلو أعجبته قراء ة الإمام فجعل يبكى ويقول بلٰى أو نعم أو آرٰى لاتفسد (سراجية) لدلالته على الخشوع، الخ.

== بأن قام الإمام فى موضع القعود فقال له المقتدى أقعد أو قعد فى موضع القيام فقال له قم أولا لإصلاح صلاته ويكون الكلام من كلام الناس استقبل الصلاة عندنا، كذا فى المحيط (الفتاوٰى الهندية: ۹۸/۱، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها، مكتبة زكريا، انيس)

(۱) سورة البقرة: ۲۳۸، انيس

(ويفسدها التكلم) هو النطق بحرفين أو حرف مفهم، كع وق أمراً ولو استعطف كلباً أو هرة أو ساق حماراً لاتفسد لأنه صوت لا هجاء له (عمده وسهوه قبل قعوده قدر التشهد سيان) سواء كان ناسيا أو نائما أو جاهلاً أو مخطئاً أو مكرها هو المختار، وحديث رفع عن أمتى الخطا محمول على رفع الإثم وحديث ذى اليدين منسوخ بحديث مسلم إن صلاتنا هٰذه لايصلح فيها شيئ من كلام الناس. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۶۱۳/۱-۶۱۴، دار الفكر بيروت، انيس)

اور شامی میں ہے:

قوله لدلالته على الخشوع،أفاد أنه لو كان استلذاذاً بحسن النغمة يكون مفسداً،الخ. (۱)

پس معلوم ہوا کہ نماز میں اس طرح چیخ اور پکار کرنا اور ہوں ہوں کرنا، اگر جنت ودوزخ کے ذکر سے نہیں ہے تو مفسد صلوٰۃ ہے، (۲) لہٰذا جہلا کو اس سے بہ تشدد روکنا چاہیے کہ وہ اپنی نماز بھی فاسد کرتے ہیں اور دوسرے نمازیوں کی نماز میں بھی خلل ڈالتے ہیں، **کما جربناه**. فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۱/۴)

نماز میں چیخنے، چلّانے اور اُچھلنے کودنے کا حکم:

سوال: ضلع بریسال میں ایک فرقہ درویش چشتیہ طریقہ کا ہے، ان لوگوں میں ایک عجیب حال یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ لوگ گاہ بگاہ چیخیں مارتے ہیں اور یہ حال نماز میں زیادہ ہوتا ہے، کبھی ہاہا کبھی ہُو ہُو کر کے چیخ مارتے ہیں، مطلب یہ کہ رنگ برنگ کی چیخیں مارتے ہیں، اگر کوئی اجنبی آدمی ان لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتو وہ ڈر کے مارے نماز کی اقتدا بھی چھوڑ دیتا ہے؛ کیوں کہ وہ عجیب آواز ہوتی ہے، لوگ اس سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور کوئی کبھی نماز میں سامنے کی طرف بڑھ جاتا ہے اور کبھی پیچھے کی طرف ہٹ جاتا ہے اور کبھی کود کر اوپر کی طرف اُٹھ جاتا ہے، جس میں دونوں پاؤں زمین سے علاحدہ ہو جاتے ہیں اور کبھی نماز میں تالیاں بجاتا ہے اور کبھی التحیات، یا قرأت میں سے چند لفظوں کو بلند آواز سے اور باقی خفی، ان لوگوں سے اگر دریافت کیا جائے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ افعال ہم سے بلا اختیار ہوتے ہیں۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ افعال مذکورہ شریعت میں درست ہیں، یا نہیں؟ اور ان لوگوں سے مرید ہونا اور ان لوگوں کے پیچھے نماز درست ہوگی، یا نہیں؟ اور افعال مذکورہ میں سے کون کون مفسدِ صلوٰۃ ہیں؟ تحریر فرماویں۔

الجواب

اگر واقعی ان لوگوں سے یہ حرکات بے اختیار بحالتِ اضطرار صادر ہوتی ہیں، جس کو اصطلاحِ صوفیہ میں غلبۂ حال کہتے ہیں تو اس کا حکم حسبِ ذیل ہے:

---

(۱) ردالمحتار،باب ما يفسد الصلوٰة ومايكره فيها: ۳۷۸/۲،انیس

(۲) عن ثابت بن مطرف عن أبيه رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي وفي صدره أزير كأزير الرحى من البكاء صلى الله عليه وسلم.(أبوداؤد،كتاب الصلاة،باب في البكاء في الصلاة: ۱۳۷/۱،مكتبة حقانية)

وفي بذل المجهود،باب في البكاء في الصلاة ... بكٰى فارتفع بكاءه إن كان ذلك من ذكر الجنة أو لنار لم يقطعها (الصلوٰة) وإن كان ذلك من وجع أومصيبة يقطعها.(بذل المجهود في حل أبي داؤد،كتاب الصلاة،باب في البكاء في الصلاة: ۱۷۵/۵،دالكتب العلمية بيروت،انیس)

(۱) چیخنے اور چلّانے اور قہقہہ مارنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

(۲) نماز میں آگے پیچھے ہٹنے سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی، بشرطیکہ سینہ قبلہ ہی کی طرف رہے، قبلہ سے نہ پھرے اور بشرطیکہ ایک دفعہ میں مقدار صف سے زیادہ مشی نہ ہوتی ہو، گو متفرقاً زیادہ ہو جاتی ہو۔

(۳) زیادہ کودنے سے نماز باطل ہو جائے گی، لأنه كالاستدبار في كونه منافياً.

(۴) تالیاں بجانے سے نماز فاسد نہ ہوگی، لأنه كالتصفيح وهو مشروع للنساء.

(۵) التحیات یا قرأت میں سے اگر کسی قدر حصہ کو جہر سے پڑھ دیں تو نماز فاسد نہ ہوگی، لأنه صلى الله عليه وسلم كان يجهر بالآية أحياناً في الظهر.

وفي الحديث من السنة إخفاء التشهد، قلت: وهو ليس بواجب فإذا جهر به عمداً لاتفسد فكيف إذا جهر به لعذرٍ، قال في مراقي الفلاح: و(لا) تفسد بحصولها (أي بحروف مسموعة) (من ذكر جنّة أو نار) اتفاقاً لدلالتها على الخشوع، آه.

قال في الحاشية: لو اعجبته قراءة الإمام فبكٰى وقال نعم أو بلٰى لا تفسد ولو وسوسه الشيطان فحوقل إن لأمور الأخرة لاتفسد وإن لأمور الدنيا فسدت، آه. (ص: ۱۹۰)(۱)

قال: (ويفسدها التنحنح بلا عذر) لما فيه من الحروف وإن كان لعذر كمنعه البلغم من القراءة لايفسد وفي الحاشية للطحطاوي: ومحل الفساد به عند حصول الحروف، إذا أمكنه الامتناع عنه أما إذا لم يمكنه الامتناع عنه فلا تفسد به عند الكل كالمريض إذا لم يمكنه منع نفسه عن الأنين والتاه؛ لأنه حينئذٍ كالعطاس والجشاء إذا حصل بهما حروف، آه. (ص: ۱۸۹)(۲)

وفيه أيضاً: وذكر المحقق ابن أمير حاج ما حاصله أن المشي لايخلو أما أن يكون بلا عذر أو يكون بعذر فإن كان بلاعذر فإن كان كثيرًا متوالياً يفسد صلٰوته سواءٌ استد بر القبلة مع ذلك أو لا؛ لأنه حينئذٍ عمل كثير ليس من أعمال الصلٰوة ولم تقع الرخصة فيه وإن كان كثيرًا غير متوالٍ بل تفرق في ركعات أو تخلله مهلات فإن استد بر معه القبلة فسدت لوجود المنافي قطعاً من غير ضرورة وإن لم يستد بر معه القبلة لم تفسد ولكن يكره لما عرف أن ما أفسد كثيره كره قليله عند عدم الضرورة وإن كان بعذر كأن كان لأجل الوضوء لحديث سبقه في الصلٰوة أو لانصرافه إلٰى وجه العدو أو رجوعه منه في صلاة الخوف لا يفسد ولا يكره مطلقًا سواء كان كثيراً أو قليلاً استد بر القبلة أو لم يستدبر، آه. (۳) والله أعلم

(۱) مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة: ۳۲۵، دار الكتب العلمية، انيس

(۲) مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة: ۳۲٤_۳۲۵، انيس

(۳) حاشية الطحطاوي على المراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة: ۳۲۳_۳۲٤، انيس

اور یہ جواب اس وقت ہے، جبکہ یہ حرکات بالاضطرار صادر ہوتے ہوئے ان لوگوں کو ہوش باقی رہتا ہواور اگر ہوش بھی نہیں رہتا اوراس درجہ بے خبری ہو جاتی ہے کہ اگر ریح صادر ہو جائے، تب بھی اُن کو خبر نہ ہوتو اس حالت میں نماز بھی فاسد ہو جائے گی اور وضو بھی، **لأنه کالغشي والنوم الثقيلين وبهما تفسد الصلاة لمظنة خروج الناقض** ؛ لیکن جب ان لوگوں کی ان حرکات سے نمازیوں کو توحش اور خوف لاحق ہوتا ہے تو ایسے غلبۂ حال کی حالت میں ان لوگوں کو جماعت سے نماز نہ پڑھنا چاہیے، اپنے گھر میں پڑھنا چاہیے، **لما قد ورد في الحديث من أكل الثوم: ”فلايقربن مصلانا“ وعلة النهي إيذاء المسلمين فيدخل تحته كل ماحصل به الإيذاء.**

رہا ان سے مرید ہونا تو اگر یہ لوگ متبع شریعت ہوں اور کسی شیخ محقق نے ان میں سے کسی کو مجاز وخلیفہ کر دیا ہو تو اس سے بیعت ہونا جائز ہے، ورنہ نہیں۔ واللہ اعلم

۱۵/ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ (امدادالاحکام ۲/۱۶۶-۱۶۸)

نماز میں قہقہہ سے وضو ونماز دونوں فاسد ہوتی ہیں، یا ایک:

سوال: نماز میں قہقہہ کرنا وضو اور نماز دونوں کو فاسد کر دیتا ہے، یا صرف نماز کو؟

الجواب

نماز میں قہقہہ کرنے سے وضو اور نماز دونوں فاسد ہو جاتی ہیں، **كما في الدر المختار: وقهقهة بالغ يقظان يصلي بطهارة صغرىٰ مستقلة صلوٰة كاملة ولو عند السلام عمداً. انتهىٰ ملخصاً.** (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۳۵)

ذکر سرّی سے نماز فاسد ہوتی ہے، یا نہیں:

سوال: مریدان بزرگان نقشبندیہ، بموجب فہمانیدن مرشدان، در نماز فرائض ونوافل، ذکر سرّی می نمایند، کہ الفاظ اوں وہوں مسموع میشوند، نماز فاسد خواہد شد یا نہ؟ (۲)

الجواب

ظاہر ہمین است کہ نماز فاسد شود، لہٰذا احتیاط دریں امر واجب است۔ فقط (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۶)

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الطهارة، نواقض الوضوء: ۱/۱۷۵، مكتبة دار عالم الكتب الرياض، انیس

(۲) خلاصۂ سوال: نقشبندی بزرگان کے مرید حضرات، مرشدین کے حکم کے مطابق فرائض ونوافل کی نماز میں ذکر سرّی کرتے ہیں، کہ اوں اور ہوں کے الفاظ سنائی دیتے ہیں، تو کیا نماز ہوگی یا نہیں؟ انیس

(۳) خلاصۂ جواب: ظاہر یہی ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے، لہٰذا اس معاملہ میں احتیاط ضروری ہے۔ انیس) ==

دونوں سجدوں کے بعد جلسہ استراحت کے مفسد ہونے کا حکم:

سوال: جلسہ استراحت مبطل نماز ہے، پس حنفی کی نماز جلسہٴ استراحت کرنے والے کے پیچھے ہوگی، یا نہ؟

الجواب

اس کا مفسد نماز ہونا میری نظر سے نہیں گذرا، لہذا مانع صحت اقتدا نہیں، البتہ جولوگ اس وقت تارک تقلید ائمہ ہیں بوجہ عدم مراعات خلافیات کے نواقض وضو میں ونیز (۱) عوام میں ان کی اقتدا اخلاف مصلحت وخلاف احتیاط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

۲۱رشوال ۱۳۳۳ھ (امداد، ص:۶۶رج:۱) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۴۲۶)

سجدہ کی جگہ کتنی اونچائی پر ہوتو نماز نہیں ہوگی:

سوال (۱) قیام کی جگہ سے سجدہ کی جگہ ایک بالشت سے کم اونچی ہوتو نماز مکروہ ہوگی، یا نہیں؟

''اللہ اکبر'' میں اللہ کے پیش کو واو پڑھنے کا حکم:

(۲) اگر نماز میں تکبیر اللہ اکبر کی جگہ اللہ اکبر کہتا ہے تو نماز پر کیا اثر پڑتا ہے؟

حمیدہ ''ی'' کے ساتھ پڑھنے سے نماز ہوگی، یا نہیں:

(۳) اسی طرح **سمع اللہ لمن حمدہ** کی جگہ حمیدہ کہتا ہے تو کیسا ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

(۱) بظاہر فقہا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقام سجدہ کی اونچائی ایک بالشت سے کم ہوتو سجدہ بلا کراہت

== (و) **ذكر (في الملتقط):أن المصلي إذا لسعته الحية فقال بسم الله الرحمن الرحيم تفسد صلاته ...(وذكر في الذخيرة):أنه (إذا قال المريض يارب أوقال:بسم الله لما يلحقه من المشقة) ... أما عندهما أي الطرفين فتفسد، إلخ.(غنية المستملي،فصل فيما يفسد الصلاة،ص:۴۳۷-۴۳۸،ظفير)**

(۱) ونیز اس لیے کہ یہ حضرات اکثر پیشاب کر کے کلوخ نہیں لیتے اور بوجہ ضعف قوت ماسکہ قطرہ آجانا غالب ہے، جس کی بعض اوقات خبر بھی نہیں ہوتی، پس چار پانچ بار میں ظن غالب یہ ہے کہ نجاست قدر درہم سے زیادہ پائجامہ میں لگ جاتی ہوگی، جو مانع صلوٰۃ ہونے کی وجہ سے منافی صحت امامت بھی ہے۔سعید)

تعدیہ فساد کے (یعنی اگر غیر مقلدین کی اقتدا کی جائے گی تو عوام کے اشتباہ اور دھوکہ ہوگا، وہ ان لوگوں کو حق پر سمجھنے لگیں گے، پس ان کی اقتدا کرنے کی وجہ سے فساد (خرابی) بڑھ کر عوام تک پہونچ جائے گا۔(سعید)

درست ہے اور اگر ایک بالشت سے زیادہ ہو تو سجدہ ہی نہیں ہوگا، لہذا نماز ہی صحیح نہیں ہوگی۔(۱)

(۲) صورت مسئولہ میں اللہ کے ''ہ'' کو اتنا کھینچا کہ واو ہو گیا، جب بھی نماز ہو جائے گی، البتہ یہ فعل لغو ہوگا۔(۲)

(۳) یہی حال حمدہ کو حمیدہ ''ی'' کے ساتھ پڑھنے کا بھی ہوگا۔(شامی:۴۴۷/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۹/۹/۱۴۰۰ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۴۱۳/۲-۴۱۴)

سنت یا تراویح میں قعدہ اخیرہ چھوڑنے کا حکم:

سوال: اگر سنت مؤکدہ کے قعدۂ اخیرہ کو فراموش کر کے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو یہ سنتیں مؤکدہ متبدل بنفل ہو جاویں گی یا نہ جیسا کہ فرائض میں اگر قعدۂ اخیرہ بھول کر ایک رکعت اور پڑھ لی تو فرائض مبدل بنفل ہو جاتے ہیں اور اعادۂ نماز ضروری ہوگا، یا مثلاً کسی نے دو تراویح میں قعدۂ اخیرہ نہ کیا بلکہ بھول سے تیسری رکعت ملا لی بعد کو یاد آیا اور چوتھی رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کیا تو اب یہ دو رکعت تراویح مبدل بنفل ہو جاویں گی اور ان کا اعادہ ہوگا یا نہ؟ مع حوالۂ کتب فقہ ارقام ہو؟

الجواب

فی فتاویٰ قاضی خان: إذا صلی الإمام أربع رکعات بتسلیمة واحدة ولم یقعد فی الثانیة فی القیاس تفسد صلاته وهو قول محمد وزفر رحمهما اللّٰه تعالٰی ویلزمه قضاء هٰذه التسلیمة

---

(۱) فمقدار ارتفاع اللبنتین المنصوبتین نصف ذراع طول اثنتی عشر أصبعاً. حلبی کبیری، ص: ۲۸۶، مکتبة دار الکتاب، انیس) (دیکھئے: ردالمختار: ۴۷/۱) (اگر اونچائی ایک بالشت ہو تو کراہت کے ساتھ سجدہ جائز ہے۔(مجاہد)

ولو کان موضع سجوده أرفع من موضع القدمین بمقدار لبنتین منصوبتین جاز) سجوده (وإن أکثر لا) ألا لزحمة کما مر والمراد لبنة بخاری وهی ربع ذراع عرض ستة أصابع فمقدار ارتفاعهما نصف ذراع ثنتاعشرة اصبعًا'' (الدر المختار) (کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۱۰/۲، مکتبة زکریا، انیس)

(قوله جاز سجوده) الظاهر أنه مع الکرهة لمخالفته للمأثور من فعله صلی اللّٰه علیه وسلم... (قوله ثنتا عشرة أصبعا) بدل من نصف ذراع، فالمراد بالذراع، ذراع الکرباس وهو ذراع الید شبران تقریباً''. (ردالمحتار: ۲۱۰/۲)

(۲) إذا أراد الشروع فی الصلوٰة کبر) لو قادراً (للافتتاح) أی قال وجوباً اللّٰه أکبر ولا یصیر شارعاً بالمبتداء فقط ولا بأکبر فقط هو المختار: فلو قال اللّٰه مع الإمام وأکبر قبله ... لم یصح فی الأصح ... ولو ذکر الإسم بلا صفة صح عند الإمام خلافاً لمحمد (بالحذف) إذ مد أحد الهمزتین مفسد وتعمده کفر وکذا فی الأصح أعلم أن المد إن کان فی اللّٰه، فأما فی أوله أو وسطه أو آخره فإن کان فی أوله لم یصیر به شارعاً وأفسد الصلوٰة ... وإن کان فی وسطه فإن بالغ حتٰی حدث ألف ثانیة بین اللام والهاء کره ... (إن کان فی آخره فهو خطأ ولا یفسد أیضا). (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱۷۹/۲، مکتبة دار عالم الکتب، انیس)

وهوروایة عن أبی حنیفة رحمه الله وفی الاستحسان وهو أظهر الروایتین عن أبی حنیفة وأبی یوسف لا تفسد و إذا لم تفسد اختلفوا فی قول أبی حنیفة وأبی یوسف أنها تنوب عن تسلیمة أوتسلیمتین قال الفقیه أبو اللیث تنوب عن تسلیمتین؛لأن الأربع لماجاز وجب أن ینوب عن تسلیمتین کمن أوجب علیٰ نفسه أن یصلی أربع رکعات بتسلیمتین فصلی أربعاً بتسلیمة واحدة ذکرفی الأمالی عن أبی یوسف أنه یجوزفکذا هٰهنا وکذا لوصلی الأربع قبل الظهرولم یقعد علیٰ رأس الرکعتین جازاستحساناً آهـ.قلت ویلزمه سجدتا السهو.(۱)

اس روایت سے معلوم ہوگیا کہ سنت مؤکدہ اور تراویح ہر دو صحیح ہوگئیں۔ واللہ اعلم

۲۱/رمضان ۱۳۲۵ھ (امداد صفحہ ۹۲ ج ۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۴۹ و ۴۵۰)

جماعت کی نماز اگر کسی وجہ سے باطل ہوگئی تو صرف امام کا اعادہ سبھوں کی طرف سے کافی نہیں:

سوال: امام نے جماعت کی نماز پڑھائی سہواً قرأت غلط پڑھی، یا بے وضو تھا، یا بے غسل تھا، ان سب صورتوں میں بعد واقف ہونے غلطی کے اس نماز کا اعادہ محض امام کے ذمہ ہے، یا مقتدیوں کے ذمہ بھی؟

الجواب

درمختار میں ہے:

وإذا ظهرحدث إمامه وکذا کل مفسد فی رأی مقتدٍ بطلت فیلزم إعادتها،إلخ، کما یلزم الإمام إخبارالقوم إذا أمهم وهومحدث أو جنب.(۲)

اس عبارت سے واضح ہے کہ اگر امام کی نماز نہ ہوگی تو مقتدیوں کی بھی نہ ہوگی، سب پر اعادہ نماز کا لازم ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۷۲، ۳۷۳)

سجدۂ سہو رکعت کے قائم مقام نہیں:

سوال (۱) امام عشا کی نماز میں تین رکعت پر بیٹھ گیا سہواً، اس خیال سے کہ چار پوری ہوگئی؛ لیکن اس کو فوراً یقین ہوگیا کہ تین رکعت ہوئی ہیں، اس نے التحیات کو پورا کر کے سجدۂ سہو کیا اور تین ہی رکعت پر سلام پھیر دیا، نماز ہوگئی، یا نہیں؟

---

(۱) کتاب الصوم،فصل فی السهو و أحکامه (التراویح): ۱/۲۳۹-۲۴۰،مکتبة زکریا، انیس

(۲) الدرالمختار،کتاب الصلاة،باب الإمامة: ۲/۳۳۹-۳۴۰،مکتبة دارعالم الکتب،انیس

عن علی بن طلق قال:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:إذا أفسا أحدکم فی الصلاة،فلینصرف فلیتوضأ و لیعد الصلاة.(سنن أبی داؤد،کتاب الطهارة،باب فیمن یحدث فی الصلاة: ۱/۳۱،مکتبة حقانیة،پاکستان،انیس

جس نے اعادہ کرلیا اس کی نماز ہوگئی:

(۲) اگر کسی نے اپنی تنہا نماز دہرائی تو اچھا ہوا، یا نہیں؟

الجواب

(۱) اس حالت میں نماز نہیں ہوئی۔(۱)

(۲) دہرانا نماز کا سب کو ضروری ہے، جس نے تنہا دہرائی، اس کی نماز صحیح ہوگئی۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۶۱/۴)

نماز میں قرآن غلط پڑھنے پر دوبارہ تصحیح کرلی جائے:

سوال: تراویح میں قرأت کے اندر ایسی غلطی ہوئی، جس سے معنی بدل گئے، سامع کے بتلانے سے صحیح ہوگیا، وہ نماز جس میں غلطی واقع ہوئی، فاسد تو نہیں ہوئی؟ یہ سنا ہے کہ مولانا گنگوہیؒ کے یہاں ایسا مسئلہ پیش ہوا تھا، اس پر یہ فرمایا تھا کہ جب فاسد ہوگئی، پھر سامع کے بتلانے سے صحیح نہیں ہوسکتی؟

الجواب

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ذکر فی الفوائد: لو قرأ فی الصلاة بخطاء فاحش ثم رجع و قرأ صحیحاً قال: عندی صلاته جائزة، الخ. (۳)

اس روایت کی بنا پر جب سامع کے بتلانے سے صحیح پڑھ لیا تو نماز صحیح ہوگئی اور حضرت گنگوہی قدس سرہ نے اگر اعادہ کرایا ہو تو وہ احتیاط اور اولویت کا درجہ ہے، چنانچہ بہتر یہی ہے کہ نماز کا اعادہ کرلیا جائے، بشرط یہ کہ غلطی ایسی ہوئی ہو، جس سے معنی قرآن کے غلط ہوگئے ہوں۔ (امداد المفتین: ۳۰۷/۲، ۳۰۸)

---

(۱) رکعت کی تلافی سجدۂ سہو سے نہیں ہوتی، اس لیے نماز نہیں ہوئی، سجدہ ترک واجب اور اس کی تقدیم وتاخیر وغیرہ کے لیے ہے۔

(یجب بعد سلام واحد عن یمینه) ... (سجدتان و) یجب أیضاً (تشهد وسلام) ... (بترک) ... (واجب) بما مر فی صلوٰة الصلاة (سهواً) ... (وتأخیر قیام إلی الثالثة بزیادة علی التشهد بقدر رکن) (الدر المختار علیٰ هامش رد الحتار، کتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۷۷/۲ـ ۸۱، دار الفکر بیروت، انیس)

(۲) **وإذا ظهر حدث إمامه وکذا کل مفسد فی رأی مقتدٍ بطلت فیلزم إعادتها لتضمنها صلاة المؤتم صحة و فسادًا کما یلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم و هو محدث أو جنب أو فاقد شرط أو رکن. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۳/۱، ظفیر)**

(۳) **الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلوٰة، الفصل الخامس فی زلة القاری: ۸۳/۱. انیس**

امام مسافر اگر نماز پوری پڑھے گا تو مقتدی مقیم کی نماز نہیں ہوگی:

سوال: ایک امام مسافر نے بھول کر بجائے دو رکعت چار رکعت پڑھادی اور مقتدی کل مقیم ہیں اور جو لوگ پچھلی دو رکعتوں میں شامل ہوئے ہیں تو امام اور مقتدیوں کی نماز صحیح ہوئی، یا نہ؟

الجواب

امام مسافر کی نماز تو اس صورت میں ہوجاتی ہے؛ مگر سجدہ سہو اس پر لازم ہوتا ہے اور باقی مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۶/۴)

امام سجدے میں فوت ہوجائے تو مقتدی کیا کریں:

سوال: اگر امام سجدہ میں فوت ہوجائے تو مقتدی نماز کس طرح پوری کریں؟

الجواب

وہ نماز فاسد ہوگئی،(۲) پھر کسی کو امام بنا کر از سرِ نو نماز پڑھنی چاہیے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷۰/۴)

لفظ عذاب کی جگہ لفظ عطاء پڑھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ لفظ عطاء جو قرآن میں (سورہ ہود آیت:۱۰۸) آیا ہے، وہ موقع انعام و جزائے اعمال صالحہ میں آیا ہے، اگر کوئی شخص اس لفظ کو غلطی سے موقع عذاب میں پڑھے تو نماز فاسد ہوگی، یا نہ؟ یا اعادۂ نماز مستحب ہوگا، یا نہ؟

---

(۱) ولو نویٰ الإقامة لا لتحقيقها بل ليتم صلوٰة المقيمين لم يصر مقيماً (در مختار) فلو أتم المقيمون صلاتهم معه فسدت لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل. (ظهيرية) أى إذا قصدوا متابعته أما لو نووا مفارقته ووافقوه صورة فلا فساد. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۷٤۱/۱، ظفير)

(۲) وإذا ظهر حدث إمامه وكذا كل مفسد فى رأى مقتدٍ بطلت فيلزم إعادتها لتضمنها صلاة المؤتم صحةً وفساداً. (الدر المختار)

وأشار به إلٰى حديث" الإمام ضامن"إلخ. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۳۳۹/۲_۳٤۰، مكتبة دارعالم الكتب، انيس)

بقى من المفسدات ارتداد بقلبه و موت وجنون إلخ وكل موجب لوضوء. (الدر المختار)

(قوله وموت): أقول: تظهر ثمرته فى الإمام لو مات بعد القعدة الأخيرة بطلت صلاة المقتدين به فيلزمهم استينافها. (رد المحتار، باب مايفسد الصلاة، إلخ: ۵۸۸/۱، ظفير)

الجواب

في فتاویٰ قاضي خان: وإن تغير المعنى بأن قرأ ﴿إن الأبرار لفي جحيم وإن الفجار لفي نعيم﴾ أو قرأ ﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصلحت أولئك هم شر البرية﴾ أو قرأ ﴿وجوه يومئذٍ عليها غبرة أولئك هم المؤمنون حقا﴾ تفسد صلاته؛ لأنه أخبر بخلاف ما أخبر الله به. (۱)

چونکہ صورت مسئولہ میں بھی ظاہراً تغیر فاحش ہوگیا، لہٰذا اقتضاء قاعدہ فساد ہے؛ لیکن احقر کے نزدیک اس کی یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ اس کو تہکم (توبیخ) پر محمول کیا جاوے، جیسے: ﴿فبشرهم بعذاب أليم﴾ اور اس کا مقتضاء عدم فساد ہے، اول کا مقتضاء وجوب اعادہ ہے، نہ کہ (یعنی ثانی کا مقتضاء وجوب اعادہ نہیں ہے) ثانی کا والاول احوط والثاني اوسع۔

۲۱ / رمضان ۱۳۲۵ھ (امداد، صفحہ: ۹۲ / ج: ۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۴۴۳-۴۴۴)

عصر کی تیسری رکعت پر سلام پھیر دیا تو کیا حکم ہے:

سوال: امام نے سہواً عصر کی تین رکعت پر سلام پھیر دیا، جب لوگوں نے ان سے کہا تو کلام کرنے کے بعد نماز کا اعادہ کیا اور پوری نماز پڑھائی، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک رکعت پوری کر کے سجدۂ سہو کر لینا کافی تھا، امام نے بالکل غلط کیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب کا یہ فعل درست تھا کہ نہیں کیا، قبلہ کی جانب سے منھ پھیرنے کے بعد اور کلام کرنے کے بعد بقیہ رکعت پوری کر کے سجدۂ سہو کرنا کافی ہے؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی)

الجواب

امام کا فعل درست تھا، کلام کر لینے کے بعد نماز کا اعادہ ہی کرنا چاہیے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۳/ ۴۲۹)

آخری قعدہ چھوڑنے والے کی نماز باطل ہوگئی:

سوال: اگر امام صاحب چار فرض والی رکعت میں دوسری رکعت میں بیٹھنے کی بجائے تیسری رکعت میں بیٹھے، ابھی وہ بیٹھے ہی تھے کہ مقتدی نے اللہ اکبر کہا تو وہ فوراً کھڑے ہوگئے، پھر وہ چوتھی رکعت میں نہیں بیٹھے؛ بلکہ وہ کھڑے ہوگئے، پانچویں رکعت میں بھی نہیں بیٹھے؛ بلکہ وہ چھٹی رکعت میں بیٹھے تو انہوں نے التحیات پڑھنے کے بعد سجدہ سہو کیا

(۱) فتاویٰ قاضي خان، كتاب الصلاة، فصل في قراءة القرآن خطأً وفي الأحكام المتعلقة بالقراءة: ۱/ ۱۳۹، مكتبة زكريا، انيس

(۲) ويسجد للسهو ولو مع سلام إمامه ناوياً للقطع ما لم يتحول عن القبلة أو يتكلم لبطلان التحريمة، إلخ. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/ ۵۵۸، مكتبة دار عالم الكتب، انيس)

اور پھرانہوں نے سارا پڑھ کر سلام پھیر کر نماز ختم کی تو کیا نماز ہوگئی اور اگر نماز ہوگئی تو کتنی رکعت ہوئیں، فرض کے علاوہ نفل بھی ہوگئی، یا نہیں؟

الجواب

مقتدیوں کو چاہیے تھا کہ امام کو چوتھی رکعت پر بیٹھنے کا لقمہ دیتے۔ بہر حال جب امام نے پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو فرض نماز باطل ہوگئی اور یہ نفلی نماز ہوگئی؛ کیوں کہ آخری قعدہ فرض ہے اور فرض کے چھوٹ جانے سے نماز نہیں ہوتی، امام اور مقتدی دوبارہ نماز پڑھیں۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۵۷۰)

نماز فجر میں آفتاب نکل آئے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے، یا نہیں:

سوال: اگر فجر کی نماز میں آفتاب طلوع کرے تو نماز صحیح ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

عندالحنفیہ نماز اس کی فاسد ہوگئی، بعد طلوع وارتفاع آفتاب پھر صبح کی نماز اس کو پڑھنا چاہیے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۷)

جلد بازی میں تکبیر تحریمہ کہنا:

سوال: ما قولكم رحمكم الله تعالٰى فى أن رجلاً أدرك الإمام فى الركوع فكبر ورفع يديه إلٰى شحمتى أذنيه وتابعه فيه إلا أنه لم يقبض بيده اليمنى يده اليسرٰى ولم يضعهما تحت السرة ولم يأت بشئى من الثناء ولم يكبر ثانياً عند الركوع مخافة أن تفوته الركعة الأولٰى.

(۲) ورجلا آخر راٰى الإمام فى الركوع فكبر ورفع يديه إلاأن قوله الله كان فى قيامه و أكبر وقع فى الركوع مخافة ماذكر. فكل واحد منهم يكون شارعًا بالصلوٰة أم لا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جماعت میں شریک ہونے کے لیے آیا اور اس نے امام

(۱) الأولٰى رجل صلى الظهر)ونحو ها(خمساً)بأن قيد الخامسة بالسجدة(ولم يقعد علٰى رأس الرابعة بطلت فرضيته وتحولت صلوٰته نفلاً.(الحلبى الكبير،السادس القعدة الأخيرة،ص: ۲۵۳، مكتبة دارالكتاب)

(۲) ولوطلعت الشمس فى خلال الفجرتفسد فجره.(الهداية: ۱/۶۸،مكتبة أشرفية)

(وكره)تحريماً ... (صلاة)مطلقاً ... (مع شروق) ...(واستواء) ...(وغروب،إلا عصر يومه) ... بخلاف الفجر والأحاديث تعارضت فتساقطت.وفى رد المحتار تحت قوله(بخلاف الفجر)أى فإنه لا يؤدى فجر يومه وقت الطلوع،لأن وقت الفجر كله كامل فوجبت كاملة،فتبطل بالطلوع الذى هو وقت فساد.(الدر المختار مع ردالمحتار،كتاب الصلاة: ۱/۳۷۰-۳۷۳،دار الفكربيروت،انيس)

کو رکوع میں پایا، پس اس شخص نے تکبیر تحریمہ کہی، اپنے ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھائے اور رکوع میں شریک ہوگیا؛ لیکن نہ تو اپنے ہاتھ ناف کے نیچے باندھے، نہ ثنا پڑھی، نہ رکوع میں جانے کے لیے دوسری تکبیر کہی؛ کیوں کہ اس کو اس پہلی رکعت کے فوت ہوجانے کا اندیشہ تھا، آیا اس کی نماز صحیح ہوگئی، یا نہیں؟

(۲) ایک شخص نے امام کو رکوع میں دیکھ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہی اور چونکہ رکعت کے فوت ہونے کا اندیشہ تھا؛ اس لیے جلدی میں یہ ہوا کہ لفظ اللہ حالت قیام میں اور لفظ اکبر حالت رکوع میں واقع ہوا تو اس کی نماز صحیح ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

الرجل الذی أتی بتکبیرة التحریمة فی حالة القیام لکنه لم یضع یدیه تحت السرة ولم یکبر ثانیاً للرکوع صحت صلاته ویکون شارعاً فی الصلاة.(۱)

وأما الذی قال الله فی القیام وأکبر فی حالة الانحناء فإن کان بحیث لاتنال یداه إلی الرکبة یصیر شارعًا فی الصلاة وتصح صلاته وإن کان بحیث تنال یداه إلی الرکبة لم تصح صلاته ولایکون شارعاً فی الصلاة.

قال فی الدرالمختار: أدرک الإمام راکعًا فقال: الله فی القیام وأکبر راکعًا لم یصح فی الأصح، إلخ.

قوله قائمًا أی حقیقة وهو الانتصاب أو حکمًا وهو الانحناء القلیل بأن لاتنال یداه رکبتیه .(۲)

(جس شخص نے حالت قیام میں تکبیر تحریمہ کہہ لی؛ لیکن ہاتھ نہیں باندھے اور دوسری تکبیر رکوع میں جاتے وقت نہیں کہی، اس کی نماز صحیح ہوجائے گی اور اس کو شارع فی الصلوٰۃ سمجھا جائے گا۔

اور جس شخص نے تکبیر تحریمہ کے لفظ اللہ کو حالت قیام میں اور لفظ اکبر کو جھکنے کی حالت میں کہا تو اگر اس کے ہاتھ ابھی گھٹنوں تک نہیں پہنچے تھے تو اس کی نماز صحیح ہوگی اور اس کو شارع فی الصلوٰۃ کہا جائے گا اور اگر لفظ اکبر کہتے وقت اس کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ چکے تھے تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی اور وہ شارع فی الصلوٰۃ نہ ہوگا۔

(۱) ومنها القیام بحیث لو مد یدیه لاینال رکبتیه...فلو کبر قائمًا فرکع ولم یقف صح.(الدر المختار، کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة : ۱/٤٤٤،ط:سعید)

فلووجد الإمام راکعًا فکبر منحنیا أن القیام أقرب صح ولغت نیة تکبیرة الرکوع.(الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/٤٨٠،ط:سعید)

(۲) ردالمحتار، کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،فصل فی بیان تألیف الصلاة: ۱۷۸/۲،انیس

درمختار میں ہے کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے اور تکبیر تحریمہ اس طرح کہے کہ حالت قیام میں لفظ اللہ اور حالت رکوع میں لفظ اکبر کہے تو صحیح یہی ہے کہ اس کی نماز نہ ہوگی۔

اور قیام سے مراد یا تو حقیقی قیام ہے؛ یعنی بالکل سیدھا کھڑا ہونا، یا حکمی قیام؛ یعنی معمولی جھکاؤ کہ اس کے ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچیں۔)(ردالمحتار)(۱)(کفایت المفتی:۴۳۱/۳-۴۳۲)

جن کا امام کے ساتھ رکوع چلا جائے، ان کی یہ رکعت فوت ہوگئی:

سوال: امام نے قرأت میں سجدہ کی سورت پڑھی اور سجدۂ تلاوت کی جگہ امام نے رکوع کر دیا اور مقتدی جو امام کے قریب تھے، وہ رکوع میں چلے گئے اور جو مقتدی امام سے دور تھے، جن کو یہ معلوم تھا کہ یہاں سجدۂ تلاوت ہے، وہ لوگ سجدہ میں چلے گئے، جب امام نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا، تب ان کو پتہ چلا کہ امام رکوع میں تھا، ان میں سے کچھ لوگ کھڑے ہوکر رکوع میں گئے اور پھر امام کے ساتھ سجدے میں مل گئے اور کچھ لوگ سجدے میں سے بیٹھ کر، پھر امام کے ساتھ سجدہ میں چلے گئے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو لوگ امام کے رکوع کرنے کے بعد رکوع کر کے امام کے ساتھ سجدہ شامل ہوگئے، ان کی نماز ہوئی، یا نہیں؟ دوسرے جو لوگ رکوع میں نہیں گئے؛ بلکہ بیٹھ کر ہی امام کے ساتھ سجدہ میں شامل ہوگئے، ان کی بھی نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

جو لوگ امام کے ساتھ رکوع میں شامل نہیں ہوئے، ان کی یہ رکعت جاتی رہی، پھر جب وہ رکوع کر کے امام کے ساتھ سجدہ میں مل گئے تو ان کی نماز صحیح ہوگئی اور جو لوگ بغیر رکوع ادا کئے ہوئے سجدہ میں ملے، ان کی ایک رکعت فوت ہوگئی، اگر وہ امام کے سلام کے بعد اپنی رکعت پوری کر لیتے تو نماز ہو جاتی، جب انہوں نے سلام پھیر دیا تو نماز نہیں ہوئی۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۴۳۲/۳)

سجدہ میں دونوں پاؤں اٹھ جانے کا حکم:

سوال: نماز میں بحالت سجدہ اگر دونوں پیر زمین سے جدا ہو جائیں تو فساد صلوٰۃ کے حکم سے واجب الاعادہ ہے، یا نہیں؟ نیز اگر فساد صلوۃ کا حکم ہے تو کس بنا پر؟ مع الدلیل تفصیل وار جواب طلب ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) قوله قائماً أی حقیقة وهو الانتصاب أوحكماً وهو الانحناء القليل بأن لا تنال يداه ركبتيه.(ردالمحتار، كتاب الصلاة،فصل فی بيان تأليف الصلاة:۱۷۸/۲،مكتبة دارعالم الكتب،انيس)

(۲) واللاحق من فاتته الركعات كلها أوبعضها،لكن بعد اقتدائه بعذر...بأن سبق إمامه فی ركوع وسجود فإنه يقضی ركعة ... يبدأ بقضاء ما فاته عكس المسبوق ثم يتابع إمامه إن أمكنه ادراكه وإلا تابعه ثم ما نام فيه بلا قراءة، ثم ما سبق به بها إن كان.(تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة،باب الإمامة:۳۴٤/۲،ط:سعيد)

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

بحالت سجدہ پاؤں زمین پر رکھنے کے بارے میں تین قول ہیں: فرض، واجب، سنت۔قول وجوب راجح ہے، دونوں پاؤں میں سے کسی ایک کا کوئی جزء بقدر تسبیحۂ واحدہ رکھنا کافی ہے، پس اگر پورے سجدہ میں بقدر ایک تسبیح کے دونوں پاؤں میں سے کسی کا کوئی جزء زمین پر رکھ لیا تو واجب ادا ہو جائے گا، اگر اتنی مقدار بھی نہیں رکھا تو ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ واضح رہے کہ ظہر قدم، یا صرف ایک قدم کو زمین پر بغیر عذر رکھنے سے واجب تو ادا ہو جائے گا؛ مگر مکروہ ہے؛ اس لیے کہ دونوں پاؤں زمین پر رکھنا اور انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا سنت مؤکدہ ہے۔

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: والحاصل أن المشهورفى كتب المذهب اعتماد الفرضية والأرجح من حيث الدليل والقواعد عدم الفرضية ولذا قال فى العناية و الدرر إنه الحق ثم الأوجه حمل عدم الفرضية على الوجوب والله أعلم (قوله ولو واحدة صرح به فى الفيض قوله نحو القبلة) قال فى البزازية والمراد بوضع القدم هٰنا وضع الأصابع أوجزء من القدم وإن وضع أصبعاً واحدة أوظهر القدم بلا أصابع إن وضع مع ذلك إحدىٰ قدميه صح وإلا لا ... قال فى الفيض: ولو وضع ظهر القدم دون الأصابع بأن كان المكان ضيقاً أووضع إحدا هما دون الأخرىٰ لضيقه جاز كما لو قام علىٰ قدم واحد وإن لم يكن المكان ضيقًا يكره اهـ فهٰذا صريح فى اعتبار وضع ظاهر القدم وإنما الكلام فى الكراهة بلا عذر، لكن رأيت فى الخلاصة أن وضع إحداهما بأن الشرطية بدل أو العاطفة؛ لكن هٰذا ليس صريحاً فى اشتراط توجيه الأصابع بل المصرح به أن توجيهها (الأصابع) نحو القبلة سنة يكره تركها، كما فى البرجندى والقهستانى. (ردالمحتار: ٤٦٧/١)(١) فقط والله تعالىٰ أعلم

۲ /ربیع الاول ۱۳۸٦ھ (احسن الفتاویٰ: ۳۹۸/۳)

سجدہ میں دونوں پاؤں اٹھالینا:

سوال: سجدہ میں زمین پر دونوں پاؤں رکھنے کے بجائے دونوں پاؤں اوپر اٹھانے سے نماز فاسد ہو جائے گی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ

اگر دونوں پاؤں زمین سے اوپر اٹھا لئے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور ایک اٹھانے کی صورت میں مکروہ۔ (۲)

---

(١) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فى إطالة الركوع للجائى: ٥٠٠/١، دار الفكر بيروت، انيس

(٢) عن ابن عباس رضى اللّٰه عنه قال: قال النبى صلى الله عليه وسلم أمرت أن أسجد علىٰ سبعة أعظم على الجبهة وأشار بيده على أنفه واليدين وأطراف القدمين ولا نكتف الثياب والشعر. (صحيح البخارى، كتاب الأذان، باب السجود على الأنف: ١١٢/١، مكتبة أشرفية، رقم الحديث: ٨١٢، انيس)

عالمگیریہ میں ہے:

"لوسجد ولم يضع قدميه على الأرض لايجوزولووضع أحدهما جازمع الكراهة إن كان بغيرعذر، كذا في شرح منية المصلي لأمير الحاج"، إنتهى. (۱) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو: ۲۲۸)

سجدہ میں پاؤں اُٹھ جائے تو نماز ہوگی، یا نہ ہوگی:

سوال: بعض اردو کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر سجدہ میں دونوں پاؤں اٹھ جائیں تو نماز نہ ہوگی، کم ازکم ایک انگلی پاؤں کی زمین پرٹکی رہے؟

الجواب ______________

یہ مسئلہ قدمین کے اٹھنے کا درمختار وشامی میں بھی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بالکل تمام سجدہ میں دونوں قدم اٹھے رہیں تو سجدہ نہ ہوگا اور جب سجدہ نہ ہوا تو نماز نہ ہوئی، کم ازکم ایک انگشت کسی وقت سجدہ میں زمین پرٹھہر جائے، یہ نہیں کہ اگر قدمین زمین سے اٹھ گئے اور پھر رکھ لئے تو اس میں بھی نماز نہ ہوگی، مطلب یہ ہے کہ اگر بالکل اٹھے رہے تو نماز نہ ہوگی۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۵/۴)

مقتدی کا ایک سجدہ چھوٹ گیا:

سوال: زید مقتدی نے امام کے ساتھ ایک سجدہ کرکے دوسرا سجدہ نہ کیا؛ یعنی دوسرے سجدہ میں سوگیا اور دوسرے سجدہ کے بعد آنکھ کھلی تو امام کے ساتھ قیام کیا تو آیا زید کی نماز ہوئی، یا نہیں؟ نہیں تو کس طرح ادا کرے، از سرنو ادا کرے، یا آخر میں بعد سلام امام کے ایک سجدہ کرکے سجدہ سہو کرلے تو مذکورہ طریقہ پر نماز صحیح ہوگی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ______________ باسم ملهم الصواب

یہ شخص لاحق ہے، اس پر واجب تھا کہ آنکھ کھلنے کے بعد دوسرا سجدہ کرکے امام کا اتباع کرتا، اس وقت سجدہ نہیں کیا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک سجدہ کرکے تشہد دوبارہ پڑھ کر سلام پھیرنے سے نماز صحیح ہوجائے گی، مگر ترک واجب سے گنہگار رہوگا، سجدہ سہو واجب نہیں؛ کیوں کہ مقتدی کے ترک واجب سے سجدہ سہو، یا اعادہ واجب نہیں ہوتا۔

نقل في الشامية عن البحر حكمه أنه يبدأ بقضاء ما فاته بالعذرثم يتابع الإمام إن لم يفرغ وهٰذا

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، فصل فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۱۰۷، مكتبة زكريا، انيس

(۲) ومنها السجود بجبهته وقدميه ووضع أصبع واحدة منهما شرط (درمختار) وأفاد أنه لولم يضع شيئاً من القدمين لم يصح السجود. (ردالمحتار، باب صفة الصلوٰة، بحث الركوع والسجود) ويكفيه وضع أصبع واحدة فلولم يضع الأصابع أصلاً ووضع ظهر القدم فإنه لايجوز. (البحر الرائق، باب صفة الصلوٰة: ۱/۳۳۶، ظفير)

واجب لاشرط حتیٰ لوعکس یصح فلو نام فی الثالثة واستیقظ فی الرابعة فإنه یأتی بالثالثة بلا قراء ة فإذا فرغ منها صلی مع الإمام الرابعة وإن فرغ منها الإمام صلاها وحده بلاقراء ة أیضًا فلو تابع الإمام ثم قضٰی الثالثة بعد سلام الإمام صح وأثم،آه.(رد المحتار)(۱)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۷/رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ (احسن الفتاویٰ:۳/۳۷۵)

نماز میں ہنسنا:

سوال: ایک شخص نماز باجماعت پڑھ رہاہے، اچانک ہنس گیا، دانت ظاہر ہوگئے ہیں، مگر آواز نہیں نکلی، اس صورت میں نماز ہوئی، یا فاسد ہوئی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر ہنسی میں فقط دانت کھل گئے، آواز بالکل نہیں نکلی تو نہ وضوٹوٹا، نہ نماز گئی اور اگر اتنی آواز نکلی کہ خود، یا بالکل قریب والے شخص نے بھی سن لی تو نماز ٹوٹ گئی، وضو نہیں ٹوٹا اور اگر اتنی زور سے ہنسا کہ اہل مجلس نے آواز سن لی تو وضو بھی جاتا رہا، بشرطیکہ بالغ ہو، نابالغ کا وضو نماز میں ہنسنے سے نہیں ٹوٹتا۔

قال صاحب التنویر فی نواقض الوضوء: و(قهقهة) ... بالغ،وفی الشامیة واحترزبه عن الضحک وهو لغة أعم من القهقهة واصطلاحاً ما کان مسموعاً له فقط فلا ینقض الوضوء بل یبطل الصلاة وعن التبسم وهوما لا صوت فیه أصلاً بل تبدو أسنانه فقط فلایبطلهما، وتمامه فی البحر ولم أرمن قدرالجوازبشئ ومقتضی تعریف الضحک بما کان مسموعاله فقط أن القهقهة ما یسمعها غیره من أهل مجلسه فهم جیرانه لا خصوص من عن یمینه أوعن یساره؛لأن کل ما کان مسموعاً له یسمعه من عن یمینه أویساره تأمل.(ردالمحتار:۱/۱۳۴)(۲) فقط واللّٰه تعالٰی أعلم

۱۲/محرم ۱۳۸۹ھ (احسن الفتاویٰ:۳/۳۷۵)

حالت نماز میں رقص وغیرہ سے نماز فاسد ہوجاتی ہے:

سوال: بعض لوگ نماز میں شوروغل مچایا کرتے ہیں؛ یعنی تالیاں بجانا، ہا، ہوآواز کرنا، کودنا، رقص کرنا، یہ جائز ہے، یانہیں؟ بعض ان کے معتقد مولوی کہتے ہیں کہ درمختار وغیرہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ شوق جنت وخوف نار سے رونا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے، یانہیں؟

---

(۱) کتاب الصلاة،باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها،مطلب فیما لو أتی بالرکوع أو السجود أوبهما مع الإمام أو قبله أو بعده:۱/۵۹۵،دارالفکر بیروت،انیس

(۲) کتاب الطهارة،مطلب فی نوم الأنبیاء غیر ناقض،فرع المصروع إذا أفاق إلخ:۱/۱۴۵،دارالفکر،انیس

الجواب ــــــــــــــــ

یہ امور مفسد صلوٰۃ ہیں اور کتب فقہ میں خوف دوزخ وشوق جنت میں رونے کو بے شک جائز لکھا ہے، مگر تالیاں بجانا اور رقص کرنا کسی نے جائز نہیں لکھا، بالخصوص نماز میں ایسی حرکات باتفاق مفسد صلوٰۃ ہیں، وتفصیله فی کتب الفقه. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۵۱)

گدّے پر سجدہ کا حکم:

سوال: ہسپتال میں چار پائیوں پر گدے بہت موٹے ہوتے ہیں، ان پر سجدہ کرنے سے نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آتی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر گدا سر کے مکمل بوجھ کو برداشت کرلے تو اس صورت میں نماز صحیح ہوجائے گی اور اگر برداشت نہ کرسکے؛ بلکہ دبتا ہی چلا جائے تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

قال فی شرح التنویر: وأن یجد حجم الأرض.

وفی الشامیة: تفسیره أن الساجد لو بالغ لا یتسفل رأسه أبلغ من ذلک. (۲) فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

۲۴/محرم ۱۳۹۵ھ (احسن الفتاویٰ:۳/۴۳۲)

سہواً سلام پھیر کر دوسری نیت باندھ لی:

سوال: زید مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، جب کہ زید کی تین رکعت نماز ہوئی تھی، دعا کے بعد زید نے سنتیں شروع کردیں، سنتوں کی تکبیر تحریمہ کے بعد یاد آیا کہ امام کے پیچھے تین رکعت پر سلام پھیر دیا ہے، زید نے ایک رکعت اور پڑھ کر سجدہ سہو کرلیا تو نماز ہوگئی، یا اعادہ واجب ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

سنتوں کی تکبیر تحریمہ کہنے سے فرائض کی تحریمہ باطل ہوگئی؛ اس لیے یہ نماز صحیح نہیں ہوئی، اعادہ فرض ہے۔

قال فی الدر: ولا تبطل بنیة القطع ما لم یکبر بنیة مغایرة.

---

(۱) والتنحنح بحرفین بلا عذر، إلخ، أو بلا غرض، إلخ، والإنین، إلخ، والتأوه، إلخ، والتأفیف، إلخ، والبکاء بصوت، إلخ، لا لذکر جنة أو نار، إلخ، ویفسدها کل عمل کثیر لیس من أعمالها ولا لإصلاحها. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب یفسد الصلاة: ۱/۵۷۸، ظفیر)

(۲) رد المحتار: ۱/٤٦٨ (باب صفة الصلاة: ۲/۲۰٦، مکتبة دار عالم الکتب، انیس)

وقال ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالٰى: وكذا بنية الانتقال إلٰى غيرها، ط(قوله مالم يكبر بنية مغايرة) بأن يكبر ناوياً النفل بعد شروع الفرض وعكسه أوالفائتة بعد الوقتية وعكسه أوالاقتداء بعد الانفراد وعكسه وأما إذا كبر بنية موافقة كأن نوٰى الظهر بعد ركعة الظهر من غير تلفظ بالنية فإن النية الأول لا تبطل ويبنى عليها ولو بنٰى على الثانية فسدت الصلاة. (رد المحتار: ۱/۴۱۰)(۱)

وفى الدر: (و) يفسدها (انتقاله من صلاة إلٰى مغائرتها) ولو من وجه حتٰى لو كان منفردًا فكبر ينوى الاقتداء أوعكسه صار مستأنفاً بخلاف نية الظهر بعد ركعة الظهر إلا إذا تلفظ بالنية فيصير مستأنفا مطقًا.

وقال ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالٰى: (قوله يفسد ها انتقاله، إلخ) أى بأن ينوى بقلبه مع التكبيرة الانتقال المذكور، قال فى النهر: بأن صلٰى ركعة من الظهر مثلاً ثم افتتح العصر أوالتطوع بتكبيرة، فإن كان صاحب ترتيب كان شارعًا فى التطوع عندهما، خلافاً لمحمد، أولم يكن بأن سقط للضيق أو للكثرة صح شروعه فى العصر؛ لأنه نوٰى تحصيل ما ليس بحاصل فخرج عن الأول فمناط الخروج عن الأول صحة الشروع فى المغاير ولو من وجه فلذا لو كان منفردًا فكبر ينوى الا قتداء أوعكسه أوإما مة النساء فسد الأول وكان شارعًا فى الثانى، وكذا لو نوٰى نفلاً أو واجباً أوشرع فى جنازة فجئ بأخرٰى فكبر ينويهما أو الثانية يصير مستأنفا على الثانية كذا فى فتح القدير آهـ. (قوله أوعكسه) لنصب عطفًا علٰى منفردًا (قوله بخلاف نية الظهر، إلخ) أى نيته مع التكبيرة كما مر، قال فى البحر: يعنى لو صلٰى ركعة من الظهر فكبر ينوى الاستئناف للظهر بعينها لايفسد ما أداه ويحتسب بتلك الركعة حتٰى لو صلٰى ثلاث ركعات بعد ها ولم يقعد فى آخرها حتٰى صلٰى رابعة فسدت الصلاة ولغت النية الثانية (قوله مطلقاً) أى سواء انتقل إلى المغايرة أوالمتحدة؛ لأن التلفظ بالنية كلام مفسد للصلاة الأولٰى فصح الشروع الثانى. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۵۸۳)(۲) فقط واللّٰه تعالٰى أعلم

۱۵/صفر ۱۳۹۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۴۳۸و۴۳۹)

عصر کی نماز ظہر سمجھ کر ادا کی:

سوال: تین بج کر پچاس منٹ پر ظہر کی نماز کے لیے مسجد گیا، ادھر جماعت ہورہی تھی، جماعت میں شامل ہوگیا، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ عصر کی جماعت تھی، اب میں کیا کروں؟ آیا میری ظہر کی نماز ہوئی، یا عصر کی؟

---

(۱) كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، فروع فى النية: ۲/۱۲۶، مكتبة دار عالم الكتب، انيس

(۲) كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۲/۳۸۳، مكتبة دارعالم الكتب، انيس

الجواب

اگر امام کی نیت عصر کی ہے اور مقتدی کی نیت ظہر کی تو مقتدی کی تو نماز نہیں ہوگی؛ اس لیے آپ کی نہ ظہر کی ہوئی اور نہ ہی عصر کی، دونوں نمازیں پھر سے پڑھیں۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۱۸/۳)

نماز میں میٹھی چیز حلق میں جانے سے نماز ٹوٹ گئی:

سوال: اگر وضو کے بعد کوئی میٹھی چیز کھالی، پھر نماز پڑھنے لگے نماز کے دوران منہ میں بھی مٹھاس محسوس ہوتی ہو اور اس کی مٹھاس کا مزا کچھ باقی ہو اور تھوک کے ساتھ حلق میں جاتی ہو تو کیا نماز صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر صرف ذائقہ ہی باقی ہے تو نماز ہو جائے گی اور اگر وہ میٹھی چیز منہ میں باقی ہو اور تحلیل ہو کر حلق میں چلی گئی ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۶۰/۳)

مسکرانے سے نماز نہیں ٹوٹتی، لیکن بآواز ہنسنے سے ٹوٹ جاتی ہے:

سوال: کیا نماز پڑھتے وقت مسکرانے سے نماز نہیں ٹوٹتی؟ میرا خیال ہے کہ نماز ٹوٹ جاتی ہے، جبکہ میرے دوست کا کہنا ہے کہ کھلکھلا کر ہنسنے سے نماز ٹوٹتی ہے، مسکرانے سے نہیں؟

الجواب

صرف مسکرانے سے نماز نہیں ٹوٹتی، بشرطیکہ ہنسنے کی آواز پیدا نہ ہو، اور اگر اتنی آواز پیدا ہو جائے کہ برابر کھڑے شخص کو سنائی دے تو اس سے نماز ٹوٹ جائے گی۔(۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۶۳/۳-۵۶۴)

نماز میں اردو زبان میں دعا کرنا کیسا ہے:

سوال: کیا ہم نماز پڑھتے وقت سجدے میں اپنی زبان میں؛ یعنی اردو میں اللہ تعالی سے اپنی حاجت بیان کر سکتے ہیں؟

---

(۱) لایصح إقتداء مصلی الظهر العصر و مصلی ظهر یومه بمصلی ظهر أمسه. إلخ. (عالمگیری: ۸۶/۱) (کتاب الصلاة، فصل فیما یکره الصلاة و مایکره فیها: ۸٦/۱، انیس)

(۲) ولو أکل شیئاً من الحلاوة ابتلع عینها فدخل فی الصلاة فوجد حلاوتها فی فیه فابتلعها لا تفسد صلاته ولو أدخل الفانیذ أو السکر فی فیه ولم یمضغه یصلی والحلاوة تصل إلٰی جوفه تفسد صلاته کذا فی إلخ صلاة. (الفتاویٰ الهندية: ۱۰۲/۱) (کتاب الصلاة، الباب السابع: ٦٥١/١، مکتبة زکریا، انیس)

(۳) القهقهة فی کل صلاة فیها رکوع و سجود تنقض الصلاة و الوضوء عندنا ... الضحک یبطل الصلاة ولا یبطل الطهارة والتبسم لایبطل الصلاة ولا الطهارة، إلخ. (الفتاویٰ الهندية، کتاب الصلاة: ۱۲/۱، مکتبة زکریا، انیس) / (وأیضاً: الحلبی الکبیر، ص: ۲٤۱-۲٤۲)

==

الجواب ــ

نہیں، ورنہ نماز ٹوٹ جائے گی۔ (۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۵۷۰/۳)

کسی کی چھینک پر نماز میں یرحمک اللہ کہنا:

سوال: زید نماز پڑھ رہا تھا، اس نے کسی نمازی، یا غیر نمازی کی چھینک سن کر "**یرحمک اللّٰہ**" کہہ دیا، قصداً، یا بلاقصد، چھینکنے والے نے "**الحمد للّٰہ**" کہا ہو، یا نہ کہا ہو، ان سب صورتوں کا کیا حکم ہے؟ "**یرحمک اللّٰہ**" کہنا جائز ہے، یا مکروہ، یا مفسد؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

ان سب صورتوں میں یرحمک اللہ کہنے والے کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ (۲)

قال العلائی رحمه اللّٰه تعالیٰ فی مفسدات الصلاة: وتشمیت عاطس بیرحمک اللّٰه ولو من العاطس لنفسه. (۳) فقط واللّٰه أعلم بالصواب

۲۵/صفر ۱۴۰۱ھ (احسن الفتاویٰ: ۴۴۱/۳)

جمائی میں چیخنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، یا نہیں:

سوال: جو شخص نماز میں جمائی اس قدر چلاّ کر کرے کہ اس کی آواز مسجد سے باہر چلی جائے، اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور اگر وہ شخص بوجہ شدت درد کے چلایا تو کیا حکم ہے؟

== عن أبی العالیة قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یصلی بأصحابه فجاء رجل ضریر البصر فوقع فی بئر فی المسجد فضحک بعض أصحابه فلما انصرف أمر من ضحک أن یعید الوضوء والصلاة. (مصنف ابن أبی شیبة، من کان یعید الوضوء والصلاة: ۳۸۸/۱، انیس)

(قوله: یفسد الصلاة التکلم) لحدیث مسلم: إن صلاتنا هٰذه لایصلح فیها شیء من کلام الناس إنما هو التسبیح والتکبیر وقراء ة القران، إلخ. (البحر الرائق: ۲/۲، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها)

(۱) ولا یبعد أن الدعاء بالفارسیة مکروها تحریما فی الصلاة وتنزیها خارجها. (ردالمحتار، فروع قرأ بالفارسیة: ۵۲۱/۱، دارالفکر بیروت، انیس)

(۲) عن معاویة بن الحکم السلمی قال: صلیت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فعطس رجل من القوم فقلت: یرحمک اللّٰه فرمانی القوم بأبصارهم فقلت: واثکل أمیاه ما شأنکم تنظرون إلی فجعلوا یضربون بأیدیهم علیٰ أفخاذهم فعرفت أنهم یصمتونی قال عثمان فلما رأیتهم یسکتونی سکت قال فلما صلیٰ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بابی وأمی ماضربنی ولا قهرنی ولا سبنی ثم قال: إن هٰذه الصلاة لایحل فیها شئ من کلام الناس هٰذا إنما هو التسبیح والتکبیر وقراء ة القرآن الحدیث. (سنن أبی داؤد، باب تشمیت العاطس فی الصلاة: ۱۴۱/۱، مکتبة حقانیة ملتان، انیس)

(۳) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها: ۳۷۸/۲، مکتبة زکریا، انیس

الجواب

جمائی میں آواز نکل جانے سے نماز ہوجاتی ہے،(۱) اور آواز سے رونا درد اور مصیبت کی وجہ سے اور چلاّ نا درد کی وجہ سے مفسد نماز ہے، کذا فی الدر المختار۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶۹/۳)

بغیر علم کے نماز نہ ہونے کا مطلب:

سوال: جو شخص نماز کے فرائض اور واجبات نہ جانتا ہو تو لکھا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی اور دہقانی کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ امر صحیح نہیں کہ بدون علم کوئی نماز درست نہیں ہوتی؛ بلکہ ادا ہونا شرائط وارکان کا ضروری ہے، خواہ علم ہو، یا نہ ہو، مراد یہ ہے کہ اس کی بہت نمازیں درست نہیں ہوتیں کہ اس کو خبر فساد وکراہت کی نہیں، اگر کچھ واقع ہوگا بے علمی سے اس کو خبر نہ ہووے گی، اعادہ نہ کرے گا تو بعض نماز کا نہ ہونا مراد ہے، نہ سب کا، لہٰذا دہقانی کے پیچھے نماز درست ہوجاتی ہے، جب کوئی مفسد صلوٰۃ اس سے بظاہر واقع نہ ہوا ہو۔(۳) فقط (تالیفات رشیدیہ ۲۸۹)

نماز پڑھنے کے بعد یاد آیا کہ وضو نہیں تھا تو دوبارہ پڑھے:

سوال: مسئلہ یوں ہے کہ میں نے عصر کی نماز سے قبل وضو کیا، بعد ازاں میرا وضو ٹوٹ گیا؛ لیکن مغرب کے وقت میرا پکا خیال تھا کہ میرا عصر کے وقت کا ابھی تک وضو ہے، اس طرح میں نے نماز مغرب ادا کرلی؛ لیکن کچھ آدھے گھنٹے کے بعد مجھے سو فیصد یاد آگیا کہ میں نے یہ نماز بے وضو پڑھی؛ کیوں کہ وضو تو بعد از نماز عصر ٹوٹ گیا تھا، کیا میری نماز ہوگئی ہے، یا نہیں؟

---

(۱) عن أبی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: التثاؤب فی الصلاة من الشيطان فإن تثاؤب أحدكم فليكظم ما استطاع. (سنن الترمذی، كتاب الصلاة: ۴۹/۱، مكتبة أشرفية، إعلاء السنن: ۱۲۹/۵، انيس)

(۲) والبكاء بصوت يحصل به حروف لوجع أومصيبة قيد للأربعة إلا لمريض لايملك نفسه عن إنين وتأوه؛ لأنه حينئذ كعطاس و سعال وجشاء وتثاؤب وإن حصل به حروف للضرورة. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب ما يفسد الصلوٰة ومايكره فيها: ۵۷۹/۱، ظفير)

(۳) أما الأمی والأخرس لو افتتحا بالنية جاز لأنهما أتيا بأقصیٰ ما فی وسعها. (ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۸۲/۲، مكتبة زكريا، انيس)

الجواب

جب آپ کو سو فیصد یقین ہو گیا کہ نماز بے وضو پڑھی ہے تو بے وضو تو نماز نہیں ہوتی؛ اس لیے اس کا لوٹانا فرض ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۵۷۶/۳)

عدد رکعات میں امام ومقتدی کے اختلاف کا حکم:

سوال: زید نے عصر کی نماز پڑھائی، سلام پھیرنے پر کچھ مقتدیوں نے کہا کہ تین رکعات ہوئی ہیں اور کچھ نے یہ کہا کہ ہمیں پتہ نہیں چلا، امام صاحب کہتے ہیں کہ میرا دل یہی کہتا ہے کہ چار ہوئی ہیں؟

الجواب

اگر تو امام صاحب کو پورا یقین ہے کہ چار ہوئی ہیں تو پھر اعادہ کی ضرورت نہیں اور اگر چار ہونے کا پختہ یقین نہ ہو تو نماز کا اعادہ کرلیں۔

لو وقع الإختلاف بين الإمام والقوم فقال القوم: صليت ثلثا وقال الإمام: صليت أربعاً، إن كان الإمام على اليقين لايعيد الصلاة بقولهم وإن لم يكن علىٰ يقين يعيد الصلاة بقولهم، آه. (الفتاویٰ الهندية)(۲) **فقط والله أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۱۴۰۶/۳/۱۳ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۳۹۶-۳۹۷)

سجدۂ ثانیہ بالکل نہیں کیا تو نماز نہیں ہوئی:

سوال: سجدۂ ثانیہ رہ جائے تو نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟　　　(محمد شریف خان، خطیب جامعہ مہاجرین، کہرڑ پکا)

الجواب

دوسرا سجدہ اگر بالکل نہیں کیا تو نماز باطل ہے؛ کیوں کہ دوسرا سجدہ بھی فرض ہے۔

''السجود الثانی فرض کالأول بإجماع الأمة، کذافی الزاهدی''. (۳)

البتہ اگر رہا ہوا دوسرا سجدہ دوسری یا تیسری رکعت میں ادا کرلیا اور سجدۂ سہو بھی کرلیا تو نماز ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، ۱۳۹۶/۱۰/۸ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۳۹۷)

---

(۱) **عن ابن عمر عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: لا تقبل صلاة بغیر طهور. الحدیث. (جامع الترمذی، باب ما جاء لا صلاة إلا بطهور: ۲/۱، مکتبة أشرفیة، انیس)**

(۲) **کتاب الصلاة، الباب الخامس فی الإمامة، قبیل الباب السادس فی الحدث فی الصلاة: ۹۳/۱، انیس**

(۳) **الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة، فصل فیما یفسد الصلاة ومایکره فیها: ۳۶/۱، مکتبة زکریا، انیس**

مفسدات نماز:

سوال: کن چیزوں سے نماز فاسد ہوتی ہے؟ (مستفتی: حبیب شیخ، کونڈوا پونہ، ۲؍رمضان ۱۴۲۵ھ)

الجواب

نماز جن چیزوں سے فاسد ہوتی ہے کل اٹھارہ ہیں، دیکھئے: بدائع الصنائع: ۲۲۰/۱۔(۱) واللہ اعلم وعلمہ اتم

مفتی محمد شاکر خان قاسمی پونہ (فتاویٰ شاکر خان: ۱۱۷/۱-۱۱۸)

قنوت نازلہ میں نام بہ نام بددعا کرنے سے نماز فاسد ہوگی:

سوال: فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی جاتی ہے، اس میں غیر معین طور پر بددعا کے الفاظ ہیں؛ لیکن اگر کوئی شخص نام بہ نام بددعا کرے تو نماز فاسد ہوگی، یا نہیں؟

(المستفتی: مولانا ابوعبیدہ اعظمی، ۱۹/۶/۱۹۹۳ء)

الجواب

قنوت نازلہ میں نام بہ نام بددعا کرنا منسوخ ہو چکا ہے۔

بخاری میں ہے:

"عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنه أنه صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم کان یقول: اللّٰهم العن فلاناً وفلا ناً فأنزل اللّٰہ تعالٰی: ﴿لیس لک من الأمر شئ﴾ الآیة. (۲)

اب یہ عمل موافق صلوٰۃ نہ رہا اور قاعدہ ہے کہ جو بھی عمل موافق صلوٰۃ نہ ہو، نماز میں اس کا ارتکاب جان بوجھ کر ہو، یا بھول کر

(۱) (۱) نماز میں کلام کرنا، چاہے قصداً ہو، یا بھول کر تھوڑا ہو، یا بہت ہر صورت میں نماز ٹوٹ جاتی ہے۔(۲) سلام کرنا یعنی کسی شخص کو سلام کرنے کے قصد سے سلام یا تسلیم السلام علیکم یا اسی جیسا کوئی لفظ کہہ دینا۔(۳) سلام کا جواب دینا یا چھینکنے والے کو یرحمک اللہ یا نماز سے باہر والے کسی شخص کی دعاء پر آمین کہنا۔(۴) کسی بری خبر پر إنا للّٰہ وإنا إلیه راجعون پڑھنا، یا کسی اچھی خبر پر الحمد للّٰہ کہنا، یا کسی عجیب خبر پر سبحان اللّٰہ کہنا۔(۵) درد یا رنج کی وجہ سے آہ یا اُف کرنا۔(۶) اپنے امام کے سوا کسی دوسرے کو لقمہ دینا یعنی قراءت بتانا۔(۷) قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا۔(۸) قرآن مجید پڑھنے میں کوئی سخت غلطی کرنا۔(۹) عمل کثیر کرنا یعنی کوئی ایسا کام کرنا جس سے دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔(۱۰) کھانا پینا قصداً ہو یا بھولے سے۔(۱۱) دو صفوں کی مقدار کے برابر چلنا۔(۱۲) قبلے کی طرف سے بلا عذر سینہ پھیر لینا۔(۱۳) ناپاک جگہ پر سجدہ کرنا۔(۱۴) ستر کھل جانے کی حالت میں ایک رکن کی مقدار ٹھہرنا۔(۱۵) دعاء میں ایسی چیز مانگنا جو آدمیوں سے مانگی جاتی ہے مثلاً یا اللہ مجھے آج سو روپے دیدے۔(۱۶) درد یا مصیبت کی وجہ سے ایسی طرح رونا کہ حروف ظاہر ہو جائیں۔(۱۷) بالغ آدمی کا نماز میں قہقہہ مار کر یا آواز سے ہنسنا۔(۱۸) امام سے آگے بڑھ جانا وغیرہا۔ (تعلیم الاسلام، ۱۳۴/۴)

(۲) صحیح البخاری، باب الدعاء علی المشرکین: ۲۱۲/۱، مکتبة أشرفیة، انیس

نماز کو فاسد کردیتا ہے، چنانچہ جس امام نے ایسا کیا ہے، وہ اپنی نماز دہرالے اور مقتدی کو بھی حتی الامکان مطلع کریں۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: إن هٰذه الصلاة لا يصلح فيها شئ من كلام الناس إنما هو التسبيح والتكبير وقراءة القرآن. (صحیح مسلم- بہشتی زیور،ص:۴۱۱)(۱) **واللّٰہ أعلم وعمله أتم**

مفتی محمد شاکر خان قاسمی پونہ (فتاویٰ شاکر خان:۱/۱۲۰-۱۲۱)

قنوت نازلہ میں ممالک کا نام لینا:

سوال: اگر کوئی امام فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے وقت مصائب میں پھنسے ہوئے ممالک کے جان و مال وغیرہ کی حفاظت کے واسطہ ان ممالک کا نام لے کر دعا کرتا ہے، جیسا کہ اگلے سال شوال میں دارالعلوم دیوبند کی مسجد قدیم کے اندرون ممالک، مثلاً: فلسطین، بوسینا، چیچینیا وکشمیر وغیرہ کے بارے میں اور رمضان شریف کے اندر حرمین شریفین میں بھی اسی طرح قنوت نازلہ میں دعا کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے تو کیا اس طرح دعا کرنے سے نماز فاسد ہوجائے گی، یا درست ہوگی؟

هو المصوب

صورت مسئولہ میں نماز فاسد نہ ہوگی۔(۲)

تحریر: محمد مسعود حسن حسنی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۴۷۶)

تکبیر تحریمہ کے بعد نصف کھجور نگل لی تو نماز نہیں ہوئی:

سوال: زید نے روزہ افطار کیا اور نماز پڑھائی، نصف کھجور اس کے منہ میں رہ گئی، تکبیر تحریمہ کے بعد اس کو نگل لیا، کیا نماز ہوگئی؟

(حافظ مولا بخش، ذی جی خان)

---

(۱) صحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب تحريم الكلام في الصلاة ونسخ ما كان من إباحته، انيس

(۲) عن أنس بن مالک قال: قنت رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم بعد الركوع في صلاة الصبح يدعوا علىٰ رعل وذكوان ويقول عصية عصت اللّٰہ ورسوله. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب القنوت في جميع الصلوات، إلخ (ح:٦٧٧) انيس)

وفي شرح النقاية معزياً إلى الغاية: وإن نزل بالمسلمين نازلة قنت الإمام في صلاة الجهر وهو قول الثوري وأحمد وقال جمهور أهل الحديث القنوت عند النوازل مشروع في الصلوات كلها. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ٨٧/٢، دار الفكر بيروت، انيس)

الجواب

نماز نہیں ہوئی۔
"وأكله، وشربه مطلقاً ولو سمسمة ناسياً، آه". (الدر المختار علی ردالمحتار: ۱/۴۱۸)(۱) فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۱۴۰۰/۹/۸ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۴۲۳-۴۲۴)

افطاری کا ریشہ یا ذرہ منہ میں رہ گیا اور نماز میں نگل گیا تو کیا حکم ہے:

سوال: بعد افطار دانت میں، یا منہ میں کوئی چیز رہ جائے، یا لذت آجائے اور نماز میں نگل جائے، نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

وہ چیز اگر چنے سے کم تھی تو نماز درست ہوگئی اور چنے کے برابر، یا اس سے زیادہ تھی تو نماز ٹوٹ گئی، نماز دہرا لے۔
"وتفسد أكله وشربه مطلقاً... إلا إذا كان بين أسنانه مأكول". (۲) واللہ اعلم وعلمہ اتم
مفتی محمد شاکر خان قاسمی، پونہ۔ (فتاویٰ شاکر خان: ۱/۱۱۶-۱۱۷)

نماز میں درود و دعا کے الفاظ دل میں پڑھنا:

سوال: میری زبان میں لکنت ہے، جس کی وجہ سے نماز میں الفاظ کو صحیح طریقہ سے ادا نہیں کرسکتا ہوں، خصوصا جب تشہد میں ہوتا ہوں تو درود و دعا کے الفاظ بالکلیہ میری زبان پر نہیں آتے، جس کی وجہ سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے تو میں دل ہی دل میں الفاظ و معانی پر غور و فکر کر کے پڑھ لیتا ہوں تو کیا اس سے نماز میں فساد وغیرہ لازم آتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز میں تشہد کا پڑھنا واجبات الصلوٰۃ میں سے ہے، اس کا ترک کرنا گناہ ہے اور نہ ہی دل میں غور و فکر کرنے سے تشہد ادا ہوتی ہے، لہٰذا اپنی طاقت کے مطابق ان الفاظ کو ادا کرنے کی کوشش کی جائے، اگر چہ الفاظ صحیح ادا نہ ہوں؛ لیکن اتنا یقین ہو کہ میں نے ان الفاظ کو ادا کیا ہے، تاہم درود شریف اور دعا چونکہ سنت ہے؛ اس لیے اگر بصورت مجبوری رہ بھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، اگر چہ پڑھنا مناسب ہے۔

(۱) كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۳۸۲، مكتبة زكريا، انيس
(۲) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۳۸۳، مكتبة زكريا، انيس
و) يفسدها (أكل ما بين أسنانه) إن كان كثيراً و(هو) أي الكثير (قدر الحمصة) ولو بعمل قليل لإمكان الاحتراز عنه بخلاف القليل بعمل قليل؛ لأنه تبع لريقه وإن كان بعمل كثير فسد بالعمل. (مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۱۲۴، انيس)

فإن كان لاينطق لسانه فى بعض الحروفإن لم يجف آية ليس فيها تلك الحروف يجوز صلاته ولايؤم غيره.(الهندية: ۷۹/۱،زلة القارى)(۱)

ويجب التشهد فى القعدة الاخيرة وكذا فى القعدة الاولى وهو الصحيح،هكذا فى السراج الوهاج وهوالاصح، كذافى محيط السرخسى.(الفتاوىٰ الهندية: ۷۱/۱،واجبات الصلاة)(۲)(فتاویٰ حقانیہ:۳/۲۲۷۔۲۲۸)

نماز میں سری ذکر کرنا:

سوال: بعض لوگ نماز میں ذکر سری کرتے ہیں،اس سے نماز پر کیا اثر پڑے گا؟

الجواب

نماز مخصوص اذکار کا نام ہے،ان اذکار کے علاوہ نماز میں دوسرے اذکار کا ورد کرنا مفسد صلوٰۃ ہے؛اس لیے جو شخص مخصوص مقامات میں مخصوص اذکار کے علاوہ ذکر کرے،اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

لما قال العلامة إبراهيم الحلبى:ذكرفى الملتقط أن المصلى إذا لسعته الحية فقال:بسم اللّٰه الرحمن الرحيم تفسد صلاته،إلخ،وذكر فى الذكاة أنه إذا قال المريض:يارب أوقال:بسم اللّٰه لمايلحقه من المشقة أما عندهما:أى الطرفين فتفسد.(۳)(فتاویٰ حقانیہ:۳/۲۲۹)

نماز میں اللہ، یا اِنا للہ کہنا:

سوال: اگر دورانِ نماز کوئی ناگہانی سانحہ پیش آجائے، یا کوئی ہولناک خبر سنے اور زبان سے بے اختیار اللہ، یا انا للہ کے الفاظ نکل جائیں تو اس کی نماز ہوجائے گی، یا نہیں؟

الجواب

اس مسئلہ میں فقہاء کرام کی دو رائے ہیں: ایک رائے کے مطابق یہ نماز فاسد ہوجائے گی، جبکہ دوسری رائے کے مطابق چوں کہ یہ الفاظ کلام الناس سے تعلق نہیں رکھتے؛اس لیے نماز فاسد نہیں ہوگی،علامہ ابن عابدین وغیرہ محققین نے قول ثانی کو راجح اور مفتی بہ قرار دیا ہے۔

---

(۱) كتاب الصلاة،مكتبة زكريا،انيس

(۲) كتاب الصلاة،مكتبة زكريا،انيس

قال ابن عابدين:(قوله والتشهد ان)اى تشهد القعدة الاولى وتشهد الاخيرة.(ردالمحتار)(كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،مطلب:واجبات الصلاة: ۱۵۹/۲،مكتبة دارعالم الكتب رياض،انيس)

(۳) الكبيرى،فصل فيما يفسد الصلاة: ۴۷۸، مكتبة دارالكتاب،انيس

قال الشیخ المفتی عزیز الرحمٰن فی جواب هذه المسئلة قال: ظاہر ہمیں است کہ نماز فاسد شود، لہذا احتیاط دریں امر واجب است۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۴۶،فصل فيما يفسد الصلاة)

لما قال العلامة ابن عابدين: تحت قوله لو سقط شئ من السطح فبسمل) يشكل عليه ما فی البحر: لو لدغته عقرب أو أصابه وجع فقال: بسم اللّٰه، قيل: تفسد؛ لأنه كالأنين وقيل: لا؛ لأنه ليس من كلام الناس وفی النصاب وعليه الفتوٰی وجزم به فی الظهيرية وكذا لو قال: يارب، كما فی الذخيرة. (ردالمحتار: ۳۸۱/۲، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره، إلخ) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۳۱/۳)

منہ میں دوا رکھ کر نماز پڑھنا:

سوال: منہ میں دوا خوش آوازی کے لیے رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

حامدًا و مصليًا، الجواب وباللّٰه التوفيق:

منہ میں دوا رکھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر دوا کا پانی پیٹ میں جاتا ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

ولو أدخل الفانيد أو السكر فی فيه ولم يمضغه لكن يصلی والحلاوة تصل إلٰی جوفه تفسد صلاته. (۲) **فقط واللّٰه أعلم** (مرغوب الفتاوی: ۲۰۴/۲)

ایک رکعت کی جگہ دو رکعت پڑھ لے:

سوال: زید ظہر کی دوسری رکعت میں شامل ہوا، سلام کے بعد بجائے ایک رکعت کے دو رکعت پڑھ لی تو اس نے فرض میں دو رکعت نفل کی نیت کر کے ایک رکعت اور پڑھ لی، پھر سجدہ سہو کیا اور نماز پوری کی نماز ہوئی، یا نہیں؟

هو المصوب

دریافت کردہ صورت میں ظہر کی نماز نہیں ہوئی؛ بلکہ وہ تمام رکعات نفل نمازوں میں شمار کی جائیں گی۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: **وإن لم يقعد علٰی رأس الرابعة حتٰی قام إلی الخامسة إن تذكر قبل أن يقيد الخامسة بالسجدة عاد إلی القعدة... وإن قيد الخامسة بالسجدة فسد ظهره عندنا وتحولت صلاته نفلاً.** (۳)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۴۷۸/۲-۴۷۹)

---

(۱) كتاب الصلاة، مكتبة دار عالم الكتب، انيس

قال العلامة ابن نجيم المصری: ذكر فی الفتاوٰی الظهيرية فی بعض المواضع أنه لو أجاب بالقول بأن يخبر بخبر يسره فقال الحمد للّٰه رب العالمين أو بخبر يسوءه فقال: إنا للّٰه وإنا إليه راجعون، تفسد صلاته والأصح أنه لا تفسد صلاته وهو تصحيح مخالف للمشهور. (البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة: ۱۳/۲، دار الكتب العلمية، انيس)

(۲) ردالمحتار: ۳۸۳/۲، باب مايفسد الصلاة، قبيل مطلب: فی التشبه بأهل الكتاب مكتبة دار عالم الكتب، انيس)

(۳) الفتاوٰی الهندية، الباب الثانی فی سجود السهو، فصل سهو الإمام يوجب عليه وعلٰی من خلفه: ۱۲۹/۱، مكتبة زكريا، انيس

نماز میں قبلہ سے منحرف ہوجانا:

سوال: نماز پڑھنے کے دوران کسی شخص کے دھکا دینے سے نمازی کا سینہ قبلہ سے کچھ منحرف ہوگیا تو اس سے نماز فاسد ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر قبلہ سے تھوڑی سی مقدار میں منحرف ہوجائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اگر من کل الوجوہ منحرف ہوگیا تو اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

قال الحصكفي: (ولغيره)أي غير معاينها(وإصابة جهتها)بأن يبقٰى شئ من سطح الوجه مسامتا للكعبة أولهوائها. (الدرالمختارعلٰى صدر رد المحتار: ٤٢٨/١،شروط الصلاة)(١)(فتاویٰ حقانیہ:۲۲۰/۳)

مسجد میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے دکانوں میں نماز پڑھنا:

سوال: ہماری مسجد چھوٹی ہے، بعض اوقات نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد میں جگہ نہیں رہتی، خصوصاً جمعہ کے دن تو بعض لوگ مسجد کے باہر ہی دکانوں میں کھڑے ہوکر نیت باندھ لیتے ہیں، جس کی بنا پر ظاہراً صفوف میں اتصال نہیں رہتا، کیا ایسی صورت میں امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب

اگر مسجد میں جگہ نہ ہو تو مسجد کے باہر دکانوں میں نماز پڑھنا اس وقت درست ہے، جس وقت مسجد اور دکانوں کے درمیان کا راستہ بند کیا جائے اور صفوف میں اتصال ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ ان مقتدیوں کو امام کی حالت کا علم بھی ہو، اگر صفوف میں اتصال نہ ہو، باقاعدہ راستہ درمیان میں خالی ہو اور ایسے ہی امام مسجد کی حالت کا بھی علم نہ ہو تو ایسی صورت میں اقتدا درست نہیں۔

قال الحصكفي:(ويمنع من الاقتداء) ... (طريق تجري فيه عجلة)الة يجرها الثور(أونهر تجري فيه السفن) ولوزورقا ولوفي المسجد (أوخلاء)أي فضاء(في الصحراء)أوفي مسجد كبير جدًا كمسجد القدس(يسع صفين)فأكثرإلا إذا اتصلت الصفوف فيصح مطلقًا كان قام في الطريق ثلاثة وكذا إثنان عند الثاني لاواحد اتفاقًا؛لأنه لكراهة صلاته صار وجوده كعدمه في

---

(١) كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة،مبحث في استقبال القبلة:١٠٩/٢،مكتبة دارعالم الكتب،انيس)

قال ابن نجيم: (قوله ولغيرها إصابة جهتها)لغيرالمكي فرضه أصابه جهتها وهوالجانب الذي إذا توجه إليه الشخص يكون مسامتا لكعبة أولهوائها.(البحرالرائق: ٣٠٠/١،شروط الصلاة)

حق من خلفه (والحائل لايمنع) الاقتداء (إن لم يشتبه حال إمامه بسماع أورؤية) ولومن باب مشبك يمنع الوصول في الأصح (ولم يختلف المكان)حقيقة كمسجد وبيت في الأصح.

(الدرالمختارعلىٰ صدررد المحتار: ۵۸۴/۱)(۱)(فتاویٰ حقانیہ:۲۲۳/۳-۲۲۴)

سجدہ کی حالت میں امام کا انتقال ہوجائے:

سوال: اگر سجدہ کی حالت میں امام کا انتقال ہوجائے تو بقیہ نماز کی تکمیل کی صورت کیا ہوگی؟

هو المصوب

نماز باطل ہوجائے گی اور مقتدیوں کو از سرنو نماز ادا کرنی ہوگی،(۲) اس کی شکل یہ ہوگی کہ کوئی دوسرا امام مقرر کیا جائے اور نماز از سرنو ادا کی جائے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۴۶۸/۲-۴۶۹)

نماز کے دوران 'بیشک' کا لفظ منہ سے نکل جائے:

سوال: ایک شخص نماز میں سورہ کوثر پڑھ رہا تھا معنی ذہن میں آنے پر بیشک نکل گیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

هو المصوب

بیشک کہنے کی وجہ سے نماز فاسد ہوگئی؛ کیوں کہ یہ کلام انسانی ہے اور آیت قرآنی کا جواب بھی خلاصہ۔

شامی فرماتے ہیں:

"يفسد ها التكلم هو النطق بحرفين أوحرف منهم وفي الرد أى أدنى ما يقع إسم الكلام عليه المركب من حرفين".(۳)

---

(۱) كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۳۳۰/۲-۳۳۱، مكتبة دارعالم الكتب رياض،انيس

ومنها طريق عام يمرفيه العجلة والا وقار هكذا في شرح الطحاوى اذاكان بين الامام وبين المقتدى طريق إن كان ضيقا لايمر فيه العجلة والا وقارلايمنع وإن كان واسعا يمرفيه العجلة والا وقار يمنع،كذا في فتاوىٰ قاضى خان والخلاصة هٰذا إذا لم تكن الصفوف متصلة على الطريق أما إذا اتصلت الصفوف لايمنع الاقتداء ولوكان على الطريق واحد لا يثبت به الاتصال وبالثلث يثبت بالاتفاق.(الفتاوىٰ الهندية،باب الإمامة،الفصل الرابع في بيان مايمنع صحة الاقتداء، إلخ: ۸۷/۱،مكتبة زكريا،انيس)

(۲) بقي من المفسدات: ارتداد بقلبه وموت و جنون واغماء .(الدرالمختارمع ردالمحتار: ۳۹۱/۲)(كتاب الصلاة،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها،مكتبة زكريا،انيس)

(۳) الدرالمختارمع ردالمحتار)(كتاب الصلاة،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۳۷۰/۲،مكتبة زكريا،انيس

اور فتاویٰ خانیہ میں ہے:

”وإن أراد به الجواب قال بعضهم تفسد صلاته عند الكل وهوظاهر“.(۱)

تحریر: محمد ظفر عالم، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۴۷۹)

اللہ اکبار کہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا امام اللہ اکبر اس طرح ادا کرتا ہے کہ بر کی بجائے بار سمجھ میں آتا ہے، اس کی اپنی اور مقتدیوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حلیہ وغیرہ سے نقل فرمایا ہے کہ تکبیر میں اسم ذات اللہ اور اکبر کے الف کو کھینچ کر پڑھنا مفسد نماز ہے اور لام کو اتنا کھینچنا کہ ایک الف مزید پیدا ہو جائے، مکروہ ہے، مفسد نہیں، اسی طرح ہاء کو کھینچنا مکروہ ہے، باء کی مد کے مفسد ہونے میں اختلاف ہے اور راء پر پیش کھینچ کر پڑھنا مفسد ہے۔(۱)

مگر غلبہ جہل کی وجہ سے متأخرین کا یہ فیصلہ ہے کہ اعراب اور مد کی غلطی مفسد نہیں، البتہ اگر کوئی تنبیہ کے باوجود اصلاح کی کوشش نہیں کرتا تو اس کی نماز نہیں ہوگی اور غلط خواں کو امام بنانا بہرصورت ناجائز ہے، بجز اس مجبوری کے کہ کوئی صحیح پڑھنے والا موجود نہ ہو، اس کی تفصیل میرے رسالہ ”الارشاد إلٰی مخرج الضاد“ میں ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸/رجب ۱۳۸۹ھ (احسن الفتاویٰ:۳/۴۲۴)

---

(۱) فتاویٰ قاضی خان علٰی هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة: ۱۳۷/۱، مكتبة زكريا، انيس

(۲) اعلم أن المد إن كان في الله، فإما في أوله أووسطه أوآخره: فإن كان في أوله لم يصر به شارعاً و أفسد الصلٰوة ... وإن كان في وسطه فإن بالغ حتٰى حدث ألف ثانية بين اللام والهاء كره قيل المختار أنها لا تفسد ... وإن كان في آخره فهوخطأ ولا يفسد أيضاً ... وإن كان المد في أكبر فإن في أوله فهو خطأ مفسد ... وقيل لا. ولا ينبغي أن يختلف في أنه لا يصح الشروع به وإن في وسطه أفسد ولا يصح الشروع به و قال الصدر الشهيد يصح ... وفي المبتغٰى لا يفسد؛ لأنه إشباع وهو لغة قوم وقيل يفسد لأن إكبار إسم ولد إبليس فإن ثبت أنه لغة فالوجه الصحة وإن في آخره فقد قيل يفسد الصلٰوة. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل وإذا أراد الشروع في الصلاة كبر: ۴۸۰/۱، دار الفكر بيروت، انيس)

(۳) فتاویٰ علماء ہند:۸/۸۲-۸۳، ”حروف کی ادائیگی-احکام ومسائل“ کے تحت بعنوان: ”رسالة الإرشاد إلٰی مخرج الضاد“ {لفظ ضاد کی تحقیق} میں مکمل رسالہ شامل ہے، وہاں دیکھا جا سکتا ہے۔ انیس

نماز میں رونے کا حکم:

سوال: ایک شخص جماعت میں نماز پڑھ رہا ہے اور وہ یک بیک از خود رو پڑا، یا بآواز بلند اللہ، یا حق، یا آہ، یا ھوھو کہہ کر کانپ اٹھا اور ہم کو یہ معلوم نہیں کہ یہ بذوق الٰہی کہتا ہے، یا بغیر ذوق الٰہی کے، دریں صورتہائے مرقومہ شخص مذکور کی نماز درست ہوگی، یا نہیں؟ اور قرب وجوار کے آدمیوں کی نماز ہوگی، یا فاسد ہو جائے گی؟

الجواب

وفی باب الإمامة: أمّا ما تعارفوه (عن رفع المؤذنين أصواتهم) في زماننا فلا يبعد أنه مفسد إذ الصياح ملحق بالكلام، فتح.

والرد تحته: وسيأتي أنه إذا ارتفع بكاؤه عصيبة بلغته تفسد لأنه تعرض لإظهارها. (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر اس نے شوق ومحبت الٰہی میں ایسا کیا تو اس کی نماز درست ہوگئی، ورنہ نہیں، یہ تفصیل تو خود اس کی نماز میں ہے؛ لیکن پاس والوں کی نماز میں کسی حال میں فساد نہیں آتا۔

۲۸/ ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ: ۳۳) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۳۸)

نماز میں رونے والے امام کی امامت کا حکم:

سوال: ایک شخص امام مسجد جب نماز میں آیات قرآنی پڑھتے ہیں تو نماز کے اندر ہی رونا چیخ کر شروع کر دیتے ہیں اور دریافت کرنے پر جواب دیتے ہیں کہ میں خوف خدا میں روتا ہوں، جس وقت جہنم کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے، اس وقت مجھے رونا آجاتا ہے، ایسے امام کے پیچھے مقتدیوں کی نماز جائز ہے، یا نہیں؟ ایک مقتدی بھی جہنم کا بیان سمجھ کر نماز میں روتے رہتے ہیں؟

---

(۱) الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۸۹/۱، دار الفكر بيروت، انيس

عن ثابت بن مطرف عن أبيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي وفي صدره أزيز كأزير الرحى من البكاء. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في البكاء في الصلاة: ۱۳۷/۱، مكتبه حقانية، انيس)

(يفسد ها التكلم) ... (والتنحنح) ... بلا عذرٍ ... والأنين هو قوله "آه" بالقصر (والتأوه) هو قوله "آه" بالمد (و التأفيف) أف أوتف (والبكاء بصوت) يحصل به حروف (لوجع أومصيبة) قيد للأربعة إلا لمريض لا يملك نفسه عن أنين وتأوه؛ لأنه حينئذٍ كعطاس وسعال وجثاء وتثاؤب وإن حصل حروف للضرورة (لا لذكر جنة أونار) وفي الرد تحته لأن الأنين ونحوه إذا كان بذكرهما صار كأنه قال: اللهم إني أسألك الجنة وأعوذ بك من النار ولوصرح به لا تفسد صلوٰته وإن كان من وجع أومصيبة صار كأنه يقول أنا مصاب فعزوني ولو صرح به تفسد. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۶۱۹/۱-۶۲۰، دار الفكر بيروت، انيس)

الجواب

اگر واقع میں یہ امام، یا مقتدی دوزخ وجنت وغیرہ کے ذکر سے روتے ہیں تو نماز میں کوئی خلل نہیں آتا، البتہ فرض نماز میں امام کے لیے مناسب یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے رونے میں ضبط کرے اور پھر اگر گریہ طاری بے اختیار ہوئے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

فی الدر المختار فی مفسدات الصلاة: ''والبكاء بصوت (الیٰ قوله) لا لذكر جنة ونار''. (۱)

نیز حدیث میں ہے کہ مرض وفات میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے حکم فرمایا تو حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسری ازواج مطہرات نے حضرت صدیقؓ کے متعلق یہی عذر کیا تھا کہ ان پر گریہ اکثر طاری ہوجاتا ہے، وہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ضرور گریہ طاری ہوجائے گا؛ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عذر کو قبول نہ فرمایا اور انہیں کو امام بنایا، (۲) البتہ اگر کسی تکلیف ومصیبت یا اور کسی دنیوی غرض سے روتا ہے تو آواز وحروف نکلنے کی صورت میں نماز فاسد ہوجائے گی۔

یکم ربیع الاول ۱۳۵۰ھ۔ (امداد المفتین: ۲/۲۷۸)

نماز میں گریہ وزاری کا حکم:

سوال: اگر نماز میں غلبہ محبت خدا ورسول سے، یا خیال نعمت ہائے خداوندی کا کرکے، یا اپنے گناہوں کے خیال سے، یا قرآن کے معنوں کا خیال کیا اور لذت حاصل ہوئی اور دل میں جوش آیا، غرض جس طرح سے ہو، باعث دنیا نہ ہو، نہ رنج ومصیبت بیماری بدنی کی ہو؛ بلکہ از امر دین [دین کی وجہ سے] ہو کہ کوئی خیال دینی ہی ہو، اگر کوئی گریہ کرے، یا آہ کرے، یا ہُو کرے کہ آواز ظاہر ہو تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

غلبہ محبت حق تعالیٰ سے، یا ذکر جنت ونار سے، اگر گریہ ہو، یا آہ، اوہ نکلے، یا صوت نکلے، نماز میں نقصان نہیں ہوتا۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص: ۳۱) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۲۷۴)

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب مایفسد الصلوٰة ومایكره: ۲/ ۳۷۷-۳۷۸، مكتبة زكريا، انيس

(۲) عن حمزة بن عبد الله أنه أخبره عن أبيه قال: قال: لما اشتد برسول الله صلى الله عليه وسلم وجعله قيل له فى الصلاة فقال: مروا أبا بكر بالناس قالت عائشة: إن أبا بكر رجل رقيق إذا قرأ غلبه البكاء، قال مروه: فيصل فعادته، فقال مروه: فليصل إنكن صواحب يوسف. (رواه البخارى، كتاب الأذان، باب أهل العلم والفضل أحق بالإمامة: ۹۴/۱، قديمى، انيس)

(۳) عن ثابت بن مطرف عن أبيه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى وفى صدره أزيز كأزيز الرحى من البكاء. (أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب البكاء فى الصلاة: ۱/ ۱۳۷، مكتبة حقانية، انيس)

اگر نماز میں رو پڑا، یا آہ، یاہُو کی تو کیا حکم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جماعت میں نماز پڑھ رہا ہے اور وہ یک بیک از خود رو پڑا، یا بآواز بلند لفظ اللہ، یا آہ، یاہُو، یا حق، یا کانپ کر ہُو ہُو کہہ اٹھا اور ہم کو علم نہیں کہ آیا اس کو بذوقِ الٰہی یہ کیفیت پیش آئی، یا بغیر ذوقِ الٰہی، دریں صورت ہائے مرقومۂ بالا شخص مذکور کی نماز ہوئی، یا نہیں؟ اور نیز اس کے قرب وجوار کے لوگوں کی نماز باقی رہے گی، یا فاسد ہو جائے گی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر نماز میں لفظ اللہ، یا کوئی اسم حق تعالیٰ کا، نمازی مقتدی، یا امام نے کہا تو اس سے نماز کسی حال میں مفسد نہیں ہوگی اور جو ہُو، ہا، آہ، اوہ نکلا، اگر بذوق وخشیت سے، یا ذکر جنت ورحمت سے نکلا تو بھی نماز نہیں جاتی اور جو بدون اس کے کہا تو نماز فاسد ہوتی ہے اور جس کا حال معلوم نہیں ہے، اس کے حال کو حسنِ ظن کے ساتھ خیر پر حمل کرنا چاہیے، بدگمانی نہ کرے، جب تک دلیل قوی اس کے فریب وریا کی نہ ہو اور اس کے پاس والوں کی نماز میں کوئی فساد ونقصان نہیں ہوتا، اگر چہ وہ ریا کار بھی ہو، اگر ریا کرتا ہے تو اس کی نماز فاسد ہووے گی، نہ [کہ] پاس والے کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ گنگوہی۔ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۷۴-۱۷۵) ☆

☆ نماز میں رونے کے متعلق بہشتی زیور کی ایک عبارت کی وضاحت:

سوال: درمطلب ایں عبارت بہشتی زیور کہ اگر جنت ودوزخ کو یاد کرنے سے دل بھر آیا اور زور سے آواز نکل پڑی تو نماز نہیں ٹوٹی، بحث شدہ است، کسے گوید کہ ایں آواز خاص است وکسے گوید عام، پس اگر خاص باشد حدا و چہ وآں آواز اختیاری است، یا نہ ومراداز ''دل بھر آنا'' چیست؟ وامامت آں کس اگر متبع شریعت باشد درست است، یا نہ، للہ فرمودہ اجرش عند اللہ امانت دارند وبس؟

الجواب

مراد ازیں عبارت گریہ بے اختیاری است کہ بر ضبط آں قدرت نباشد الا بالحرج، پس ایں چنیں گریہ اگر از ذکر جنت ودوزخ، یا از غلبہ محبت خداوندی درحالت نماز طاری شود نماز فاسد نگر دوا گرچہ بآواز بلند وصیاح مزید باشد۔

قال المحقق في الفتح تحت قول الهداية: فإن أن فيها أوتاوه أوبكٰى فارتفع بكاء ه فإن كان من ذكر الجنة أوالنار لم يقطعها؛ لأنه يدل علىٰ زيادة الخشوع آه، ما نصه وإن حصل به الحروف، آه. (۳٤۷/۱)

وفي موضع آخر والصياح ملحق بالكلام الذى بساطه ذلك الصياح وسياتي أنه إذا ارتفع بكاء ه من ذكر الجنة والنار لاتفسد ... وإن كان يقال: إن المراد إذاحصل به الحروف ولوصرح به (أى بالجنة والنار بسؤالها والعياذ منها) لاتفسد، آه ملخصا. (۳۲۲/۱)(فتح القدير، باب الإمامة: ۳۷۰/۱، دارالفكر بيروت، انيس)

پس گریہ را کہ بذکر آخرت باشد حدے نیست بجز آنکہ از قصد واختیار نباشد (دلّ عليه قوله: فارتفع بكاء ه لم يقل رفع بكاء ه والقواعد تدلّ أيضاً) واللہ اعلم

غرہ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۱۷۱/۲-۱۷۲)

==

آواز سے رونا مفسد صلوٰۃ ہے:

سوال: درد یا مصیبت کی وجہ سے نماز میں اس طرح رونا کہ آواز میں حروف ظاہر ہو جائیں تو بتحریر تعلیم الاسلام نماز فاسد ہو جاتی ہے تو سوال یہ کہ اگر آواز سے روئے اور حروف بھی پیدا ہوں، مگر مخفی رہیں؛ یعنی صرف خود سن سکے دوسرا نہ سن سکے تو نماز ٹوٹ جائے گی، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نماز ٹوٹ جائے گی، تعلیم الاسلام کی عبارت کا بھی یہی مطلب ہے، حروف ظاہر ہو جائیں کا معنی یہ ہے کہ حروف پیدا ہو جائیں اور یہ "والبکاء بصوت یحصل بہ حروف" کا ترجمہ ہے اور ایسا رونا مفسد ہے۔ (درمختار علی الشامی: ۱/۴۵۸)(۱) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۲۸/۵/۱۳۸۷ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۴۲۳)

حکم تأوہ در نماز:

سوال: گذارش یہ ہے جناب والا بہشتی زیور کی ایک جگہ میں ایک مسئلہ کم فہمی کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آتا ہے، مہربانی فرما کر اس کا مطلب تحریر فرمادیں؟ بہشتی زیور حصۂ دوم صفحہ تین میں مسئلہ نماز میں آہ، یا اوہ، یا اف، یا ہائے کہے، یا زور سے روئے تو نماز جاتی رہتی ہے، البتہ اگر جنت، دوزخ کو یاد کرنے سے دل بھر آیا اور زور سے آواز نکل پڑی تو نماز نہیں ٹوٹی، اس عبارت کے معنی میں یہ سمجھتا ہوں اگر نماز میں آہ، یا اوہ، یا اف یا ہائے کہے، یا زور سے روئے تو نماز جاتی رہتی ہے اور جنت و دوزخ کو یاد کرنے سے دل بھر آیا اور زور سے رونے کی آواز نکل پڑی تو نماز نہیں ٹوٹی اور آہ، یا اف، یا ہائے کہے تو بھی نماز جاتی رہتی ہے، میری یہ سمجھ صحیح ہے، یا غلط، تحریر فرمادیں؟

الجواب

فی الدر المختار: الأنین والتأوہ والتأفیف والبکاء بصوت یحصل بہ حروف لوجع أو مصیبۃ قید للأربعۃ إلا لمریض لایملک نفسہ عن أنین وتأوہ؛ لانہ حینئذٍ کعطاس وسعال وحشاء و تثاؤب وإن حصل حروف للضروۃ لا لذکر جنۃ ونار.

فی ردالمحتار: لا لذکر جنۃ أونار لان الأنین ونحوہ إذا کان بذکرھما صار کأنہ قال: أللٰھم إنی أسئلک الجنۃ...وإن کان من وجع أومصیبۃ صار کأنہ یقول: أنامصاب فعزونی، کذا فی الکافی، آہ ملخصاً. (٦٤٧/١)(الدرالمختارمع ردالمحتار، مفسدات الصلاۃ: ٦٩١/١ـ ٦٢٠)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جنت و دوزخ کی یاد سے اگر آہ، یا اف وغیرہ بھی منہ سے نکل جاوے، تب بھی نماز فاسد نہیں ہوتی، پس عبارت بہشتی زیور کی صاف نہیں ہے، جہاں اس میں یہ ہے کہ زور سے آواز نکل پڑے، وہاں یہ بھی بڑھانا چاہیے تھا کہ یا آہ وغیرہ نکل گیا۔ (ترجیح خامس: ۱۳۱)۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۲۳)

(۱) **کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا: ٣٧٧/٢، مکتبۃ زکریا، انیس**

نماز میں ستر عورت:

سوال: نماز میں عورت کو اپنا کتنا حصہ بدن چھپانا ضروری ہے؟

الجواب

نماز میں عورت کو اپنے تمام جسم کا چھپانا فرض ہے بجز چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں کے۔ (۱) (فتاوی شیخ الاسلام:۲۴)

نماز میں اگر کوئی عضو کھلا رہ گیا:

سوال: نماز کے دوران اگر عورت کا کوئی عضو کھل گیا تو نماز کب فاسد ہوگی؟

الجواب

اگر نماز میں کسی عضو کا چوتھائی حصہ اتنی دیر کھلا رہے گا جتنی دیر میں وہ کوئی فریضہ نماز ادا کرتی تو نماز باطل ہو جائے گی، حتی کہ اگر سر کے بالوں کا چوتھائی حصہ، یا گردن، یا بانہہ کا چوتھائی حصہ کھل جائے گا تو نماز باطل ہو جائے گی، خواہ یہ کھلنا گھر میں ہو، یا باہر، اندھیرے میں ہو، یا روشنی میں، کوئی دیکھے، یا نہ دیکھے۔ (۲)

(مکتوبات:۸۶/۴) (فتاوی شیخ الاسلام:۲۵)

نماز میں عورتوں کا کہنیوں تک ہاتھ کھولنے یا ٹخنے کھولنے کا حکم:

سوال: کشف دست زنان تا مرفق در نماز و نیز کشف کعبین ایشاں مفسد آں نماز است، یا نہ؟ (۳)

الجواب

زراع تا مرفق عضو کامل است کشف او مفسد است اگر بقدر سہ تسبیح باشد و کعبین عضو کامل نیست کشفش مفسد نیست۔ (۴)

۱۱/صفر ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ:۳۰) (امداد الفتاویٰ جدید:۴۳۷/۱-۴۳۸)

---

(۱) عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا تقبل صلاة حائض إلا بخمار. (سنن الترمذی، باب ماجاء لاتقبل صلاة المرأة الحائض إلا بخمار: ۸۶/۱، مکتبة أشرفیة، مکتبة أشرفیة، انیس)

(وبدن الحرة عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها (كنز الدقائق مع البحر الرائق: ۲٦۹/۱. الفتاویٰ الهندية؛ ۵۸/۱) (كتاب الصلاة، مكتبة زكريا، انيس)

(۲) ويمنع حتٰى انعقادها كشف ربع عضو قدرأداء ركن بلا صنعه من عورة غليظة أوخفيفة على المعتمد. (الدر المختار: ۴۰۸/۱) (كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۸۱/۲، مكتبة زكريا، انيس)

(۳) ترجمۂ سوال: نماز میں عورت کے ہاتھ کا کہنی تک کھولنا اور اس کے ٹخنوں کا کھولنا مفسد نماز ہے یا نہیں؟ سعید

(۴) ترجمۂ جواب: ذراع (ہاتھ) کہنی تک ایک کامل عضو ہے، اس کا کھلنا مفسد ہے، اگر تین تسبیح کے بقدر کھلا رہے اور ٹخنے کامل عضو نہیں ہیں، لہٰذا ان کا کھلنا مفسد نماز نہیں ہے۔ سعید

==

گھٹنا کھلے ہونے کی حالت میں نماز ہوگی، یا نہیں:

سوال: گھٹنا اس حصہ جسم میں شامل ہے، یا نہیں؟ جس کا چھپانا لازم ہے اور کیا ایسے لباس سے، یا ایسی حالت میں کہ پورا گھٹنا کھلا ہوا ہو، نماز ادا ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

صحیح یہ ہے کہ رکبہ یعنی گھٹنہ عورت میں داخل ہے، اس کا چھپانا ضروری ہے۔

شامی میں ہے:

فالركبة من العورة لرواية الدارقطني: "ماتحت السرة إلى الركبة من العورة، إلخ. (۱)

ولحديث علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الركبة من العورة". (۲)

لیکن اس میں اختلاف ہے کہ گھٹنا مع ران کے ایک عضو ہے، یا یہ دونوں علاحدہ علاحدہ دو عضو ہیں؟ روایت اولیٰ کی بناپر صرف گھٹنے کا نماز میں کھلنا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے؛ کیوں کہ صرف گھٹنا چوتھائی حصہ ران کا نہیں ہے اور مفسد صلوٰۃ کشف ربع ہے، (۳) اور دوسری روایت کے موافق گھٹنے کا چوتھائی حصہ نماز میں کھل جانا بھی مفسد صلوٰۃ ہے، پس تمام گھٹنے کا کھلنا بدرجۂ اولیٰ مفسد ہے۔

شرح منیہ میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ مختار روایت اولیٰ ہے؛ یعنی عدم فساد صلوٰۃ، (۴) مگر ظاہر ہے کہ احتیاط اس

== ويمنع حتىٰ انعقادها كشف ربع عضو قدر أداء ركن بلاصنعه ولو به فسدت في الحال عندهم، قنية قال أي وإن كان أقل من أداء ركن. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۸۱/۲، مكتبة أشرفية، انيس)

(۱) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مرو صبيانكم بالصلاة لسبع واضربوهم عليها لعشر وفرقوا بينهم في المضاجع وإذا زوج أحدكم عبده أمته أوجيره فلا ينظر إلىٰ ما دون السرة وفوق الركبة فإن ما تحت السرة إلى الركبة من العورة. (سنن الدارقطني، باب الأمر بتعليم الصلاة والضرب عليها: ۲۳۰/۱، انيس)

(۲) ردالمحتار، باب شروط الصلاة، مطلب ستر العورة: ۳۷۵/۱، ظفير (سنن الدارقطني، باب الأمر بتعليم الصلاة والضرب عليها، رقم الحديث: ۸۸۹، انيس)

(۳) ويمنع، إلخ، كشف ربع عضو قدر أداء ركن بلا صنعه من عورة غليظة أو خفيفة على المعتمد. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب شروط الصلوٰة، مطلب ستر العورة: ۳۷۹/۱، ظفير)

(۴) وكذا اختلفوا أيضاً في الركبة مع الفخذ هل كل منهما عضو علىٰ حدة أوهما عضو واحد، فقال بعضهم: كل منهما عضو علىٰ حدة وعلىٰ هذا لو انكشف القدر المانع كالربع من الركبة وحدها لاتجوز الصلوٰة، إلخ، وقال بعضهم: الركبة مع الفخذ كلاهما عضو واحد، وفي الخلاصة: هو المختار، وفي شرح الهداية لابن الهمام: والأصح أن الركبة تبع للفخذ؛ لأنها ملتقى العظمين لا عضو مستقل. انتهىٰ. (غنية المستملي شرح منية المصلي، الشرط الثالث، ص: ۱۸۶۱، مكتبة دار الكتاب، انيس)

میں ہے کہ گھٹنا نماز وغیرہ میں نہ کھولا جاوے اور چونکہ یہ راجح ہے کہ گھٹنا عورت ہے اس لئے کھولنا گھٹنے کا کسی حال میں درست نہیں ہے، اختلاف جو کچھ ہے وہ فساد وعدم فساد صلوٰۃ میں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳۴/۴-۳۵)

عورت کو نماز میں کتنا جسم ڈھانپنا ضروری ہے:

سوال: اکثر لوگ کہتے ہیں کہ عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ نماز کے وقت ضروری پوشیدہ کپڑا (سینہ بند) ضروری پہنے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ کپڑا یعنی سینہ بند کفن میں بھی شامل ہے، جبکہ اکثر جگہوں پر لکھا ہے کہ ہاتھ پاؤں اور چہرے کے علاوہ تمام جسم کا ڈھکا ہوا ہونا چاہیے، اب آپ فرمایئے کہ کون سی بات درست ہے؟ اور آیا سینہ بند نماز کے وقت ضروری ہے؟

الجواب

عورت کو نماز میں ہاتھ پاؤں اور چہرے کے علاوہ باقی سارا بدن ڈھکنا ضروری ہے، سینہ بند ضروری نہیں، جن لوگوں نے سینہ بند کو ضروری کہا، انہوں نے غلط کہا۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۵۳۴/۳)

ایسے باریک کپڑوں میں جن سے بدن جھلکے، نماز نہیں ہوتی:

سوال: ہم گرمیوں میں لان اور وائل کے باریک کپڑے پہنتے ہیں اور اسی حال میں نماز بھی پڑھتے ہیں تو کیا ہماری نماز قبول ہوجاتی ہوگی؛ کیوں کہ ہماری ایک عزیزہ نے بتایا تھا کہ ان کپڑوں میں نماز قبول نہیں ہوتی؛ کیوں کہ ان میں سے جسم جھلکتا ہے؟

---

(۱) اگر نماز میں ستر کھل جائے اور فوراً اسے چھپالے، تاخیر نہ ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

وإن انكشف عضووهوعورة فى الصلوٰة فسترمن غيرلبث لايضره ذلك الانكشاف ولايفسد صلوٰته؛لأن الانكشاف الكثير فى الزمان القليل عفوكالانكشاف القليل فى الزمن الكثير.(غنية المستملى شرح منية المصلى،الشرط الثالث،ص:١٨٩ ،مكتبة دار الكتاب،انيس)

(۲) ويسترعورته ... وبدن الحرة كلها عورة إلا وجهها وكفيها لقوله عليه السلام،المرأة عورة مستورة والاستثناء العضوين للا بتلاء بإبدائهما.(الهداية: ٧٦/١،باب شروط الصلاة التى تتقدمها)

﴿ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها﴾(النور: ٣١)روى عن ابن عباس ومجاهد وعطاء فى قوله:﴿إلاماظهر منها﴾ قال: ماكان فى الوجه والكف الخضاب والكحل ... وروى عن ابن عباس أيضاً أنها الكف والوجه والخاتم.(أحكام القرآن للجصاص:١٨٢/٥،دار إحياء التراث العربى،انيس)

عن عبد اللّٰه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان.(الجامع للترمذى،باب قبل أبواب الطلاق: ٢٢٢/١،ياسر نديم اينڈ كمپنى ديوبند،انيس)

الجواب

جو کپڑے ایسے باریک ہوں کہ ان کے اندر سے بدن نظر آئے، ان سے نماز نہیں ہوتی، نماز کے لیے دو پٹہ موٹا استعمال کرنا چاہیے۔(۱)(آپ کے مسائل اوران کا حل:۵۳۳/۳)

عورت کا ننگے سر، یا ننگے بازو نماز پڑھنا:

سوال: بعض خواتین نماز کے دوران اپنے بال نہیں ڈھانکتیں، دو پٹہ انتہائی باریک استعمال کرتی ہیں، یا پھر اتنا مختصر ہوتا ہے کہ کہنیوں سے اوپر بازو بھی ننگے ہوتے ہیں اور ستر پوشی بھی ٹھیک طرح سے ممکن نہیں ہوتی، ایسی خواتین سے جب کچھ کہا جائے تو وہ فرماتی ہیں کہ جب بندوں سے پردہ نہیں تو اللہ سے کیا، آپ کے خیال سے کیا ایسے نماز ہو جاتی ہے اور اگر ہوتی ہے تو کیسی؟

الجواب

چہرہ، دونوں ہاتھ گٹوں تک اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک، ان تین اعضا کے علاوہ نماز میں پورا بدن ڈھکنا عورت کے لیے نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔(۲)

خواتین کا یہ کہنا کہ ''جب بندوں سے پردہ نہیں تو خدا سے کیا پردہ'' بالکل غلط منطق ہے، اللہ تعالیٰ سے تو کپڑے پہننے کے باوجود آدمی چھپ نہیں سکتا تو کیا پورے کپڑے اتار کر نماز پڑھنے کی اجازت دے دی جائے گی، پھر بندوں سے پردہ نہ کرنا ایک مستقل گناہ ہے، جو عورت اس گناہ میں مبتلا ہو، اس کے لیے یہ کیسے جائز ہو گیا کہ وہ نماز میں بھی ستر نہ ڈھانکے۔

الغرض عورتوں کا یہ شبہ، شیطان نے ان کی نمازیں غارت کرنے کے لیے ایجاد کیا ہے۔(آپ کے مسائل اوران کا حل:۵۳۴/۳)

بچہ اگر ماں کا سر درمیان نماز ننگا کر دے تو کیا نماز ہو جائے گی:

سوال: چھ ماہ سے لے کر تین سال کی عمر کے بچے کی ماں نماز پڑھ رہی ہے، ماں کے سجدے کی جگہ لیٹ جاتا

---

(۱) وفی شرح شمس الأئمة السرخسي إذا كان الثوب رقيقاً بحيث يصف ما تحته أى لون البشرة لايحصل به ستر العورة إذا لاستر مع رؤية لون البشرة،إلخ.(الحلبي الكبير، كتاب الصلاة،الشرط الثالث:۱۸۷، مكتبة دارالكتاب،انيس)

عن عائشة أن أسماء بنت أبى بكر دخلت علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليها ثياب رقاق فأعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال:يا أسماء أن المرأة إذا بلغت المحيض لم يصلح لها أن يرىٰ منها إلا هٰذا وهٰذا وأشار إلىٰ وجهه وكفيه.(سنن أبى داؤد، كتاب اللباس،باب فيما تبدئ المرأة من زينتها:۲۱۳/۲،مكتبة حقانية،انيس)

(۲) وبدن المر أة الحرة كلهاعورة إلاوجهها و كفيها وقدميها).(الحلبي الكبير:۱۸٤،دارالكتاب ديوبند،انيس)

ہے۔ جب ماں سجدے میں جاتی ہے تو بچہ ماں کے اوپر بیٹھ جاتا ہے اور سر سے دوپٹہ اتار دیتا ہے اور بالوں کو بھی بکھیر دیتا ہے، کیا اس حالت میں ماں کی نماز ہوجاتی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

نماز کے دوران سر کھل جائے اور تین بار ''سبحان اللہ'' کہنے کی مقدار تک کھلا رہے تو نماز ٹوٹ جائے گی، (۱) اور اگر سر کھلتے ہی فوراً ڈھک لیا تو نماز ہوگئی۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۳۴/۳)

نماز میں عورت کے ٹخنے کھلے رہنے کا حکم:

سوال: نماز کی حالت میں عورت کے ٹخنے کھلے تھے تو نماز ہوجائے گی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

قاعدہ یہ ہے کہ اگر سہو ربع عضو تین بار سبحان ربي الاعلى کہنے کی مقدار تک کھلا رہے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے اور قصدا ربع عضو ایک لمحہ بھی کھلا چھوڑ دیا تو نماز فاسد ہوگئی، ربع عضو سے کم ستر کھلنا خواہ سہوا ہو، یا عمدا تین تسبیح کی مقدار سے کم ہو، یا زیادہ بہر حال مفسد نہیں، ٹخنے پنڈلی کے ساتھ مل کر ایک عضو ہے اور ربع عضو سے کم ہے؛ اس لیے نماز ہوجائے گی۔

قال في الدر: (ويمنع) ... (كشف ربع عضو) قدر أداء ركن بلا صنعه.

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: فلوبه فسدت في الحال عندهم، قنية، قال ح: أي وإن كان أقل من أداء ركن، آه، وفي الخانية: إذا طرح المقتدى في الرحمة أمام الإمام أوفي صف النساء أومكان نجس أوحولوه عن القبلة أوطرحوا إزاره أوسقط عنه ثوبه أوانكشفت عورته ففيما إذا تعمد ذلك فسدت صلاته وإن قل وإلا فإن أدى ركنا فكذلك وإلا فان مكث بعذر لا تفسد في قولهم وإلا ففي ظاهر الرواية عن محمد تفسد، آه. (۳) فقط والله تعالىٰ أعلم

۲/رجب ۱۳۸۶ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۴۰۲/۳)

---

(۱) ويمنع حتىٰ انعقادها كشف ربع عضو قدر أداء ركن بلا صنعه من عورة غليظة أوخفيفة على المعتمد.
وفي الشامية: (قوله: قدر أداء ركن) وذاك قدر ثلاث تسبيحات، إلخ. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۸۱/۲، مكتبة زكريا، انيس)

(۲) واحترز عما إذا انكشف ربع عضو أقل من قدر أداء ركن فلا يفسد إتفاقاً واعلم أن هٰذا التفصيل في الانكشاف الحادث في أثناء الصلاة. (ردالمحتار: ۸۲/۲، باب شروط الصلاة، مطلب في النظر الى وجه الأمرد، مكتبة دارعالم الكتب، انيس)

(۳) رد المحتار: ۳۷۹/۱ (كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۸۱/۲، مكتبة زكريا، انيس)
أعضاء عورة الرجل ثمانية: الأول الذكر وما حوله، الثاني: الأنثيان وما حولهما، ==

چوتھائی عضو کھلنے سے نماز کا باطل ہونا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ کس قدر ستر مصلی اندر نماز کے مکشوف ہو جاوے تو نماز باطل ہوتی ہے؟

الجواب

ربع عضو اگر کھل جاوے اور بقدر ادائے ایک رکن کے کھلا رہے، نماز باطل ہو جاتی ہے، یہ تو جب ہے کہ ایک جگہ سے اس قدر کھل جائے اور اگر دو جگہ سے تھوڑا تھوڑا کھل جاوے تو اگر ایک عضو میں دو جگہ کھلا ہے تو اگر دونوں کو ملا کر بقدر ربع اس عضو کے ہو جاوے، تب بھی نماز باطل ہو جاوے گی اور اگر ایک عضو میں ایک جگہ سے دوسرے عضو میں دوسری جگہ سے تھوڑا تھوڑا کھل رہا ہے تو ان دونوں عضو میں جو چھوٹا عضو ہے، اگر اس کے ربع کی برابر دونوں جگہ ملا کر ہوگئی، تب بھی نماز باطل ہوگئی۔

(ويمنع) ... (كشف ربع عضو) قد رأداء ركن بلا صنعه ... وتجمع بالأجزاء لو في عضو واحد وإلا فبالقد رفإن بلغ ربع أدناها كاذن منع. (الدر المختار مختصرًا)(۱) **والله أعلم**

(امداد: ۱/۱۰۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۳۸-۴۳۹)

نماز میں ہنسلی کی ہڈی کھل جائے تو نماز ہوگی، یا نہیں:

سوال: کیا ہنسلی کی ہڈی بحالت نماز اگر کھلی رہی تو نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق

مرد کا ستر عورت، ناف کے نیچے سے گھٹنا تک ہے اور عورت کا سر سے پیر تک ہے، چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پیر نماز کی حالت میں ضرورۃً ستر سے خارج قرار دیئے گئے ہیں، ستر کا کوئی مکمل عضو، یا مکمل عضو کا ایک چوتھائی حصہ نماز کے اندر کھل جائے تو نماز نہیں ہوتی، ہنسلی کی ہڈی مرد کے ستر میں داخل نہیں ہے، لہٰذا مرد کی ہنسلی کی ہڈی کھل جانے کی وجہ سے

== الثالث: الدبر، الرابع والخامس: الإليتان. والسادس والسابع الفخذان مع الركبتين، الثامن مابين السرة إلى العانة مع ما يحاذى ذلك الجنبين والبطن. وفي الأمة ثمانية: أيضاً الفخذان مع الركبتين، والأنثيان والقبل مع ماحوله، والدبر كذلك والبطن والظهر مع مايليهما من الجنبين، وفي الحرة هٰذه ثمانية ويزاد فيها ستة عشر: الساقان مع الكعبين، والثديان النكران والأذنان العضدان مع المرفقين والذراعان مع الرسغين والصدر الرأس والشعر والعنق وظهر الكفين وينبغي أن يزاد فيها أيضاً الكتفان ولا يجعلان مع الظهر عضواً واحداً بدليل أنهم جعلوا ظهر الأمة عورة دون كتفيها وكذلك بطن القدمين عورة في رواية أي وهي الأصح. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في النظر إلى وجه الأمرد: ۱/۴۰۹، دار الفكر بيروت، انيس)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب شروط الصلاة مطلب في النظر إلى وجه الأمرد: ۲/۸۱، دار عالم الكتب، انيس

اس کی نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اس کی نماز شرعاً صحیح ہوگی، البتہ عورت کے ستر میں تو داخل ہے؛ لیکن چوں کہ نہ تو ایک کامل عضو ہے اور نہ ہی کامل عضو کا ایک چوتھائی حصہ، لہذا اگر عورت کی صرف ہنسلی کی ہڈی نماز میں کھل جائے تو نماز ہو جائے گی، البتہ عورتوں پر مکمل احتیاط ضروری ہے کہ جسم کا کوئی حصہ کھلنے نہ پائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲۳/۱۱/۱۴۱۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۱۱)

نماز میں تہبند یا پاجامہ کھل جائے تو کیا کرے:

سوال: اگر نماز کی حالت میں مقتدی، یا امام کا تہبند، یا پاجامہ کا کمر بند کھل گیا تو وہ نماز میں کیا کرے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر ایک ہاتھ سے؛ یعنی عمل یسیر سے درست ہونا ممکن نہ ہو تو نماز کو توڑ کر دونوں ہاتھوں سے تہبند باندھ کر پھر شریک جماعت ہو جائے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۴/۴۲)

اگر نمازی کا تہبند یا پاجامہ کھل جائے تو دونوں ہاتھ سے باندھنا درست ہے، یا نہیں:

سوال: اگر مصلی کا تہبند، یا ازار بند حالت نماز میں بوقت قیام کھل گیا تو مصلی اس کو دونوں ہاتھوں سے باندھ کر نماز پوری کرسکتا ہے، یا از سرِ نو پڑھنی چاہیے؟ ایسے ہی گھنڈی، یا بند، یا ٹوپی، یا اوڑھنی، یہ جملہ افعال دونوں ہاتھوں کے ہیں، ان سے نماز کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

کبیریؔ شرح منیہؔ میں ہے:

ویکره أیضاً فی الصلاة نزع القمیص والقلنسوة ... وکذا یکره لبسهما إذاکان النزع واللبس

---

(۱) (و)الرابع (ستر عورته)...(وهی للرجل ماتحت سرته إلٰی ماتحت رکبته)...(وللحرة)ولو خنثٰی(جمیع بدنها)حتٰی شعرها النازل فی الأصح (خلا الوجه والکفین)...(والقدمین)...(ویمنع)حتٰی انعقادها(کشف ربع عضو) قدرأداء رکن بلا صنعه .(الدرالمختارعلٰی هامش ردالمحتار،باب شروط الصلاة،مطلب فی سترالعورة: ۲/۷۵، ۸۲،مکتبة دارعالم الکتب،انیس)

(۲) (و)یفسدها(کل عمل کثیر)لیس من أعمالها ولا لإصلاحها وفیه أقوال خمسة أصحها (ما لایشک) بسببه (الناظر)من بعید (فی فاعله أنه لیس فیها).(الدرالمختار)

القول الثانی أن ما یعمل عادةً بالیدین کثیر وإن عمل بواحدة کالتعمم وشد السراویل وما عمل بواحدة قلیل وإن عمل بهما کحل السراویل ولبس القلنسوة ونزعها.(الدر المختار مع رد المحتار،باب ما یفسد الصلوٰة ومایکره فیها: ۲/۳۸۵،مکتبة زکریا،انیس)

بعمل يسير؛لأنه عمل أجنبي من الصلاة لايحصل به تتميم شيء من أعمالها ولهٰذا كان مفسدًا إذاحصل بعمل كثيربأن احتاج إلى اليدين أوكان مما لورآه الناظرظنه ليس فى الصلاة.(۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حالت نماز میں کرتہ اور ٹوپی کا نکالنا اور پہننا اگر عمل یسیر سے ہو؛ یعنی ایک ہاتھ سے اوراس طور سے ہو کہ دیکھنے والا اس نمازی کو یہ خیال نہ کرے کہ یہ نماز میں نہیں ہے تو مکروہ ہے اور اگر عمل کثیر سے ہو تو مفسد صلوٰۃ ہے اور ازار بند اور تہبند اور بند انگہ وغیرہ کا باندھنا بغیر دونوں ہاتھ کے بظاہر دشوار ہے، لہٰذا یہ عمل کثیر ہے اور مفسد صلوٰۃ ہوگا۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۹۹/۴-۱۰۰)

باریک کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم:

سوال(۱) آج کل عام رواج ہے کہ باریک کپڑا سر پر ہوتا ہے اور عورت نماز پڑھتی ہے، کیا اس سے نماز ہوجاتی ہے؟

(۲) یہ بھی عام رواج ہے کہ قمیص کی آستین آدھی ہوتی ہیں، کیا اس قمیص سے عورتوں کی نماز ہوجاتی ہے؟

الجواب

(۱) اگر کپڑا اتنا باریک ہے کہ بال نظر آتے ہیں تو اسے اوڑھ کر نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی، دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔(۳)

(۲) اگر دوران نماز آدھی آستین ننگی رہیں تو نماز نہ ہوگی، قمیص سے، یا دوپٹہ سے انکا ڈھانپے رکھنا ضروری ہے۔(۴) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، نائب مفتی، خیرالمدارس ملتان، ۲۳/۴/۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ مفتی، مہتمم، جامعہ خیرالمدارس ملتان۔(خیرالفتاویٰ:۴۲۲/۲)

---

(۱) غنية المستملي،مكروهات الصلاة،ص:٣٥٦،ظفير

(۲) (و)يفسد ها(كل عمل كثير)ليس من أعمالها ولا لإصلاحها وفيه أقوال خمسة أصحها(ما لايشك) بسببه (الناظر)من بعيد (فى فاعله أنه ليس فيها)وإن شك أنه فيها أم لا،فقليل،إلخ.(الدرالمختار)

القول الثانى أن ما يعمل عادةً باليدين كثير،وإن عمل بواحدة كالتعمم وشد السراويل وما عمل بواحدة قليل وإن عمل بهما كحل السراويل ولبس القلنسوة،ونزعها إلا إذا تكرر ثلاثاً متوالية وضعفه فى البحر بأنه قاصر عن إفادة ما لا يعمل باليد كالمضغ والتقبيل.الثالث الحركات الثلاث المتوالية كثير وإلا فقليل.والرابع مايكون مقصوداً للفاعل بأن يفرد له مجلساً علىٰ حدة قال فى التاتارخانية:هٰذا القائل يستدل بأمرأة صلت فلمسها زوجها أوقبلها بشهوة أومص صبى ثديها وخرج اللبن تفسد صلاتها.والخامس التفويض إلىٰ رأى المصلى فإن استكثر فكثير وإلا فقليل.قال القهستانى:وهو شامل للكل وأقرب إلىٰ قول أبى حنيفة رحمه الله تعالىٰ.(الدر المختار مع ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها:٦٢٤/١-٦٢٥،دار الفكر بيروت،ظفير) ==

عورت کا جسم کھلا رہ گیا تو نماز ہوگی:

سوال: ساڑی پہن کر نماز کے دوران پیٹھ کا حصہ کھل جائے تو نماز ہوگی، یا نہیں؟

(مستفتی: حافظ عبداللہ خاکسار مسجد پونہ، ۲؍رمضان ۱۴۲۵ھ)

الجواب

پیٹھ مستقل ایک عضو ہے، اسی طرح پیٹ بھی جن کا ڈھانپنا فرض ہے، اگر صرف پیٹھ کا چوتھائی حصہ کھل جائے تو نماز نہ ہوگی، چوتھائی سے کم کھل جائے تو نماز درست ہوگی اور اگر پیٹھ کا تھوڑا اور پیٹ کا تھوڑا حصہ مل کر پیٹ (جو پیٹھ کے مقابلہ میں چھوٹا ہوتا ہے) کے چوتھائی حصہ کے برابر کھلا رہ جائے تو نماز نہ ہوگی، یہ سب اس صورت میں ہے، جب کہ ایک رکن کے ادا کرنے کی مقدار جسم کھلا رہے اور اگر فوراً ڈھانپ دیا تو نماز درست ہو جائے گی، چاہے جسم کھل جائے۔(۱)

بدن الحرة عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها... انكشاف مادون الربع معفوعنه إذا كان في عضو واحد وإن كان في عضوين أو أكثر وجمع وبلغ ربع أدنٰى عضو منها يمنع جوازالصلاة ... وإن انكشف عورته في الصلاة فسترها بلامكث جازت صلاته إجماعاً وإن أدىٰ ركناً مع الانكشاف فسد اجماعاً وإن لم يؤده لكن مكث قدر مايمكن الأداء تفسد عند أبي يوسف خلافاً لمحمد. (۲) **والله أعلم وعمله أتم**

مفتی محمد شاکر خان قاسمی، پونہ۔ (فتاویٰ شاکر خان: ۱/۱۱۸-۱۱۹)

نماز کے دوران عورت کے دوپٹے میں سے بال نظر آنا:

سوال: آج کل بعض عورتیں ایسے دوپٹہ کا استعمال کرتی ہیں، جس سے عورت کی ہیئت بالکل نمایاں ہوتی ہے، خاص کر جب نماز میں ہو تو عورت کے بال اور جسم کے اعضا واضح دکھائی دیتے ہیں، کیا اس طرح بالوں کے ظاہر ہونے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

==(۳) والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته لاتجوز الصلاة فيه؛(لأنه مكشوف العورة معنى.(الفتاویٰ الهندية: الباب الثالث في شروط الصلاة: ۱/۵۸، انيس)

(۴) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتقبل صلاة حائض إلا بخمار.(جامع الترمذي، باب ماجاء لاتقبل صلاة المرأة الحائض إلا بخمار: ۱/۸۶، مكتبة أشرفية، انيس)

حاشيه صفحه هذا:

(۱) والرابع سترعورته للحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين والقدمين على المعتمد.(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۲/۷۵-۷۸، مكتبة زكريا، انيس)

(۲) الفتاویٰ الهندية، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الأول في الطهارة وستر العورة: ۱/۵۸-۵۹، انيس

الجواب

آزاد عورت کا جملہ بدن نماز میں؛ بلکہ تمام اوقات میں مخفی رہنا ضروری ہے اور عورت کے سر کے بال بھی ستر میں سے ہیں ان کا چھپانا لازم ہے۔

لہٰذا اگر کوئی عورت نماز میں ایسا دوپٹہ استعمال کرتی ہو، جس سے سر کے تمام بال نہیں چھپتے؛ بلکہ ظاہر رہتے ہیں تو اس سے نماز نہیں ہوتی؛ بلکہ اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔(۱)

قال الحصكفي: (وللحرة)ولو خنثٰى (جميع بدنها)حتٰى شعرها النازل في الأصح خلا الوجه والكفين) فظهر الكف عورة على المذهب (والقدمين)على المعتمد. (الدرالمختار علٰى صدر رد المحتار: ۴۰۵/۱ ،باب شروط الصلاة)(۲)

قال ابن عابدين تحت قوله:ولا يصف ماتحته:بأن لا يرٰى منه لون البشرة احترازا عن الرقيق ونحو الزجاج. (رد المحتار: ۴۱۰/۱ ،باب شروط الصلاة،مطلب في النظر إلٰى وجه الأمرد)(۳)

(فتاویٰ حقانیہ:۲۲۶/۳-۲۲۷)

غلط رخ نماز پڑھنے والے کی اصلاح کرنا جائز ہے:

سوال: جو شخص بے رخ نماز پڑھ رہا ہے، اس کو ہاتھ سے سیدھا کرنا چاہیے، یا زبان سے؟

الجواب

ہاتھ سے بھی سیدھا کرنا درست ہے اور زبان سے بھی، اس سے نماز میں کچھ خلل نہ آوے گا۔(۴)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۰۳/۴)

---

(۱) وأما المسترسل ففيه روايتان،الأصح أنه عورة.(ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة: ۷۸/۲، مكتبة زكريا،انيس)

(۲) كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة،مطلب:في الستر العورة:۷۵/۲-۷۸،مكتبة زكريا،ديوبند،انيس

(۳) ۸۴/۲،مكتبة دارعالم الكتب،رياض،انيس

وبدن الحرة عورة الا وجهها وكفيها وقدميها كذا في المتون وشعر المرأة ما على رأسها عورة و أما مسترسل ففيه روايتان الأصح أنه عورة كذا في الخلاصة وهو الصحيح وبه أخذ الفقيه ابو الليث وعليه الفتوٰى ... والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته لا تجوز الصلوة فيه كذا في التبيين (الفتاوٰى الهندية: ۵۸/۱ ،الباب الثالث في شروط الصلاة،مكتبة زكريا،ديوبند،انيس)

عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلٰى نحو بيت المقدس ستة عشر شهراً أوسبعة عشر شهراً وكان رسول صلى الله عليه وسلم يحب أن يوجه إلى الكعبة ==

ایک ہاتھ کے اشارہ سے نابینا کو قبلہ رخ کرنا کیسا ہے:

سوال: اگر کوئی نابینا بغیر ٹھیک کرنے سمت قبلہ کے نماز جماعت میں شامل ہوجائے اور پاس والے نمازی نے اپنے ہاتھ چھوڑ کر اس کا رخ ٹھیک کر دیا اور رخ ٹھیک کرنے والے کی چھاتی قبلہ سے نہیں پھری تھی اور نہ کوئی اور حرکت نماز توڑنے والی سرزد ہوئی تو اس کی نماز ہوجاوے گی، یا نہیں؟ اور اگر نابینا بغیر رخ ٹھیک کرنے کے نماز ادا کرتا ہے تو اس کی نماز درست ہوگی؟

الجواب

اگر ایک ہاتھ کے اشارہ اور حرکت سے اس نابینا کے رخ کو ٹھیک کر دے تو اس قدر فعل قلیل ہے اور فعل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اگر ضرورت دونوں ہاتھوں سے ٹھیک کرنے کی ہو تو یہ فعل کثیر ہے اگر ایسا کرے گا تو ٹھیک کرنے والے کی نماز نہ ہوگی اور بہتر یہی ہے کہ اگر اس نابینا کے رخ کو یہ نمازی ٹھیک کرے تو پھر از سرِ نو نیت باندھے، (۱) اور اگر اس نے ٹھیک نہ کیا تو نابینا کی نماز ہوجاتی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۹۷-۹۸)

== فأنزل الله عزوجل ﴿قد نرىٰ تقلب وجهك في السماء﴾ فتوجه نحو الكعبة وقال السفهاء من الناس وهم اليهود (وما ولاهم عن قبلتهم التي كانوا عليها. (قل لله المشرق والمغرب يهدي من يشاء إلىٰ صراط مستقيم) فصلىٰ مع النبي صلى الله عليه وسلم رجل ثم خرج بعد ما صلىٰ فمر علىٰ قوم من الأنصار في صلاة العصر يصلون نحو بيت المقدس فقال: هو يشهد أنه صلىٰ مع رسول الله صلى الله وسلم وأنه توجه نحو القبلة فتحرف القوم حتىٰ توجهوا نحو الكعبة. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب التوجه نحو القبلة: ۱/۵۷، قديمي، انيس)

(ولو أعمىٰ فسواه رجل بني. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب: مسائل التحري في القبلة: ۲/۱۱۷، مكتبة دار عالم الكتب، ظفير)

یعنی اس نمازی کی نماز میں خلل نہ ہوگا اور سیدھا کرنے والا اگر خود نماز میں ہو تو اسے ایک ہاتھ کے اشارہ سے کرنا چاہیے، زبان سے بولے گا تو نماز نہ ہوگی؛ اس لیے کہ نماز میں بولنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ واللہ اعلم ظفیر

(۱) (و) يفسدها (كل عمل كثير) ليس من أعمالها ولا لإصلاحها وفيه أقوال خمسة أصحها (ما لا يشك بسببه الناظر) من بعيد (في فاعله أنه ليس فيها وإن شك أنه فيها أم لا، فقليل (درمختار) وفي الرد القول الثاني أن ما يعمل عادةً باليدين كثير و إن عمل بواحدة كالتعمم وشد السراويل وما عمل بواحدة قليل وإن عمل بهما كحل السراويل ولبس القلنسوة ونزعها إلا إذا تكرر ثلاثاً متوالية ... الثالث الحركات الثلاث المتوالية كثير وإلا فقليل، الرابع ما يكون مقصوداً للفاعل بأن يفرد له مجلساً علىٰ حدة ... الخامس التفويض إلىٰ رأي المصلي فإن استكثره فكثير وإلا فقليل ... وأكثر الفروع أو جميعها مفرع على الأولين والظاهر أن ثانيهما ليس خارجاً عن الأول لأن ما يقام باليدين عادة يغلب ظن الناظر أنه ليس في الصلوٰة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها: ۱/۶۲۴-۶۲۵، دار الفكر بيروت، انيس)

ويفسدها العمل الكثير لا القليل. (حاشية الطحطاوي، ص: ۳۱۲، مكتبة دار الكتاب، انيس

نابینا کو نماز میں قبلہ رُخ کردینا درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک نابینا آدمی نے نماز کی نیت باندھی اور اس کا رُخ ٹھیک قبلہ کی طرف نہیں ہے تو اس صورت میں دوسرے آدمی کو زبان سے بتلانا، یا ہاتھوں سے پکڑ کر اس کو قبلہ رُو کردینا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے، بشرطیکہ نماز شروع کرنے کے وقت کوئی بتلانے والا میسّر نہ ہو اور اگر میسّر تھا اور پھر بدون پوچھے اندھے نے نماز شروع کردی تو وہ نماز اوّل ہی سے باطل ہے، بعد کا بتلانا اور قبلہ رُو کرنا مفید نہ ہوگا۔

قال فی الهندية: ولو اشتبهت القبلة فی المفازة فوقع اجتهاده إلٰی جهة فأخبره عدلان أن القبلة إلٰی جهة أخریٰ فإن کانا مسافرين لايلتفت إلٰی قولهما وأما إذا کانا من أهل ذلک الموضع لايجوزله إلا أن يأخذ بقولهما، کذا فی الخلاصة، آه. (۱)

وفيها (أی الهندية): الأعمٰی إذا صلّٰی رکعة إلٰی غير القبلة فجاء رجل وحوله إلی القبلة واقتدیٰ به إن کان الأعمٰی حين افتتح الصلاة وجد من يسئله عن القبلة فلم يسئل فسدت صلاة الإمام والمقتدی، وإن لم يجد من يسئله جازت صلاة الإمام (أی الأعمٰی) وفسدت صلاة المقتدی، آه مختصراً. (۱/۱٤۰) (۲)

قلت ولکن دل الجزئيتان علٰی جواز نفس الاخبار والتحويل والله أعلم

۱۲/رجب ۱۳۴۳ھ (امدادالاحکام: ۲/۱۶۹)

رات میں قبلہ پوچھ کر نماز پڑھی، بعد میں معلوم ہوا کہ قبلہ غلط تھا تو یہ نماز ہوئی، یا نہیں:

سوال: شب کو زید نے اپنے ہمراہی سے قبلہ دریافت کر کے نماز ادا کی، کئی روز بعد معلوم ہوا کہ قبلہ غلط بتایا گیا تو وہ نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

نماز ہوگئی۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۴۴)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، الباب الثالث فی شروط الصلاة، الفصل الثالث فی استقبال القبلة: ۱/٦٤، انيس

(۲) الفتاویٰ الهندية، الباب الثالث فی شروط الصلوٰة، الفصل الثالث فی استقبال القبلة: ۱/٥٦، انيس

(۳) (ويتحری) وهو بذل المجهود لنيل المقصود (عاجز عن معرفة القبلة) بما مر (فإن ظهر خطأه لم يعد) لما مر. (الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، باب شروط الصلاة، استقبال القبلة: ۱/٤٣٣، دار الفکر بيروت، انيس)

ایک درہم مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتو نماز توڑ نا جائز ہے:

سوال: اگر نماز کے دوران جیب سے کچھ پیسے، یا روپے گر جائیں اور کوئی دوسرا شخص ان روپوں کو اٹھا کر لے جا رہا ہوتو کیا نماز توڑ کر اس سے وہ روپیہ واپس لینے چاہئیں، یا نماز پڑھتے رہنا چاہیے؟ یہ حرکت اگر کوئی شخص نفل، سنت، یا فرض با جماعت میں کرے تو ہم کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

نماز کو توڑ کر اس کو پکڑ لینا صحیح ہے۔ نماز خواہ فرض ہو یا نفل اور جماعت کی ہو یا بغیر جماعت کے۔ نماز کے دوران اگر ایک درہم چاندی (۳ء۰۶۲ گرام) کی مالیت کے برابر چیز کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتو نماز کو توڑ دینا جائز ہے۔(۱)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۵۷۱/۳)

نماز کے دوران گمشدہ چیز یاد آنے پر نماز توڑ دینا:

سوال: وضو کے دوران وضو خانے میں ہم اگر اپنی کوئی خاص چیز؛ گھڑی، یا چشمہ وغیرہ بھول جائیں اور وہ ہم کو نماز کے دوران یاد آئے تو ہم اس صورت میں کیا کریں؟

الجواب

نماز توڑ کر اس کو اٹھا لائیں۔(۲)(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۵۷۲-۵۷۱/۳)

حالت نماز میں سانپ مارنا:

سوال: زید نے دوران نماز ایک سانپ کو مار دیا، اور سینہ قبلہ سے نہ پھیرا، اور مار کر پھر نماز پوری کی، تو نماز ہوگئی یا نہیں؟ جبکہ سانپ بھی قبلہ کی طرف بھاگا، ادھر ادھر نہ ہوا، شرعا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

سانپ مارنے میں عمل کثیر ہو؛ یعنی دو سے زیادہ ضربیں لگائیں، یا قبلہ کی طرف اتنا چلا کہ مقام سجدہ سے آگے بڑھ

(۱) رجل قام الى الصلاة فسرق منه شيء قيمته در هم له أن يقطع الصلاة ويطلب السارق سواء كانت فريضة أو تطوعًا؛لأن الدرهم مال،إلخ.(الفتاویٰ الهندية: ۱۰۹/۱،كتاب الصلاة ، الباب السابع،ومما يتصل بذالک مسائل)

(۲) ويجب القطع لنحو انجاء غريق أوحريق ... (بتسليمة واحدة)وفي الرد نقل عن خط صاحب البحر علىٰ هامشه: أن القطع يكون حراماً ومباحاً ومستحباً وواجباً فالحرام لغير عذر والمباح إذا خاف فوت مالٍ والمستحب للإكمال،والواجب لإحياء نفس.(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة،باب ادراک الفريضة،مطلب قطع الصلوٰة يكون حراماً ومباحاً ومستحباً وواجباً: ۵۱/۲-۵۲،دار الفكر بيروت،انيس)

گیا تو نماز فاسد ہوگئی، ورنہ فاسد نہ ہوگی، اگر سانپ سے خوف ایذا ہو تو نماز میں عمل قلیل سے مارنا بلا کراہت جائز ہے، ورنہ مکروہ ہے، بحالت خوف ایذا عمل قلیل سے مارنا ممکن نہ ہو تو نماز توڑ دینا جائز ہے، مقام سجدہ سے تجاوز کا مذکور حکم منفرد کے لیے ہے، مقتدی کی نماز جب فاسد ہوگی کہ سامنے کی دو صفوں تک چلے اور امام کی اس صورت میں کہ اس کے اور اس سے پچھلی صف کے درمیانی فاصلہ سے زیادہ آگے بڑھ جائے۔(۱)

قال فی الدر: لایکره قتل حیة أوعقرب إن خاف الأذیٰ ... مطلقًا ولوبعمل کثیرعلی الأظهرلکن صحح الحلبی الفساد.

وفی الشامیة: (قوله لکن صحح الحلبی الفساد)حیث قال تبعالابن الهمام: فالحق فیما یظهر هوالفساد والأمربالقتل لایستلزم صحة الصلاة مع وجوده کما فی صلاة الخوف بل الأمرفی مثله لاباحة مباشرته وإن کان مفسدًا للصلاة،آه.

ونقل کلام ابن الهمام فی الحلیة والبحر والنهر وأقروه علیه وقالوا:إن ما ذکره السرخسی رده فی النهایة بأنه مخالف لما علیه عامة رواة شروح الجامع الصغیرومبسوط شیخ الإسلام من أن الکثیر لایباح،آه.(۲)فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

۲۵/ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ (احسن الفتاویٰ:۳/۴۲۰-۴۲۱)

کسی شخص کی جان بچانے کے لیے نماز توڑنا:

سوال: اگر ایک آدمی بیمار ہے اور بیماری کی حالت میں بے ہوش ہے، اس کے پاس عورتیں کافی ہیں، مرد صرف ایک ہے، اس نے بھی فرض نماز کی نیت کر لی ہے، نمازی نے صرف ایک رکعت پڑھی ہے کہ اتنے میں عورتوں نے شور مچادیا کہ بیمار فوت ہو رہا ہے تو نمازی نماز توڑ سکتا ہے؟

---

(۱) عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: اقتلوا الأسودین فی الصلاة الحیة والعقرب.(أبوداؤد،کتاب الصلاة،باب العمل فی الصلاة: ۱/ ۱٤۰،مکتبة حقانیة،ملتان،انیس)

وفی بذل المجهود قال الشوکانی فی النیل والحدیث یدل علیٰ جواز قتل الحیة والعقرب فی الصلاة من غیر کراهة ... وبه تبین أنه لا یکره؛لأنه علیه السلام ماکان لیفعل المکروه خصوصاً فی الصلاة ولأنه یحتاج إلیه لرفع الأذیٰ فکان موضع الضرورة هٰذا إذا أمکنه قتل الحیة بضربة واحدةٍ کما فعل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وأما إذا احتاج إلٰی معالجة وضربات فسدت صلاته.(بذل المجهود،کتاب الصلاة،باب العمل فی الصلاة: ۵/۱۹۷-۱۹۸، دارالکتب العلمیة بیروت،انیس)

(۲) رد المحتار،باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها،مطلب الکلام علیٰ اتخاذ المسبحة: ۲/ ٤۲۱،مکتبة دارعالم الکتب ،انیس

الجواب ـــــــــــــــــ

اگر اس کی جان بچانے کی کوئی تدبیر کرسکتا ہے تو نماز توڑ دے اور اگر وہ مر چکا ہے تو نماز توڑنے کا کیا فائدہ۔(۱)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۵۷۲)

اگر کوئی بے ہوش ہوکر گر جائے تو اس کو اٹھانے کے لیے نماز توڑ سکتے ہیں:

سوال: نماز جماعت کے ساتھ ہو رہی ہے اور کوئی نمازی بوجہ کمزوری، یا کسی اور وجہ سے گر کر بے ہوش ہو جائے تو کیا ساتھ کھڑے ہوئے آدمی کو نماز توڑ کر اسے اٹھانا چاہیے، یا نماز جاری رکھنی چاہیے، براہ کرم یہ بتائیں کہ ہمیں اس وقت کیا کرنا ہے، جبکہ آدمی نیچے تڑپ رہا ہو؟

الجواب ـــــــــــــــــ

نماز توڑ کر اس کو اٹھانا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ اس کو مدد نہ ملنے کی وجہ سے اس کی جان ضائع ہو جائے۔(۲)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۵۷۲)

نماز میں زہریلی چیز کو مارنا:

سوال: اگر نماز میں اچانک کہیں سے کوئی زہریلا کیڑا آ جائے اور نمازی کی طرف بڑھے تو کیا نمازی نیت توڑ سکتا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــ

اگر اس کو مارنے کے لیے عمل کثیر کی ضرورت نہ ہو تو نماز کو توڑے بغیر اس کو مار دیں اور عمل کثیر کی ضرورت ہو تو نماز ٹوٹ جائے گی اور اس کو مارنے کے لیے نماز کا توڑ دینا جائز ہے، خلاصہ یہ کہ اگر نماز توڑے بغیر اس کو مار سکتے ہیں تو ٹھیک، ورنہ اس کے لیے نماز توڑ سکتے ہیں۔(۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۵۷۲)

---

(۱) والحاصل أن المصلی متٰی سمع أحداً یستغیث وکان له قدرة علٰی إغاثته وتخلیصه وجب علیه إغاثته وقطع الصلاة فرضاً کان أوغیره. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة: ۲/۵۰۴، مکتبة دارعالم الکتب، انیس)

(۲) أن القطع (أی الصلاة یکون واجباً والواجب لاحیاء نفس. (ردالمحتار، کتاب الصلاةباب ادراک الفریضة، مطلب: قطع الصلاة یکون حراماً ومباحاً ومستحبا وواجبا: ۲/۵۱-۵۲، مکتبة دارعالم الکتب، انیس)

(۳) (لا)یکره قتل حیة أوعقرب)إن خاف الأذٰی ... (مطلقاً) ولو بعمل کثیرعلی الأظهرلکن صحح الحلبی الفساد.
وقال الشامی (قوله لکن صحح الحلبی الفساد)حیث قال تبعاً لابن الهمام فالحق فیما یظهر هوالفساد، والأمربالقتل لایستلزم صحة الصلاة مع وجوده کما فی الخوف، بل الأمرفی مثله لا باحة مباشرته وإن کان مفسداً للصلاة، إلخ. (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب علٰی اتخاذ المسبحة: ۲/۴۲۱، مکتبة دارعالم الکتب، انیس)

نماز کے دوران بھڑ، شہد کی مکھی وغیرہ کو مارنا:

سوال: اگر باجماعت نماز پڑھتے ہوئے پاؤں، سر، یا کان پر کوئی بھڑ، شہد کی مکھی، یا کوئی کیڑا کاٹ لے تو اسے یعنی جانور (بھڑ، کیڑا اور شہد کی مکھی) کو کیا مارنے کی اجازت ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر اس کے ایذا دینے کا خوف ہو اور عمل کثیر کے بغیر مار سکے تو مار دے، اس سے نماز نہیں ٹوٹے گی، ورنہ نماز توڑ کر مار دے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۵۷۳)

دروازے پر فقط دستک سن کر نماز توڑنا جائز نہیں:

سوال: ہم نماز پڑھ رہے ہیں، اس وقت کوئی ہم کو دوسرے کمرے میں سے آواز دیتا ہے، جس کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ہم نماز میں مشغول ہیں، یا کوئی دروازے پر دستک دے اور ہم نماز پڑھ رہے ہوں اور گھر میں ہمارے سوا کوئی اور نہ ہو، ایسے وقت آنے والا بھی جلدی میں ہو تو کیا ایسے میں نماز کی نیت توڑی جاسکتی ہے اور اگر توڑی جاسکتی ہے تو نماز توڑنے کا طریقہ بتائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ آپ کو کیسے معلوم ہوگا کہ وہ جلدی میں ہے، بہر حال کسی ایسی شدید ضرورت کے لیے جس کے نقصان کی تلافی نہ ہو سکے، نیت توڑ دینا جائز ہے۔

﴿ایضاً﴾ اور محض دستک سن کر نماز توڑنا جائز نہیں۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۵۷۳)

---

(۱) (لا) يكره (قتل حية أوعقرب) إن خاف الأذى ... (مطلقاً) ولو بعمل كثير على الأظهر لكن صحح الحلبي الفساد.
وقال الشامي (قوله لكن صحح الحلبي الفساد) حيث قال تبعاً لابن الهمام فالحق فيما يظهر هو الفساد) والأمر بالقتل لايستلزم صحة الصلاة مع وجوده كما في صلاة الخوف، بل الأمر في مثله لاباحة مباشرته و إن كان مفسداً للصلاة، إلخ. (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، مطلب الكلام علىٰ اتخاذ المسبحة: ٤٢١/٢، مكتبة دارعالم الكتب، انيس)

(۲) ويجب القطع لنحو إنجاء غريق ... (بتسليمة واحدة) و في الرد نقل عن خط صاحب البحر علىٰ هامشه أن القطع يكون حراماً ومباحاً ومستحباً وواجباً. فالحرام لغير عذره والمباح إذا خاف فوت مال، والمستحب القطع للإكمال والواجب لإحياء نفس. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ادراك الفريضة، مطلب قطع الصلاة يكون حراما ومباحاً وواجباً ومستحباً: ٥١/٢-٥٢، دار الفكر بيروت، انيس)

والدین کے پکارنے پر کب نماز توڑی جاسکتی ہے:

سوال: ایک صاحب نے مضمون بعنوان ''والدین کا احترام'' میں لکھا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے (حدیث کا نام نہیں لکھا) کہ رب کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ روایت میں ہے (کس کی روایت ہے کوئی حوالہ نہیں) کہ اگر والدین کسی تکلیف و پریشانی کی وجہ سے پکاریں تو فرض نماز بھی توڑ کر ان کو جواب دے اور اگر بلاضرورت پکاریں، ان کو یہ معلوم نہیں کہ تم نماز میں ہو تو بھی سنت و نفل نماز توڑ کر جواب دو، اگر یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ تم نماز میں ہو پکاریں تو ہر طرح کی نماز توڑ کر ان کو جواب دو۔ براہ کرم آپ فرمائیں کہ کس حدیث میں یہ حکم ہے، یا کون سی مستند روایت ہے کہ والدین کے احترام میں نماز توڑ دینے کی ہدایت کی گئی ہے؟

الجواب

درمختار (باب ادراک الفریضۃ) میں لکھا ہے کہ اگر فرض نماز میں ہو تو والدین کے بلانے پر نماز نہ توڑے؛ الا یہ کہ وہ کسی ناگہانی آفت میں مبتلا ہو کر اس کو مدد کے لیے پکاریں اس صورت میں والدین کی خصوصیت نہیں؛ بلکہ کسی کی جان بچانے کے لیے نماز توڑنا ضروری ہے) اور اگر نفل نماز میں ہو اور والدین کو اس کا علم ہو تو نہ توڑے اور اگر ان کو علم نہ ہو تو نماز توڑ کر جواب دے۔(۱)

خلاصہ یہ کہ دو صورتوں میں نماز نہیں توڑے گا اور ایک صورت میں توڑے گا، جہاں تک روایت کا تعلق ہے، حدیث میں جریج راہب کا قصہ آتا ہے کہ اس کو اس کی ماں نے پکارا، وہ نماز میں تھا؛ اس لیے جواب نہ دیا، بالآخر والدہ نے بددعا دی اور وہ بددعا ان کو لگی، لمبا قصہ ہے، غالباً وہ نفل نماز میں تھے اور ان کی والدہ کو اس کا علم نہیں تھا؛ اس لیے ان کو نماز توڑ کر جواب دینا چاہیے تھا۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۳۷۵-۳۷۶)

---

(۱) ویجب القطع لنحو انجاء غریق أوحریق،ولو دعاه أحد أبویه فی الفرض لایجیبه إلاأن یستغیث به وفی النفل إن علم أنه فی الصلاة فدعاه لایجیبه وإلاأجابه. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، کتاب الصلاة،باب ادراک الفریضة: ۲/۵۰۴-۵۰۵،مکتبة زکریا دیوبند،انیس)

وفی ردالمحتار: والحاصل أن المصلی متیٰ سمع أحدا یستغیث وإن لم یقصده بالنداء،أوکان أجنبیاً وإن لم یعلم ماحل به أوعلم وکان له قدرة علیٰ إغاثته وتخلیصه وجب علیه إغاثته وقطع الصلاة فرضاً کانت أوغیره...فلا تجوز إجابته بخلاف ماإذا لم یعلم أنه فی الصلاة فإنه یجیبه،لماعلم فی قصة جریج الراهب،ودعاء أمه علیه.(ردالمحتار، کتاب الصلاة،باب ادراک الفریضة: ۲/۵۰۴،مکتبة زکریا دیوبند،انیس)

(۲) عن أبی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال. لایتکلم فی المهد إلا ثلاثة عیسیٰ ==

نماز کن حالات میں توڑی جاسکتی ہے:

سوال: نماز پڑھتے وقت کون سی مجبوری کے تحت نماز توڑی جاسکتی ہے، مثلاً: ریح خارج ہوجائے، خطرناک کیڑا قریب آنے لگے، گھر میں اکیلے پڑھ رہے ہوں اور کوئی دروازے پر آجائے، گھر میں اکیلے پڑھ رہے ہوں اور سویا ہوا بچہ اٹھ کر رونے لگے، چولہے پر ہانڈی رکھ کر بھول گئے، جسم سے خون بہنے لگ جائے، کیا ایسے حالات میں نماز توڑنے سے گناہ ہوگا (یا نہیں)؟

الجواب

جو عذر آپ نے لکھے ہیں، ان میں نماز توڑنا صحیح ہے؛ کیوں کہ ایسی تشویش کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔(۱) واللہ اعلم (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۲۷۵)

کواڑ بند کر کے نماز شروع کی اور کسی نے آکر شور مچانا شروع کیا تو کیا کرے:

سوال (۱) کسی حالت میں اگر دروازہ کوٹھے کا اندر سے بند کر کے کوئی نماز شروع کرے اور دوسرا شخص باہر سے اندر جانا چاہے، جب کہ اندر والے شخص کا حال نماز پڑھنے کا معلوم نہیں، حالاں کہ باہر والے نے ایسا تنگ کیا ہے کہ اندر والے کو نماز کا رجوع مشکل ہوگیا ہے، (یعنی نمازی کے لیے خشوع باقی رکھنا مشکل ہوگیا ہے) اب نمازی کیا طریقہ اختیار کرے؟

حالت نماز میں انسان یا حیوان حملہ آور ہو تو کیا کرے:

(۲) اسی نماز قائم ہوئی حالت میں مقابلۂ دشمن از قسم انسان، یا حیوان، یا حشرات الارض کس طرح کرے، جس میں اندیشہ نقصان ہو؟

== وكان في بني إسرائيل رجل يقال له جريج يصلي جاء ته أمه فدعته فقال أجيبها أو أصلي، فقالت: أللهم لاتمته حتىٰ تريه وجوه المومسات وكان جريج في صومعته فتعرضت له امرأة فكلمته فأبىٰ فأتت راعياً فأمكنته من نفسها فولدت غلامًا فقيل لها: ممن فقالت من جريج فأتوه فكسروا صومعته و أنزلوه وسبوه فتوضأ وصلى ثم أتى الغلام فقال من أبوك ياغلام فقال: الراعي، قالوا: نبني صومعتك من ذهب: قال لا إلا من طين. (صحيح البخاري: ۴۸۹/۱، باب قول الله عز وجل ﴿واذكر في الكتٰب مريم﴾)

(۱) ويجب القطع لنحو إنجاء غريق أو حريق ... (بتسليمة واحدة) و في الرد أن القطع يكون حراماً ومباحاً ومستحباً وواجباً فالحرام لغير عذر، والمباح إذا خاف فوت مالٍ والمستحب القطع للإكمال والواجب لإحياء نفس. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ادراك الفريضة: ۵۱/۲-۵۲، دار الفكر بيروت، انيس)

وكره ... (صلاته مع مدافعة الأخبثين) ... إن لم يخف فوت الوقت وإن أتمها أثم. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في الخشوع: ۴۰۸/۲، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

(۱) ایسی حالت میں اگر کھنکارنے سے کام چل جاوے تو کھنکارنا درست ہے؛ تاکہ باہر سے آنے والا سمجھے کہ نماز پڑھ رہا ہے، جیسا کہ درمختار میں کہا:

"أو للإعلام أنه فی الصلاة فلا فساد علی الصحیح". (۱)

باقی نماز توڑنا اس صورت میں درست نہیں ہے، **کما یظهر من تفصیل العلماء.**

(۲) نماز توڑدے۔

درمختار میں ہے: "ویباح قطعها لنحو قتل حیة". (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۹۸-۹۹)

نماز میں فساد آئے تو اسی وقت ختم کردے:

سوال: امام صاحب سے فرض چار رکعات کی دوسری رکعت میں قرأت میں فاحش غلطی ہوگئی، جس کی وجہ سے نماز فاسد ہوگئی تو کیا چار رکعات پوری کریں گے، یا جس وقت غلطی ہوئی، اسی وقت بیٹھ کر سلام پھیر کر نماز کا اعادہ کریں گے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

نماز میں جب فساد آگیا تو اب اس کو پورا کرنے کی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ اسی وقت ختم کرکے اعادہ کرلے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ: ۱/۴۶۳)

نماز کی نیت توڑنا:

سوال: ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور وہ انگوٹھی چاندی کی، یا روپیہ غسل خانے میں بھول آیا ہے، نماز پڑھنے کی حالت میں یاد آیا، اب وہ کیا کرے نماز توڑ کر لاوے، یا نہیں؟ اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ مجھ کو وہ گم شدہ چیز مل جائے گی؟

الجواب ــــــــــــــــ و باللّٰه التوفیق

اگر احتمال گم ہونے اور نہ ملنے کا غالب ہے تو نماز کو توڑ کر لانا جائز ہے ورنہ نماز کو تمام کرے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(تالیفات رشیدیہ: ۲۸۵)

---

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها: ۲/۳۷۷، مکتبة زکریا دیوبند، ظفیر

(۲) وند دابة، وفور قدر، وضیاع ما قیمته درهم، له أو لغیره. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها: ۲/۴۲۵-۴۲۶، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

قوله: (ویباح قطعها) أی ولو کانت فرضاً، کما فی الإمداد. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۲/۴۲۵، مکتبة زکریادیوبند، انیس)

(۳) ویجب القطع لنحو إنجاء غریق أو حریق ... (بتسلیمة واحدةٍ). ==

امام کے قتل کئے جانے کے وقت مقتدی نیت توڑ سکتے ہیں، یا نہیں:

سوال: اگر امام کو دشمن قتل کریں بحالت جماعت تو مقتدی نیت توڑ کر دشمن کو پکڑیں، یا کیا کریں؟

الجواب

فقہاء حنفیہ نے لکھا ہے کہ احیاء نفس کے لیے نماز کو توڑنا واجب ہے۔

شامی اور درمختار میں ہے:

"ویجب القطع لنحو لإنجاء غریق أو حریق". (۱)

لہٰذا صورت مسئولہ میں مقتدیوں کو نماز قطع کر کے امام کو بچانا چاہیے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ نماز میں معروف ہے اور کتب احادیث میں مذکور ہے کہ صحابہ مقتدیوں نے دوسرے صحابی کو امام کر کے نماز پوری کی اور بعض صحابہ نے نماز توڑ کر قاتل کو پکڑا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۴/۱۳۱)

چار آنے کے نقصان پر نماز توڑنا کیسا ہے:

سوال: چار آنے کا نقصان ہوتا ہو تو نماز توڑنا بلا معصیت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ ایک درہم کی مقدار کے نقصان ہونے پر نماز کو قطع کرنا درست ہے اور درہم قریب چار آنہ کے ہوتا ہے، (۲) اور شامی نے بعض فقہا (یعنی چاندی) سے اس سے کم پر بھی جواز قطع صلوٰۃ نقل کیا ہے؛ مگر عام مشائخ اسی پر ہیں کہ چار آنے کے نقصان پر قطع کر سکتا ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۱۳۳)

== و فی الرد: أن القطع یکون حراماً ومباحاً ومستحباً وواجباً فالحرام لغیر عذر، والمباح إذا خاف فوت مالٍ والمستحب القطع للإکمال والواجب لإحیاء نفس. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب ادراک الفریضة: ۲/۵۱-۵۲، دار الفکر بیروت، انیس)

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة: ۲/۵۰۴، انیس) ویجب (قطع الصلوٰة) لإغاثة ملهوف وغریق وحریق. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها: ۲/۴۲۶، مکتبة زکریا دیوبند، ظفیر)

(۲) درہم کا وزن چاندی میں تین ماشہ سوا رتی ہے، لہٰذا اس کی قیمت کے برابر نقصان پر نماز قطع کر سکتا ہے۔ ظفیر

(۳) ویباح قطعها لنحو قتل حیة وند دابة، وفور قدر، وضیاع ما قیمته درهم، له أو لغیره (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۲/ ۴۲۵-۴۲۶، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

(قوله: ما قیمته درهم) قال فی مجمع الروایات: لأن مادونه حقیر فلایقطع الصلوٰة لأجله ==

لقمہ دینے پر امام کا نیت توڑ کر ڈانٹنا کیسا ہے:

سوال: زید نے عمر کو تراویح کی نماز میں لقمہ دیا، عمر نے زید کو نیت توڑ کر ڈانٹا تو کیا عمر کا زید کو اس طرح نماز توڑ کر ڈانٹنا شرعاً جائز ہے؟ نیز جس نماز میں نیت توڑ کر ڈانٹا گیا اس کو پھر پڑھنا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ لقمہ صحیح دیا گیا، یا غلط، تب تک کیسے بتایا جائے کہ ڈانٹنا مناسب تھا، یا نہیں؟ ہوتا یہ ہے کہ بعض دفعہ لقمہ دینے والوں کی نیت حافظ کو تنگ کرنے اور اسے ذلیل کرنے کی ہوتی ہے اور اس کے لیے لوگ باضابطہ محاذ بناتے ہیں؛ تا کہ حافظ صاحب امام کی وقعت وعزت لوگوں کی نگاہ میں کم ہو، ایسا کرنے والے بہر حال ڈانٹ سننے کے مستحق ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ امام صاحب کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ میں چاہے غلط پڑھ کر نکل جاؤں، مگر مجھے کوئی نہ ٹوکے، اس طرح میری عزت عوام میں کم ہو جاتی ہے، ظاہر ہے کہ ایسے امام ڈانٹ کے مستحق ہیں، صحیح مسئلہ تو یہ ہے کہ مقتدی کو دیکھنا چاہیے کہ اگر حافظ امام خود سنبھل جائے تو سبحان اللہ، ورنہ اگر غلط پڑھ کر نکل رہا ہو، یا پریشان ہو رہا ہو تو ایسے موقع پر بدرجۂ مجبوری لقمہ دینا چاہیے اور امام کو بھی چاہیے کہ وہ اگر غلطی کر رہا ہو تو ٹوکنے والے کے ٹوکنے کو بُرا نہ مانے؛ بلکہ وسیع القلبی کے ساتھ لقمہ قبول کرے کہ اس کی اصلاح ہو رہی ہے، (۱) اور عوام کو تو دھوکا میں رکھا جا سکتا ہے اللہ کو نہیں، خود عوام کو یہ سمجھنا چاہیے کہ حافظ انسان ہی ہے، اس سے بھول چوک ہو سکتی ہے اور تیس پاروں کو یاد رکھنا کچھ آسان کام نہیں ہے، محض اللہ کا فضل ہے؛ اس لیے ذرا کوئی حافظ بھولا اور اس کے پیچھے پڑ گئے، یہ روش کسی طرح مناسب نہیں۔

رہا سوال نماز کا تو ظاہر ہے کہ جب امام نے نیت ہی توڑ دی تو نماز ختم ہوگئی، ان دو رکعتوں کو تو دہرانا پڑے گا ہی۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خالد سیف اللہ رحمانی، ۶/۴/۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۱۱-۴۱۲)

== لٰكن ذكر في المحيط في الكفالة: أن الحبس بالدانق يجوز فقطع الصلٰوة أولٰى، وهٰذا في مال الغير أما في ماله لا يقطع والأصح جوازه فيهما، آه، وتمامه في الإمداد، والذى مشى عليه في الفتح التقييد بالدرهم. (رد المحتار، باب ما يفسد الصلٰوة وما يكره فيها، قبيل مطلب في أحكام المسجد: ٢/٤٢٦، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(١) (بخلاف فتحه على إمامه) فإنه لايفسد (مطلقًا) لفاتح وآخذ بكل حال (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها: ٢/٣٨١-٣٨٢، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

تتمة: يكره أن يفتح من ساعته كما يكره للإمام أن يلجئه اليه، بل ينتقل إلى آية أخرى لايلزم من وصلها ما يفسد الصلاة أو إلى سورة أخرى، أو يركع اذاقرأ قدر الفرض الخ (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة و ما يكره فيها: ٢/٣٨٢، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(٢) (ويفسدها التكلم) هو النطق بحرفين أو حرف مفهم كع وق أمراً. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ٢/٣٧٠، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

زلزلہ کے وقت نماز کا توڑنا:

سوال: بحالت نماز اگر زلزلہ آجائے تو نماز کو توڑ کر باہر کسی محفوظ جگہ پر جانا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

زلزلہ کے باعث باجماعت نماز توڑ کر باہر نکلنے کے بارے میں صریح جزئیہ نہیں ملا؛ مگر فقہی ذخائر میں بعض ایسے جزئیات موجود ہیں کہ مالی نقصان سے بچنے کے لیے نماز توڑا جا سکتا ہے تو جانی نقصان سے بچنے کے لیے نماز توڑنا بدرجہ اولی جائز ہوگا، چوں کہ زلزلہ میں جانی نقصان کا خطرہ ہوتا ہے؛ اس لیے نماز چھوڑ کر باہر نکلنا جائز ہے۔

لما قال ابن عابدين: تتمة: نقل عن خط صاحب البحر علىٰ هامشه: أن القطع يكون حرامًا ومباحًا ومستحبًا وواجبًا فالحرام لغير عذر والمباح إذا خاف فوت مال والمستحب القطع للاكمال والواجب لإحياء نفس. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/۲۲۴-۲۲۵)

حالت حدث وجنابت میں نماز پڑھادے تو کیا کرے:

سوال: اگر کسی امام نے حالت حدث یا حالت جنابت میں نماز پڑھائی ہو تو ان نمازوں کا کیا علاج ہو، جب کہ یہ یاد نہ ہو کہ اس وقت کون کون نمازی تھے اور ان کو کس طرح اطلاع دیوے؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ ''اگر امام نے حالت جنابت میں یا حالت حدث میں نماز پڑھادی، تو اس کو لازم ہے کہ مقتدیوں کو اطلاع کردے''۔ (۲)

پس امام مذکور کو چاہیے کہ حتی الوسع جو جو مقتدیوں میں سے یاد آجاویں، ان کو اطلاع کردے کہ فلاں وقت کی نماز کا اعادہ کرلیں؛ کیوں کہ وہ نماز نہیں ہوئی تھی اور جو یاد نہ آوے، اس کی نماز ہوگئی، اس کو اطلاع نہ ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے، اگر پھر کبھی یاد آجاوے تو اس کو بھی اطلاع کردی جاوے اور خود امام مذکور بھی اس نماز کا اعادہ کرے اور اس گناہ سے توبہ واستغفار کرے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۷۶-۷۷)

---

(۱) **رد المحتار، باب ادراک الفريضة، مطلب قطع الصلٰوة يكون حرامًا ومباحًا، إلخ: ۲/۵۰۰، مكتبة زكريا، انيس)**

وفي الهندية: وكذا الأجنبي إذا خاف أن يسقط من سطح أو تحرقه النار أو يغرق في الماء واستغاث بالمصلي وجب عليه قطع الصلاة رجل قام إلى الصلاة فسرق منه شئ قيمته درهم له أن يقطع الصلاة ويطلب السارق سواء كانت فريضة أو تطوعًا؛ لأن الدراهم مال، إلخ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة ومما يتصل بذلک مسائل: ۱/۱۰۹، انيس)

(۲) **كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب أو فاقد شرط أو ركن وهل عليهم إعادتها إن عدلاً نعم وإلا ندبت. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة، فروع صح اقتداء متنفل بمتنفل: ۲/۳۴۰-۳۴۱، زكريا ديوبند، انيس)**

جس نے غلطی سے حالت جنابت میں نماز پڑھا دی:

سوال: زید محتلم نے خطاءً نماز پڑھ لی اور اپنی خطا پر نادم ہے اور تائب ہے تو اب زید قابل امامت رہا، یا نہیں؟

الجواب

اس نماز کی قضا کر لیوے اور توبہ کے بعد گناہ اس کا معاف ہوگیا، وہ قابل امامت ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۷۵/۳)

کھادوالی گھاس پر نماز پڑھنا:

سوال: میرے محلّہ کی مسجد شریف کے صحن میں جو مسجد سے ملحق (متصل) ہے موجودہ انتظامیہ بجائے پختہ کرنے کے گڑیا گوبر کی کھاد ڈال کر گھاس لگا رہی ہے اور ظاہر ہے گھاس کو زندہ رکھنے کے لئے پانی برابر دیا جاتا رہے گا، کیا یہ جگہ کسی قسم کی نماز کے لیے موزوں ہوگی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

اس گھاس پر نماز دوصورتوں سے صحیح ہوسکتی ہے، ایک یہ کہ کھاد بالکل مٹی بن جائے اور اس کا علاحدہ وجود قطعاً نظر نہ آئے، دوسری صورت یہ کہ گھاس اتنی گھنی اور بڑی ہو کہ اس میں سے کھاد تک نمازی کا کوئی عضو نہ پہنچے، کھاد سے نجس پانی جو گھاس کو لگا ہوگا، وہ پانی جب گھاس پر سے خشک ہوجائے گا، گھاس پاک ہوجائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵/شوال ۱۳۹۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۴۴۰/۳)

پاک کپڑا نہ ہو تو ناپاک میں نماز پڑھ لے:

سوال: زید کے کپڑے ناپاک ہوگئے اور نماز کا وقت ہوگیا، پانی موجود نہیں، نماز قضا کرے، یا ناپاک کپڑوں ہی میں ادا نماز پڑھ لے، شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

اس وقت ناپاک کپڑے ہی میں پڑھ لے؛ مگر اس کے بعد دوسری نماز کے وقت کے اندر پاک کپڑا ملنے کا ظن غالب ہو تو اس وقت نماز پڑھنا فرض نہیں، مع ہذا بہتر ہے کہ اس وقت بھی پڑھ لے اور بعد میں قضا بھی پڑھے، **كما قالوا في العاجزعن القيام ويغلب على ظنه القدرة بعده** . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱/ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ (احسن الفتاویٰ: ۴۴۱/۳)

---

(۱) (كما يلزم إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب) أو فا قد شرط أو ركن إلخ. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، فروع صح اقتداء متنفل بمتنفل: ۳۴۰/۲، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

ارشاد نبوی ہے: ” التائب من الذنب كمن لا ذنب له “. (مشكوٰة المصابيح، باب الاستغفار: ۲۰۶، ظفير)

ایسے پلاسٹک پرنماز جس کی نچلی جانب نجس ہو:

سوال: پلاسٹک اور نائلون کو ملا کر ایک کپڑا تیار کیا گیا ہے، جو دبیز بھی ہے اور اس میں پانی جذب نہیں ہوتا، کیا ایسا کپڑا اگر نیچے کی طرف سے ناپاک ہو جائے، یا اس کو ناپاک یا مشتبہ جگہ بچھا کر اس کے اوپر نماز پڑھی جائے تو جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

ہر ایسی چیز کہ اس میں ایک جانب لگی ہوئی نجاست دوسری طرف سرایت نہ کرے، اس کی پاک جانب پر نماز درست ہے، اسی طرح ناپاک، یا مشتبہ زمین پر ایسا پلاسٹک بچھا کر نماز جائز ہے؛ بلکہ ایسے شفاف پلاسٹک پر بھی نماز درست ہے، جس کے اندر سے نیچے کی نجاست نظر آتی ہو، کما قالوا فی الزجاج، البتہ اگر کپڑا اتنا باریک ہو کہ اس میں سے نجس زمین، یا نجاست نظر آتی ہو، یا نجاست کی بدبو محسوس ہو تو اس پر نماز درست نہیں۔

قال فی الرد عن البدائع بعد حکایته القول الثانی: وعلی هذا لو صلّٰی علٰی حجر الرحی أو باب أو بساط غلیظ أو مکعب أعلاه طاهر وباطنه نجس عند أبی یوسف لایجوز نظراً إلٰی اتحاد المحل، فاستوٰی ظاهره وباطنه کالثوب الصفیق وعند محمد یجوز؛ لأنه صلّٰی فی موضع طاهر کثوب طاهر تحته ثوب نجس بخلاف الثوب الصفیق؛ لأن الظاهر نفاذ الرطوبة إلی الوجه الاٰخر، اھ. وظاهره ترجیح قول محمد وهو الأشبه ... وذکر فی المنیة وشرحها: إذا کانت النجاسة علٰی باطن اللبنة أو الآجرة وصلّٰی علٰی ظاهرها جاز وکذا الخشبة إن کانت غلیظة بحیث یمکن أن تنشر بصفین فیما بین الوجه الذی فیه النجاسة والوجه الآخر وإلا فلا، آھ، وذکر فی الحلیة أن مسألة اللبنة والاجرة علی الاختلاف المار بینهما وأنه فی الخانیة جزم بالجواز وهو إشارة إلٰی اختیاره وهو حسن متجه وکذا مسألة الخشبة علی الاختلاف وأن الأشبه الجواز علیها مطلقًا ثم أیده بأوجه فراجعه. (قوله ومبسوط علٰی نجس، إلخ) ... عن شرح المنیة وکذا الثوب إذا فرش علی النجاسة الیابسة فإن کان رقیقًا یشف ما تحته أو توجد منه رائحة النجاسة علٰی تقدیر أن لها رائحة لا تجوز الصلاة علیه وإن کان غلیظًا بحیث لایکون کذلک جازت، اھ. (۱) فقط واللّٰه تعالٰی أعلم

۱۷/ربیع الاول ۱۳۹۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۴۲۳-۴۲۴)

---

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی التشبه بأهل الکتاب: ۱/۶۲۶، دارالفکر بیروت، انیس

امام پر مقتدیوں کی بے احتیاطی کا اثر پڑتا ہے:

سوال: امام سے نماز میں اکثر غلطی ہوتی رہتی ہے، کیا اس کی وجہوں میں سے یہ بھی ہے کہ مقتدی کی غلطی سے ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجوب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

مقتدی طہارت وغیرہ کی احتیاط نہ کرے تو امام پر اس کا اثر پڑنا حدیث سے ثابت ہے۔

عن شبيب بن أبی روح عن رجل من أصحاب النبی صلی الله عليه وسلم عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه صلٰی صلاة الصبح، فقرأ الروم، فالتبس عليه، فلما صلٰی، قال: ما بال أقوام يصلون معنا لا يحسنون الطهور وإنما يلبس علينا القرآن أولٰئک. {رواه النسائی}(مشكوة المصابيح: ۳۹)(۱) **فقط والله تعالٰی أعلم**

۲۸/ جمادی الآخرہ ۱۳۹۳ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۲۴)

ناپاک کپڑوں میں پڑھی ہوئی نماز دوبارہ پڑھی جائے:

سوال: نماز سے پہلے آدمی کو معلوم ہو کہ میرے کپڑے خراب ہیں؛ لیکن وہ نماز کے وقت ہونے پر بھول جائے اور نماز پڑھ لے، نماز میں یاد آنے پر، یا بعد میں یاد آئے تو کیا اس کی نماز ہوگئی؟

الجواب ــــــــــــــــ

اگر بدن یا کپڑے پر اتنی نجاست لگی ہو جو نماز سے مانع ہے تو نماز نہیں ہوگی، اگر بھولے سے نماز شروع کردی اور نماز ہی میں یاد آ گیا تو فوراً نماز چھوڑ دے اور نجاست کو دور کرکے دوبارہ نماز پڑھے اور اگر نماز کے بعد یاد آیا، تب بھی دوبارہ نماز پڑھے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/ ۵۴۹)

عشا کی فرض بے وضو پڑھے اور سنت و وتر باوضو، تو اعادہ کا کیا حکم ہے:

سوال: اگر عشا کی فرض بھول کر بے وضو پڑھ لے اور سنت اور وتر باوضو پڑھے اور اندرون وقت یاد آجاوے تو فرضوں کے ساتھ سنتوں کا اعادہ کرنا چاہیے، نہ وتر کا۔ امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک وتر کا بھی اعادہ کرے گا، اس کی کیا وجہ ہے؟

---

(۱) سنن النسائی، القراءة فی الصبح بالروم، رقم الحديث: ۹٤۷، انيس

(۲) (النجاسة نوعان)... (والغليظة) إذا زادت علٰی قدر الدرهم تمنع جواز الصلاة. (الفتاویٰ الخانية علٰی هامش الهندية، كتاب الطهارت، فصل فی النجاسة التی تصيب الثوب: ۱/ ۱۸، انيس)

الجواب

یہ مسئلہ وقت کے اندر پڑھنے کا ہے اور وجہ سنتوں کے اعادہ کی اور وتر کے عدم اعادہ کی موافق مذہب امام اعظمؒ کے یہ ہے کہ جب فرض عشا کے نہ ہوئے تو فرض کے اعادہ کے ساتھ سنت کا بھی اعادہ کرے؛ کیوں کہ سنت تابع فرض کے ہیں اور وتر چونکہ واجب مستقل ہے اور وہ وضو سے ہوئے، لہٰذا اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور صاحبینؒ چونکہ وتر کو سنت فرماتے ہیں؛ اس لیے وہ فرض کے ساتھ وتر کے اعادہ کا بھی حکم کرتے ہیں اور صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ نماز کے بعد وقت کے اندر یاد آ گیا اور بعد وقت گذرنے کے اگر یاد آیا تو صرف فرض عشا کے پڑھے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴/۶۳-۶۴)

درمیان نماز امام کا وضو ٹوٹ گیا اور اس نے نہیں بنایا تو اس نماز کا اعادہ ہر ایک پر ضروری ہے:

سوال: اگر امام کا وضو ٹوٹ گیا اور اس نے اس وقت خبر نہیں کی؛ بلکہ بعد نمازیوں کے جانے کے خود اعادہ کیا تو کیا مقتدیوں کی طرف سے بھی اعادہ ہو گیا؟

الجواب

سب مقتدی اور امام اس کا اعادہ کریں، تنہا امام کے اعادہ سے مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۳۷)

ناپاک کپڑوں میں نماز:

سوال: زید نے اپنا ناپاک کپڑا ایک شخص کو پاک کرنے کے واسطے دیا، جب وہ پاک کر کے لایا تو زید نے اس کو پہن کر نماز عشا پڑھائی، بعد فارغ ہونے کے دیکھا تو کپڑا بدستور ناپاک تھا؛ لیکن زید نے بوجہ شرم کے کچھ نہ کہا، چند سال کے بعد زید کو خیال آیا کہ فلاں وقت کی نماز باطل ہوئی تھی اور اس میں مقتدی بھی بہت تھے تو اب زید کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

اگر وہ پلیدی دھلنے سے رہ گئی تھی اور مقدار میں مانع عن الصلوٰۃ تھی تو اس نماز کا اعادہ ضروری ہے،(۳) اور جو مقتدی یاد آتے جاویں، ان کو اطلاع کر دینی چاہیے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۳۶۹)

(۱) وعلٰی هٰذا إذا صلی العشاء ثم توضأ وصلی السنة والوتر ثم تبین أنه صلی العشاء بغیر طهارة فعنده یعید العشاء والسنة دون الوتر؛ لأن الوتر فرض علٰی حدة عنده (أی عند أبی حنیفة) وعندهما یعید الوتر أیضاً لکونه تبعاً للعشاء، والله أعلم. (الهدایة، باب قضاء الفوائت: ۱/۱۳۹، ظفیر)

(۲) (وإذا ظهر حدث إمامه) وکذا کل مفسد فی رأی مقتدٍ (بطلت فیلزم إعادتها) لتضمنها صلاة المؤتم صحة وفسادًا. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، فروع صح اقتداء متنفل بمتنفل: ۲/۳۳۹-۳۴۰، مکتبة زکریا دیوبند، ظفیر)

(۳) النجاسة إن کانت غلیظة وهی أکثر من قدر الدرهم فغسلها فریضة والصلاة فیها باطلة. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الثالث فی شروط الصلاة، الفصل الأول: ۱/۵۸، انیس)

==

مصلی کا کونہ ناپاک ہوتو نماز ہوجائے گی:

سوال: مصلی کا ایک کونہ ناپاک ہوگیا تو کیا اس ناپاک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ یا دوسرے کونہ پر کھڑا ہوکر نماز پڑھنے سے نماز ہوگی، یا نہیں؟ یا اس کونے کے ناپاک ہونے کی وجہ سے تمام مصلی کو ناپاک کہیں گے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اس صورت میں نماز ہوجائے گی، صرف دونوں پاؤں، دونوں ہاتھوں، گھٹنوں اور سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے۔

وفي الدر في بحث شروط الصلاة:(هي) ستة (طهارة بدنه) ... (من حدث) ... (وخبث) ... (وثوبه) وكذا مايتحرك بحركته ... (ومكانه)أي موضع قدميه أو أحدهما إن رفع الأخرىٰ وموضع سجوده اتفاقاً في الأصح،لاموضع يديه وركبتيه على الظاهر.

وفي الرد تحت ثوبه:(قوله:وكذا ما)أي شئ متصل به يتحرك بحركته كمنديل طرفه علىٰ عنقه وفي الآخرنجاسة مانعة ... بخلاف ما لم يتصل كبساط طرفه نجس وموضع الوقوف والجبهة طاهر فلا يمنع مطلقاً ... (وتحت قوله ومكانه) فلا تمنع النجاسة في طرف البساط ولو صغيراً في الأصح ... (وتحت قوله على الظاهر) أي ظاهر الرواية كما في البحر،لكن قال في منية المصلي:قال في العيون:هٰذه رواية شاذة،آه،وفي البحر:واختارأبو الليث أن صلاته تفسد وصححه في العيون،اه،وفي النهر:وهوالمناسب لاطلاق عامة المتون وأيده بكلام الخانية، قلت:وصححه في متن المواهب ونور الإيضاح والمنية وغيرها فكان عليه المعول وقال في شرح المنية:وهوالصحيح؛لأن اتصال العضو بالنجاسة بمنزلة حملها وإن كان وضع ذلك العضوليس بفرض.(۱) فقط والله تعالىٰ أعلم

۲۸ / شوال ۱۳۸۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۲۲)

ناپاکی میں نماز پڑھانا سخت جرم ہے:

سوال: حضرت والا! بندہ سے یہ قصور ہوگیا ہے کہ میں نے بدنامی کے خوف سے ناپاکی کی حالت ہی میں کچھ نمازیں پڑھادیں، مجھے کیا کرنا چاہیے؟

== (كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أوجنب)أوفاقد شرط أوركن،وهل عليهم إعادتها إن عدلاً ؟نعم وإلا ندبت.(الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۲/ ۳۴۰ـ ۳۴۱،مكتبة زكريا،ظفير)

(۱) الدرالمختارمع رد المحتار، كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۰۲ـ ۴۰۳،دار الفكر بيروت،انيس

الجواب

میرے محترم! آپ نے ناپاکی کی حالت میں جو نمازیں پڑھائیں، اس میں آپ نہایت سخت جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ (قصداً بے وضو نماز پڑھنا اگرچہ ظاہر الروایۃ میں موجب کفر نہیں ہے؛ لیکن حنفیہ کی ایک نادرالروایۃ یہ ہے کہ ایسا شخص کافر ہوجاتا ہے، اس سے اس عمل کی شناعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔)

''الخلاف في مسئلة الصلاة بلاطهارة، وإن الاكفاررواية النوادر، وفي ظاهرالرواية: لايكون كفراً''. (۱)

یہ اللہ تعالیٰ پر (جو کہ پوشیدہ اور ظاہر سب پر مطلع ہے اور ہر وقت ہر چیز کو دیکھتا اور سنتا ہے) انتہائی جرأت ہے، آپ کو ہرگز ہرگز ایسا جان بوجھ کر نہیں کرنا چاہیے تھا، اللہ تعالیٰ کے سامنے تنہائی میں روییے اور پشیمانی ظاہر کر کے معافی طلب کیجئے اور آئندہ کبھی بھی ایسا نہ کیجئے، چاہے کتنی بھی بے شرمی محسوس ہوتی ہو، اثنائے نماز میں اگر ناپاکی کا علم ہوجائے، یا وضو ٹوٹ جائے تو فوراً نماز توڑ دیجئے اور مقتدیوں سے کہہ دیجئے کہ میری نماز ٹوٹ گئی، تم نماز پڑھ لو، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے سامنے ہیچ ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ رکھ کر مایوس نہ ہوئیے؛ مگر اس قہار وجبار عالم الغیب والشہادت کی پکڑ اور اس کے غیظ وغضب سے کبھی مطمئن نہ ہوئیے:

﴿**فَلاَ يَـأْمَـنُ مَـكْـرَ اللّٰهِ اِلَّاالْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ**﴾ (الأعراف: ۹۹) (خدا کی خفیہ تدبیروں اور گرفتوں سے سوائے خاسر لوگوں کے کوئی مطمئن نہیں ہوتا۔)

(مکتوبات: ۱۹/۴-۲۰) (فتاویٰ شیخ الاسلام: ۲۴)

اسپرٹ کی پالش پر نماز درست نہیں:

سوال: **هل تجوزالصلاة على الموائد اللتي تزين بخلاصة الخمرأم لا؟**(۲)

الجواب

ماكان فيه اختلاط خلاصة الخمر (اسپرٹ) فهونجس لاتجوزالصلاة عليه بلابسط الثوب الطاهر. ''وبه يعلم أن مايستقطرمن دردي الخمروهوالمسمى بالعرقي في ولاية الروم نجس حرام كسائرأصناف الخمر''. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۴/۴)

(۱) ردالمحتار، کتاب الطهارت: ۸۱/۱، انیس

(۲) ترجمہ: کیا ان کپڑوں پر نماز جائز ہے، جن پر اسپرٹ کی پالش دی جاتی ہے؟ انیس

(۳) ردالمحتار، باب الأنجاس، مطلب العرقي الذي يستقطرمن دردي الخمر: ۳۰۰/۱، ظفیر

ترجمہ: جس چیز میں اسپرٹ کی آمیزش ہو وہ ناپاک ہے؛ اس لیے ان کپڑوں پر کوئی پاک کپڑا بچھائے بغیر نماز جائز نہیں ہے۔ انیس

زخم پر اسپرٹ لگا کر نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: جب کوئی شخص زخمی ہوجاتا ہے تو خون کو بند کرنے کے لیے زخم پر اسپرٹ لگایا جاتا ہے تو کیا زخم پر اسپرٹ لگا کر نماز پڑھنا درست ہے؟

الجواب

اسپرٹ میں چوں کہ الکحل استعمال کیا جاتا ہے؛ اس لیے اگر الکحل عنب، زبیب اور کھجور سے بنایا گیا ہو تو بالاتفاق اس کا استعمال جائز نہیں اور نہ اس کے ساتھ نماز پڑھنا درست ہے اور اگر ان چار کے علاوہ دیگر اشیا سے تیار کیا گیا ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک پاک ہے اور اس کے استعمال میں رخصت کی گنجائش ہے۔

چونکہ آج کل کا الکحل ان چاروں اشیا کے علاوہ دیگر حبوب اور چھلکوں، پٹرول وغیرہ سے بنایا جاتا ہے؛ اس لیے عموم بلویٰ کے پیش نظر امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ کے مطابق نماز درست ہے۔

لما قال الشيخ المحقق المفتی محمد تقی عثمانی: وأن معظم الكحول التی تستعمل اليوم فی الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر انما تتخذ من الحبوب و القشور أو البترول وغيره، كما ذكرنا فی باب بيع الخمر من كتاب البيوع وحينئذٍ هنالک فسحة فی الأخذ لقول أبی حنيفة عند عموم البلوٰی. (تكملة فتح الملهم: ٦٠٨/٣، كتاب الأشربة، حكم الكحول المكرة) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۳۲/۳)

صبح کو ازار پر دھبہ دیکھے تو کیا وہ صبح کی نماز لوٹائے:

سوال: بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ جو شخص نماز عشا ادا کر کے سو جائے اور بعد طلوع آفتاب بیدار ہو کر ازار پر دھبہ منی کا دیکھے، اس کو عشا کی نماز لوٹانا چاہیے، یہ صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

جو شخص عشا کی نماز پڑھ کر سویا اور صبح کو جس وقت اٹھا تو اس نے کپڑے پر منی کا دھبہ دیکھا تو عشا کی نماز لوٹانے کا اس کے لیے حکم نہیں ہے اور کتاب مذکور میں ہرگز ایسا نہ ہوگا، سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے، مکرر اس کو غور سے دیکھا جائے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۷/۴-۳۸)

---

(۱) لما قال الشیخ مولانا اشرف علی التھانوی: اسپرٹ اگر عنب زبیب، رطب تمر سے حاصل نہ کی گئی ہو تو اس میں گنجائش ہے، للاختلاف، ورنہ گنجائش نہیں، للاتفاق۔ (امداد الفتاویٰ: ۸۲/۱، باب الانجاس)

کپڑے پر دھبہ دیکھے تو کیا کرے:

سوال: امام کو احتلام ہوا، کپڑا دھو کر نماز پڑھاتا رہا، دو تین دن کے بعد کرتہ پر دھبہ منی کا پایا تو اب نمازوں کا اعادہ کرنا چاہیے، یا نہیں؟ لیکن یہ معلوم نہیں کہ کس کس نے اس کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں؟

الجواب ــ

کتب فقہ میں اس صورت میں یہ لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے کپڑے پر منی پائی بقدر درہم سے زیادہ تو آخر نوم کے بعد میں جو نماز اس نے اس کپڑے سے پڑھی ہے اس کو لوٹا دے گا، مثلاً: آج بعد نمازِ ظہر اس نے کپڑے پر منی دیکھی تو اگر دوپہر کو بھی سویا ہے تو اسی وقت سے کپڑا ناپاک سمجھا جاوے گا اور اگر دوپہر کو نہیں سویا؛ بلکہ رات کو سویا تھا تو اس وقت سے ناپاک سمجھا جاوے گا اور اس کے بعد سے جو نمازیں پڑھی ہیں، وہ لوٹائی جائیں گی اور بقدر امکان مقتدیوں کو بھی اطلاع کرنی چاہیے، جوں جوں یاد آتے جاویں، ان کو خبر کردے۔

کما فی الدر المختار: (کما یلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب) أو فاقد شرط أو رکن، إلخ. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۴۵-۴۶)

جیب میں ناپاک چیز رکھ کر نماز ہوتی ہے، یا نہیں:

سوال: جیب میں کوئی ناپاک چیز، یا ناپاک کپڑا، قصداً، یا سہواً رہ جائے اور نماز پڑھ لی جاوے تو نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

اس صورت میں نماز صحیح نہ ہوگی، اس نماز کو پھر پڑھنا چاہیے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۴۲)

سیپ کے بٹن کے ساتھ نماز جائز ہے، یا نہیں:

سوال: سیپ کے بٹن کپڑے میں لگے ہونے سے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ ویسے سیپ حلال و پاک ہے۔

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة، فروع صح اقتداء متنفل بمتنفل: ۲/۳٤۰، انیس

(۲) (وعفی) الشارع (عن قدر درهم) وإن کره تحریماً ...وفوقه مبطل. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، کتاب الطهارت، باب الأنجاس: ۱/۵۲۰-۵۲۱، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

ففی المحیط: یکره أن یصلی ومعه قدر درهم أو دونه من النجاسة عالماً به، إلخ. (رد المحتار، کتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۵۲۰، مکتبة زکریا دیوبند، ظفیر)

الجواب

نماز صحیح ہے اور سیپ حلال و پاک ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۵۷)

سجدہ کے وقت قطرہ آنے کا حکم:

سوال: مجھ کو مرض ہے کہ اکثر قطرہ خطا ہوجاتا ہے، جس وقت سجدہ میں جاتا ہوں، اس وقت بھی اکثر ایسی حالت ہوجاتی ہے؛ اس کے لیے کیا کیا جاوے؟

الجواب

اگر لنگوٹ باندھنے سے رک جاوے، باندھنا چاہیے اور اگر اس سے نہ رکے تو دیکھنا چاہیے کہ سجدہ میں جانے سے اگر گاہ گاہ قطرہ آتا ہے، تب تو جب آوے وضو کرے اور اگر ہمیشہ آتا ہے تو بجائے سجدہ کے اشارہ کرلیا کرے۔

في ردالمحتار عن الذخيرة: رجل بحلقه خراج إن سجد سال وهو قادر على الركوع والقيام والقراءة، إلخ. (۷۹۳/۱)(۲)

۶ رشعبان ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ ص:۶۲) (امداد الفتاویٰ جدید:۴۵۱/۱)

عدم طہارت میں امامت:

سوال: اگر کسی نے عدم طہارت کی حالت میں امامت کی ہو اور اس کو تعداد نمازوں اور مقتدیوں کی یاد نہ ہو تو اس کو علاوہ اپنی نماز قضا کرنے کے مقتدیوں کے لیے کیا تدبیر کرنی چاہیے؟

الجواب

اگر اس کو کچھ یاد نہیں ہے اور تعیین نمازوں کی اور مقتدیوں کی نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ اطلاع کرنا دشوار ہے؛ اس لیے ان مقتدیوں کے اوپر اس صورت میں کچھ مواخذہ نہیں اور ان کو چوں کہ علم فساد نماز کا نہیں ہوا تو ان پر اعادہ بھی واجب نہیں ہے۔

كما في الشامي: "وأما صلاتهم فإنها وإن لم تصح أيضاً لكن لايلزمهم إعادتها لعدم علمهم". (۳)

---

(۱) (وشعر الميتة)...(وعظمها)...وكذا كل ما لا تحله الحياة ... طاهر. (الدرالمختار على هامش رد المحتار، كتاب الطهارة، باب المياه: ۳۵۹/۱-۳۶۳، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۲) ردالمحتار، صلاة المريض، تحت قول الدر: بل تعذر السجود كافٍ. (۵٦۷/۲، مكتبة زكريا، انيس)

(۳) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: المواضع التي تفسد صلاة الإمام دون المؤتم: ۳٤۱/۲، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(وإذا ظهر حدث إمامه)وكذا كل مفسد فى رأى مقتد(بطلت فيلزم إعادتها)لتضمنها صلاة المؤتم صحة وفسادا(كمايلزم الإمام إخبارالقوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب)أوفاقد شرط أوركن،إلخ.(۱)

صلٰى جماعة،الخ،مع إمام،إلخ،فمن تيقن مخالفة إمامه فى الجهة،إلخ،لم تجز صلا ت، إلخ، ومن لم يعلم ذلک فصلاته صحيحة.(۲)

پس شخص مذکوراپنی نمازوں کولوٹالیوے اوراس گناہ سے استغفاروتوبہ کرے،جواس سے بےطہارت نماز پڑھنے کا ہوااورمقتدیوں کے لیے استغفارکرنا بھی اچھا ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۸۸)

ناپاکی کی حالت میں امامت اوراس سے متعلق احکام:

سوال: ایک شخص پرغسل واجب تھااس نے امام بن کرنماز پڑھادی،بعدایک وقت گذرنے یادآیا،امام نے نماز قضاکرلی اورمقتدیوں کواطلاع نہیں کی تومقتدیوں کی نماز ہوئی،یانہ؟

الجواب

قال فى الدرالمختار:(كما يلزم الإمام إخبارالقوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب)أوفاقد شرط أوركن،وهل عليهم إعادتها إن عدلاً؟نعم إلخ(۳)۔

پس معلوم ہواکہ امام کوایسی حالت میں لازم ہے کہ مقتدیوں کواطلاع کرےاوربعداطلاع کےان کولوٹانااس نماز کاچاہیے،اگراطلاع نہ ہوئی تومقتدی معذورہیں،ان پرکچھ مواخذہ نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۷۰)

نماز پڑھانے کے بعدامام کومعلوم ہواکہ غسل کی ضرورت تھی،اب کیاکرے:

سوال: کسی امام نے فجرکی نماز پڑھانے کے بعدمعلوم کیاکہ اس کوغسل کی ضرورت تھی،اب وقت نکل گیاتھا، اب کیاکرناچاہیے؟

الجواب

غسل کرکےخودبھی دوبارہ نماز پڑھےاوراپنے مقتدیوں میں سےجس جس کوخبرکرسکے،خبرکردےکہ وہ بھی اعادۂ نمازکریں۔(۴)فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۶۷)

---

(۱) الدرالمختارعلٰی هامش رد المحتار،باب الإمامة:۲/۳۳۹۔۳٤۰،مكتبة زكريا ديوبند،انيس

(۲) الدرالمختارعلٰی هامش رد المحتار،باب صفة الصلاة:۱/٤۰٦،ظفير

(۳) الدرالمختار،كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۲/۳٤۰۔۳٤۱،مكتبة زكريا ديوبند،انيس،ظفى

(۴) إذا ظهر حدث إمامه)وكذا كل مفسد فى رأى مقتدٍ(بطلت فيلزم إعادتها)لتضمنها صلاة المؤتم صحة==

خروج ریح کے مریض امام نے جونماز پڑھائی اس کا کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص کوخروج ریاح کا مرض ہے، بسا اوقات بے خبری میں بھی ریاح خارج ہوجاتے ہیں، ایسی حالت میں اس نے تین ماہ تک امامت کی، اس سے پہلے بھی کبھی کبھی نماز پڑھا دیا کرتا تھا، بعدکو جب ٹھیک معلوم ہوگیا کہ معذور ہے، نماز پڑھانی چھوڑ دی، ایسی صورت میں امام اور مقتدیوں کے واسطے کیا حکم ہے؟ اگر امام کے کہنے سے وہ اپنی نماز نہ لوٹاویں تو ان پر کیا حکم ہے؟ ان نمازوں میں جو کہ اس نے کبھی کبھی کسی موقعہ پر نمازیں پڑھائی تھیں، ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر یہ معلوم اور یقین نہیں ہے کہ جونمازیں اس نے پڑھائی ہیں، ان میں خروج ریاح ہوا ہے؛ یعنی ریح خارج ہونے کا ان میں یقین نہیں اور یاد نہیں تو نمازیں سب کی ہوگئیں، **کما فی الدر المختار: وصح لو توضأ على الانقطاع وصلّى كذلك.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(وإذاظهر حدث إمامه) وكذا كل مفسد في رأى مقتد (بطلت فيلزم إعادتها)... (كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب) أوفاقد شرط أوركن وهل عليهم إعادتها إن عدلاً؟ نعم، وإلا ندبت وقيل لا لفسقه باعترافه، اه. (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۳۳۳-۳۳۴)

ناپاکی میں نماز پڑھانے کا وبال امام پر ہے:

سوال: ناواقفیت کی وجہ سے امام نے ناپاکی کی حالت میں نمازیں پڑھادیں، یہ بھی صحیح معلوم نہیں کہ کن کن لوگوں نے اس کی اقتدا کی ہے تو اب وہ کیا کرے؟

الجواب

جونمازیں ناواقفیت کی وجہ سے ناپاکی کی حالت میں پڑھائی گئی ہیں، وہ سب بھی واجب الاعادہ ہیں۔ (۲)

== وفسادًا (كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أوجنب) إلخ. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، فروع صح اقتداء متنفل بمتنفل: ۲/۳۳۹-۳۴۰، مكتبة زكريا ديوبند، ظفير)

(۱) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، فروع: صح اقتداء متنفل بمتنفل، قبيل المواضع التي تفسد صلاة الإمام دون المؤتم: ۲/۳۳۹-۳۴۱، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۲) وإن لم يكن كذالك واحتمل أنه قال على وجه التورع والاحتياط أعادوا صلاتهم. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، قبيل الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحة الاقتداء وما لا يمنع: ۱/۸۷، انيس)

مقتدیوں کی نمازوں کا بار بھی امام ہی پر ہے اور اگر وہ معلوم نہیں ہیں تو امام کو اللہ تعالیٰ کے سامنے صدق دل سے دعا کرنی چاہیے، ان مقتدیوں کا ذمہ بری ہے، امام کو اپنے اور ان سب مقتدیوں کے لیے دعا کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑانا اور رونا چاہیے، بجز توبہ واستغفار اور کوئی صورت نہیں۔

(مکتوبات:۱۶/۴)(فتاویٰ شیخ الاسلام:۲۳)

خون آلود نوٹوں کے ساتھ نماز ادا کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی امام کی جیب میں روپیہ ہو، جو خون آلود ہو، وہ لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے، اب امام کی نماز تو نہیں ہوئی ہے تو اب امام سب کو مطلع کرے گا کہ دوبارہ نماز پڑھیں، یا صرف امام قضا لائے گا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: رحمت نبی ڈاک اسماعیل خیل، نوشہرہ۔ یکم ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ)

الجواب

اگر یہ خون ہتھیلی کے عرض سے زائد نہ ہو تو یہ عفو ہے۔(۱)

اور اعادہ کا حکم کسی پر نہیں اور اگر زائد ہو تو صرف امام پر اعادہ ضروری ہے، دیگر لوگوں کو اگر معلوم ہو تو اعادہ کریں اور اگر معلوم نہ ہو تو امام شافعی رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا اور اعادہ کا اعلان ضروری نہ ہوگا۔(۲) **هٰكذا في الفتاوىٰ وهو الموفق**(فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ:۲/۱۹۹۔۲۰۰)

---

(۱) وفي الهندية: (النجاسة) المغلظة وعفي منها قدر الدرهم... و الصحيح أن يعتبر بالوزن في النجاسة المتجسدة وهو أن يكون وزنه قدر الدرهم الكبير المثقال وبالمساحة في غيرها وهو قدر عرض الكف، هٰكذا في التبيين والكافي وأكثر الفتاوىٰ. (والمراد بعرض الكف عرض مقعد الكف و هو داخل مفاصل الأصابع). (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطهارت، الفصل الثاني في الأعيان والنجسة: ۱/۴۵، انيس)

(۲) قال الحصكفي: (وإذا ظهر حدث امامه) وكذا كل مفسد في رأي مقتدٍ (بطلت فيلزم اعادتها) لتضمنها صلاة المؤتم صحة وفساداً كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث)...(بالقدر الممكن)... وإلا لايلزمه، بحر عن المعراج، وصحح في مجمع الفتاوىٰ عدمه مطلقاً لكونه عن خطأ معفو عنه. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة ،باب الإمامة: ۲/۳۴۰۔۳۴۱، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

قال الشامي تحت قوله: صحح في مجمع الفتاوىٰ: وكذا صححه الزاهدي في القنية والحاوي وقال: وإليه أشار أبويوسف (قوله مطلقاً) أي سواء كان الفساد مختلفاً فيه أو متفقاً عليه كما في القنية. والحاوي فافهم (قوله لكونه عن خطأ معفو عنه) أي لأنه لم يتعمد ذلك فصلوٰته غير صحيحة ويلزمه فعلها ثانياً لعلمه بالمفسد وأما صلاتهم فإنها و إن لم تصح أيضاً لكن لايلزمهم إعادتها لعدم علمهم ولايلزم إخبارهم لعدم تعمده فافهم. (ردالمحتار، كتاب الصلاة ،باب الإمامة، مطلب: المواضع التي تفسد صلوٰة الإمام دون المؤتم: ۲/۳۴۱، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

عورت کے محاذات سے نماز کا فاسد ہونا:

سوال: محاذات عورت سے کیا مراد ہے اور یہ اجنبیہ ہی سے ہوتا ہے، یا محرمہ سے بھی؟

الجواب

محاذات عورت کی مرد سے، تین طرف سے مفسد صلوٰۃ ہے۔(۱) شامی میں ہے: "**وقد صرحوا بأن المرأة الواحدة تفسد صلاة ثلثة ... من عن يمينها ومن عن يسارها ومن عن خلفها**". (۲) اور یہ عام ہے، عورت محرمہ ہو، یا غیر محرمہ ہو۔ (شامی) (۳) **(قوله: غير معلول بالشهوة) أى ليست علة الفساد الشهوة ولذا أفسدنا بالعجوز الشوهاء وبالمحرم كأمه وبنته.** (۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵۴/۴)

(۱) فی الدر: (واذا حاذته) ولو بعضو واحد، خصه الزيلعى بالساق والكعب (امرأة) ولو أمة (مشتهاة) حالاً كبنت تسع مطلقاً وثمان وسبع لو ضخمة أوماضيا كعجوز (ولا حائل بينهما) أقله قدر ذراع فى غلظ أصبع أو فرجه تسع رجلاً (فى صلاة) ان لم تتحد كنيّتها ظهراً بمصلى عصر على الصحيح، سراج فإنه يصح نفلا على المذهب، بحر (مطلقة) خرج الجنازة (مشتركة) فمحاذاة المصلية لمصل ليس فى صلاتها مكروهة لا مفسد، فتح، (تحريمة) وإن سبقت ببعضها (وأداء) ولو حكماً كلا حقين بعد فراغ الامام بخلاف المسبوقين والمحاذاة فى الطريق (واتحدت الجهة) فلو اختلف كما فى جوف الكعبة وليلة مظلمة فلا فساد (فسدت صلاته) و مكلفاً والا لا (ان نوىٰ) الامام وقت شروعه لا بعده (أما متها) وإن لم تكن حاضرة على الظاهر ولو نوى امرأة معينة أو النساء إلا هذه عملت نيته (والا) ينوها (فسدت صلاتها) كما لو أشار إليها بالتاخير فلم تتأخر لتركها فرض المقام، فتح، وشرطوا كونها عاقلة وكونهما فى مكان واحد فى ركن كامل فالشروط عشرة (ومحاذاة الأمرد الصبيح) المشتهى (لايفسدها على المذهب) تضعيف لما فى جامع المحبوبى ودرر البحار من الفساد، لأنه فى المرأة غير معلول بالشهوة بل بترك فرض المقام كما حققه ابن الهمام.

وفى الرد تحت قوله: (وخصه الزيلعى) حيث قال: المعتبر فى المحاذاة الساق والكعب فى الأصح وبعضهم اعتبر القوم فعلى قول البعض لو تأخرت عن الرجل ببعض تفسد ... وعلى الأصح لا تفسد وان كان بعض قدمها محاذيا بالبعض قدمه بأن كان أصابع قدمها عند كعبة ... وفى فتاوىٰ الامام قاضى خان ... المرأة اذا صلّى مع زوجها فى البيت، إن كان قدمها بحذاء قدم الزوج لا تجوز صلا تهما بالجماعة، وان كان قدماها خلف قدم الزوج الا أنها طويلة تقع رأس المرأة فى السجود قبل رأس الزوج جازت صلاتهما لأن العبرة للقدم ... قد صرحوا بأن المرأة الواحدة تفسد صلاة ثلاثة اذا وقفت فى الصف من يمينها ومن عن يسارها ومن خلفها والتفسير الصحيح للمحاذاة ما فى المجتبىٰ: المحاذاة المفسدة أن تقوم بجنب الرجل من غير حائل أوقدامه وأجاب فى النهر بأن المرأة انما تفسد صلاة من خلفها اذا كان محاذياً لها ... (قوله امرأة) مفهومه أن محاذاة الخنثىٰ المشكل لا تفسد ... (قوله صلاة الخ) أشار الىٰ تعميم الصلاة ... فريضة أو نافلة، واجبة أوسنة أى تطوع أوفريضة فى حق الامام تطوع فى حق المقتدى وفيه اشارة الىٰ أن محاذاة المجبونة لا تفسد، الخ. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب فى الكلام فى الصف الأول: ۵۷۲/۱-۵۷۶، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مسئلة محاذاة: ۵۳۵/۱، ظفير

(۳) المرأة إذا صلت مع زوجها فى البيت إن كان قدمها بحذاء قدم الزوج لاتجوز صلاتهما بالجماعة. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فى الكلام الأول: ۳۱۵/۲، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۴) رد المحتار، باب الإمامة، قبيل مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبى وحده: ۳۲۱/۲، مكتبة زكريا، انيس

مجنونہ کی محاذات مفسد نماز نہیں:

سوال: مجنونہ عورت کی محاذات باعث فساد نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

نہیں؛ کیوں کہ فساد صلوٰۃ بالمحاذات کے لیے اشتراک فی الصلوٰۃ والتحریمۃ شرط ہے اور مجنونہ کی نماز ہی صحیح نہیں۔

صرح فی کتب الفقه کلها باشتراط اشتراکهما تحریمة وأداء وهو فرع صحة الصلاة والمجنون لاتجب علیه الفرائض ولا تصح منه وهٰذا ظاهر والله أعلم

وفی الشامیة عن القهستانی، قال: وفیه إشارة الٰی أنّ محاذاة المجنونة لا تفسد؛لأن صلا تها لیست بصلاة فی الحقیقة،آه. (۱)

۱۸/ جمادی الثانیۃ ۴۷ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/ ۱۷۵)

پاگل (مجنونہ) خاتون کے محاذات سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

سوال: ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ عورت کا نماز میں مرد کے محاذات میں آنا مفسد صلوۃ ہے تو کیا اگر کوئی پاگل (مجنونہ) عورت کسی مرد کے ساتھ نماز میں کھڑی ہو جائے تو نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

نماز میں اگر چہ اجنبی عورت کا مرد کے محاذات میں آنا مفسد صلوۃ ہے؛ مگر یہ فساد چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے، جس میں تکبیر تحریمی کا ایک ہونا بھی شامل ہے، جو کہ مکلّف سے متوقع ہے، چونکہ مجنونہ عورت کی نماز سرے سے صحیح نہیں؛ اس لیے اس سے فساد صلوٰۃ بھی لازم نہیں آتا۔

لما قال العلامة ابن عابدین: تحت قوله:(فی صلوٰة وإن لم تتحد)...قال وفیه إشارة إلٰی أن محاذاة المجنونة لا تفسد؛لأن صلا تها لیست بصلاة فی الحقیقة . (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/ ۲۳۱-۲۳۲)

عورت مردوں کے پہلو میں کھڑی ہو جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت ظہر وعصر پنجگانہ نمازوں میں آکر خود با جماعت مردوں کے برابر کھڑی ہو جائے تو مردوں کی نماز ہوئی، یا نہیں؟

---

(۱) ردالمحتار،باب الإمامة،مطلب فی الکلام علی الصف الأول: ۳۱۷/۲،مکتبة زکریا دیوبندا،نیس

(۲) رد المحتار،باب الإمامة،مطلب فی الکلام علی الصف الأول: ۳۱۷/۲،مکتبة زکریا دیوبند،انیس

وفی الهندیة:(ومنها)أن یکون ممن تصح منها الصلوٰة حتٰی أن المجنونة إذا حاذته لاتفسد،کذا فی الکافی.(الفتاوٰی الهندیة: ۸۹/۱،کتاب الصلاة،باب الإمامة،الفصل الخامس،انیس)

الجواب

ایسی صورت میں جو مرد بالغ اس عورت کی برابر ہے، اس کی نماز نہیں ہوگی؛ یعنی ایک مرد داہنی اور ایک بائیں طرف جو اس عورت کے ہیں، ان دونوں کی نماز نہ ہوگی۔

کذا فی الدرالمختار: و إذا حاذته و لو بعضو واحد ... (امرأة)... (مشتهاة)... (فسدت صلٰوته). لو مكلفاً. (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶۸/۴)

اگر مرد عورت کا بوسہ لے، یا عورت مرد کا تو نماز ہوگی، یا نہیں:

سوال: مرد نماز میں تھا، عورت نے اس کا بوسہ لیا، اس سے مرد کو خواہش پیدا ہوئی، نماز جاتی رہی، اگر چہ یہ اس کا اپنا فعل نہ تھا اور عورت نماز پڑھتی تھی، مرد نے بوسہ لیا، عورت کو خواہش ہوئی تو عورت کی نماز نہ جائے گی، اگر چہ یہ بھی اس کا اپنا فعل نہیں ہے۔ زید کا یہ قول صحیح ہے، یا غلط؟

الجواب

درمختار میں یہ مسئلہ اس طرح لکھا ہے کہ اگر مرد نے عورت کا بوسہ نماز میں لیا؛ یعنی عورت نماز پڑھ رہی تھی اور اس حالت میں مرد نے اس کا بوسہ لیا، خواہ شہوت ہو، یا نہ ہو تو عورت کی نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر مرد نماز پڑھ رہا تھا اور عورت نے اس کا بوسہ لیا اور مرد کو شہوت ہوگئی تو مرد کی نماز فاسد ہوگئی اور اگر مرد کو شہوت نہ ہوئی تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

عبارت اس کی یہ ہے:

أو مص ثديها ثلاثاً أو مرة ونزل لبنها أو مسها بشهوة أو قبّلها بد ونها فسدت لا لو قبّلته ولم يشتهها، إلخ. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵۴/۴، ۵۵)

قریب البلوغ لڑکی کی محاذاة مفسد صلٰوة ہے:

سوال: لڑکیاں مشتہاة کب کہلائیں گی؟ کیا ہر مشتہاة بمقابلہ مرد کھڑے ہونے سے مفسد صلٰوة ہوگی؟ اور

---

(۱) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۳۴/۱ ـ ۵۳۵، ظفير

(۲) والفرق أن في تقبيله معنى الجماع وفي الرد: لو قبلها بشهوة أو بغير شهوة أو مسها؛ لأنه في معنى الجماع، أما لو قبلت المرأة المصلي ولم يشتهها لم تفسد صلاته ... في الخلاصة الى الفرق بأن تقبيله في معنى الجماع يعني أن الزوج هو الفاعل للجماع فاتيانه بدواعيه في معناه ... وكذا اذا قبلها مطلقاً؛ لأنه من دواعيه وكذا وكذا لو مسها بشهوة بخلاف المرأة فانها ليست فاعلة للجماع. (الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلٰوة وما يكره فيها: ۶۲۸/۱ ـ ۶۲۹، دارالفكر بيروت، انيس)

مشتہاۃ حکم میں بالغہ کے کیا کیا چیز میں متصور ہوگی؟ اور مشتہاۃ اجنبیہ کے ساتھ خلوت کرنا اور خدمت لینا ان سے غیر مردوں کو اگر چہ استاذ ہو جائز ہے، یا نہیں؟ اور مشتہاۃ کو حاضر جماعت ہونا بغرض تعلیم جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

حامدًا مصليًا الجواب بالله التوفيق

نو سال کی عمر سے زیادہ عمر کی لڑکیاں عموماً مشتہاۃ سمجھی جائیں گی، (۱) جو نابالغہ مشتہاۃ قابل جماع ہو؛ یعنی اس کے ساتھ جماع کرنے سے اس کے خاص حصہ اور مشترک حصہ کے مل جانے کا خوف نہ ہو، اس قسم کی مشتہاۃ کی محاذاۃ مفسد صلوٰۃ ہے؛ یعنی جو بلوغ کے قریب پہنچ چکی ہو اور اس کو دیکھ کر مرد کے دل میں ہیجان پیدا ہوتا ہو، کم سن لڑکیوں کی محاذاۃ مفسد صلوٰۃ نہیں۔ اجنبی مرد کا مشتہاۃ و قابل جماع لڑکیوں سے تخلیہ کرنا اور اپنے پاس بے تکلف آمد و رفت رکھنا، خواہ استاذ ہو، یا پیر ہو، ناجائز ہے، ایسی مشتہاۃ لڑکی کو جسے دیکھ کر ہیجان پیدا ہو، جماعت مسجد میں حاضر کرنا جائز نہیں؛ لیکن اگر زنانہ مدرسوں میں بچیوں کو نماز کی تعلیم دی جاتی ہو تو ایسی جماعت میں مشتہاۃ لڑکیوں کی حاضری جائز ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم علمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاوی: ۲/۲۰۲)

نماز میں مرد کا پاؤں عورت کے سر سے لگنے کا حکم:

سوال: اگر عورت کا سر مرد کے پاؤں سے بوقت سجدہ لگ جائے اور مرد میں، یا عورت میں، یا دونوں میں شہوت پیدا ہو جائے تو کیا مرد کی نماز، یا عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی؟ بینوا توجروا۔

(۱) ... (وإذا حاذته) ولو ببعضو واحد، وخصه الزيلعي بالساق والكعب (امرأة) ولو امة (مشتهاة) حالا كبنت تسع مطقًا (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲/ ۳۱۴-۳۱۶، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۲) والخلوة بالأجنبية حرام والا لملازمة مديونة هربت و دخلت خربة أو كانت عجوزاً شوها أو بحائل والخلوة بالحرام مباحة الا الأخت رضاعاً، و الصهرة الشابة ... ولا يكلم الأجنبية الا عجوزاً عطست أو سلمت فيشمتها.

وفى الرد: (قوله الخلوة بالأجنبية) أى الحرة لما علمت من الخلاف فى الأمة وقوله حرام. قال فى القنية مكروهة كراهة تحريم وعن أبى يوسف ليس بتحريم قوله (أو كانت عجوزاً شوهاء) قال فى القنية وأجمعوا أن العجوز لا تسافر بغير محرم فلا تخلو بتحريم شاباً أو شيخاً ... والشيخ الذى لا يجامع مثله بمنزلة المحارم ... قوله (أو بحائل) قال فى القنية سكن رجل فى بيت من دار وامرأة فى بيت آخر منها ولكل واحد غلق علىٰ حدة لكن باب الدار واحد لا يكره ما لم يجمعهما بيت ... ولكن فى امامة البحر عن الاسبيجابى يكره أن يؤم النساء فى بيت ليس معهن رجل ولا محرم مثل زوجته وأمته وأخته فان كان واحدة منهن فلايكره وكذا اذا أمهن فى المسجد ... الظاهر أن علة الكراهة الخلوة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى النظر والمس: ۶/۳۶۸، دار الفكر، انيس)

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

عورت کے سر پر لازماً دوپٹہ ہوگا، اس کے اوپر سے مرد کا پاؤں لگے گا، جو کسی حال میں بھی نماز کے لئے مفسد نہیں، البتہ اگر بلا حائل مس ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مرد میں شہوت پیدا ہوجائے تو مرد اور عورت دونوں کی نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر صرف عورت میں شہوت ہوئی تو کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی، کتب فقہ میں اس مقام پر بلا حائل کی قید نظر سے نہیں گذری، مگر حرمت مصاہرت اور ثبوت رجعت میں یہ قید مصرح ہے؛ اس لیے یہاں بھی یہ قید ملحوظ ہوگی، **لأن العلة كونه من دواعي الجماعي**، ایک قول یہ بھی ہے کہ مس بالشہوۃ بلا حائل سے بھی عورت کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

قال في الدر: أومسها بشهوة أوقبلها بدونها فسدت لا لو قبلته ولم يشتهها والفرق أن في تقبيله معنى الجماع.

وفي الرد عن البحر عن شرح الزاهدي: أنه لوقبل المصلية لا تفسد صلاتها و مثله في الجوهرة وعليه فلا فرق. (۱) **فقط والله تعالیٰ أعلم**

۲۶/شعبان ۱۳۹۲ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۴۲۸-۴۲۹)

محاذات کی دو صورتوں کی تفصیل اور حکم:

سوال: مرسلہ فتوی نمبر: ۴۵/۳۵۱ محررہ مفتی محمد صابر صاحب مدظلہم بتاریخ: ۲۲/۱۲/۱۳۸۷ھ میں آنجناب نے جواب نمبر۲ میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر بیوی اتفاقیہ میاں کے ساتھ نماز پڑھے اور مرد کے ٹخنے اور پنڈلی سے اپنے یہ اعضا ذرا پیچھے کر کے کھڑی ہو تو کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی؛ یعنی ہو جائے گی؛ لیکن بہشتی زیور میں یہ لکھا ہے کہ اگر بیوی میاں کے پیچھے نماز پڑھے تو بالکل پیچھے (ایک صف کے فاصلہ پر) کھڑی ہو، ورنہ اس کی نماز نہیں ہوگی اور مرد کی نماز بھی برباد ہوگی۔

سوال: دونوں صورتوں کی الگ الگ کیا نوعیت ہے کہ پہلی صورت میں عورت (ایک مقتدی کی طرح) صرف مرد کے ٹخنے اور پنڈلی سے ذرا پیچھے ہوکر نماز پڑھ سکتی ہے اور بہشتی زیور کی رو سے اسے کم از کم ایک صف کا فاصلہ چھوڑ کر کھڑا ہونا چاہیے؟

الجوابــــــــــــــــ

محاذات کی صحیح تفسیر وہی ہے کہ عورت کا ٹخنہ اور پنڈلی مرد کے کسی عضو کے برابر ہو، لہٰذا اگر کوئی عورت مرد سے اتنے

---

(۱) **الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب في المشي في الصلاة: ۲/۳۹۰-۳۹۱، مكتبة زكريا ديوبند، انيس**

پیچھے کھڑی ہو کہ دونوں کے ٹخنے اور پنڈلی بالکل برابر میں نہیں رہتے، خواہ عورت کے پاؤں کا کوئی حصہ مرد کے پاؤں کے کسی حصے کے برابر میں ہو تو اصح قول کی بناء پر نماز فاسد نہیں ہوگی، جس کی صورت یہ ہے:

عورت مرد

یہ صورت اصح قول کی بناء پر مفسد نہیں ہے، البتہ بعض فقہاءؒ نے ٹخنے اور پنڈلی کے بجائے پورے قدم کی محاذات کا اعتبار کیا ہے، لہٰذا ان کے نزدیک مذکورہ صورت مفسد ہے اور جواز کی صورت ان کے نزدیک یہ ہے:

عورت مرد

بہشتی زیور میں احتیاط اس آخری قول کو اختیار کر کے بالکل پیچھے کھڑے ہونے کو کہا گیا ہے، جس کا مطلب ایک صف پیچھے کھڑا ہونا نہیں ہے؛ بلکہ اتنے پیچھے کھڑا ہونا ہے کہ عورت کے قدم کا کوئی حصہ مرد کے قدم کے کسی حصے کے برابر نہ ہو۔

قال الشامی عن الزيلعی: "المعتبر فی المحاذات الساق والكعب فی الأصح، وبعضهم اعتبر القدم، آه، فعلٰی قول البعض: لوتأخرت عن الرجل ببعض القدم تفسد وإن كان ساقها وكعبها متأخراً عن ساقه وكعبه، وعلى الأصح لاتفسد وإن كان بعض قدمها محاذياً لبعض قدمه بأن كان أصابع قدمها عند كعبه مثلا، تأمل. (ثم قال بعد أسطر)... المانع ليس محاذاة أی عضو منها؛ لأی عضو منه، ولامحاذاة قدمه لأی عضو منها بل المانع محاذاة قدمها فقط؛ لأی عضو منه. (۱)

احتیاط بہر حال بہشتی زیور کے قول پر عمل کرنے میں ہے تاکہ باتفاق نماز درست ہو جائے، لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا بہشتی زیور کے قول پر عمل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورت ایک صف پیچھے کھڑے ہو بلکہ اس کا مطلب اتنے پیچھے کھڑا ہونا ہے کہ اس کے قدم کا کوئی حصہ مرد کے کسی عضو کے مقابل میں نہ آئے۔

"المرأة إذا صلت مع زوجها فی البيت إن كان قدمها بحذاء قدم الزوج لا تجوز صلا تهما بالجماعة وإن كان قدماها خلف قدم الزوج إلا أنها طويلة تقع رأس المرأة فی السجود، قبل رأس الزوج جازت صلا تهما؛ لأن العبرة للقدم. (۲) والله أعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۸۸/۲/۲۸ھ (فتویٰ نمبر: ۱۹/۳۲۷الف)

الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۶۳-۴۶۵)

---

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب في الكلام على الصف الأول: ۲/۳۱۵، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۲) فتاویٰ شامیہ: ۱/۵۷۲، ایچ ایم سعید (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی الكلام على الصف الأول: ۲/۳۱۵، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

کون سی عورتیں اقتدا کرسکتی ہیں:

سوال: اگر عورتیں مرد کی اقتدا میں نماز پڑھنی چاہیں تو کیا ان میں رشتہ داری کی ضرورت ہے، یا ہر عورت اقتدا کرسکتی ہے؟

الجواب

اقتدا ہر عورت، خواہ اجنبی ہو، یا رشتہ دار، ذی رحم محرم ہو یا جائز النکاح کرسکتی ہے اور نماز ہر دو کی صحیح ہوگی، ہاں اس کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا ہوگا؛ یعنی اگر ایک ہی مقتدی ہے تو مردوں کی طرح امام کے داہنے نہیں کھڑی ہوسکتی، اگرچہ اپنی ماں ہی ہو۔(۱)

(مکتوبات:۸۵/۴)(فتاوی شیخ الاسلام:۲۵)

مقتدی اگر امام سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے:

سوال: تذکرۃ الرشید میں ہے کہ ”اگر مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر کر فارغ ہوگیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی“ اور شامی، عالمگیری، البحر الرائق وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز مقتدی کی اس صورت میں ہوجائے گی؛ لیکن مع الکراہت، اس مسئلہ کو مصرح تحریر فرمایا جاوے؟

الجواب

یہ مسئلہ جو تذکرۃ الرشید سے نقل فرمایا ہے، یہ فرع ہے وجوب متابعت امام کی؛ کیوں کہ متابعت کے معنی یہ ہیں کہ امام کے ساتھ ساتھ ارکان وواجبات کو ادا کرے، یا اس کے بعد ادا کرے، پہلے نہ کرے؛ یعنی تقدیم ممنوع ہے، جیسا کہ شامی میں تحقیق متابعت میں نقل فرمایا ہے۔

نعم تكون المتابعة فرضاً بمعنى أن يأتي بالفرض مع إمامه أوبعده كما لو ركع إمامه فركع معه مقارناً أومعاقباً (إلى أن قال:)والحاصل أن المتابعة فى ذاتها ثلثة أنواع:مقارنة لفعل الإمام مثل أن يقارن إحرامه لإحرام إمامه وركوعه لركوعه وسلامه لسلامه،إلخ.(۲)

(۱) تكره امامة الرجل لهن فى بيت ليس معهن رجل غيره ولا محرم منه)كأخته (أو زوجته أوأمته أما اذا كان معهن واحد ممن ذكرأو أمهن فى المسجد لا)يكره (ويقف الواحد)لوصبيا ،أما الواحدة ولو رجلان فتتأخر،وفى الرد قوله(أما الواحدة فتتأخر) وفلو كان معه رجل أيضاً يقيمه عن يمينه والمرأة خلفهما ولو رجلان يقيمهما خلفه والمرأة وتأخر الواحدة محله اذا اقتدت برجل لا بامرأة مثلها)(الدرالمختار مع رد المحتار،كتاب الصلاة،باب الامامة،قبيل مطلب هل الاساءة دون الكراهة أو أفحش منها: ۵٦٦/۱،دار الفكربيروت،انيس)

(۲) رد المحتار،كتاب الصلاة،باب صفة الصلوٰة،مطلب مهم فى تحقيق متابعة الإمام: ۴۳۹/۱،ظفير

اور چونکہ اس میں دوقول ہیں کہ مقتدی اقتداء امام سے کس وقت خارج ہوتا ہے۔ درمختار میں مذہب مشہور یہ لکھا ہے کہ امام نے جس وقت لفظ ''السلام'' کہا تو اقتدا ختم ہوجاتی ہے، پس اس قول کے موافق تو لفظ ''السلام'' میں تقدیم نہ کرنی چاہیے، ورنہ نماز فاسد ہوجاوے گی۔

اوردوسرا قول یہ ہے کہ سلام ثانی سے اقتدا ختم ہوتی ہے تو اس قول کے موافق پورا ''**السلام علیکم ورحمة الله**'' امام کے ساتھ یا پیچھے ہونا چاہیے، اگر پہلے ختم کردے تو نماز مقتدی کی موافق اس قول کے فاسد ہوگی، پس تذکرۃ الرشید میں احتیاطاً اس قول کو اختیار فرمایا ہوگا۔

وتنقضى قدوة بالأول قبل "عليكم" على المشهور عندنا وعليه الشافعية خلافاً للتكملة. (الدر المختار)

فى ردالمحتار تحت (قوله: خلافاً للتكملة) أى لشارح التكملة حيث صحح أن التحريمة إنما تنقطع بالسلام الثانى كما وجد قبله فى بعض النسخ. (۱)

اوراگر کوئی دوسری عبارت پیش نظر ہے تو اس سے مطلع فرمائیے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۷۳-۳۷۴)

امام کے سلام پھیرنے سے قبل مقتدی کے سلام کا حکم:

سوال: مقتدی آخری قعدہ میں آدھی التحیات کے بعد اور امام کے سلام پھیرنے کے پہلے وضو جانے کے خوف سے، یا اس کے درمیان میں مرغوں نے غلہ کو کھایا، یا کسی اور چیز کا نقصان ہوا، امام کے پہلے سلام پھیرنے سے نماز صحیح اور درست ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

قعدۂ اخیرہ بقدر تشہد کے فرض ہے، جب اس نے آدھی التحیات پر سلام پھیر دیا، بوجہ ترک فرض کے نماز فاسد ہوگئی۔ (۳)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب صفة الصلوٰة، مطلب واجبات الصلوٰة: ۱۶۲/۲، مكتبة زكريا ديوبند، ظفير إنما تنقطع بالميم من عليكم. (تحفة المنهاج شرح المنهاج، تابع الصلاة، صلاة الجماعة: ۴۹۲/۲، مطبعة مصطفى محمد بمصر انيس)

(۲) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے دوسرے قول کو اختیار کرکے جواز مع الکراہت لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔ انیس

(۳) (ومنها (فرائض الصلوٰة) القعود الأخيرة ... (قدر) أو فى قراء ة (التشهد) الى عبده ورسوله بلا شرط موالاة وعدم فاصل لما فى الولوالجية: صلى أربعاً وجلس لحظة فظنها ثلاثاً فقام ثم تذكر فجلس ثم تكلم فان كلا الجلستين قدر التشهد صحت والا لا. وفى الرد تحت قوله (قدر أدنى قراء ة التشهد أى أدنى زمن يقرأ فيه ... ==

اور اگر پوری التحیات کے بعد، مگر قبل امام سلام پھیر دیا تو فرض نماز تو ادا ہوگئی؛ لیکن بلا عذر ایسا کیا تو مکروہ کا ارتکاب کیا بوجہ ترک متابعت واجبہ کے اور اگر بعذر ایسا کیا تو کراہت بھی نہیں اور خوف حدث عذر ہے اور نقصان چیز کا اس باب میں عذر ہونا مصرح نہیں دیکھا۔

فی رد المحتار: لو أتم المؤتم التشهد بأن أسرع فيه وفرغ منه قبل إتمام إمامه فأتى بما يخرجه من الصلاة كسلام أو كلام أو قيام جاز أی صحت صلاته لحصوله بعد تمام الأركان لأن الامام وان لم يكن أتم التشهد لكنه قعد قدره لأن المفروض من القعدة قدر أسرع ما يكون من قراءة التشهد وقد حصل وإنما كره للمؤتم ذلك لتركه متابعة الإمام بلا عذر و فلو به كخوف حدث أو خروج وقت جمعة أو مرور مار بين يديه فلا كراهة .(۱)

۱۰ر رمضان ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ، ص:۱۶۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱ر۴۰۲-۴۰۳) ☆

== مع تصحيح الألفاظ ... (وقوله الى عبده ورسوله) أشار به الى أن المراد به التشهد الواجب بتمامه. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، بحث قعود الأخير: ۱/ ٤٤٨، دار الفكر بيروت، انيس)

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل مطلب فی وقت ادراک فضيلة الافتتاح: ۲/ ۲٤۰، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

☆ **امام سے قبل مقتدی کا پہلا سلام ختم کرنے سے فساد نماز:**

سوال: قطب الاقطاب حضرت مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا ایک فتویٰ مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی تذکرۃ الرشید یہ جلد اول میں ارقام فرماتے ہیں، وہ یہ ہے کہ!

’’اگر مقتدی اپنے پہلے سلام کو امام سے پہلے ختم کرے تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جاوے گی۔ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں سننے والا دوسروں کو سنا دے‘‘۔

اس عبارت میں اور درمختار کی اس عبارت میں تعارض ہے۔

ولو أتمه قبل إمامه فتكلم جاز وكره فلو عرض مناف تفسد صلاة الإمام. فقط (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۲۵، قبيل مطلب فی وقت ادراک الفريضة، انيس)

صاحب درمختار کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز فاسد نہیں ہونے کی، قول فیصل اس بارے میں کیا ہے؟

الجواب

یہی شبہ مجھ کو بھی ہوا تھا اور ہے، میرا گمان یہ ہے کہ حضرت نے کراہت فرمایا ہوگا، ناقلین نے فساد نقل کر دیا، اگر خود جامع تذکرہ سے تحقیق کیا جاوے، شاید وہ کچھ زیادہ تفصیل لکھ سکیں۔ فقط

۲۴ر صفر ۱۳۳۷ھ (تتمہ خامسہ :۸۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱ر۴۴۲-۴۴۳)

چلتی بیل گاڑی میں نماز جائز ہے:

سوال: چلتی بیل گاڑی میں نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

چلتی ریل گاڑی پر نماز جائز ہے، چلتی بیل گاڑی میں بلا عذر نماز درست نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۸/۴)

اونٹ پر نماز درست ہے، یا نہیں:

سوال: سفر حجاز میں اونٹ پر بیٹھ کر نماز ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

سفر حجاز میں اونٹ پر نماز درست نہیں ہے؛(۲) لیکن علمائے حنفیہ حرمین شریفین کا فتویٰ اس پر ہے کہ وہاں جمع بین الصلوٰتین کر لینا درست ہے، مثلاً: مغرب کے وقت قافلہ ٹھہرتا ہے، اگر عشا کے وقت پر اترنا دشوار ہو تو مغرب کے وقت میں مغرب کی نماز کے بعد عشا کی نماز بھی پڑھ سکتے ہیں، اسی طرح ظہر وعصر کو جمع کر سکتے ہیں۔(۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷۰/۴)

---

(۱) وأما الصلاة على العجلة إن كان طرف العجلة على الدابة وهي تسير أولا) تسير (فهي صلاة على الدابة فتجوز في حالة العذر) المذكور في التيمم (لا في غيرها) ومن العذر المطر، وطين يغيب فيه الوجه، إلخ. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۹۸/۱، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

قوله: (المذكور في التيمم) بأن يخاف علىٰ ماله أو نفسه أو تخاف المرأة من فاسق. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في الصلوٰة على الدابة: ۴۸۹/۲، دارالكتب العلمية، انيس)

(۲) (و) يتنفل المقيم (راكباً خارج المصر). (الدرالمختار، باب الوتر والنوافل: ۹۸/۱، مكتبة زكريا، انيس)

قوله: يتنفل المقيم... و احترز بالنفل عن الفرض والواجب بأنواعه كالوتر والمنذور ومالزم بالشروع والإفساد وصلاة الجنازة وسجدة تليت على الأرض فلا يجوز على الدابة بلا عذر لعدم الحرج. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في الصلوٰة على الدابة: ۴۸۶/۲، دارالكتب العلمية، انيس)

(۳) ولا جمع بين فرضين في وقت بعذر) سفر ومطر خلافاً للشافعي وما رواه محمول على الجمع فعلاً، لا وقتاً، (فإن جمع فسد لو قدم) الفرض علىٰ وقته (وحرم لو عكس) أى أخره عنه (وإن صح) بطريق القضاء (إلا الحاج بعرفة ومزدلفة) كما سيجيء ولا بأس بالتقليد عند الضرورة لكن بشرط أن يلتزم جميع مايوجبه ذلك الإمام، لما قدمنا أن الحكم الملفق باطل بالإجماع. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، قبيل باب الأذان: ۶۲/۱، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

قوله عند الضرورة ... المسافر إذا خاف اللصوص أو قطاع الطريق و لا ينتظره الرفقة ==

بحالتِ خوف شغدف میں نماز ہوگی، یا نہیں:

سوال (۱) مکہ معظّمہ سے جو قافلہ مدینہ منورہ کو جاتا ہے، اس میں اگر شغدف سے اتر کر نماز پڑھیں تو قافلہ سے بعید ہونے کی حالت میں جان جوکھوں کا ڈر ہے تو شغدف میں نماز عصر پڑھنا کیسا ہے؟

قافلہ کے ٹھہرتے وقت شغدف میں نماز کا کیا حکم ہے:

(۲) مغرب کے وقت قافلہ کچھ دیر ٹھہرتا ہے، نماز سب زمین پر پڑھتے ہیں، مگر بعض حاجی شغدف سے اتر کر استنجا اور وضو کر کے نماز شغدف میں جا کر پڑھتے ہیں، یہ جائز ہے، یا نہیں؟

بوقت رات شغدف میں نماز درست ہے، یا نہیں:

(۳) نمازِ عشا، شافعی تو مغرب ہی کے وقت پڑھ لیتے ہیں، مگر احناف شغدف میں ادا کرتے ہیں، یہ وقت نہایت خوفناک ہوتا ہے۔

عشا کی نماز شغدف میں اور عذر کی وجہ سے دیر سے پڑھنا کیسا ہے:

(۴) بعض چھوٹی منزل پر آدھی رات میں قبل از طلوع صبح صادق قیام ہوتا ہے، اس صورت میں بعض لوگ تو تاخیر عشا کر کے منزل پر پہنچ کر نماز پڑھتے ہیں اور کثرت سے وقت موعود پر شغدف میں ہی نماز پڑھ لیتے ہیں۔

فجر کی نماز شغدف میں ہوتی ہے، یا نہیں:

(۵) فجر کو بھی مثل عصر کے کچھ اصحاب اونٹوں سے اتر کر نماز ادا کرتے ہیں اور اکثر شغدف پر؟

الجواب

(۱) عذر مذکور سے شغدف میں نماز صحیح ہے۔

(۲) اس وقت میں شغدف میں نماز صحیح نہیں ہے۔

(۳) اس وقت بھی شغدف میں نماز صحیح ہے۔

== جازله تأخير الصلـaـة؛لأنه بعذر... لكن الظاهر أنه أراد بالضرورة ما فيه نوع مشقة.(ردالمحتار،قبيل باب الأذان، مطلب فى الصلاة فى الأرض المغصوبة ودخول البساتين وبناء المسجد فى أرض الغصب: ٢/ ٤٦،دارالكتب العلمية بيروت،انیس)

یہ فتویٰ اس زمانہ میں تھا، جب حجاز میں امن وامان باقی نہ رہ گیا تھا۔ الحمد للہ اب یہ حالت نہیں ہے، اب پورا امن وامان ہے، لہٰذا اب یہ جمع بین الصلوٰتین کا فتویٰ بھی باقی نہ رہا، سوائے عرفہ اور مزدلفہ کے موقع کے۔ واللہ اعلم (محمد ظفیر الدین عفی عنہ)

(۴) جولوگ بلا انتظار منزل شغدف میں نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز بھی صحیح ہے۔

(۵) اس کا حکم بھی مثل جواب نمبر:۱، کے ہے، کذا حققہ فی الشامی۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۶۶۔۶۷)

بس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا:

سوال: بعض اوقات بس میں سفر کے دوران نماز کا وقت ہوتا ہے؛ لیکن نماز کے لیے بس کا ڈرائیور کسی مقام پر بس کو نہیں روکتا، اگر بس میں بیٹھ کر نماز پڑھ لی جائے تو کیا شرعا یہ جائز ہے؟

الجواب

بس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا مع العذر جائز ہے، جب قبلہ کا رخ ابتدا میں صحیح ہو؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ انتظار کرے، ممکن ہے کہ باقاعدہ نماز کا وقت مل جائے، بشرطیکہ پہلے ڈرائیور سے بات کر لی ہو اور ڈرائیور گاڑی نہ روکنے پر مصر ہو، البتہ ڈرائیور اگر گاڑی کھڑی کر دے تو پھر جائز نہیں۔ (۲)

قال الحصكفي: (صلى الفرض في فلك) جاز (قاعدًا بلا عذر صح) لغلبة العجز (وأساء) وقالا: لايصح إلا بعذر وهو الاظهر، برهان. (۳)

(وأما الصلاة على العجلة إن كان طرف العجلة على الدابة وهي تسير أو لا) تسير (فهي صلاة على الدابة فتجوز في حالة العذر) المذكور في التيمم (لا في غيرها) ومن العذر المطر و طين يغيب فيه الوجه و ذهاب الرفقاء. (۴) (فتاویٰ حقانیہ:۳/۲۲۲۔۲۲۳)

---

(۱) واعلم أن ماعدا النوافل من الفرض والواجب بأنواعه لايصح على الدابة إلا لضرورة كخوف لص علىٰ نفسه أو دابته أو ثيابه لو نزل وخوف سبع وطين ونحوه ممايأتي والصلوٰة على المحمل الذى على الدابة كالصلوٰة عليها فيؤمى عليها. (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب الصلوٰة على الدابة: ۲/۴۸۸، دارالكتب العلمية، انيس)

اب نہ شغدف کی مصیبت ہے اور نہ راستہ خطرناک اور خوفناک ہے، اب بس کے ذریعہ حجاج آتے جاتے ہیں اور نماز کے وقت سب اتر کر نماز ادا کر سکتے ہیں؛ اس لیے اب اتر کر باجماعت نماز ادا کرنی چاہیے، شغدف میں نماز فرض درست نہ ہوگی؛ اس لیے کہ عذر باقی نہ رہا۔ ظفیر)

(۲) عن ابن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى علىٰ راحلته فى السفر حيث توجهت به. (السنن الكبرىٰ للنسائى: ۱/۳۵٤، شاملة، انيس)

عن ابن عمر قال كان كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى علىٰ راحلته تطوعاً أينما توجهت به هو جاء من مكة إلى المدينة ثم قرأ ابن عمر هٰذه الآية ﴿ولله المشرق والمغرب﴾ الآية. (سنن الترمذى، أبواب التفسير عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن سورة البقرة: ۱/۱۲۵، قديمى، انيس)

(۳) الدرالمختار علىٰ صدر رد المحتار، باب صلوٰة المريض: ۲/۵۷۲۔۵۷۳، دارالكتب العلمية، انيس

(۴) الدرالمختار علىٰ صدر رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل: ۲/۴۸۹، دارالكتب العلمية، انيس

ولا تجوز المكتوبة على الدابة إلا من عذر... وأما الصلوٰة على العجلة فإن كان طرفها على الدابة وهى تسير أو لا تسير فهى صلوٰة على الدابة وقدمر حكمها. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۱٤۳، الباب الخامس عشر فى صلوٰة المسافر، فصل فى التراويح، انيس)

عمل کثیر کی تعریف:

سوال: عمل کثیر جو مفسد صلوۃ ہے، اس کی کیا تعریف ہے؟ اگر مثال سے واضح فرمادیں تو سمجھنے میں سہولت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملہم الصواب

عمل کثیر کی تعریف میں پانچ قول ہیں:

(۱) ایسا عمل کہ اس کے فاعل کو دور سے دیکھنے والے کو ظن غالب ہو کہ یہ شخص نماز میں نہیں، جس عمل سے نماز میں نہ ہونے کا ظن غالب نہ ہو؛ بلکہ شبہ ہو، وہ قلیل ہے۔

(۲) جو کام عادۃً دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہو، جیسے ازار بند باندھنا اور عمامہ باندھنا، وہ کثیر ہے، خواہ ایک ہی ہاتھ سے کرے اور جو عمل عادۃً ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہو، وہ دونوں ہاتھوں سے بھی کرے تو قلیل ہے، جیسے ازار بند کھولنا اور ٹوپی سر سے اتارنا۔

(۳) تین حرکات متوالیہ ہوں؛ یعنی ان کے درمیان بقدر رکن وقفہ نہ ہو تو عمل کثیر ہے، ورنہ قلیل۔

(۴) ایسا عمل کثیر ہے، جو فاعل کو ایسا مقصود ہو کہ اس کو عادۃً مستقل مجلس میں کرتا ہوں، جیسے حالت نماز میں بچہ نے عورت کا دودھ پی لیا۔

(۵) نمازی کی رائے پر موقوف ہے، وہ جس عمل کو کثیر سمجھے، وہ کثیر ہے۔

پہلے تین اقوال زیادہ مشہور ہیں اور درحقیقت تینوں کا حاصل ایک ہی ہے؛ اس لیے کہ قول ثانی وثالث میں مذکور عمل کے فاعل کو دیکھنے سے غیر نماز میں ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے۔

قال فی العلائیة:(و) یفسدها (کل عمل کثیر) لیس من أعمالها ولا لاصلاحها وفیه أقوال خمسة أصحها(مالایشک) بسببه (الناظر)من بعید (فی فاعله أنه لیس فیها) وإن شک أنه فیها أم لا فقلیل.

قال فی الشامیة:وفی المحیط أنه الأحسن وقال الصدرالشهید إنه الصواب وفی الخانیة والخلاصة أنه اختیارالعامة وقال فی المحیط وغیره رواه الثلجی عن أصحابناحلیة القول الثانی:أن ما یعمل عادة بالیدین کثیر وإن عمل بواحدة کالتعمیم وشد السراویل وما عمل بواحدة قلیل وإن عمل بهما کحل السراویل و لبس القلنسوة ونزعها إلا إذا تکررثلاثاً متوالیة وضعفه فی البحر بأنه قاصرعن إفادة مالایعمل بالید کالمضغ والتقبیل، الثالث: الحرکات

الثلاث مجلساً المتوالية كثيروإلا فقليل الرابع ما يكون مقصودًا للفاعل بأن يفرد له علٰى حدة قال فی التتارخانية وهذا القائل يستدل بامرأة صلت فلمسها زوجها أوقبلها بشهوة أومص صبی ثديها وخرج اللبن تفسد صلاتها،الخامس التفويض إلٰی رأی المصلی فإن استكثره فكثير،وإلا فقليل،قال القهستانی وهوشامل للكل وأقرب إلٰی قول أبی حنيفة فإنه لم يقدرفی مثله بل يفوض إلٰی رأی المبتلٰی قال فی شرح المنية:ولكنه غير مضبوط وتفويض مثله إلٰی رأی العوام مما لاينبغی وأكثرالفروع أوجميعها مفرع علی الأولين و الظاهرأن ثانيهما ليس خارجاً عن الأول؛ لأن مايقام باليدين عادة يغلب ظن الناظرأنه ليس فی الصلوٰة وكذا قول من اعتبر التكرار ثلاثاً متوالية فإنه يغلب الظن بذلک فلذا اختاره جمهور المشائخ. (رد المحتار)(۱)

فائدہ: بعض عبارات میں ثلاث حرکات متوالیۃ کی بجائے ثلاث حرکات فی رکن ہے،اس میں رکن سے مقدار رکن مراد ہے؛ یعنی جتنے وقت میں تین بار سبحان ربي الاعلی کہا جاسکے، ظاہر ہے کہ اتنے وقت میں تین حرکات واقع ہوئیں تو وہ متوالیہ ہی ہوں گی، یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ وحدت رکن کے ساتھ توالی بھی شرط ہے، پس کسی طویل رکن میں تین حرکات کا اس طرح وقوع کہ ان کے درمیان بقدر رکن وقفہ ہو،مفسد نہیں،قول اول جو اصل الاقوال واصحہا ہے، اس کے مطابق بھی ثلاث حرکات متوالیہ مفسد ہوں گی؛ اس لیے کہ ثلاث حرکات غیر متوالیہ دیکھنے والے کو غیر نماز میں ہونے کا ظن غالب نہیں ہوتا، اگر چہ یہ تینوں حرکات ایک ہی رکن میں ہوں، بالخصوص جبکہ رکن طویل ہو اور حرکات کے درمیان وقفہ بھی زیادہ ہو۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶/ جمادی الآخرہ ۱۳۸۹ھ (احسن الفتاوی:۳/ ۴۱۸-۴۱۹)

عمل کثیر کی مقدار:

سوال (۱) نماز کی حالت میں عمل کثیر، کی نوعیت ومقدار کیا ہے؟

(۲) ایک رکن میں دو، تین، چار بار سر کھجلانے، یا داڑھی پر ہاتھ لے جانے، یا کپڑوں کو درست، یا بدن کو کھجلانے، یا سجدہ میں جانے پر ٹوپی گر جائے تو اٹھا کر پہن لینے سے نماز باقی رہے گی، یا فاسد ہو جائے گی؟

(۳) موبائل اگر چالو حالت میں رہ گیا تو کیا نمازی اس کا بٹن بند کرسکتا ہے؟

(۴) اگر جماعت سے نماز پڑھنے کی حالت میں ہو، موبائل ایسی جگہ (جیب میں) ہو کہ بند نہیں کرسکتا تو وہ

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب مايفسد الصلاة،ومايكره فيها،مطلب فی التشبه بأهل الكتاب: ۲/ ۳۸٤- ۳۸۵، دارالكتاب العلمية،انيس

نماز توڑ کر بند کرے، یا اس کی گھنٹی بجنے دے، اس صورت میں پوری مسجد کی نمازیوں کی توجہ وخشوع میں فرق آئے گا، اگر سنت وغیرہ پڑھ رہا ہو تو سنت توڑ کر موبائل بند کر کے پھر سے نیت باندھ سکتا ہے؟

هو المصوب

(۱) عمل کثیر کی مقدار ونوعیت کے بارے میں اختلاف ہے؛ لیکن احناف کا مفتی بہ مسلک یہ ہے کہ مبتلی بہ جس کو عمل کثیر سمجھے، وہ عمل کثیر ہے،(۱) البتہ لا ابالی اور لا پرواہ شخص نہ ہو۔

(۲) اگر عمل قلیل کی صورت میں یہ اعمال کرتا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی، عذر نہ ہونے کی شکل میں کراہت ضرور ہے۔

(۳) اگر موبائل عمل قلیل کے ذریعہ بند کر سکتا ہے تو موبائل بند کردے۔

(۴) کوئی بھی نماز ہو، عمل قلیل کے ساتھ بند کر سکتا ہے تو بند کرے، نماز توڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۶۷-۴۶۸)

مسلسل تین بار کھجلانا مفسد نماز ہے:

سوال: فتاویٰ عالمگیری کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک رکن میں تین دفعہ کھجلانے سے نماز فاسد ہوگی، اگر کسی کو خارش کا مرض ہو، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ جبکہ بغیر کھجلائے نہ رہا جائے؛ کیوں کہ یہ تو معذور ہے، شرعاً اس کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

تین دفعہ کھجلانے سے مطلقاً نماز فاسد نہیں ہوتی؛ بلکہ یہ اس وقت مفسد ہے کہ ہر دفعہ ہاتھ اٹھائی، اگر ہر دفعہ علاحدہ ہاتھ نہ اٹھائے؛ بلکہ ایک ہی دفعہ ہاتھ اٹھا کر تین دفعہ کھجلایا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

كذا ذكره ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ ونصه قال في الفيض: الحك بيد واحدة في ركن ثلاث مرات يفسد الصلاة إن رفع يده في كل مرة وفي الجوهرة عن الفتاوىٰ اختلفوا في الحك هل الذهاب والرجوع مرة أو الذهاب مرة والرجوع أخرىٰ. (۲)

---

(۱) ويفسدها كل عمل كثير ليس من أعمالها ولا لاصلاحها وفيه أقوال خمسة أصحها مالايشك بسببه الناظر من بعيد في فاعله أنه ليس فيها. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها: ۳۸۵/۲، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

(۲) رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في الكراهة التحريمية والتنزيهية: ۴۰۷/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

نیز اگر ایک بار کھجلانے کے بعد بقدر رکن ؛یعنی تین بار سبحان ربی الاعلی کی مقدار توقف کے بعد پھر کھجلایا تو اس طرح تین بار کھجلانا بھی مفسد نہیں۔

الثالث الحركات الثلاث المتوالية كثير وإلا فقليل.(۱)

زیادہ مجبوری کی حالت میں نماز کو اس طرح مختصر کیا جا سکتا ہے کہ صرف فرائض اور واجبات پر اکتفاء کرے، سنن وآداب کو ترک کر دے، قیام میں ثناء، تعوذ، اور تسمیہ چھوڑ دے، سورہ فاتحہ اور اس کے بعد تیس حروف تک قرأت کرے، رکوع اور سجود صرف ایک تسبیح کی مقدار ادا کرے، اور آخری قعدہ میں صرف تشہد اور اس کے بعد ''اللھم صل علی محمد'' تک پڑھ کر سلام پھیر دے، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر درود شریف فرض ہے،(۲) بہتر ہے کہ سلام سے قبل رب اغفر لی جیسی مختصر دعا بھی پڑھ لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳/ شوال ۱۳۸۷ھ (احسن الفتاویٰ: ۴۱۷/۳-۴۱۸)

نماز میں سر ہلانا اور اِدھر اُدھر جھکنا منع ہے:

سوال: اگر امام نماز میں سر ہلائے اور چھوٹی چھوٹی سورتوں میں بھی کبھی دائیں اور کبھی بائیں طرف بوجھ ڈال کر نماز پڑھے اور اپنے اعضا کو بھی متحرک کرے؛ بلکہ قرأت میں آوازیں: ہا، ہُو اور رونے کی نکالے تو ایسی نماز اور آواز کے حق میں کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسی حرکتیں نماز میں نہ چاہیے کہ مبنی نماز کا خشوع وخضوع پر ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۱۱۹/۴)

بارش کی وجہ سے نماز میں چلنے کا حکم:

سوال: امام نے اپنے مقتدیوں سے کہا کہ دیکھو اگر پانی برسنے لگے تو میں مسجد کے اندر ہولوں گا اور تم لوگ

(۱) ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب في التشبه بأهل الكتاب: ۳۸۵/۲، دارالكتب العلمية، انيس

(۲) قال الشافعي: فعلى كل مسلم وجبت عليه الفرائض أن يتعلم التشهد والصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم ومن صلى صلاة لم يتشهد فيها و يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم وهو يحسن التشهد فعليه اعادتها وان تشهد ولم يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم أوصلى على النبي صلى الله عليه وسلم ولم يتشهد فعليه الاعادة حتى يجمعهما جميعاً. (الأم، باب التشهد و الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم: ۱۱۷/۱، انيس)

(۳) وإن من لوازمه (أي الخشوع) ظهور الذل و غض الطرف وخفض الصوت وسكون الأطراف. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلوٰة ومايكره فيها، مطلب في الخشوع: ۴۰۷/۲، دارالكتب العلمية، انيس)

میرے پیچھے آجانا، مگر رخ قبلہ سے نہ پھرنے پاوے، چنانچہ امام اور مقتدیوں نے ایسا کیا بھی تو ایسی صورت میں نماز میں فساد آوے گا، یا نہیں؟ خصوصاً جبکہ فاصلہ امام کے پہلے مقام اور دوسرے مقام کا اس مقدار سے کہیں زیادہ ہے، جتنے میں دو صفیں قائم ہوسکتی ہیں، شامی میں تلاش کیا، عذر مطر کی تخصیص ایسی صورت میں تو ملی نہیں، اگر بحوالہ شامی جواب عنایت ہو تو زیادہ سہولت ہوگی، حدث وخوف کے علاوہ اعذار میں بشرط عدم تحویل قبلہ تو عدم فساد صلوٰۃ کی طرف رجحان معلوم ہوتا ہے، مگر شبہ یہ ہے کہ مطر عذر بھی ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ معمول علما کا ایسا نہیں دیکھا کہ پانی برسنے کے وقت نماز ہی میں مسجد کے اندر چلے جاتے ہوں، خیر دلیل شرعی ہونا ضروری ہے؟

الجواب

حدیث میں نص ہے:

"اقتلوا الأسودين في الصلاة: الحية والعقرب". (۱)

اور باوجود اس کے اس قتل کو عمل کثیر مفسد صلوٰۃ علی الاصح کہا گیا ہے۔

كما في الشامي: (قوله: لكن صحح الحلبي الفساد) حيث قال تبعا لابن الهمام فالحق فيما يظهر هو الفساد والأمر بالقتل لايستلزم صحة الصلاة مع وجوده كما في صلاة الخوف بل الأمر في مثله لإباحة مباشرته وإن كان مفسدًا للصلاة، اه، ونقل كلام ابن الهمام في الحلية والبحر والنهر وأقروه عليه وقالوا: إن ما ذكره السرخسي {من أنه عمل رخص فيه للمصلي فهو كالمشي بعد الحدث، بحر} رده في النهاية بأنه مخالف لماعليه عامة رواة شروح الجامع الصغير ومبسوط شيخ الإسلام من أن الكثير لايباح، آه. (۲)

اور مطر تو ہر طرح اس سے اخف ہے، نہ اس میں کوئی ایسی نص ہے اور نہ اس میں ایسا خوف ضرر ہے؛ اس لیے اس کے سبب سے مشی بدرجہ اولیٰ مفسد صلوٰۃ ہوگی، البتہ اگر درمیان میں وقفات ہوتے جائیں تو اس کو عمل کثیر نہ کہا جاوے گا۔

كما في الهندية: المشي في الصلاة إذا كان مستقبل القبلة لايفسد إذا لم يكن متلاحقاً ... ولو مشى في صلاته مقدار صف واحد لم تفسد صلاته ولو كان مقدار صفين إن مشى دفعة واحدة فسدت صلاته وإن مشىٰ إلى صف ووقف ثم الىٰ صف لاتفسد، كذا في فتاوىٰ قاضي خان. (۳)

۲۷/ رمضان ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ: ۸۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۴۰-۴۴۲)

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "اقتلوا الأسودين في الصلاة: الحية والعقرب. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب العمل في الصلاة: ۱/۱۳۳، أشرفي بكڈپو، انيس)

(۲) ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب الكلام علىٰ اتخاذ المسجد: ۲/۴۲۲، دارالكتب العلمية بيروت، انيس

(۳) الفتاوىٰ الهندية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۱۰۳، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

حالت نماز میں صحن مسجد سے اندر مسجد میں جانے سے نماز فاسد ہوتی ہے، یا نہیں:

سوال: زید صحن مسجد میں نماز پڑھا رہا تھا، پانی جو زور سے آیا، نیت توڑ دی، بکر مقتدی نے کہا کہ آپ اندر چلے جاتے بلاتحویل قبلہ تو مقتدی بھی اندر جا سکتے تھے، نماز توڑنا نہ چاہیے تھا، زید نے کہا: اس طرح نماز فاسد ہو جاتی ہے؛ کیوں کہ عمل کثیر ہے، زید کا قول صحیح ہے، یا بکر کا؟

الجواب

زید کا قول صحیح ہے، زید کو ایسا ہی کرنا چاہیے تھا؛ اس لیے کہ اس صورت میں بلا خلاف اس کی نماز صحیح ہوگئی، جبکہ از سرِ نو اس نے نماز پڑھ لی اور اگر نماز میں وہ اندر مسجد کے جاتا اور پھر مقتدی بھی جاتے تو اس میں سب سے عمل کثیر ہوتا اور وہ عند البعض مفسد ہے اور تفصیل اس کی شامی میں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۵۶/۴-۵۷)

نماز میں دونوں ہاتھوں سے ٹوپی سر پر رکھنا:

سوال: دوران نماز میں ٹوپی اگر حالت سجدہ میں گر جائے تو دونوں ہاتھوں سے سر پر رکھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

اگر اس قسم کی ٹوپی ہو جو عادۃ ایک ہاتھ سے سر پر رکھی جاتی ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ایسی ٹوپی ہو جو عادۃ دو ہاتھوں سے پہنی جاتی ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی؛ کیوں کہ یہ عمل کثیر ہے۔

---

(۱) ويفسدها كل عمل كثير ليس من أعمالها ولا لإصلاحها. الثالث الحركات الثلاث المتوالية كثير وإلا فقليل،إلخ.(ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها: ۳۸۴/۲-۳۸۵،دارالكتب العلمية،انيس)

مشي مستقبل القبلة هل تفسد؟ إن قدر صف ثم وقف قدر ركن ثم مشي ووقف كذلك وهكذا لا تفسد وإن كثر مالم يختلف المكان،وقيل لا تفسد حالة العذر مالم يستدبر القبلة استحساناً(الدرالمختار)أما إن كان إماماً فجاوز موضع سجوده فإن بقدر مابينه وبين الصف الذى يليه لاتفسد وإن أكثر فسدت،وإن كان منفردًا فالمعتبر موضع سجوده فإن جاوزه فسدت وإلا فلا إلخ.(ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب فى التشبه بأهل الكتاب:۳۸۸/۲،دارالكتب العلمية،انيس)

(قوله: لا تفسد حالة العذر،الخ)... والقياس الفساد إذا كثر،الخ، ثم اختلفوا فى تأويله،فقيل تأويله إذا لم يجاوز الصفوف أوموضع سجوده وإلا فسدت،وقيل إذا لم يكن متلاحقاً بل خطوة ثم خطوة فلومتلاحقاً تفسد إن لم يستدبر القبلة لأنه عمل كثير،إلخ.(ردالمحتار،باب يفسدالصلاة وما يكره فيها،مطلب فى المشى فى الصلاة: ۳۸۸/۲-۳۸۹، دارالكتب العلمية،انيس)

قال فی شرح التنویر: ویفسد ها کل عمل کثیر لیس من أعمالها ولا لاصلاحها وفیه أقوال خمسة أصحها مالایشک بسببه الناظر من بعید فی فاعله أنه لیس فیها.

وفی الشامیة: القول الثانی أن ما یعمل عادة بالیدین کثیر وإن عمل بواحدة کالتعمم وشد السراویل وما عمل بواحدة قلیل.

(وبعد أسطر) عن شرح المنیة: والظاهر أن ثانیهما ... لیس فی الصلاة. (۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم

۷/صفر ۱۳۹۰ھ (احسن الفتاویٰ: ۴۱۹/۳-۴۲۰)

سجدے میں جاتے ہوئے پاجامہ چڑھانا مفسد صلوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: نماز میں سجدے کو جاتے وقت جو دو ہاتھ سے پاجامہ چڑھاتے ہیں، یہ فعل کثیر میں داخل ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ فعل کثیر میں داخل نہیں ہے اور نماز اس سے فاسد نہیں ہوتی، البتہ ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۶۳/۴)

حک بدن در نماز:

سوال: نماز میں کھجلانا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

فی الدر المختار: وکره کفه ای رفعه ولو لتراب کمشر کم أو ذیل وعبثه به أی بثوبه وبجسده للنهی إلا لحاجة. (۳)

فی ردالمحتار: (قوله: إلا لحاجة) کحک بدنه لشئی أکله وأضره وسلت عرق یؤلمه ویشغل

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب فی التشبه بأهل الکتاب: ۳۸٤/۲-۳۸٥، دارالکتب العلمیة، انیس

(۲) ویفسد ها کل عمل کثیر لیس من أعمالها ولا لإصلاحها وفیه أقوال خمسة أصحها ما لایشک بسببه الناظر من بعید فی فاعله أنه لیس فیها وإن شک أنه فیها أم لا، فقلیل. (الدر المختار) (کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها: ۹۰/۱، مکتبة زکریادیوبند، انیس)

القول الثانی أن ما یعمل عادةً بالیدین کثیر وإن عمل بواحدة ،الخ، وما عمل بواحدة قلیل وإن عمل بهما کحل السراویل، إلخ. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلوٰة ومایکره فیها، مطلب فی التشبه بأهل الکتاب: ۳۸٥/۲، دارالکتب العلمیة، انیس)

(۳) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها: ۹۱/۱، مکتبة زکریا، دیوبند، انیس

قلبه وهذا لوبدون عمل كثير،قال في الفيض:الحك بيد واحدة في ركن ثلاث مرات يفسد الصلوٰة إن رفع يده في كل مرة،آه،وفي الجوهرة عن الفتاوٰى: اختلفوا في الحك هل الذهاب والرجوع مرة أوالذهاب مرة والرجوع أخرٰى.(۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ضرورت سے کھجلانا جائز ہے، جب کہ عمل کثیر تک نوبت نہ پہونچ جاوے اور عمل کثیر کی تفسیر میں اختلاف مشہور ہے۔(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰/رمضان ۱۳۲۸ھ (امداد: ۱/۵۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۲۳-۴۲۴) ☆

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب في الكراهة التحريمية والتنزيهية: ۴۰۷/۲،دار الكتب العلمية،انيس

(۲) ''عمل کثیر'' کی تعریف میں پانچ قول ہیں، اصح قول یہ ہے کہ ''دور سے دیکھنے والا اس نمازی کو یہ خیال کرے کہ یہ نماز میں نہیں ہے''۔

ويفسد ها كل عمل كثير... وفيه اقوال خمسة،أصحها مالايشك بسببه الناظر من بعيد في فاعله انه ليس فيها.(الدرالمختار، كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۹۰/۱،زكريا ديوبند، انيس)

صححه في البدائع وتابعه الزيلعي والولوالجي،وفي المحيط،أنه الأحسن وقال الصدر الشهيد :إنه الصواب وفي الخانية والخلاصة:إنه اختيار العامة وقال في المحيط وغيره:رواه الثلجي عن أصحابنا،حلية.(ردالمحتار،باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها،مطلب في التشبه بأهل الكتاب: ۳۸۵/۲، دار الكتب العمية،انيس)

☆ سجدہ میں جاتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے پائجامہ درست کرنا:

سوال: سجدہ میں جاتے وقت اکثر لوگ پائجامہ یا دھوتی ہاتھ سے اوپر کو چڑھا لیتے ہیں، کیا اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے؟

الجواب

ہاتھ سے پائجامہ وغیرہ چڑھا لینے سے نماز تو فاسد نہیں ہوتی، کیوں کہ عمل کثیر کی صحیح تعریف کی رو سے یہ عمل کثیر نہیں، اگر چہ دونوں ہاتھوں کا اس میں استعمال کیا جائے، البتہ بلاضرورت اس سے بچنا بہتر ہے اور اگر کوئی ضرورت ہو، جیسے بعض اوقات کپڑا تن جاتا ہے کہ سجدہ میں یا تو اس سے تکلیف ہوتی ہو اور یا پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں اگر کپڑا سجدہ میں جاتے وقت درست کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۰/ربیع الاولیٰ ۱۳۵۰ھ (امداد المفتین: ۲۹۶/۲)

ایک رکن میں بار بار کھجلانا:

سوال: ایک ہی رکن میں تین سے زائد مرتبہ ہاتھ چھوڑ کر کھجلانا یا کپڑے کو کھینچنا، کیا ان چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً ومسلماً

تین دفعہ کھجلانے سے مطلقاً نماز فاسد نہیں ہوتی؛ بلکہ یہ اس وقت مفسد ہے کہ ہر دفعہ ہاتھ اٹھائے، اگر ہر دفعہ علیحدہ ہاتھ نہ اٹھائے؛ بلکہ ایک ہی دفعہ ہاتھ اٹھا کر تین دفعہ کھجلایا تو نماز فاسد نہ ہوگی؛ نیز اگر ایک بار کھجلانے کے بعد بقدرِ رکن؛ یعنی: تین بار ''سبحان ربي الأعلٰى'' کی مقدار تک توقف کے بعد کھجلایا، تو اس طرح تین بار کھجلانا بھی مفسد نہیں۔ (احسن الفتاویٰ: ۴۱۷/۳) ==

نماز میں کپڑے سے ہوا لینا:

سوال: نماز کی حالت میں پنکھے، یا آستین وغیرہ سے ہوا لینا کیسا ہے؟

الجواب

عمل کثیر نہ ہونے کی صورت میں مکروہ ہے اور اگر عملِ کثیر ہو جائے تو نماز فاسد ہوگی۔(۱) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۲۶)

بحالت نماز نمازی کے پیر کے نیچے کپڑا دب جانا:

سوال: دو شخص قریب نماز پڑھتے ہیں، ایک کا کپڑا ایک کے پاؤں کے نیچے دَب گیا، اگر وہ شخص جس کے پاؤں کے نیچے کپڑا دب گیا، قصداً نکال دے، نماز میں نقصان اور قصور ہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ کا یہ ہے کہ مصلی کا بقصد اپنے کپڑا دبا ہوا دوسرے مصلی کا چھوڑا دینا ناقص کرنے والا نماز کا نہیں ہے؛ اس لیے کہ یہ چھوڑ دینا اس کا امتثالا لامر الغیر نہیں ہے: یعنی دوسرے مصلی کے چھوڑانے سے نہیں چھوڑا؛ بلکہ قصداً اپنے سے بلا اتباع امر دوسرے کے چھوڑ دیا ہے؛ ہاں اگر بمجرد دوسرے کے چھوڑنے سے چھوڑ دے گا تو بوجہ اس کے کہ اس نے نماز میں غیر خدائے تعالیٰ کا حکم مان لیا اور یہ منافی صلوٰۃ ہے، نماز اس کی فاسد ہو جاوے گی، چناں چہ عبارت درمختار سے مستفاد ہوتا ہے:

حتّٰی لو امتثل أمر غیرہ فقیل له تقدم فتقدم أو دخل فرجة الصف احد فوسع له فسدت بل یمکث ساعة ثم یتقدم برأیه. (۲)

== بلا ضرورت ایک بار بھی کھجلانا مکروہ تحریمی ہے اور نماز واجب الاعادہ ہے، اگر کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے کہ بدونِ کھجلائے نماز میں یکسوئی نہ ہو تو ایک یا دو بار کھجلانا بلا کراہت جائز ہے اور تین بار اس طرح کھجلانا کہ درمیان میں بقدر رکن توقف نہ ہو؛ بہرحال مفسد نماز ہے، اگرچہ ضرورت ہی سے ہو۔ (ایضاً:۴۱۶/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ:۲۲۶/۴)

(۱) العمل الكثیر یفسد الصلاة والقلیل لا ... واختلفوا فی الفاصل بینهما علٰی ثلاثة أقوال (الأول) أن ما یقام بالیدین عادة كثیر وان فعله بید واحدة كالتعمم ولبس القمیص وشد السراویل ...وما یقام بید واحدة قلیل وان فعل بیدین كنزع القمیص وحل السراویل ... وكل ما یقام بید واحدة فهو یسیر ما لم یتكرر والثانی أن یفوض الٰی رأی المبتلٰی وهو المبتلی به وهو المصلی ... والثالث أنه لو نظر الیه ناظر من بعید ان كان لا یشک أنه فی غیر الصلاة فهو كثیر مفسد وان شک فلیس بمفسد. (الفتاوٰی الهندیة، كتاب الصلاة، الباب السابع فیما یفسد الصلاة وما یكره فیها: ۱۰۱/۱-۱۰۲، انیس)

(۲) الدر المختار، كتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایكره فیها: ۹۸/۱، مكتبة زكریا، دیوبند، انیس

شامی میں لکھا ہے:

وحاصله أنه لافرق بين المسألتين إلا أن يدعى حمل الأولٰى علٰى ما إذا تأخر بمجرد الجذب بدون أمر. فيهما والثانية علٰى ما إذا فسخ له بأمره فتفسد فى الثانية؛ لأنه امتثل أمر المخلوق وهو فعل مناف للصلوٰة بخلاف الأولٰى. فقط(۱)

حررہ محمد قاسم علی عفی عنہ، مفتی وامام شہر مراد آباد۔ محمد قاسم علی خلف مولانا محمد عالم علی

قد صح الجواب فإنه موافق للحق والصواب

محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ مسجد شاہی مراد آباد

الجواب صواب

محمود حسن مدرس مدرسہ اسلامی شاہی مسجد مراد آباد

الجواب: اگر مصلی نے اپنے قصد سے اور اپنے ارادہ سے اس کا کپڑا چھوڑا ہے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ (تالیفات رشیدیہ ۲۸۶-۲۸۹)

نماز میں پاؤں ہلانا:

سوال: کیا نماز میں پاؤں ہلانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

الجواب

نماز میں پاؤں ہلانا جب تک عمل کثیر کے درجہ میں نہ ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، تاہم بلا ضرورت پاؤں ہلانے سے اجتناب کرنا چاہیے، البتہ دونوں پاؤں کا ہلانا عمل کثیر کے زمرے میں داخل ہے۔

وإن حرك رجلاً واحدة لا على الدوام لا تفسد صلاته وإن حرك رجليه تفسد واعتبر هٰذا القائل العمل بالرجلين بالعمل باليدين والعمل برجل واحدة بالعمل بيد واحدة وقال بعضهم: إن حرك رجليه قليلاً لاتفسد صلاته، كذا فى المحيط وهو الأوجه، هٰكذا فى البحر الرائق. (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۱۸/۳)

---

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فى الكلام على الصف الأول: ۳۱۳/۲، دارالكتب العلمية، انيس

(۲) الفتاوىٰ الهندية، الباب السابع فيما يفسد الصلوٰة ومايكره فيها: ۱۰۳/۱، مكتبة زكريا، ديوبند، انيس

قال ابن نجيم: لوحرك رجلاً واحدة لاعلى الدوام لا تفسد صلاته وإن حرك رجليه تفسد فمشكل؛ لأن الظاهر إن تحريك اليدين فى الصلوٰة لايبطلها حتٰى يلحق بهما تحريك الرجلين فالأوجه قول بعضهم أنه إن حرك رجليه قليلا لا تفسد صلوٰته وإن كان كثيرًا فسد كما فى الذخيره. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲۲/۲، دارالكتب العمية، انيس)

بحالت نماز قرآن دیکھ کر قرأت کرنا:

سوال: اگر کوئی شخص بحالت نماز قرآن مجید سے دیکھ کر قرأت کرے تو کیا اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ نیز اس میں حافظ اور غیر حافظ کا فرق ہے، یا نہیں؟

الجواب

مصحف شریف سے دیکھ کر بحالت نماز قرأت کرنا مختلف فیہ مسئلہ ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسا کرنا مفسد نماز ہے، جبکہ صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک مفسد نماز نہیں، البتہ صحیح قول یہی ہے کہ مفسد نماز ہے، اس میں حافظ اور غیر حافظ دونوں برابر ہیں۔

ویفسد ها قرأته من مصحف عند أبی حنیفة وقالا: لایفسد له إن حمل المصحف وتقلیب الأوراق والنظر فیه عمل کثیر وللصلاة عنه بد وعلیٰ هٰذا لو کان موضوعاً بین یدیه علیٰ رحل وهو لایحمل ولا یقلب أوقرأ المکتوب فی المحراب لا تفسد ولأن التلقن من المصحف تعلم لیس من أعمال الصلاة وهٰذا یوجب التسویة بین المحمول وغیره فتفسد بکل حال وهو الصحیح، هٰکذا فی الکافی. (الفتاویٰ الهندیة: ۱/۱۰۱، مفسدات الصلاة)(۱)(فتاویٰ حقانیہ: ۳/۲۱۹)

سجدہ میں جاتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے پیچھے والا دامن درست کرنا:

سوال: نماز پڑھنے والا شخص قومہ کے دوران سجدہ میں جانے سے پہلے دونوں ہاتھوں سے اپنا پیچھے والا دامن درست کرتا ہے اور عادتاً ایسا کرتا رہتا ہے۔ کیا اس شخص کی نماز فاسد ہے یا درست ہے؟

(المستفتی: فضل احمد، مالاکنڈ ایجنسی)

الجواب

اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ یہ فعل عبث ہے، اس سے بچا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۱۶/۱۲/۱۴۰۰ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۴۲۰)

---

(۱) **قال ابن نجیم: (قوله وقرأته من مصحف) أی یفسد ها عند أبی حنیفة وقالا هی تامة لأنها عبادة انضافت إلیٰ عبادة إلا أنه یکره؛ لأنه تشبه بصنیع أهل الکتاب ولأبی حنیفة وجهان أحدهما أن حمل المصحف والنظر فیه و تقلیب الأوراق عمل کثیر الثانی أنه تلقن من المصحف فصار کما إذا تلقن من غیره وعلیٰ هٰذا الثانی لافرق بین الموضوع والمحمول عنده وعلی الأول یفترقان وصحح المصنف فی الکافی الثانی وقال إنها تفسد بکل حال تبعا لما صححه شمس الأئمة السرخسی. (البحر الرائق، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها: ۲/۱۷، دار الکتب العلمیة، انیس)**

تشہد میں دونوں ہاتھوں سے دامن پھیلانا:

سوال: ایک شخص نے تشہد کی حالت میں اپنی قمیص کا دامن دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں پر پھیلا لیا، کیا اس کی نماز ہوگئی؟

(المستفتی: عبدالواحد بھٹی ۲۵۳ر بی شاہ جمال ٹاؤن، لاہور)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

تشہد میں اس طرح دامن پھیلانے سے نماز فاسد نہیں ہوئی؛ لیکن بوجہ فعل عبث ہونے کے کراہت آجائے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔ الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس (خیر الفتاویٰ: ۴۲۰/۲)

سجدے میں جاتے ہوئے پاجامہ چڑھانا مفسد صلوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: نماز میں سجدے کو جاتے وقت جو دو ہاتھ سے پاجامہ چڑھاتے ہیں، یہ فعل کثیر میں داخل ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ فعل کثیر میں داخل نہیں ہے اور نماز اس سے فاسد نہیں ہوتی، البتہ ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔ (۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶۳/۴)

سجدے میں جاتے ہوئے پاجامہ اٹھانا اچھا نہیں:

سوال: قومہ سے سجدے میں جاتے ہوئے پاجامہ اوپر کو اٹھا لیتے ہیں تو نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

بلاضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں اور نماز ادا ہو جاتی ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹۳/۴) ☆

---

(۱) ویفسدها کل عمل کثیر لیس من أعمالها ولا لإصلاحها وفیه أقوال خمسة أصحها ما لایشک بسببه الناظر من بعید فی فاعله أنه لیس فیها وإن شک أنه فیها أم لا،فقلیل.(الدر المختار، کتاب الصلاة،باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها: ۹۰/۱،مکتبة زکریادیوبند، انیس)

القول الثانی أن ما یعمل عادةً بالیدین کثیروإن عمل بواحدة،الخ،وماعمل بواحدة قلیل وإن عمل بهما کحل السراویل ،إلخ.(رد المحتار،باب ما یفسد الصلاة،مطلب فی التشبه بأهل الکتاب: ۳۸۵/۲،دار الکتب العلمیة،انیس)

(۲) وکره کفه أی رفعه ولولتراب کمشمر کم أو ذیل وعبثه به أی بثوبه وبجسده للنهی إلا لحاجة ولابأس به خارج صلاة(الدر المختار، کتاب الصلاة،باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها: ۹۱/۱،مکتبة زکریادیوبند،انیس)==

اگر خارش یا مچھروں کے کاٹنے کی وجہ سے، نماز میں بار بار کھجایا تو:

سوال: اگر نماز میں بہت دفعہ؛ یعنی چار پانچ مرتبہ بدن میں خارش اٹھے، یا مچھر وغیرہ نے کاٹا اور اس نے یعنی نمازی نے اتنی ہی دفعہ کھجلایا تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

[نماز] ہوجاتی ہے بسبب ضرورت کے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص:۲۷) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۷۴)

== قال في النهاية: وحاصله أن كل عمل هو مفيد للمصلي فلابأس به، أصله ماروى أن النبي صلى الله عليه وسلم عرق في صلاته فسلت العرق عن جبينه أي مسحه لأنه كان يؤذيه فكان مفيدًا وفي زمن الصيف كان إذا قام من السجود نفض ثوبه يمنةً أو يسرةً لأنه كان مفيدًا كي لا تبقىٰ صورةً فأما ما ليس بمفيد فهو العبث، آه. وقوله: كي لا تبقىٰ صورةً، يعني حكاية صورة الإلية، كما في الحواشي السعدية، إلخ. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في الكراهة التحريمية والتنزيهية: ٤٠٦/٢، دارالكتب العلمية، انيس)

☆ بلاضرورت سجدے میں جاتے ہوئے پاجامہ اوپر کرنا خلافِ ادب ہے:

سوال: سجدے میں جانے کے وقت پاجامہ اوپر کرنا کیسا ہے؟

الجواب

بلاضرورت اچھا نہیں ہے۔

(و) كره (كفه) أي رفعه ولو لتراب كمشمر كم أو ذيل (وعبثه) به أي بثوبه (وبجسده) للنهي إلا لحاجة (الدرالمختار) وحاصله أن كل عمل هو مفيد للمصلي فلابأس به. (ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في الكراهة التحريمية والتنزيهية: ٤٠٦/٢، دارالكتب العلمية، انيس) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۰۵/۴)

نماز میں بار بار پاجامہ اٹھانا اچھا نہیں:

سوال (۱) نماز میں بار بار پاجامہ کو اٹھانا کیسا ہے؟

سجدے میں پیروں کا سرکانا کیسا ہے:

(۲) سجدے میں جاتے وقت دونوں پیروں کا زمین سے اونچا ہونا، یا آگے پیچھے سرکانا کیسا ہے، اس سے نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) بار بار اٹھانا اچھا نہیں، مگر نماز صحیح ہے۔ (ويكره للمصلي أن يعبث بثوبه أو بجسده، إلخ. (الهداية، فصل في مكروهات الصلاة: ١١٨/١، مكتبة رشيدية، ديوبند، انيس)

(۲) اس میں بھی نماز صحیح ہے، مگر حتی الوسع ایسا قصداً نہ کیا جاوے۔ (ومنها السجود بجبهته وقدميه ووضع أصبع واحدة منهما شرط. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ١٣٥/٢، مكتبة زكريا، ديوبند، انيس) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۰۸/۴)

نماز میں کھجلاہٹ ہوتو کیا کرے:

سوال: نماز میں خارش کو کتنی مرتبہ ہاتھ سے دفع کرسکتا ہے؟ یا ناک سے کتنی مرتبہ جو ہے نکال سکتا ہے؟ اور تین مرتبہ کھجلانا مفسد نماز تو نہیں ہے؟

الجواب

خارش جتنی دفعہ بھی ہو، کھجانا درست ہے، مفسد نماز نہیں۔

ویفسدها کل عمل کثیر مالایشک بسببه الناظر من بعید فی فاعله أنه لیس فیها. (۱)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۴۲/۴-۱۴۵)

دایاں پیر نماز میں ہل جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

سوال: زید کے داہنے پیر کا انگوٹھا نماز میں ہل گیا تو یہ مفسد صلوٰۃ ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز میں انگوٹھے کا حرکت کرنا اور ہل جانا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۳/۴)

پاؤں کے ہٹانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

سوال: نمازی شروع نماز میں جس جگہ کھڑا ہو حالت نماز میں ایک دفعہ، یا چند مرتبہ، عمداً یا سہواً، داہنا پیر اگر اس جگہ سے ہٹ جائے تو اس سے نماز میں کچھ کراہت ہوتی ہے اور فساد ہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

داہنے، یا بائیں پیر کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا نہ مفسد صلوٰۃ ہے اور نہ مکروہ، البتہ قصداً بلاضرورت پیر کو آگے پیچھے کرنا مکروہ تنزیہی؛ یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۱۹/۴)

---

(۱) **الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها: ۹۰/۱، مکتبة زکریادیوبند، انیس** (درمختار کی اس تصحیح کے پیش نظر خارش اگر چہ بدفعات ہو عمل کثیر کی تعریف سے خارج ہے۔)

(۲) **وإن حرک رجلاً واحدة لاعلی الدوام لاتفسد صلاته. (الفتاوىٰ الهندية، کتاب الصلاة، الباب السابع فیما یفسد الصلاة ومایکره فیها: ۱۰۳/۱، مکتبة زکریا دیوبند، انیس**

(۳) **وأن من لوازمه ظهورالذل وغض الطرف وخفض الصوت وسکون الأطراف. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلوٰة ومایکره فیها، مطلب فی الخشوع: ۴۰۷/۲، انیس)**

مقتدی کا خارج صلوۃ سے لقمہ لینا:

سوال: اگر کوئی مقتدی کسی خارج صلوۃ شخص سے لقمہ لے کر اپنے امام کو دے اور امام لقمہ لے کر آگے نکل جائے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب

امام اور مقتدی دونوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

قنیہ میں ہے:

ولو سمعه المؤتم ممن ليس في الصلاة ففتحه علىٰ إمامه يجب أن تبطل صلاة الكل؛ لأن التلقين من الخارج، إنتهىٰ. (۱) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۲۸)

غیر نمازی کو لقمہ دینا درست نہیں:

سوال: اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے اور اس نے خلیفہ مقرر کر کے وضو جدید کرنا شروع کیا، اگر نائب امام بھول جاوے تو محدث امام اول اس کو کچھ بتادے اور فتح دے تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟ حالانکہ اس کا وضو بھی نہیں ہے اور جماعت سے خارج ہے؟

الجواب

اس صورت میں فتح دینا درست نہیں ہے اور اگر امام فتح لے لے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وكذا الأخذ أي أخذ المصلي غير الإمام بفتح من فتح عليه مفسد أيضاً، كما في البحر عن الخلاصة أو أخذ الإمام بفتح من ليس في صلاته، كما فيه عن القنية. (ردالمحتار) فقط (۲)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۰/۴)

لاحق کا لقمہ دینا درست ہے:

سوال: ایک مقتدی کا وضو ٹوٹ گیا نماز میں، جب وضو کرنے گیا، نماز سے خارج کوئی فعل نہیں کیا، اب اس کے

---

(۱) قنية المنية لتتميم الغنية، باب في الأقوال المفسدة: ص: ۲۰، مخطوطة ملك سعود/ وكذا في رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب المواضع التي لايجب فيها ردالسلام: ۳۸۲/۲، دارالكتب العلمية، انيس

(۲) رد المحتار، باب ما يفسد الصلوٰة ومايكره فيها: ۵۸۱/۱ـ۵۸۲، ظفير) (كتاب الصلاة، مطلب المواضع التي لايجب فيها ردالسلام: ۳۸۱/۲، دارالكتب العلمية، انيس) آگے مفتی علامؒ نے لکھا ہے کہ لاحق حکماً نماز میں داخل ہے؛ اس لیے اس کا لقمہ دینا درست ہے۔ (ظفیر)

امام کو متشابہ لگا اور اس وضو کرنے والے نے امام کو لقمہ دیا اور وہ مسجد سے خارج نہ تھا، شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ نماز میں کچھ نقصان نہیں آیا اور آپ نے لکھا ہے کہ نماز نہ ہوگی؟

الجواب

لاحق کے لقمہ دینے اور امام کو لینے سے نماز میں کچھ خلل نہیں آتا، یہی صحیح ہے؛(۱) کیوں کہ لاحق کیلئے وہ امام ہے حکماً اور امام کو لقمہ دینے اور لینے سے نماز میں فساد نہیں آتا،(۲) اور پہلا لکھنا کچھ یاد نہیں ہے، شاید وہ اس صورت میں لکھا گیا ہو کہ لاحق نے کوئی فعل مفسد صلوٰۃ کرلیا ہو۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۴/۴)

بخوف طوالت رکعت ثانی امام کو رکوع میں جانے کے لیے اللہ اکبر کہنا مفسد نماز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص تراویح میں قرآن عظیم سنا رہا ہے، دوسرا سماعت کرتا ہے، جب کہ سماعت کرنے والا یہ خیال کرے کہ پہلی رکعت سے دوسری بڑھی جاتی ہے، یا ایسا بھول گیا ہے کہ دونوں سے نہیں نکلتا، یا اس سامع کا منشا آگے پڑھوانے کا نہیں ہے، ان صورتوں میں امام کو رکوع میں لانے کے واسطے سماعت کرنے والا اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں لے آئے تو نماز ہو جاوے گی، یا نہیں؟ اور سامع پر کوئی مواخذہ تو نہیں ہوگا؟

الجواب

اگر سامع کا اللہ اکبر کہتے ہی امام نے رکوع کر دیا، یعنی محض اس کے حکم کی تعمیل کی تو نماز فاسد ہوگئی اور اگر امام نے اس کے اللہ اکبر سے متنبہ ہو کر اپنے اختیار سے اور اپنی رائے سے رکوع کیا تو نماز صحیح ہوگئی، بہر حال سامع کا امام کو اللہ اکبر کہہ کر رکوع کی طرف لانا سخت خطرناک بات ہے، ایسا کبھی نہ کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم

قال فی الدر: حتیٰ لو امتثل أمر غیره فقیل له تقدم فتقدم أو دخل فرجة الصف فوسع له فسدت بل یمکث ساعة ثم یتقدم برأیه، قهستانی. (۳)

---

(۱) (ویفسد ها التکلم)...(وفتحه علیٰ غیر امامه)... بخلاف فتحه علیٰ إمامه)فإنه لایفسد(مطلقاً)لفاتح و آخذ بکل حال. وفی الرد: أی سواءٌ قرأ الامام قدر ما تجوز به الصلاة أم لا ... ولو سمعه الموتم ممن لیس فی الصلاة ففتح به علیٰ امامه یجب أن تبطل صلاة الکل ... ووجهه أن الموتم لما تلقن من خارج بطلت صلا ته. (الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها: ۶۶۲/۱، دار الفکر، بیروت، انیس)

(۲) (واللاحق من فاتته) الرکعات (کلها أو بعضها(لکن بعد اقتدائه) بعذر کغفلة وزحمة وسبق حدث وصلاة خوف ومقیم ائتم بمسافر وکذا بلا عذر بأن سبق امامه فی رکوع وسجود فانه یقضی رکعة وحکمه کمؤتم فلا یأتی بقراءة ولا سهو ولا یتغیر فرضه بنیة الامامة ویبدأ بقضاء ما فاته، الخ. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۹۴/۱ـ۵۹۵، دار الفکر بیروت، انیس)

(۳) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاةو مایکره فیها: ۹۸/۱، مکتبة زکریادیوبند، انیس

قال الشامی: هٰذا امتثال بالفعل ومثله مالوامتثل بالقول ... كما أمر المؤذن أن يجهر بالتكبير وركع الإمام للحال فجهر المؤذن إن قصد جوابه فسدت صلاته، آه. (۱)

۱۹/رمضان ۱۳۴۷ھ (امدادالاحکام:۲/۱۷۵-۱۷۶)

اگر باہری آدمی کے کہنے سے امام کچھ کرے، تو نماز فاسد ہوگی، یا نہیں:

سوال: عصر کے وقت ایک اُمی شخص نماز پڑھا رہا تھا امام نے جہر سے قرأت پڑھی، ایک شخص خارج از صلوٰۃ نے چلا کر کہا کہ دھیرے دھیرے پڑھو، عصر کے وقت زور سے نہیں پڑھا کرتے۔ یہ سن کر امام نے آہستہ پڑھ کر نماز ختم کر دی، نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

خارج از صلوٰۃ کو بتلانا نہ چاہیے تھا؛ لیکن اگر امام نے اس کے کہنے کے بعد کچھ توقف سے آہستہ پڑھنا شروع کیا تو نماز صحیح ہے اور اگر فوراً اس کے کہنے سے آہستہ پڑھنا شروع کیا تو نماز صحیح نہ ہوگی، اس کا اعادہ کرنا چاہیے۔

درمختار میں ہے:

حتّٰی لو امتثل أمر غيره فقيل له تقدم فتقدم أو دخل فرجة الصف أحد فوسع له فسدت بل يمكث ساعة ثم يتقدم برأيه، إلخ. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۳۳)

قرآن دیکھ کر اپنے امام کو لقمہ دینا:

سوال: اگر کوئی غیر حافظ کسی امام کی سماعت قرآن دیکھ کر کرتا ہے اور اسی کو دیکھ کر لقمہ دیتا ہے تو ایسی صورت میں نماز صحیح ہوگی، یا فاسد؟

الجواب

امام اعظم کے نزدیک مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی؛ کیوں کہ بحالتِ نماز قرآن سے مدد لی اور اگر امام نے اس لقمہ کو لے لیا تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

علامہ زیلعی شرح کنز میں ''**قول مصنف وقرأته من مصحف**'' کے ذیل میں لکھتے ہیں:

(وقراءته من مصحف) يعني تفسد الصلاة وهٰذا عند أبي حنيفة وقال أبو يوسف ومحمد:

---

(۱) ردالمحتار، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب المواضع التی لایجب فیها ردالسلام: ۲/۳۸۱، دارالکتب العلمیة، انیس

(۲) الدرالمختار علی رد المحتار، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۲/۳۸۱، دارالکتب العلمیة، ظفیر

تکرہ ولا تفسد صلاته لماروی عن ذکوان مولٰی عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها أنه کان یؤمها فی شهررمضان وکان یقرأ من المصحف ولأن القراءۃ عبادة ان ضافت إلٰی عبادة أخریٰ وهو النظر إلی المصحف ولهٰذا کانت القراءۃ من المصحف أفضل من القراءۃ غائباً إلا أنه یکره فی الصلاۃ لما فیه من التشبه بفعل أهل الکتاب ولأبی حنیفة أن حمل المصحف ووضعه عند الرکوع والسجود ورفعه عند القیام وتقلیب أوراقه والنظر الیه وفهمه عمل کثیر یقطع من رآه أنه لیس فی الصلاۃ ولأنه یتلقن من المصحف فأشبه التلقن من غیره ... وأثرذکوان محمول علٰی أنه کان یقرأ قبل شروعه فی الصلاۃ ثم یقرأ فی الصلاۃ غائباً.(۱)

اورالبحرالرائق میں ہے:

وصحح المصنف فی الکافی الثانی وقال:إنها تفسد بکل حال تبعاً ، لما صححه شمس الأئمة السرخسی،إنتهٰی.(۲)(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو:۲۲۷)

خارجی شخص کے مشورہ پر تکبیر کہنا:

سوال: مسجد میں فرض نماز جماعت سے ہورہی تھی ،دور رکعت بعد نمازیوں کی تعداد بڑھ جانے سے کسی نے باہر سے آواز لگائی ،صاحب تکبیر زور سے کہیں ، لہٰذا ایک لاحق شخص نے دورکعت بعد تکبیر بلند آواز سے کہنی شروع کی ،کیا اس کی نماز ہوگئی؟

هو المصوب

اگرفوراً کہنے پر عمل کرے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی؛ کیوں کہ باہری شخص کی اقتدا ہوگی اور اگر ٹھہر کر خود بلند آواز سے تکبیر کہنا شروع کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔(۳)

تحریر:محمد ظہور ندوی(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۴۷۰۔۴۷۱)☆

(۱) تبیین الحقائق،باب ما یفسد الصلاۃ وما یکره فیها: ۱/۱۵۸۔۱۵۹، مکتبة امدادیة،ملتان،انیس
قال البخاری:وکانت عائشة یؤمها عبدها ذکوان من المصحف.(صحیح البخاری،کتاب الأذان،باب امامة العبد: ۱/۹٦،قدیمی،انیس)

(۲) البحرالرائق،کتاب الصلاۃ،باب ما یفسد الصلاۃ وما یکره فیها: ۲/۱۷،دارالکتب العلمیة، انیس

(۳) والذی ینبغی أن یقال:إن حصل التذکربسبب الفتح تفسد مطلقًا:أی سواء شرع فی التلاوۃ قبل تمام الفتح أو بعده لوجود التعلم وإن حصل تذکره من نفسه لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقًا وکون الظاهرأنه حصل بالفتح لایؤثر بعد تحقق أنه من نفسه.(رد المحتار: ۲/۳۸۲)　==

مقتدی کے کہنے پر امام چوتھی رکعت پوری کرے:

سوال: امام نے تین ہی رکعت پر سلام پھیر دیا، ایک مقتدی نے فورا کہا کہ حافظ جی تین ہی رکعتیں ہوئیں، نمازی نے نماز سے اس خارج مقتدی کا لقمہ لیا اور نماز مع سجدہ سہو تمام کی، کیا نماز سے خارج مقتدی کا لقمہ لینے سے نماز ہو جائے گی؟

هو المصوب

اگر مقتدی کا لقمہ دینے کے ساتھ ساتھ امام کو خود تنبیہ ہوگئی، جس کی بنیاد پر اس نے کھڑے ہوکر نماز پوری کر لی تو نماز درست ہو جائے گی اور اگر نماز سے خارج شخص کے لقمہ دینے سے ہی کھڑا ہوا تو نماز درست نہیں ہوگی۔(۱)

تحریر: محمد طارق ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۴۷۴/۲۔۴۷۵)

== (كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة و مايكره فيها ، مطلب: المواضع التى لايجب فيها ردالسلام، دار الكتب العلمية بيروت،انيس)

☆ کسی شخص کے کہنے پر نماز میں تکبیر شروع کردی تو نماز فاسد ہوگئی:

سوال: مسجد میں نماز میں بہت لوگ ہوں، امام کی آواز نہ پہونچ رہی ہو، نماز کے علاوہ کسی نے زور سے کہا: ''آواز نہیں پہونچ رہی ہے''، مذکور آدمی کی بات پر ایک شخص نے تکبیر کہنا شروع کردی، اس کی نماز ہوگی، یا نہیں؟

هو المصوب

دریافت کردہ صورت میں تکبیر کہنے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

ردالمحتار میں صراحت ہے:

''مسجد كبير يجهر المؤذن فيه بالتكبيرات فدخل فيه رجل أمر المؤذن أن يجهر بالتكبير و ركع الإمام للحال فجهر المؤذن إن قصد جوابه فسدت صلاته''. (رد المحتار: ۳۸۱/۲)(كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها،مطلب:المواضع التى لايجب فيها ردالسلام،دارالكتب العلمية،انيس)

اگر وہ چند سکنڈ رک کر تکبیر بلند کرتا تو اس کی طرف سے بغیر خارج کے لقمہ کے مراد ہوتا تو جائز ہوتا۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۴۷۱/۲)

(۱) والذى ينبغى أن يقال إن حصل التذكر بسبب الفتح تفسد مطلقًا أى سواء شرع فى التلاوة قبل تمام الفتح أو بعده لوجود التعلم وإن حصل تذكره من نفسه لابسبب الفتح لاتفسد مطلقًا وكون الظاهر أنه حصل بالفتح لايؤثر بعد تحقق أنه من نفسه.(رد المحتار: ۳۸۲/۲) (كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب: المواضع التى لايجب فيها ردالسلام،دارالكتب العلمية،انيس)

لقمہ دینے والے کو ملامت کرنا درست نہیں:

سوال: ایک صاحب نے ﴿کَلَّا لَا وَزَرْ﴾ بسکون ''را'' پڑھا، اس پر ایک آدمی نے دومرتبہ بآواز بلند لقمہ دیا ﴿کلا لا وزرَ﴾ بفتح ''را'' اس طرح لقمہ دینا شریعت میں کیسا ہے؟ لقمہ دینے والا شخص اس دن سے مسجد میں حاضر نہیں ہوا اور دوسرے، مصلیوں کو بھی روکتا ہے اور شہر میں چار مسجد ہوتے ہوئے دوسری جگہ مسجد بنا کر اس میں نماز پڑھتا ہے تو اس طرح نئی مسجد بنانا کیسا ہے؟

الجواب

حامدًا و مصلیاً، الجواب وباللّٰہ التوفیق:

﴿کلا لا وزر﴾ بسکون وفتح ہر دو طرح پڑھنا جائز ہے، لہٰذا امام صاحب سے کوئی غلطی کا وقوع نہیں ہوا؛ اس لیے بلاضرورت لقمہ دیا گیا، جو مستحسن نہیں، ممکن ہے لقمہ دینے والے نے اپنے خیال میں بالسکون پڑھنے کو غلط سمجھ کر لقمہ دیا ہو، گو در حقیقت لقمہ دینے والے کا خیال وتحقیق غلط ہو؛ اس لیے لقمہ دینے والا کسی ملامت کا مستحق نہیں، لقمہ دینے کی ضرورت نہیں تھی؛ لیکن گناہ نہیں ہوا، لقمہ دینے والے نے اس دن سے مسجد چھوڑ دی، جماعت کی حاضری ترک کر دی، سائل نے اس کی وجہ نہیں لکھی، ممکن ہے امام صاحب لقمہ دینے والے پر برس پڑے ہوں اور نزع ہو گیا ہو؛ اس لیے موجودہ امام سے بوجہ نزع جماعت کی حاضری ترک کر دی ہو اور دوسری مسجد میں نماز باجماعت ادا کرتا ہو، اگر یہی وجہ ہو تو کوئی گناہ نہیں، امام صاحب کو لازم ہے کہ لقمہ دینے والے کو جماعت میں حقیر وذلیل نہ کرے اور آپس میں محبت ایمانی اور اخوت دینی قائم کرے، مسجد کسی دینی یا دنیوی مصلحت سے بنائی جائے تو درست ہے اور اگر بلاضرورت دینی، یا دنیوی آسانی وراحت رسانی کے لیے بناتے ہوں تو یہ بیکار اور اضاعت مال ہے اور اگر بلاضرورت صرف تفریق بین المسلمین کے لئے مسجد بناتا ہو تو ناجائز ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم علمہ اتم احکم (مرغوب الفتاوی:۲/۲۱۸-۲۱۹)

امام سورۂ فاتحہ کے بعد خاموش رہے تو لقمہ کس طرح دے:

سوال: اگر امام سورہ فاتحہ ختم کرنے کے بعد ضم سورت کے تفکر میں پڑ گیا کہ کونسی سورت پڑھے، زیادہ تاخیر کی وجہ سے امام کو لقمہ کس طرح دیا جائے؟

---

(۱) ...(والـذيـن اتـخـذوا مسجدًا) ... (ضرارًا) مضارة لأهل مسجد قباء (وكفرًا) ... (وتفريقًا بين المؤمنين الذين يصلون بقباء بصلاة بعضهم فى مسجدهم "إلخ. (تفسير الجلالين ص:١٦٦، سورة التوبة، انيس)

الجواب

حامدًاو مصلیاً،الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگرلقمہ دینے کی ضرورت محسوس ہوتو ''سبحان اللہ'' کہے، ورنہ خاموش رہے۔(۱)فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

(مرغوب الفتاوی:۲/۲۱۹)

امام کی غلطی جس سے نماز فاسد نہ ہو، کب بتلائی جائے:

سوال: اگرامام صاحب سے نماز میں ایسی غلطی ہوئی،جس سے نماز کی فرضیت ووجوبیت میں کسی قسم کانقص نہ ہو،ایسی غلطی سلام پھیرتے ہی جماعت کے بیچ میں بتلانا چاہیے،یاتنہائی میں؟

الجواب

حامدًاو مصلیًا،الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگرامام سے کوئی ایسی غلطی نماز میں ہوجائے کہ جس سے نماز میں کوئی قباحت یا کراہت لازم نہیں آتی ہوتو اسے بعد میں بتلانے کی ضرورت نہیں، اگرکسی مناسب بات پر امام کومتوجہ کرنا ہوتو تنہائی میں کہنا چاہئے مجمع میں کہنا نازیباہےاور مام کو بلاوجہ مقتدیوں کی نظروں میں شرمندہ وہلکا کرنا مناسب نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم احکم

(مرغوب الفتاوی:۲/۲۱۹۔۲۲۰)

---

(۱) ...أویدفع بالتسبیح لما روینا من قبل.(الهداية،باب مایفسد الصلاة:۱/۱۱۸۔۱۱۹،مکتبة رشيدية

وفی الحاشية:يعنی قول النبی صلی اللّٰه عليه وسلم: إذا نابت أحدكم نائبة وهو فی الصلوٰة فليسبح.(حاشية العلامه عبدالحیء رقم:۲۳)

عن سهل بن سعد الساعدی أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم ذهب إلٰی بنی عمرو ابن عوف ليصلح بينهم فحانت الصلاة فجاء المؤذن الٰی أبی بكر فقال أتصلی للناس؟فأقيم قال نعم!فصلٰی أبو بكر فجاء رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم والناس فی الصلاة،فتخلص حتٰی وقف فی الصف،وتقدم رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فصفق الناس وكان أبوبكر لا يلتفت فی صلاته فلما أكثر الناس التصفيق التفت فرای رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فأشار اليه رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم ان أمكث مكانک فرفع أبوبكر يديه فحمد اللّٰه علٰی ما أمره به رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم من ذلک ثم استأخر أبوبكر حتی استوٰی فی الصف وتقدم رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فصلٰی فلما انصرف قال يا أبا بكر ما منعک أن تثبت اذا أمرتک فقال أبوبكر ما كان لابن أبی قحافة أن يصلی بين يدی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: ما لی رأيتكم أكثرتم التصفيق من نابه شيئ فی صلا ته فليسبح فانه اذا سبح التفت إليه وإنما التصفيق للنساء.(صحيح البخاری،كتاب الأذان،باب من دخل ليؤم الناس،الخ: ۱/۹٤،قديمی،انيس)

ضرورت شدیدہ سے مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اور ضرورت شدیدہ کیا ہیں:

سوال: امام کی نماز میں تین آیت پڑھ چکنے کے بجائے ﴿سابقوا إلٰی مغفرة من ربکم﴾ (۱) کے ﴿سابقوا إلٰی ربکم مغفرة﴾ پڑھے تو لقمہ دینا چاہیے، یا نہیں؟ اور لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوگی؟

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مقتدی اگر اپنے امام کو لقمہ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی، (۲) اور مقتدیوں کو چاہئے کہ جب تک ضرورت شدیدہ پیش نہ آئے، امام کو لقمہ نہ دیں، ضرورت شدیدہ سے مراد یہ ہے کہ مثلا امام غلط پڑھ کر آگے بڑھنا چاہتا ہو، یا رکوع نہ کرتا ہو، یا چپ چاپ کھڑا ہو جائے۔ (۳)

صورت مسئولہ میں اس طرح پڑھنے سے معنی میں کچھ خلل نہیں آیا؛ لیکن چونکہ قرآن غلط پڑھ گیا، اس لیے لقمہ دیا گیا تو گو لقمہ دینا ضروری نہیں تھا؛ لیکن لقمہ دینے سے اور لقمہ لینے سے نہ مقتدی کی نماز میں نقصان آئے گا اور نہ امام کی نماز میں لقمہ لینے سے خرابی پیدا ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم علمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاوی: ۲/۲۱۷-۲۱۸)

فرض نماز میں لقمہ دینا:

سوال: ایک شخص فرض نماز پڑھا رہا تھا، سورہ فاتحہ کے بعد جو اس نے سورہ پڑھی، اس میں اس کو سہو ہو گیا، ایک مقتدی نے اس کو لقمہ دیا تو دوسرے شخص نے اعتراض کیا کہ فرض نماز میں امام کو لقمہ دینا نہیں چاہیے؟ تراویح میں اگر امام قرأت بھول جاوے تو لقمہ دینا جائز ہے؟ آیا فرض نماز میں لقمہ دینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

لقمہ دینا فرض نماز میں بھی درست ہے اور نماز صحیح ہے اور تفصیل اس کی کتب فقہ میں ہے، درمختار و شامی وغیرہ میں یہ لکھا ہے کہ نماز ہو جاتی ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲/۲۱۹)

---

(۱) سورة الحدید: ۲۱، انیس

(۲) بخلاف فتحه علٰی إمامه مطلقًا. (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۱/۹۰، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

(۳) بأن یقف ساکناً بعد الحصر أو یکرر الآیة. (البحر الرائق، باب ما یفسد الصلاة، إلخ: ۲/۶)

(۴) (بخلاف فتحه علٰی إمامه) فإنه لا یفسد (مطلقاً) لفاتح وآخذ بکل حال. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۲/۳۸۲، دار الکتب العلمیة، انیس)

کب لقمہ دینا چاہیے:

سوال: امام نے قرأت میں بھول کر دوسری سورت شروع کردی، دو دفعہ لقمہ دیا، مگر امام نے لقمہ نہ لیا، لقمہ کس وقت دینا چاہیے اور لقمہ دینے والے کی نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

اگر امام بقدر تین آیت کے، بعد سورۂ فاتحہ کے پڑھ چکا ہے تو لقمہ دینے کا انتظار کرنا مکروہ ہے؛ بلکہ فوراً رکوع کرنا چاہیے اور اگر تین سے پہلے بھول گیا تو بہتر یہ ہے کہ کسی دوسری جگہ سے پڑھنا شروع کرے، اگر ایسا نہ کیا تو جب مقتدی پر ثابت ہو جائے کہ امام کو آگے یاد نہیں آتا تو لقمہ دیدیوے، بدونِ مہلت کے فوراً ہی لقمہ دینا مکروہ ہے۔ (کما فی الشامی: ۱/ ۶۵۰) (۱) اور نماز بہر حال صحیح ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/ ۱۰۵-۱۰۶)

امام کو لقمہ دینا مفسد صلوٰۃ نہیں، گرچہ تین آیت کے بعد ہو:

سوال: بعد پڑھے جانے تین آیت کے نماز فرائض میں امام کو اگر لقمہ لگے اور مقتدی لقمہ دیدے تو نماز فاسد، یا مکروہ تو نہیں ہوتی اور اگر فاسد ہوئی تو کس کی ہوئی اب مکرر پڑھنی چاہیے؟

الجواب

فوراً بتلا دینا یا امام کو منتظر رہنا کہ مجھ کو کوئی بتلا دے بہتر تو نہیں ہے؛ بلکہ بہتر یہ ہے کہ دوسری جگہ سے پڑھنا شروع کردے، یا اگر بقدر کافی پڑھ چکا ہو تو رکوع کردے؛ لیکن پھر بھی اگر مقتدی نے بتلا دیا اور امام نے لے لیا تو نماز میں کسی کی خلل نہیں۔

فی الدرالمختار باب ما یفسد الصلاۃ: (بخلاف فتحه علی إمامه) فإنه لایفسد (مطلقاً) لفاتح و آخذ بکل حال. (۱)

---

(۱) یکره أن یفتح من ساعته کما یکره للإمام أن یلجئه إلیه بل ینتقل إلیٰ آیة أخریٰ لایلزم من وصلها ما یفسد الصلاۃ أو إلیٰ سورۃ أخریٰ أو یرکع إذا قرأ قدرالفرض، کما جزم به الزیلعی وغیره، وفی روایة : قدرالمستحب کما رجحه الکمال، إلخ. (رد المحتار کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلوٰۃ ومایکره فیها، مطلب: الموضع التی لایجب فیها ردالسلام: ۲/ ۳۸۲، دارالکتب العلمیة، انیس)

(۲) (بخلاف فتحه علیٰ إمامه) فإنه لایفسد (مطلقًا) لفاتح و آخذ بکل حال. (الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکره فیها: ۱/ ۵۸۲، ظفیر)

(۳) الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکره فیها: ۱/ ۹۰، مکتبة زکریا دیوبند، انیس

فی ردالمحتار: قوله بكل حال أى سواء قرأ الإمام قدرما تجوز به الصلاة أم لا، انتقل إلىٰ آية أخرىٰ أم لا، تكرر الفتح أم لا، هو الأصح، نهر (ثم قال بعد أسطر) تتمة: يكره أن يفتح من ساعته كما يكره للإمام أن يلجئه إليه بل ينتقل إلىٰ آية أخرىٰ لايلزم من وصلها ما يفسد الصلاة أوإلىٰ سورة أخرىٰ أويركع إذا قرأ قدرالفرض كما جزم به الزيلعي وغيره وفي رواية: قدرالمستحب كما رجحه الكمال بأنه الظاهرمن الدليل وأقره فى البحروالنهر. (۱) فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

۵/شعبان ۱۳۲۲ھ (امداد: ۱/۵۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۲۱-۴۲۲)

چند آیت پڑھ کر بھول جانے پر مقتدی کا لقمہ دینا مفسد صلوٰۃ نہیں:

سوال: اگر امام تین آیت سے زیادہ پڑھ کر بھول جائے، مقتدی اس کو لقمہ دے تو امام لے لے یا نہ لے، مشہور یہ ہے کہ اگر لقمہ لے لے تو نماز نہیں ہوتی، پھر دوبارہ نماز پڑھنا ضروری ہے، اگر امام نے لقمہ نہیں لیا تو بتانے والے کو پھر دوبارہ نماز پڑھنا چاہیے، میں نے کہا نماز ہوجاتی ہے۔ ایک صاحب بولے کہ شافعی مذہب میں ہوجاتی ہوگی، حنفی مذہب میں نہیں ہوتی، کیا حنفی مذہب میں اس مسئلہ میں اختلاف ہے؟

الجواب

ہاں اختلاف ہے؛ مگر صحیح یہی ہے کہ نہ مقتدی کی نماز فاسد ہوگی، نہ امام کی۔

فی الهندية: وإن فتح علىٰ إمامه لم تفسد إلىٰ قوله قالوا هٰذا إذاأرتج عليه قبل أن يقرأ قدرما تجوزبه الصلاة أوبعد ما قرأ ولم يتحول إلىٰ آية أخرىٰ وأما إذا قرأ أوتحول ففتح عليه تفسد صلاة الفاتح والصحيح أنها لاتفسد صلاة الفاتح بكل حال ولاصلاة الإمام لوأخذ منه على الصحيح، هٰكذا فى الكافي. (۲)

۵ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ (تتمہ خامسہ، ص: ۲۵۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۲۲)

زیر زبر کی غلطی پر لقمہ دینا درست ہے:

سوال: اگر امام سے زیر زبر کی غلطی ہوجائے کہ جس سے معنی میں کوئی فرق نہ ہو تو ایسی حالت میں لقمہ دینے سے کراہت ہوگی، یا نہیں؟

---

(۱) الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب: المواضع التى لايجب فيها ردالسلام: ۲/۳۸۲، دارالكتب العلمية بيروت، انيس

(۲) الفتاوىٰ الهندية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۹۹، مكتبة زكرياديوبند، انيس

الجواب

اس صورت میں لقمہ دینے سے کچھ کراہت نہیں ہے، غلطی کی اصلاح ضروری ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۱۰۴)

لقمہ دینا لینا یا کسی آیت کا چھوٹ جانا کیسا ہے:

سوال: زید امام مسجد ہے انہوں نے عشا کی نماز میں آیت ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ الآیۃ پڑھی اور ﴿فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا﴾ پر ٹھہر گیا، پھر یہاں سے کسی دوسری سورت کی آیت کو ﴿فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا﴾ کے ساتھ ضم کر کے آگے پڑھتا چلا تو عمر نے جو حافظ قرآن ہے، نیز ما تجوز و ما تفسد به الصلاة سے واقف تھا، لقمہ دیا ﴿وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا﴾، زید نے پھر شروع سے دہرایا اور اسی جگہ آن ٹھہرا، پھر عمر نے لقمہ دیا، زید پھر تیسری دفعہ دہراتا ہوا بمشکل آگے بڑھا، مگر ﴿وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾ کو چھوڑ کر سورۃ زمر ختم کی اور بغیر سجدہ سہو نماز تمام کی اور یہ فعل تقریباً ایک سو مصلیوں کے درمیان زید سے صادر ہوا ہے، نماز لوٹانی چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نماز امام اور مقتدیوں کی صحیح ہے اور سجدہ سہو واجب نہیں ہے اور اعادہ اس نماز کا لازم نہیں ہے، **كما صرح به في الدر المختار والشامي:**

بخلاف فتحه علىٰ إمامه فإنه لايفسد مطلقاً لفاتح وآخذ بكل حال. (الدر المختار)(۲)

(قوله بكل حال)أى سواء قرأ الإمام قدرماتجوز به الصلاة أم لا،انتقل إلىٰ اٰية أخرىٰ أم لا تكرر الفتح أم لا هو الأصح،نهر. (۳)

پس معلوم ہوا کہ اصح یہ ہے کہ تکرار فتح سے بھی نماز میں فساد نہیں آتا اور سجدہ سہو کے واجب ہونے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے؛ کیوں کہ قرأت کے تکرار سے جو تاخیر کسی رکن میں ہو، وہ موجب سجدہ سہو نہیں ہے، **كما في الدر المختار:**

واعلم أنه إذا شغله ذلك الشك فتفكر قدر أداء ركن لم يشتغل حالة الشك بقراءة،إلخ، وجب عليه سجود السهو. (۴)

---

(۱) (بخلاف فتحه علىٰ إمامه) فإنه لايفسد (مطلقاً) لفاتح وآخذ بكل حال.(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها:۲/۳۸۱-۳۸۲،دارالكتب العلمية،انيس)

(۲) كتاب الصلاة،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها:۱/۹۰،مكتبة زكرياديوبند،انيس

(۳) رد المحتار،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها،مطلب المواضع التى لايجب فيها ردالسلام: ۲/۳۸۲، دارالكتب العلمية بيروت،انيس

(۴) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب سجود السهو: ۱/۷۰۶،ظفير

اس سے واضح ہوا کہ اشتغال بالقراءۃ کی صورت میں سجدۂ سہولازم نہیں ہوتا، البتہ یہ بھی شامی وغیرہ میں تصریح ہے کہ جیسا کہ مقتدی کو یہ مکروہ ہے کہ فوراً لقمہ دیوے، اسی طرح امام کو یہ مکروہ ہے کہ مقتدی کو لقمہ دینے کی طرف مضطر کرے؛ بلکہ اس کو چاہیے کہ دوسری آیت مناسبہ یا دوسری سورت کی طرف منتقل ہوجاوے، یا اگر مقدار واجب، یا مستحب پڑھ چکا ہے تو رکوع کر دیوے، کما قال فی الشامی:

یکره أن یفتح من ساعته کما یکره للإمام أن یلجئه إلیه بل ینتقل إلٰی آیة أخریٰ لایلزم من وصلها ما یفسد الصلٰوة أوإلٰی سورة أخریٰ أویرکع إذا قرأ قدر الفرض کما جزم به الزیلعی وغیره وفی روایة قدرالمستحب کما رجحه الکمال بأنه الظاهر من الدلیل،إلخ. (۱)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۹/۴-۴۰)

امام کے بھولنے پر لقمہ دینا درست ہے:

سوال (۱) امام جہری نماز میں ﴿ تَبَّتْ يَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴾ پڑھ کر بھول گیا، مقتدی نے لقمہ دیا، تب امام نے آگے پڑھ کر رکوع کیا، پھر آخر میں سجدۂ سہو بھی کرلیا تو نماز امام اور مقتدی لقمہ دینے والے کی صحیح ہوئی، یا نہ؟

امام لقمہ نہ لے تو دینے والے کی نماز فاسد ہوگی، یا نہیں:

(۲) اگر امام لقمہ نہ لے تو لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز فاسد ہوجاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) نماز امام اور مقتدی لقمہ دینے والے کی اس صورت میں صحیح ہوگئی اور سجدہ سہو کی بھی ضرورت نہ تھی؛ لیکن اگر سجدہ سہو غلطی سے کرلیا گیا، تب بھی نماز ہوگئی۔ (کذا فی الدر المختار) (۲)

(۲) نماز فاسد نہیں ہوتی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۸/۴)

غلط قرآن پڑھنے پر لقمہ دینا درست ہے:

سوال: ایک حافظ صاحب نے تراویح پڑھائی اور ستائیسویں شب کو قرآن شریف ختم کردیا، بعض لوگ جو اسی

---

(۱) رد المحتار، باب مایفسدالصلاة: ۵۸۲/۱، ظفیر (کتاب الصلاة، مطلب: المواضع التی لایجب فیها رد السلام تتمة: ۳۸۲/۲، دارالکتب العلمیة، انیس)

(۲) بخلاف فتحه علٰی إمامه) فإنه لایفسد (مطلقاً) لفاتح و آخذ بکل حال. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها: ۵۸۲/۱، ظفیر) (کتاب الصلاة: ۳۸۱/۲-۳۸۲، دارالکتب العمیة، انیس)

محلّہ میں جس میں وہ مسجد تھی نماز پڑھتے تھے، ایک شب کسی وجہ سے شریک نہ ہوسکے بعد ختم قرآن شریف تراویح میں وہ پارہ سنا، جس کو وہ نہ سن سکے تھے، اس صورت میں اگر امام کوئی غلط پڑھے تو سامع کو غلطی بتلانا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر لقمہ دیا گیا اور انہوں نے لقمہ لے لیا تو نماز جائز ہوگی، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

سامع کو ان کی غلطی بتلانا اور لقمہ دینا اور ان کو لقمہ لینا درست ہے، کسی کی نماز میں کچھ خلل نہیں آیا۔
درمختار میں ہے:

(بخلاف فتحه علىٰ إمامه) فإنه لايفسد (مطلقاً) لفاتح وآخذ بكل حال، إلخ. (۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/ ۱۱۸-۱۱۹)

لقمہ دینے پر امام کا نیت توڑ کر ڈانٹنا کیسا ہے:

سوال: زید نے عمر کو تراویح کی نماز میں لقمہ دیا عمر نے زید کو نیت توڑ کر ڈانٹا تو کیا عمر کا زید کو اس طرح نماز توڑ کر ڈانٹنا شرعاً جائز ہے؟ نیز جس نماز میں نیت توڑ کر ڈانٹا گیا، اس کو پھر پڑھنا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ لقمہ صحیح دیا گیا، یا غلط تب تک کیسے بتایا جائے کہ ڈانٹا مناسب تھا، یا نہیں؟ ہوتا یہ ہے کہ بعض دفعہ لقمہ دینے والوں کی نیت حافظ کو تنگ کرنے اور اسے ذلیل کرنے کی ہوتی ہے اور اس کے لئے لوگ باضابطہ محاذ بناتے ہیں؛ تاکہ حافظ صاحب امام کی وقعت وعزت لوگوں کی نگاہ میں کم ہو، ایسا کرنے والے بہرحال ڈانٹ سننے کے مستحق ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ امام صاحب کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ میں چاہے غلط پڑھ کر نکل جاؤں، مگر مجھے کوئی نہ ٹوکے، اس طرح میری عزت عوام میں کم ہوجاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے امام ڈانٹ کے مستحق ہیں، صحیح مسئلہ تو یہ ہے کہ مقتدی کو دیکھنا چاہیے کہ اگر حافظ امام خود سنبھل جائے تو سبحان اللہ، ورنہ اگر غلط پڑھ کر نکل رہا ہو، یا پریشان ہو رہا ہو تو ایسے موقع پر بدرجۂ مجبوری لقمہ دینا چاہیے اور امام کو بھی چاہیے کہ وہ اگر غلطی کر رہا ہو تو ٹوکنے والے کے ٹوکنے کو برا نہ مانے؛ بلکہ وسیع القلبی کے ساتھ لقمہ قبول کرے کہ اس کی اصلاح ہو رہی ہے۔ (۲)

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۲/ ۳۸۱، ۳۸۲، دار الكتب العلمية، ظفير

(۲) (بخلاف فتحه علىٰ إمامه) فإنه لايفسد (مطلقا) لفاتح وآخذ بكل حال. (الدر المختار) (كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/ ۹۰، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

==

اور عوام کو تو دھوکا میں رکھا جا سکتا ہے اللہ کو نہیں، خود عوام کو یہ سمجھنا چاہیے کہ حافظ انسان ہی ہے، اس سے بھول چوک ہوسکتی ہے اور تیس پاروں کو یاد رکھنا کچھ آسان کام نہیں ہے، محض اللہ کا فضل ہے؛ اس لیے ذرا کوئی حافظ بھولا اور اس کے پیچھے پڑ گئے، یہ روش کسی طرح مناسب نہیں۔

رہا سوال نماز کا تو ظاہر ہے کہ جب امام نے نیت ہی توڑ دی تو نماز ختم ہوگئی، ان دو رکعتوں کو تو دہرانا پڑے گا ہی۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خالد سیف اللہ رحمانی، ۴/۶/۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۱۱-۴۱۳)

جمعہ میں لقمہ دینا درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید جمعہ کی نماز میں امام تھا، اس نے سورہ ''هَلْ اَتٰی'' شروع کی اور اخیر میں بھول گیا، بکر مقتدی نے اس کو بتایا، اس صورت میں نماز ہوگئی، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نماز ہوگئی۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴/۶۶)

قعدہ اولی کے ترک پر لقمہ دینا:

سوال: رسالہ رکن دین بحوالۂ درمختار لکھا ہوا کہ سجدۂ سہو تلاوت و قعدۂ اولیٰ و تکبیر زائد عیدین اور دعائے قنوت اگر پیش امام ترک کر دے تو مقتدی کے اوپر بھی ترک لازم آتا ہے اور دار العلوم دیو بند کا ایک فتویٰ دیکھا گیا ہے کہ سجدۂ سہو کے لیے امام کو لقمہ دیدو، اگر چہ دونوں طرف سلام پھیر چکا ہو، اب اگر قعدہ اولیٰ چھوڑ کر امام کھڑا ہو جائے اور مقتدی لقمہ دیکر قعدۂ اولیٰ میں لوٹا دے تو نماز فاسد ہوگی، یا نہیں؟ سلام پھیرنے کے قبل لقمہ دیکر امام سے سجدۂ سہو کرایا تو نماز فاسد ہوئی، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد صغیر خاں میانجی مقام اوسیا ضلع غازیپور)

== یکره أن یفتح من ساعته کما یکره للإمام أن یلجئه إلیه، بل ینتقل إلیٰ آیة أخریٰ لایلزم من وصلها مایفسد الصلاة أو إلیٰ سورة أخریٰ، أو یرکع إذا قرأ قدر الفرض، إلخ. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب: المواضع التی لایجب فیها ردالسلام تتمة: ۲/۳۸۲، دار الکتب العلمیة، انیس)

(۱) یفسدها التکلم) هو النطق بحرفین أو حرف مفهم کع وق أمراً. (الدرالمحتار: ۲/۳۷۰) (کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها: ۱/۸۹، مکتبة زکریا، انیس)

(۲) (بخلاف فتحه علیٰ إمامه) فإنه لایفسد (مطلقاً) لفاتح وآخذ بکل حال. (الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها: ۱/۵۸۲) نیز دیکھئے: عالمگیری کشوری: ۱/۹۸، ظفیر)

الجواب

اگرامام نے قعدۂ اولیٰ ترک کیااور مقتدی نے لقمہ دیا اورامام قعدہ کے لیے لوٹ آیا تو نماز فاسد نہیں ہوئی، اسی طرح اگر امام سجدۂ سہو بھول گیا اور مقتدی نے لقمہ دیکر سجدۂ سہو کرایا تو نماز فاسد نہیں ہوئی۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۴۳۱/۳)

لقمہ دینے کا طریقہ کیا ہے:

سوال: نماز میں اگر امام کو سہو ہو جائے تو لقمہ دینے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب

سبحان اللہ کہہ کر امام کو لقمہ دے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶۲/۴)

قنوت کی تکبیر میں امام کو لقمہ دینے کا حکم:

سوال: تراویح پڑھنے کے بعد وتروں میں یہ واقعہ پیش آیا کہ امام تیسری رکعت میں بلا تکبیر کہے ہوئے اور رفع یدین کئے ہوئے دعائے قنوت پڑھنے لگا کسی مقتدی نے اسے اللہ اکبر کہہ کر آگاہ کیا چنانچہ اس نے اللہ اکبر کہہ کر اور رفع یدین کر کے پھر قنوت پڑھی اور نماز تمام کر کے سجدۂ سہو کیا تو نماز میں کوئی خرابی تو نہیں رہی؟

الجواب

فی الدرالمختار فی واجبات الصلاة: وقراءة قنوت الوتر وهومطلق الدعاء وكذا تكبير قنوته. فی ردالمحتار: أی الوتر، قال فی البحر فی باب سجود السهو: ومما الحق به أی بالقنوت تكبيره وجزم الزيلعی بوجوب السجود بتركه إلٰی قولهٖ وينبغی ترجيح عدم الوجوب، إلخ. (۴۸۸/۱) (۳)

(۱) وان فتح علٰی امامه لم يكن كلاماً استحساناً لأنه مضطر الٰی اصلاح صلاته فكان هٰذا من أعمال صلاته معنی (وينوی الفتح علٰی امامه دون القراءة) هو الصحيح لأنه مرخص وقراءته ممنوع عنها. وفی الحاشية الكلام علٰی ثلاثة أقسام أحدهما ما لا يكون عينه ولامعناه كلاماً بل ذاكراً وثانيها أن يكون عينه كلاماً وكذا معناه. وثالثها مايكون عينه ذاكراً ومعناه كلاماً أما الذی يكون عينه ومعناه ذاكراً فلا تفسد به الصلوٰة وان وقع فی غيرمحله. (الهداية مع حاشيته، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱۱۶/۱-۱۱۷، ثاقب بکڈپو دیوبند، انیس)

(۲) أويدفع بالتسبيح لمارويناه من قبل. (الهداية) قوله لمارويناه من قبل يعنی قول النبی صلی اللّٰه عليه وسلم: "إذا نابت أحدكم نائبة وهوفی الصلاة فليسبح". (حاشية الهداية، باب ما يفسد الصلاة: ۱۲۴/۱، ظفير) (۱۱۸/۱-۱۱۹، مكتبة رشيدية ديوبند، انیس)

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتارواجبات الصلاة: ۴۶۸/۱ (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: لاينبغی أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية: ۱۶۳/۲، دارالكتب العلمية، انیس)

پس روایت وجوب پر تو کوئی شبہ ہی نہیں کہ بتلانا ٹھیک ہوا اور دوسری روایت یعنی عدم وجوب پر یہ بتلانا زائد ہوا، مگر مفسد صلوٰۃ نہیں ہے اور نماز ہر حال میں صحیح ہوگئی، جیسے قرأت میں بلا حاجت بتلانے سے نماز صحیح ہو جاتی ہے، اگرچہ امام لقمہ لے لے اور چونکہ کوئی امر موجب سجدہ سہو کا نہیں پایا گیا؛ اس لیے سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔

۸/رمضان ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ ۳۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۵۱)

''سبحان الله'' کہہ کر لقمہ دینا حدیث سے ثابت ہے:

سوال: ایک شخص امام کے سہو پر ہر موقع میں ''سبحان الله'' سے لقمہ دینا افضل بتاتا ہے، حدیث سے ثابت ہے، یا نہیں؟

الجواب

حدیث شریف میں ایسا ہی وارد ہوا ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۶۲-۶۳)

ایک سجدہ کر کے دوسرا سجدہ جب امام بھول جائے تو لقمہ کیسے دیا جائے:

سوال: امام نے ایک رکعت پڑھ کر ایک سجدہ کیا اور تشہد پڑھنے کو بیٹھ گیا، دوسرے سجدہ کو کس طور سے مقتدی کو یاد دلانا چاہئے؟ اگر مقتدی ''الله أكبر'' یا ''سبحان الله'' کہتا ہے تو امام کھڑا ہوتا ہے؟

الجواب

یاد دلانے سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ '' سبحان الله '' وغیرہ کہہ کر امام کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ کچھ کمی وبیشی نماز میں ہوگئی ہے، اس پر وہ خود غور کر کے یاد کرے گا کہ کیا فعل رہا ہے، نہ یہ کہ بعینہ وہ فعل بتلایا جاوے، جو کہ فوت ہوا ہے، لہٰذا تنبیہ کے لئے ''سبحان الله'' کہہ دینا کافی ہے، اگر اس کو یاد آ گیا فبہا، ورنہ بعد نماز کے معلوم ہونے پر نماز کا اعادہ کیا جائے گا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۱۶۱-۱۶۲)

''التحیات'' چھوڑ کر اٹھنے والے کو ''التحیات'' کہہ کر یاد دلانا کیسا ہے:

سوال: اگر قعدۂ اولیٰ میں التحیات پڑھنے کو بھول کر کھڑا ہونے لگے اور مقتدی التحیات کہہ کر یاد دلا دے تو کچھ حرج تو نماز میں نہ ہوگا؟

---

(۱) قال عليه الصلاة والسلام :" التسبيح للرجال والتصفيق للنساء ". (ردالمحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۳۷۷، ظفير) (كتاب الصلاة، مطلب: في ستر العورة: ۲/۷۸-۷۹، دار الكتب العلمية/ والحديث رواه البخاري، باب التصفيق للنساء، رقم الحديث: ۱۲۰۳، انيس)

الجواب

"سبحان اللّٰہ" کہنا چاہیے اور اگر لفظ "التحیات" کہہ دے، تب بھی نماز صحیح ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۶۲/۴)

قعدہ اخیرہ کرنے کے بعد "السلام علیکم" کہہ کر لقمہ دینا کیسا ہے:

سوال (۱) امام نے چار رکعت والی نماز میں قعدہ اخیرہ میں سلام ادا نہیں کیا اور قیام کیا، زید نے امام کو "السلام علیکم" کہا، اس صورت میں زید کی نماز قائم رہی، یا نہیں؟

دوسری رکعت میں اخیر قعدہ سمجھ کر لقمہ دے تو کیا حکم ہے:

(۲) امام نے تین رکعت والی نماز پڑھائی، زید کو دوسری رکعت کے قعدہ میں خیال ہوا کہ یہ تیسری رکعت ہے اور امام کو "السلام علیکم" یا فقط "السلام" کہہ کر بٹھانا چاہا، اس صورت میں زید کی نماز قائم رہی، یا نہیں؟

الجواب

(۱-۲) دونوں صورتوں میں زید کی نماز میں کچھ خلل نہیں آیا، کیونکہ غرض اس کی امام کو تلقین کے لیے "السلام علیکم" کہنا تھا؛ یعنی یہ کہ یہ سلام پھیرنے کا وقت ہے اور اخیر میں بیٹھنے کا وقت ہے، سو اگر چہ ایسے موقع پر زید کو "سبحان اللّٰہ" کہنا چاہیے تھا؛(۲) لیکن "السلام" الخ کے لفظ کہنے سے بھی نماز میں کچھ فساد اور خلل نہیں آیا۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۶۸/۴-۶۹)

قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد امام سہواً کھڑا ہوا مقتدی کے لقمہ دینے پر بیٹھ گیا اور تشہد پڑھ کر سجدۂ سہو کیا اور پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرا تو نماز ہوگئی، یا نہیں:

سوال: ایک شخص قعدۂ اخیرہ میں بیٹھا اور تشہد پڑھنے لگا اور تشہد پڑھنے کے بعد یہ سمجھ کر کھڑا ہوا کہ شاید دوسری

---

(۱) (وان فتح علٰی امامه لم یکن کلاماً استحساناً) لأنه مضطر الٰی اصلاح صلاته فکان هٰذا من أعمال صلاته معنی (وینوی الفتح علٰی امامه دون القراءة) هو الصحیح لأنه مرخص وقراءته ممنوع عنها وفی حاشیة الکلام علٰی ثلاثة أقسام: أحدهما ما لا یکون عینه ولامعناه کلاماً بل ذاکراً وثانیها أن یکون عینه کلاماً وکذا معناه وثالثها مایکون عینه ذاکراً ومعناه کلاماً أما الذی یکون عینه ومعناه ذاکراً فلا تفسد به الصلاة وان وقع فی غیر محله. (الهدایة مع حاشیته، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۱۱۶/۱-۱۱۷، ثاقب بکڈپو دیوبند، انیس)

(۲) قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "من نابه شیء فی صلاته فلیسبح" فإنه إذا سبح التفت إلیه وإنما التصفیق للنساء". (نصب الرایة: ۷۶/۲، ظفیر) (کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها: ۷۴/۲، دار الکتب العلمیة، بیروت، انیس)

رکعت یعنی قعدۂ اولیٰ ہے، مگر مقتدی کے آواز دینے سے بیٹھا اور پھر التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو کیا اور سجدہ سہو کرنے کے بعد پھر تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرا، ایسی حالت میں اس کی نماز کیسی ہوئی؟

الجواب

قال في الدر المختار: (وإن قعد في الرابعة) مثلا قدر التشهد (ثم قام عاد وسلم) ولو سلم قائمًا صح، آه. (۱)

قال الشامي: أي عاد للجلوس لمامر أن مادون الركعة محل للرفض وفيه إشارة إلٰى أنه لايعيد التشهد وبه صرح في البحر: قال في الإمداد: والعود للتسليم جالسا سنة؛ لأن السنة التسليم جالسا والتسليم حالة القيام غير مشروع في الصلٰوة المطلقة بلا عذر فيأتي به على الوجه المشروع فلوسلم قائمًا لم تفسد صلاته وكان تاركا للسنة، آه. (۷۸۲/۱) (۲)

قلت: ومثال العذر ما إذا انتقض وضوءه وهو قائم فيسلم قائماً ولا ينتظر القعود فإن المضي في الصلاة بعد انتقاض الوضوء لايجوز والله أعلم وذكرت هٰذه المسئلة استطرادا للحاجة إليها والله تعالٰى أعلم.

اس صورت میں دوبارہ تشہد پڑھنے کی ضرورت نہ تھی؛ بلکہ بیٹھے ہی سلام پھیر کر سجدۂ سہو کر لینا چاہیے تھا؛ لیکن اگر بیٹھنے کے بعد دوبارہ تشہد پڑھ لیا، پھر سلام پھیر کر سجدۂ سہو کیا، جب بھی نماز صحیح ہوگئی اور سجدہ سہو اس تاخیر کا بھی جائز ہوگیا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

یکم محرم الحرام ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۱۷۰/۲-۱۷۱)

☆ ☆ ☆

---

(۱) الدر المختار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۱۰۲/۱، مكتبة زكريا، انيس

(۲) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۵۵۳/۲، دار الكتب العلمية، انيس

مباحات نماز

بلاضرورت مصلی کا دوسرے سے پنکھا جھلوانا اچھا نہیں:

سوال: نماز تراویح باجماعت ہو رہی ہے اور مچھر کی کثرت اس قدر ہے کہ جب کاٹنے لگتے، اس وقت ایک قسم کی کھجلی پیدا ہو جاتی ہے، جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے؛ اس لیے پیچھے سے نابالغ لڑکے پنکھا کی ہوا دیتے ہیں، کیا یہ فعل درست ہے؟ نماز کے اندر کسی قسم کا نقص آئے گا، یا نہیں؟

الجواب

حامدًا مصلیاً، الجواب باللّٰہ التوفیق:

بلاضرورت اچھا نہیں، نیازمندی وعبدیت وانکساری کے خلاف ہے اور ضرورۃ جائز ہے، نماز میں اس سے نقصان نہیں آتا، لیکن نابالغ بچے نماز و جماعت سے محروم رہتے ہوں تو بہتر نہیں، (۱) مسجد کے برآمدہ میں، یا کھلے ہوئے صحن میں کہ جہاں مچھر کم ہوں، پڑھنا بہتر ہے کہ مسلمانوں کے نابالغ بچے نماز و جماعت کے ثواب سے محروم نہ رہیں۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاوی:۲/۲۱۰-۲۱۱)

پائتابہ پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: موزہ سوتی ہو، یا اونی، اس کے اوپر کپڑے کا جوتہ پہن کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ کپڑے کے جوتا سے مراد جو موزے کی حفاظت کے واسطے اکثر لوگ موزے پر پہنا کرتے ہیں اور کسی قسم کی گندگی کا شبہ نہیں ہے اور اس کو عربی و اردو میں کیا کہتے ہیں؟

(۱) بعض فتاویٰ میں جو یہ لکھا ہے کہ: ''اگر غیر مصلی مصلی کے پنکھا جھلے اور وہ اس پر راضی ہو تو ہمارے علماء کے نزدیک نماز فاسد ہے اور اس میں زائد احتیاط ہے؛ کیوں کہ اس صورت میں راضی ہونے کی وجہ سے مصلی پنکھا جھلوانے والا ہو جاتا ہے، ایسا ہی ''خزانہ جلالیہ'' میں ہے:

ولو روح غیر المصلی مصلیا ورضی بترویحه یفسد صلاته عند مشائخنا وهو الأحوط؛ لأنه بصیر مروحاً فی الصلاة، کذا فی الخزانة الجلالیة''.

مگر یہ روایت درایت کے موافق نہیں ہے اور نہ اس کی دلیل دعوی کے مطابق ہے، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ غیر مصلی کے جس فعل سے مصلی راضی ہو وہ مفسد نماز ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ (مجموعہ الفتاویٰ مطبوعہ میر محمد کراچی: ۱/۲۴۰)

الجواب

حامدًا و مصليًا، الجواب وباللّٰہ التوفيق:

موزہ سوتی خواہ اونی کی حفاظت کے واسطے جو پائتابہ یا خول کپڑے کا پہنا جاتا ہے، اس سے یقیناً نماز صحیح ہے، اس کو اردو میں ''پائتابہ'' یا ''خول وغلاف'' کہتے ہیں اور عربی میں ''جورب''، ''لفافہ'' و ''کرباس'' کہتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاوی: ۲/۲۰۸)

کھلے آسمان میں نماز پڑھنا:

سوال: ہماری مسجد میں ایک شخص نے آکر کہا کہ فرض نماز کھلے آسمان کے نیچے امام کو نہ پڑھانا چاہیے؛ بلکہ چھت، یا چھجہ جیسے سائبان کے نیچے رہ کر ہی پڑھانا چاہیے، کیا یہ درست ہے؟

ھو المصوب

فرض نماز ہو، یا نفل، یا کوئی اور کسی کے لئے چھت، یا سائبان کا ہونا ضروری نہیں ہے، کہیں بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے، اس امت کی اہم خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے لیے ساری سرزمین سجدہ گاہ بنادی گئی ہے؛ (۱) یعنی جہاں بھی پاک زمین ہو وہاں نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۵۹-۴۶۰)

نماز میں کھنکارنا:

سوال: زید امام ہے عمر مقتدی، دوران نماز کھنکارنے میں عمر کو بلغم آجاتا ہے، گلا صاف کرنے میں کچھ آواز آجاتی ہے تو کیا نماز فاسد ہوجائے گی، اعادہ لازم ہوگا؟

ھو المصوب

نہ نماز فاسد ہوگی اور نہ نماز قابل اعادہ ہے، جب کہ مجبوراً یہ صورت پائی جاتی ہو۔ (۲)

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۶۶)

---

(۱) وجعلت لی الارض مسجدًا. (صحیح البخاری، کتاب التیمم: ۱/۴۸ (ح: ۳۳۳) مکتبة ملت دیوبند، انیس)

(۲) قوله: والتنحنح بلا عذر... فإن كان التنحنح لعذر فإنه لايبطل الصلوٰة بلا خلاف وان حصل به حروف؛ لأنه جاء من قبل من له الحق فجعل عفوًا وإن كان من غير عذر ولا غرض صحيح فهو مفسد عندهما خلافا لأبی یوسف فی الحرفين. (البحر الرائق: ۲/۷) (کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۲/۸۰۷، دار الکتب العلمیة، انیس)

نماز میں بار بار تعوذ پڑھنا:

سوال: ایک شخص کو نماز میں بکثرت وسوسے آتے ہیں، اگر وہ ان کو دفع کرنے کے لیے بار بار تعوذ پڑھے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب

دفع وساوس کے لئے بار بار تعوذ پڑھنا مفسد صلوۃ نہیں، لہٰذا صورت مسئولہ میں دفع وساوس کے لیے بار بار ''اعوذ باللہ'' الخ پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوئی ہے۔

لما قال العلامة السید أحمد الطحطاوی: ولو تعوذ لدفع الوسوسة لاتفسد مطلقًا ولو لدغته وأصابه وجع فقال: بسم الله، لا تفسد وعلیه الفتوٰی، کما فی النصاب وفی قوله: وتعوذ لدفع الوسوسة لا تفسد مطلقاً، نظر، إذ لافرق بینها وبین الحوقلة. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۳۰/۳)

زیر ناف بال نہ مونڈنے والے کی نماز بھی درست ہے:

سوال: جو شخص زیر ناف کے بال نہ مونڈے، اس کی نماز صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز صحیح ہے؛ لیکن یہ فعل برا ہے اور چالیس دن سے زیادہ موئے زیر ناف کو باقی رکھنا مکروہ ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۹/۴-۵۰)

زیر ناف بالوں کی موجودگی میں نماز کا حکم:

سوال: اکثر لوگوں سے یہ سننے میں آیا ہے کہ جس شخص نے زیر ناف بال چالیس دن تک صاف نہ کئے ہوں تو اس کی نماز نہیں ہوتی، کیا یہ شرعا درست ہے؟

الجواب

بہتر یہ ہے کہ زیر ناف بالوں کو ہفتہ میں ایک بار صاف کیا جائے، چالیس دن تک بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ ہے؛ لیکن اس کراہت کے باوجود نماز پڑھنا درست ہے، اگر چہ یہ عمل بذات خود مناسب نہیں۔

(۱) طحطاوی علی الدر المحتار، باب ما یفسد الصلوٰة وما یکره فیها: ۲٦٤/۱، مکتبة الاتحاد دیوبند، انیس

(۲) الأفضل أن یقلم أظفاره ویحفی شاربه ویحلق عانته وینظف بدنه بالاغتسال فی کل أسبوع مرة فإن لم یفعل ففی کل خمسة عشر یومًا ولا یعذر فی ترکه وراء الأربعین إلخ ویستحق الوعید کذا فی القنیة. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء وقلم الأظفار: ۳٥۷/٥-۳٥۸، دار الکتب العلمیة، انیس)

لما فی الهندية: الأفضل أن يقلم أظفاره ويحفی شاربه ويحلق عانته وينظف بدنه بالاغتسال فی كل أسبوع مرة فإن لم يفعل ففی كل خمسة عشر يومًا ولايعذر فی تركه وراء الأربعين فالأسبوع هو الأفضل والخمسة عشر الأوسط والأربعون الابعد ولا عذر فيما وراء الأربعين ويستحق الوعيد. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۳۰/۳)

زکوٰۃ کی رقم سے خریدی ہوئی صفوں پر نماز کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص مسجد کے لیے زکوٰۃ کے پیسوں سے صفوں کا انتظام کرے تو کیا ان صفوں پر نماز پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز کے لیے مکان (جگہ) کا پاک ہونا شرط ہے، چاہے جیسا بھی ہو، صورت مسئولہ کے مطابق یہ صفیں چونکہ پاک ہیں؛ اس لیے ان پر نماز پڑھنا درست ہے، اگر چہ لانے والے کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی؛ اس لیے کہ تملیک کی شرط مفقود ہے۔

لما قال الحصكفی: يشترط أن يكون الصرف... (تمليكا لا إباحة كمامر (لا) يصرف (إلٰی بناء) نحو (مسجد و) لا إلٰی (كفن ميت). (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۲۹/۳-۲۳۰)

نمازی کے آگے کتا اور عورت کے گذرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

سوال: بحالت نماز سامنے سے عورت، یا کتا گذر جائے تو اس سے نماز فاسد ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

عورت اور کتے کا نمازی کے سامنے سے گذرنا مفسد نماز نہیں۔

قال ابن عابدين: (قوله ولو امرأة أو كلباً) بيان للاطلاق وأشاربه إلی الرد علی الظاهرية بقولهم يقطع الصلاة مرور المرأة والكلب والحمار وعلٰی أحمد فی الكلب الأسود. (۳) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۲۸/۳)

---

(۱) الفتاوٰی الهندية، كتاب الكراهة، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء وقلم الأظفار: ۳۵۷/۵-۳۵۸، مكتبة زكريا، ديوبند، انيس

لما قال العلامة الحصكفی: وحلق عانته وتنظيف بدنه بالاغتسال فی كل أسبوع مرة تحت قوله وكره تركه) أی تحريمًا لقول المجتبی ولا عذر فيما وراء الأربعين ويستحق الوعيد. (رد المحتار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، فصل فی البيع: ۵۸۳/۲، دار الكتب العلمية، انيس)

(۲) الدر المختار علٰی صدر رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲۹۱/۲، دار الكتب العلمية، انيس

فی الهندية: ولا يجوز أن يبنی بالزكٰوة المسجد وكذا القناطر والسقايات ... ==

نسوار اور سگریٹ کے ساتھ نماز پڑھنا:

سوال: بعض لوگ نسوار کی پڑتا، یا ڈبیہ نماز پڑھنے وقت جیب میں ہی رکھتے ہیں، کیا نسوار، یا سگریٹ جیب میں رکھ کر نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

الجواب

تمباکو کا استعمال شرعا مباح ہے، جس کی وجہ سے اس کے ساتھ نماز پڑھنا درست ہے، البتہ اگر نسوار، یا سگریٹ میں کوئی نجس چیز ملائی گئی ہوتو نماز صحیح نہیں ہوگی، تاہم یہ یادر ہے کہ گوبر کی بنی ہوئی راکھ اگر نسوار میں ملائی گئی ہوتو چونکہ یہ راکھ پاک ہے؛ اس لیے اس سے نسوار کی طہارت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (واللہ اعلم)

لما قال العلامة ابن عابدين: فإنه لم يثبت إسكاره ولا تفتيره ولا إضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة: الأصل في الأشياء الاباحة وإن فرض إضراره للبعض لايلزم منه تحريمه علىٰ أكل أحد، إلخ. (رد المحتار: ٤٦٥/١، كتاب الأشربة)(١)(فتاویٰ حقانیہ: ۲۰۱/۳-۲۰۲)

== وكل مالا تمليك فيه. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف: ١٨٨/١، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(٣) رد المحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب: إذا قرأ قوله تعالىٰ جدك بدون ألف لاتفسد: ٣٩٨/٢، دارالكتب العلمية، انيس)

(مارفي موضع سجوده لا تفسد) سواء المرأة والكلب والحمار لقوله صلى الله عليه وسلم لايقطع الصلوٰة شئ وأدروا اما استطعتم فإنما هو شيطان. (عن أبي سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لايقطع الصلوٰة شيئ و ادرؤا ما استطعتم فانما هو شيطان. (أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب من قال لا يقطع الصلوٰة شيئٌ: ١١١/١، مكتبة حقانية، انيس)

أن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم يقوم فيصلي من الليل واني لمعترضة بين وبين القبلة علىٰ فراش أهله. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب من قال لا يقطع الصلاة شيئ: ٧٣/١، قديمي، انيس)

(وإن أثم المار). (مراقي الفلاح علىٰ هامش الطحطاوي، كتاب الصلاة، فصل فيما يفسد الصلاة، ص: ١٣٤، دارالكتاب ديوبند، انيس)

حاشيه صفحه هذا:

(١) لما قال العلامة محمد كامل الطرابلسي: لماسئل عنه الدخان الذى شاع في زماننا وعمت به البلوى وحكم الله فيه قال: الجواب أن المجتهدين لم يتكلموا عليه؛ لأنه إنما حدث بعد هم والمتأخرون اختلفوا فيه: فمنهم من يقول بتحريمه ومنهم من يقول بإباحته ومنهم من توسط وقاله بكراهته أحسن مارأيت فيه قول شيخ مشائخنا خاتمة المحققين العلامة الأسير المالكي واختلف في الدخان والورع تركه. (فتاوىٰ كاملية ص: ٢٦٩، كتاب الخطر و الإباحة)

کھڑے کھڑے نماز میں نیند کا جھوکا آجائے تو کیا حکم ہے:

سوال: نماز میں کھڑے کھڑے نیند کا جھوکا آجائے تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

(مستفتی: بشیر احمد، سرخ ابدال پونہ، ۲؍رمضان ۱۴۲۵ھ)

الجواب

نماز ہوگئی۔

ولاینقض نوم القائم والقاعد، إلخ. (۱) والله أعلم وعلمه أتم

مفتی محمد شاکر خان قاسمی پونہ (فتاویٰ شاکر خان: ۱۱۷/۱) ☆

نماز عصر کے بعد قضا نماز اور سجدۂ تلاوت کا حکم:

سوال: نماز عصر کے بعد قضا نماز اور سجدۂ تلاوت کا کیا حکم ہے؟

الجواب وبالله التوفيق

عصر کی نماز کے بعد قضا نماز پڑھنا اور سجدۂ تلاوت کرنا شرعاً جائز ودرست ہے، ایسے وقت میں نوافل پڑھنا ممنوع ہے۔

"ویکره أن یتنفل بعد الفجر حتیٰ تطلع الشمس وبعد العصر حتیٰ تغرب لما روی أنه علیه الصلاة والسلام نهیٰ عن ذلک". (۲)

(۱) الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطهارة، الفصل الخامس فی نواقض الوضوء: ۱۲/۱، مکتبة زکریا دیوبند، انیس

☆ **فرش پر کپڑا بچھائے بغیر نماز پڑھنا:**

سوال: فرش پر نماز پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

(مستفتی: عبدالله، واڑیا کالج پونہ، ۹؍رمضان ۱۴۲۵ھ)

الجواب

فرش پاک ہو تو کپڑا بچھائے بغیر بھی اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

"تطهیر النجاسة من بدن المصلی و ثوبه والمکان الذی یصلی علیه واجب، إلخ. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة، الباب الثالث فی شرط الصلاة: ۵۸/۱، مکتبة زکریا دیوبند، انیس) والله أعلم وعلمه أتم

مفتی محمد شاکر خان قاسمی پونہ (فتاویٰ شاکر خان: ۱۱۳/۱-۱۱۴)

(۲) عن ابن عباس قال: أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لا صلاة بعد صلاة الصبح حتیٰ تطلع الشمس ولاصلاة بعدصلاة العصر حتیٰ تغرب الشمس. (أبو داؤد، باب من رخص فیهما اذا کانت الشمس مرتفعة: ۱۸۸/۱، مکتبة حقانیة)

قال أبوحنیفة یحرم فعل کل صلاة فی الأوقات الثلاثة سویٰ فعل عصر یومه عند الاصفرار ویحرم المنذور والنافلة بعد الصلاتین دون المکتوبة الفائتة وسجدة التلاوة وصلاة الجنازة. (بذل المجهود فی حل أبی داؤد، کتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة بعد العصر: ۱۱/۷، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

”ولابأس بأن يصلّى فى هٰذين الوقتين الفوائت ويسجد للتلاوة ويصلّى على الجنازة“. (۱)
فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم

سہیل احمد قاسمی، ۱۲/رجب ۱۴۱۴ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۲۱۶)

دو رکعتوں میں ایک چھوٹی سورۃ پڑھنا:

سوال: زید نے نماز تراویح میں (سورہ) ﴿ارأیت الذی﴾ میں دو رکعت اس طور پر کی کہ پہلی رکعت میں لفظ ”مسکین“ تک اور دوسری رکعت میں ختم تک، آیا یہ دو رکعتیں ہوئیں، یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئیں تو اب اس کی مکافات کیا ہوسکتی ہے؟

الجواب

یہ دونوں رکعتیں صحیح ہوگئیں؛ مگر ایسا کرنا مناسب نہ تھا، ایسی چھوٹی سورتوں میں دو رکعتیں ایک سورت کے اندر نہ پڑھنا چاہیے کہ اس صورت سے ہر رکعت میں تین آیات نہیں ہوئیں۔ (۲) (امداد الاحکام: ۲/۲۰۱-۲۰۲)

امام فرش پر ہو اور مقتدی مصلّٰی پر تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

سوال: زید کہتا ہے کہ جماعت میں امام کے نیچے جائے نماز، یا مصلّٰی ہو اور مقتدیوں کے نیچے نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی؟

الجواب

اگر امام کے نیچے جائے نماز اور مصلّٰی ہو اور مقتدیوں کے نیچے نہ ہو، یا برعکس تو نماز دونوں صورتوں میں صحیح ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۱۱۱)

نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا اور لانا کیسا ہے:

سوال: نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اگر خیال آجاوے تو نماز ہوجاوے گی، یا نہ؟ اگر نماز میں خیال لایا جاوے تو کیا حکم ہے؟

---

(۱) الهداية، كتاب الصلاة، فصل فى الأوقات التى تكره فيها الصلاة: ۱/۶۸-۷۰، مكتبة رشيدية ديوبند، انيس

(۲) ولو قرأ بعض السورة فى ركعة والبعض فى ركعة قيل يكره وقيل لا يكره وهو الصحيح، كذا فى الظهيرية ولٰكن لاينبغى أن يفعل لا بأس به، كذا فى الخلاصة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلوٰة، الباب الرابع فى صفة الصلوٰة، الفصل الرابع: ۱/۷۸، انيس)

(۳) اس لیے کہ اس سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی، صرف جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے، خواہ اس پر جائے نماز بچھی ہو یا نہ ہو۔ واللہ اعلم، ظفیر

الجواب

جب نماز میں خود التحیات میں اور درود شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے تو خیال آنا ضروری ہوا، باقی نماز خالص عبادت اللہ کے لیے ہے، غیر اللہ کا خیال علی سبیل التعظیم والعبادة نہ آنا چاہیے اور نماز ہر حال میں صحیح ہے؛ کیوں کہ خیال پر باز پرس نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۴۰/۴)

قطرہ کے خوف سے عضو خاص پر کپڑا لپیٹنے سے نماز میں نقصان نہیں ہوتا:

سوال: قطرہ نکلنے کے خوف سے پیشاب گاہ پر کپڑا باندھ کر نماز پڑھنا صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

صحیح ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۱۲/۴)

حالت نماز میں منھ سے کوئی چیز باہر آجائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی:

سوال: اثنائے نماز میں بمقدار چنے کی، یا کم وبیش کھانے کی چیز منہ میں سے نمازی کی زبان پر آئی، اس کو کپڑے، یا ہاتھ سے باہر نکال دینے سے نماز میں نقصان ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اس سے نماز میں کچھ نقصان نہیں آئے گا۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۲۱/۴)

نماز کے دوران اگر چھینک آئے تو کیا الحمد للہ کہنا چاہیے:

سوال: کیا نماز کے دوران اگر چھینک آجائے تو الحمد للہ کہنا چاہیے، جیسا کہ عام حالت میں کہتے ہیں؟

---

(۱) عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "إن الله تجاوز عن أمتی ما وسوست به صدورها مالم تعمل به أو تتكلم {متفق عليه} (مشكوٰة، كتاب الإيمان، باب فی الوسوسة، الفصل الأول، ص: ۱۸، ماذن پبلیکیشنز دیوبند، ظفیر) (صحيح البخاری، باب الخطر والنسيان فی العتاقة والطلاق. رقم الحديث: ۲۵۲۸/ صحيح مسلم، باب تجاوز الله عن حديث النفس، رقم الحديث: ۱۲۷، انیس)

(۲) يستحب للرجل أن يحتشی إن رابه الشيطان ويجب إن كان لاينقطع إلا به قدرمايصلی. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، كتاب الطهارة، نواقض الوضوء: ۱۳۹/۱، ظفیر)

(۳) (ولو) كان (معه حجر فرمی به) الطائر أونحوه (لا تفسد صلاته) لأنه عمل قليل (و) لكن قد (أساء) لاشتغاله بغير الصلاة. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: فی المشی فی الصلاة: ۳۹۱/۲، دارالكتب العلمية، انیس)

الجواب

نماز میں نہیں کہنا چاہیے؛ لیکن اگر کہہ لیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۵۶۹)

نماز کی حالت میں بلغم کس جانب تھوکے:

سوال: نماز کی حالت میں اگر بلغم آکر حلق میں رکاوٹ پیدا کردیا، پڑھنا مشکل ہوگیا اور تھوکنا بھی محال نہیں ہے، بائیں طرف جگہ ہے، اگر اس طرف کو منہ کرکے تھوک دے تو نماز میں نقصان آئے گا، یا نہیں؟ وقت اخیر قعدہ کا ہے؛ مگر التحیات ابھی شروع نہیں کی ہے؟

(المستفتی: محمد صغیر میانجی مقام اوسیا ضلع غازیپور)

الجواب

اگر بائیں طرف تھوکنے کا موقع ہے تو بے شک تھوک دے، اس سے نماز میں نقصان نہیں آتا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ غفرلہ (کفایت المفتی:۳/۴۳۱)

نماز کی حالت میں منہ میں آنے والے بلغم کو نگلنا:

سوال: نماز کی حالت میں منہ میں بلغم آجائے اور اس کو نگل لیا جائے تو نماز میں کوئی خلل تو واقع نہ ہوگا؟

الجواب

جی نہیں۔(۳) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۵۶۹)

رکوع میں سجدے کی تسبیح پڑھنے سے نماز نہیں ٹوٹتی:

سوال: نماز پڑھتے ہوئے کوئی غلطی ہوجائے، مثلاً: رکوع میں "**سبحان اللّٰہ ربی العظیم**" کی جگہ "**سبحان ربی الأعلٰی**" یا سجدے میں "**سبحان ربی الأعلٰی**" کی جگہ "**بسم اللّٰہ الرحمن**" یا کوئی لفظ نکل جائے تو کیا نماز ہوجاتی ہے؟

---

(۱) ولوعطس فقال له المصلی الحمد للّٰه لاتفسد؛ لأنه لیس بجواب.إلخ.(الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة، (الباب السابع)فیما یفسد الصلاة ومایکره فیها: ۱/۹۸، مکتبة زکریادیوبند،انیس)

(۲) عن أنس بن مالک قال:قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: إن المؤمن اذا کان فی الصلاة فانما یناجی ربه فلایبزقن بین یدیه أوعن یمینه ولکن عن یساره أوتحت قدمه الیسریٰ.(صحیح البخاری، کتاب الصلاة: ۱/۵۹، قدیمی،انیس)

(۳) وفی کتاب المساجد لابن نعیم من ابتلع ریقه اعظاماً للمسجد ولم یمح أمماً من أسماء اللّٰه تعالٰی ببزاق کان من خیارعباد اللّٰه.(عمدة القاری،باب حل البزاق بالیدین من المسجد:۶/۳۹۴،دار إحیاء التراث العربی بیروت،انیس)

الجواب

اگر سجدے میں ''سبحان اللّٰہ ربی العظیم'' یا رکوع میں ''سبحان ربی الأعلٰی'' کہہ لیا تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آیا، نماز صحیح ہے۔(۱)(آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/ ۵۵۷-۵۵۸)

کسی تحریر پر نظر پڑنے، یا آواز سننے سے نماز نہیں ٹوٹتی:

سوال: کیا حالت نماز میں اگر جائے نماز پر رکھی ہوئی کوئی چیز پڑھ لی جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے؟ آپ بتائیں کہ حالت نماز میں اگر کسی کی کہی ہوئی آواز سنی جائے اور حالت نماز میں اس آواز کا مفہوم سمجھ لیا جائے تو کیا نماز ٹوٹ جاتی ہے؟

الجواب

کسی لکھی ہوئی چیز پر نظر پڑ جائے اور آدمی اس تحریر کا مفہوم سمجھ جائے؛ لیکن زبان سے تلفظ ادا نہ کرے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی، (۲) اسی طرح کسی کی آواز کان میں پڑنے اور اس کا مفہوم سمجھ لینے سے بھی نماز نہیں ٹوٹتی۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/ ۵۵۴)

نوٹ پر تصویر ناجائز ہے، گو کہ جیب میں ہونے سے نماز ہو جائے گی:

سوال: مسجد خدا کا گھر ہے، اس میں کسی انسان کی تصویر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جب کہ مسلمان بھائیوں کی جیب میں نوٹوں پر چھپی ہوئی تصاویر ہوتی ہیں اور وہ نماز ادا کرتے ہیں، نوٹوں پر تصویر چھاپنا کیوں ضروری ہے، عوام تو قائد اعظم کا احترام کرتے ہیں، اگر ان کی تصویر نوٹ پر نہ ہو تو کیا فرق پڑے گا؟ کیا اس طرح جیب میں تصویر ہونے سے نماز ہو جاتی ہے؟ اگر نہیں تو اس کے لیے اسلام نے کیا فرمایا ہے اور ہم کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

نوٹوں پر تصویر کا چھاپنا شرعی طور پر جائز نہیں۔(۳)

---

(۱) السنة فی تسبیح الرکوع سبحان ربی العظیم إلا إن کان لایحسن الظاء فیبدل به الکریم لئلا یجری علی لسانه العزیم فتفسدبه الصلاة.(رد المحتار، کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،مطلب:قراء ة البسملة بین الفاتحة وبین الفاتحة والسورة حسن: ۱۹۸/۲،دارالکتب العلمیة،انیس)

(۲) لو نظر المصلی إلی مکتوب وفهمه)...ولم تفسد صلا ته لعدم النطق بالکلام،إلخ.(مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی، کتاب الصلاة،فصل فیما لا یفسد الصلاة،ص: ۳٤۱،دارالکتاب،دیوبند،انیس)

(۳) وظاهر کلام النووی فی شرح مسلم الاجماع علی تحریم تصویر الحیوان وقال:وسواء صنعه لما یمتهن أولغیره.فصنعته حرام بکل حال.(ردالمحتار، کتاب الصلاة،باب مایفسد الصلاة وما یکره،مطلب إذا ترد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة أولی: ٤۱٦/۲،انیس)

یہ دور جدید کی ناروا بدعت ہے اوراس کی وجہ سے متعلقہ محکمہ اورارباب اقتدار گناہگار ہیں؛ تاہم نوٹوں کے جیب میں ہونے کی صورت میں نماز صحیح ہے۔(۱)(آپ کے مسائل اوران کا حل:۵۵۳/۳)

عورت نمازی کے سامنے آئے تو کیا نماز نہیں ٹوٹتی:

سوال: ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے کتا، یا گدھا، یا عورت نکل جائے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے اور مشکوۃ شریف کا حوالہ دیتے ہیں، اس کا کہنا صحیح ہے، یانہیں؟ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا کیا مطلب ہے؟ یا یہ حدیث جعلی ہے، یامتروک ہے، یاضعیف ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــ باسم ملهم الصواب

(۱) عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت:أعد لتمونا بالكلب والحمارلقد رأيتني مضطجعة على السريرفيجئ النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فيتوسط السريرفيصلی فأكره إن أسنحه فانسل من قبل رجلی السريرحتٰی انسل من لحافي. (البخاری: ۷۲/۱)(۲)

(۲) عن أم سلمة رضی اللّٰه عنها،قالت: كان يفرش لی حيال مصلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه سلم كان يصلی وانی حياله. (۳)

(۳) أخبرتنی خالتی ميمونة بنت الحارث رضی اللّٰه عنها قالت: كان فراشی حيال مصلی النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فربما وقع ثوبه علٰی وأنا علٰی فراشی. (البخاری: ۷٤/۱)(۴)

(۴) عن عبد اللّٰه بن عباس رضی اللّٰه عنهما قال:أقبلت راكبًا علٰی حمارٍأتانٍ وأنا يومئذ قد ناهزت الاحتلام ورسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم يصلی بالناس بمنٰی إلٰی غيرجدار فمررت بين يدی بعض الصف فنزلت وأرسلت الأتان ترتع ودخلت فی الصف فلم ينكر علٰی ذلك أحد. (البخاری: ۱/ ۷۱)(۵)

---

(۱) **قوله لاالمستتربكيس أوصرة)بأن صلٰی ومعه سرة أوكيس فيه دنا نير أو دراهم فيها صور صغار فلا تكره لاستتارها بحر.(ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها،مطلب:إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولٰی: ٦٤٨/١)**

(وأيضاً): ويكره التصاوير على الثوب أما إذا كانت فی يده وهو يصلی لا بأس به؛لأنه مستوربثيابه، إلخ.(خلاصة الفتاوٰی،ص:٥٨،كتاب الصلاة،طبع رشيدية)

(۲) **كتاب الصلاة،باب الصلاة إلی السرير،رقم الحديث:٥٠٢،مكتبة أشرفية ديوبند،انيس**

(۳) **شرح معانی الآثار للطحاوی ،كتاب الصلاة،باب المروربين يدی المصلی هل يقطع عليه ذلك صلاته أم لا؟: ٣٠١/١،ثاقب بکڈپو ديوبند.انيس**

(۴) **كتاب الصلاة،باب إذا صلٰی إلٰی فراشه فيه حائض: ٧٤/١،رقم الحديث: ٥١١،أشرفية ديوبند،انيس**

(۵) **كتاب الصلاة،باب سترة الإمام من خلفه: ٧٤/١،رقم الحديث: ٤٨٧، مكتبة أشرفية،ديوبند،انيس**

(۵) عن الفضل بن عباس رضی اللّٰہ عهما قال: زاررسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم عباسًا فی بادیة لنا ولنا کلیبة وحمارة ترعی فصلی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم العصر وهما بین یدیه فلم یزجرا أولم یؤخرا. (النسائی: ۷۷/۱ / أبوداؤد: ۷۲/۱)(۱)

پہلی تین حدیثوں میں ہے کہ حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا بستر مختلف اوقات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلی کے سامنے ہوتا تھا اور آپ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

چوتھی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گدھی گذری، مگر آپ نے اس پر کچھ نہیں فرمایا،

پانچویں حدیث میں ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور کتیا اور گدھی آپ کے سامنے تھیں۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ عورت، یا گدھا، یا کتا سامنے آنے سے نماز نہیں ٹوٹتی اور جس حدیث میں فساد نماز کا حکم ہے، وہ منسوخ ہے؛ کیوں کہ اس حدیث سے مذکورہ بالا احادیث متأخر ہیں، دلیل تاخیر یہ ہے کہ پہلی تین احادیث کو حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد روایت کررہی ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ ان ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے نزدیک عورت کا سامنے ہونا مفسد نماز نہیں اور جس حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے، وہ منسوخ ہے، باقی رہا گدھے اور کتے کا حکم، سو حدیث فساد کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ یہ ہے کہ گدھا اور کتا مفسد نماز نہیں۔

عن عکرمة قال: ذکر عند ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما ما یقطع الصلاة، قالوا: الکلب والحمار، فقال ابن عباس: إلیه یصعد الکلم الطیب وما یقطع هٰذا ولکنه یکره. (۲)

خود راوی حدیث کا اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دینا دلیل نسخ ہے۔

قول نسخ کی بجائے یہ جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ قطع نماز سے مراد یہ ہے کہ یہ اشیاء قاطع توجہ ہیں اور یکسوئی میں مخل ہیں؛ اس لیے کہ عورت کی طرف طبعی میلان ہوتا ہے اور گدھے اور کتے کی شرارت کی وجہ سے اس طرف دھیان ہوجاتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول ولکنه یکره سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۸/رجب ۱۳۸۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۴۲۵-۴۲۶)

---

(۱) سنن النسائی، کتاب القبلة ذکر مایقطع المصلی الصلاة وما لایقطع إذا لم یکن بین یدی المصلی: ۸۷/۱، فیصل پبلیکیشنز دیوبند/ سنن أبی داؤد، باب من قال: الکلب لا یقطع الصلاة: ۱۹۱/۱، رقم الحدیث: ۷۱۸، المکتبة العصریة صیدا بیروت، انیس

(۲) شرح معانی الآثار، کتاب الصلاة، باب المرور بین یدی المصلی هل یقطع علیه ذلک صلاته أم لا: ۳۰۰/۱، ثاقب بکڈپو، دیوبند، انیس

ناپاک جگہ پرشیشہ بچھا کرنماز پڑھنا:

سوال: کسی ناپاک جگہ پرشیشہ کا تختہ بچھا کراس پرنماز پڑھ لی تو درست ہے، یا نہیں، جبکہ شیشہ کے نیچے کی ناپا کی نظر آتی ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

نماز ہوجائے گی۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه اللّٰه: وفي القنية: لو صلّٰى علٰى زجاج يصف ما تحته، قالوا جميعًا: يجوز، آه. (رد المحتار: ۱/ ۳۷٤)(۱)**فقط واللّٰه تعالٰى أعلم**

۱۷/ ربیع الاخر ۱۳۹۷ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۰۴)

"له" کو چھوڑ کر بھولے سے "للّٰه مافي السموات" پڑھ دیا:

سوال: نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ حشر کی قرأت میں آخری آیت کی "لــه" کو چھوڑ کر بھولے سے "للّٰــه مافي السموات" پڑھ دیا، آیا نماز فاسد ہوئی، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد صغیر خاں میاں جی، مقام اوسیا غازیپور، ۳۰/ اگست ۱۹۴۶ء)

الجواب ــــــــــــ

لہ کی جگہ اللہ پڑھ دیا تو نماز ہوگئی۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۳/ ۴۳۱)

جماعت ہورہی ہوتو تنہا نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال (۱) زید مسجد میں اس حال میں داخل ہوا کہ مسجد کے اندر ظہر کی جماعت شروع تھی، زید نے اس جماعت میں شامل نہ ہوکر تنہا نماز پڑھ لیا، کیا زید کا اس طرح نماز پڑھنا درست ہوا؟

حرام کمائی والے کپڑے میں نماز کا حکم:

(۲) عمر نے کوئی کپڑا ایک سو روپیہ کا خریدا اور اس میں ایک روپیہ حرام کمائی کا ہے، اس کپڑے میں نماز

---

(۱) كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۲/ ۷٤، دار الكتب العلمية، انيس

(۲) ولو زاد كلمة أو نقص كلمة أو نقص حرفاً أو قدمه أو بدله بأخر ... لم تفسد ما لم يغير المعنى. (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/ ٦۳۲، دار الفكر بيروت، انيس)

پڑھنے سے عمر کی نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) نماز با جماعت ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

"**والجماعة سنة مؤكدة للرجال**". (۱)

لہٰذا بلا عذر شرعی ترک جماعت گناہ ہے، اگر شخص مذکور نے بھی بلا کسی خاص وجہ شرعی کے ایسا کیا ہے تو گنہگار رہوا؛ لیکن نماز ہوگئی۔

(۲) نماز ہوجائے گی۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۲۳/۲/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۱۹/۲-۴۲۰)

مصلّٰی الٹ کر نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: مصلّٰی جس پر امام کھڑے ہوکر نماز پڑھاتے ہیں اوپر بدنما ہوجانے پر اسے پلٹ کر اس پر نماز پڑھائی جاسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جائے نماز کو الٹ کر بچھا کر اس پر نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۲۰/۲)

---

(۱) **الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۱۵/۱، انيس**

(۲) **وعن ابن عمر قال: من اشترى ثوبًا بعشرة دراهم وفيه درهم حرام لم يقبل الله تعالىٰ له صلاة مادام عليه. (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثالث: ۲۴۳/۱)(مسند الإمام احمد، مسند عبدالله بن عمر بن الخطاب، رقم الحديث: ۵۷۳۲/شعب الإيمان للبيهقي، الملابس والزى والأوانى ومايكره منها، رقم الحديث: ۵۷۰۷، انيس)**

(حرام لم يقبل الله تعالىٰ له صلاة) أى لايثاب عليها كمال الثواب وإن كان مثابًا بأصل الثواب وأما أصل الصلاة فصحيحة بلا كلام. (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الكسب، الفصل الفصل الثالث: ۵۰/۶، مكتبة أشرفية ديوبند، انيس)

(۳) اس لئے کہ مصلی الٹنے پر بھی پاک ہے اور پاک کپڑے پر نماز صحیح ہے۔

"**(هى) ستة (طهارة بدنية)... (من حدث)... (وخبث)... (وثوبه)... (ومكانه)" (الدرالمختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۷۳/۲-۷۴، دارالكتب العلمية، انيس)**

نماز کے بعد مسجد میں سوال کرنا اور سائل کو دینا کیسا ہے:

سوال: ہمارے یہاں مسجد میں مدرسے کے حضرات اور دیگر حضرات نماز کے بعد مدد کرنے کا سوال کرتے ہیں تو کیا مسجد میں سوال کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

فقہاء کرام نے یہ لکھا ہے کہ اگر سائل مجبور ہے اور وہ اپنے سوال کے لئے نمازیوں کے آگے سے نہیں گذرتا ہے اور ان سکی گردنوں کو پھلانگ کرنہیں جاتا ہے تو اس کے لیے مسجد میں سوال کرنا اور اس کو دینا دونوں جائز ہے، اگر وہ مجبور نہیں ہے؛ بلکہ پیشہ ور سائل ہے، یا نمازیوں کے آگے سے گذرتا ہے، یا تخطی رقاب کرتا ہے تو اس کو دینا جائز نہیں ہے۔

المختار أن السائل إذا كان لايمرّ بين يدى المصلّي ولا يتخطى رقاب الناس ولايسأل الناس إلحافًا ويسأل لأمر لابد منه، لابأس بالسؤال والاعطاء، ولا يحلّ اعطاء سؤال المسجد إذا لم يكونوا علىٰ تلك الصفة المذكورة، كذا في الوجيز للكردرى. (۱)

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر مدرسہ کے افراد مدرسہ کے ضروری کام کے لیے، یا دیگر مجبور حضرات جو واقعۃً مجبور ہوں، اپنی مدد کے لیے نماز کے بعد مسجد میں سوال کرتے ہیں تو ان کے لیے سوال کرنا شرعاً جائز ہے، بشرطیکہ وہ نمازیوں کے آگے سے نہ گذریں اور ان کی گردنوں کو پھلانگ کر نہ جائیں، جس سے نمازیوں کو تکلیف ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۵/۱۱/۱۴۰۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۲۰/۲-۴۲۱)

جس فرش پر جوتا پہن کر چلتے ہیں اس پر نماز پڑھنے کا حکم:

سوال (۱) ایک کمرہ ہے، وہاں زمین پر فرش بچھا ہوا ہے، لوگ ہر قسم کے آتے ہیں اور جوتا پہن کر فرش پر چلتے ہیں، اس جگہ پر نماز پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اگر پڑھ سکتے ہیں تو کس طرح؟

جس کاغذ پر تصویر ہو اس پر نماز کا حکم:

(۲) اخبار بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ جب کہ اس اخبار میں تصویر موجود ہے۔

الجواب ــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

(۱) جائے نماز، یا کوئی پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (۲)

---

(۱) الفتاوى الهندية، فصل في التراويح (الباب السابع عشر) في صلاة الجمعة: ۱٤٨/۱، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۲) هى) ستة (طهارة بدنة)...(من حدث) ...و (خبث)...(وثوبه)...(ومكانه) (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۷۳/۲-۷٤، دار الكتب العلمية، انيس

(۲) ایسا اخبار یا کاغذ بچھا سکتے ہیں جس میں سامنے رخ پر تصویر نہ ہو۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد نظام الدین، امیر شریعت بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴۱۶/۲-۴۱۷)

شناختی کارڈ جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: شناختی کارڈ جس کے اندر اپنی تصویر ہوتی ہے، اس کو جیب میں رکھ کر نماز پڑھیں تو کیا نماز ہو جائے گی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شناختی کارڈ اگر جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی جائے تو نماز بلاکراہت درست ہوگی؛ اس لیے کہ اس صورت میں تصویر پوشیدہ رہتی ہے اور فقہا نے یہ صراحت کردی ہے کہ تصویر اگر کسی چیز سے چھپی ہوئی ہو تو نماز بلاکراہت درست ہوگی، چنانچہ کسی کے ہاتھ، یا بدن میں تصویر ہو تو نماز بلاکراہت درست ہوگی؛ کیوں کہ تصویر کپڑے سے چھپی رہتی ہے، اسی طرح کوئی تھیلی (جس میں درہم، یا دینار ہو اور اس میں تصویر ہو) رکھ کر نماز پڑھی جائے تو تصویر کے پوشیدہ رہنے کی وجہ سے نماز بلاکراہت درست ہوگی۔

(و)لا يكره (لو كانت تحت قدميه) ...(أوفي يده)عبارة الشمني "بدنه"لأنها مستورة بثيابه (أوعلىٰ خاتمه) بنقش غيرمستبين،قال في البحر:ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس أو صرة أو ثوب آخر،إلخ.(الدرالمختار)(۲)

وفي رد المحتار:وفي المعراج: لا تكره إمامة من في يده تصاوير؛لأنها مستورة الثياب لا تستبين فصارت كصورة نقش خاتم، آه ... (قوله لا المستتر بكيس أو صرّة بأن صلىٰ ومعه سرة أو كيس فيه دنانيرأودراهم فيها صورصغار فلا تكره لاستتارها،بحر،ومقتضاه أنها لو كانت مكشوفة تكره الصلاة ...(قوله أو ثوب آخر)كان فوق الثوب الذي فيه صورة ثوب ساتر له فلا تكره الصلاة فيه لاستتارها بالثوب،بحر. (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲۱/۷/۱۴۱۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴۱۵/۲)

---

(۱) (ولبس ثوب فيه تماثيل) ذي روح وأن يكون فوق رأسه أو بين يديه أو(بحذائه) يمينة أويسرة أومحل سجوده (تمثال)...(و)لا يكره (لو كانت تحت قدميه).(الدرالمختار،كتاب الصلاة،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۹۲/۱ ،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

(۲) كتاب الصلاة،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۹۲/۱ ،مكتبة زكريا،انيس

(۳) ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها،مطلب:إذا ترددالحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولىٰ: ۴۱۷/۲-۴۱۸ ،دارالكتب العلمية، انيس

دوآیت پڑھی تو نماز ہوئی، یانہیں:

سوال: نماز میں ﴿وَالشَّمْسِ﴾ شروع کی اور درمیان میں دوآیت ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا...... وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا﴾ پڑھے تو نماز ہوگی، یانہیں؟

الجواب

نماز ہوگئی۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸۹/۴)

فرض میں تکرار آیات سے نقصان آتا ہے، یانہیں:

سوال: اگر فرض نماز میں کوئی شخص کسی آیت کو خدا کا خوف دل پر طاری ہوجانے کی وجہ سے، یا بطورِ دعا کے مکرر سہ کرر پڑھے، ایسا کرنے سے نماز ہوتی ہے، یانہیں؟

الجواب

تکرار ایک آیت کا بعض احوال میں ثابت ہے، پس نماز میں اس سے کچھ خلل نہیں آتا؛ مگر تکرار آیت جو ثابت ہے،(۲) وہ نوافل میں ہے، فرائض اور جماعت میں ایسا نہ کرنا چاہیے، اگرچہ نماز ہوجاتی ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۱۴/۴-۱۱۵)

(۱) عن أبی سعید قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: مفتاح الصلاۃ الطهور وتحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم ولاصلاۃ لمن لم یقرأ بالحمد وسورۃ فی فریضة أوغیرها.(سنن الترمذی،باب تحریم الصلاۃ وتحلیلها: ۵۵/۱،قدیمی)

وقال ظفر احمد عثمانی تحته: وقد عمل أصحابنا بکل الحدیث حیث أوجبوا قراء ۃ الفاتحة وضم سورۃ أو ثلاث آیاتها معها.(اعلاء السنن،کتاب الصلوٰۃ،باب قوله تعالیٰ: ﴿فاقرؤوا ما تیسر منه﴾ وبیان فریضة القراء ۃ: ۲۳۸/۲-۲۳۹،ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیة،باکستان،انیس)

من فرائضها التی لاتصح بدونها(إلیٰ قوله)ومنها القراء ۃ لقادرعلیها.(الدرالمختار،کتاب الصلاۃ،باب صفة الصلاۃ: ۷۰/۱،مکتبة زکریا دیوبند،انیس)

(قوله ومنها القراء ۃ):أی قراء ۃ آیة من القرآن وهی فرض عملی فی جمیع رکعات النفل والوتر وفی رکعتین من الفرائض.(ردالمحتار،کتاب الصلاۃ،باب صفة الصلاۃ،مبحث القراء ۃ: ۱۳۳/۲،دارالکتب العلمیة،انیس)

(۲) جسرۃ بنت دجاجة قالت سمعت أباذر یقول:قام النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بآیة حتیٰ أصبح یرددها والآیة: ﴿ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفرلهم فانک أنت العزیزالحکیم﴾.(المائدۃ:۱۱۸)(سنن ابن ماجة،باب ماجاء فی القراء ۃ فی صلاۃ اللیل،رقم الحدیث: ۱۳۵۰،انیس)

(۳) وإذا کرر آیة واحدۃ مرارًا فإن کان فی التطوع الذی یصلی وحده فذٰلک غیرمکروہ وإن کان فی الصلاۃ المفروضة فهومکروہ فی حالة الاختیاروأما فی حالة العذروالنسیان فلابأس،هٰکذا فی المحیط.(الفتاویٰ الهندیة،کتاب الصلاۃ،(الباب السابع) فیما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فی الصلاۃ: ۱۰۷/۱،مکتبة زکریا دیوبند،انیس)

ہر آیت پر وقف جائز ہے یا نہیں اور یہ مفسد صلوٰۃ تو نہیں:

سوال: وقف کرنا ہر آیت پر خواہ ماقبل و مابعد سے اس آیت کا تعلق ہو، یا نہ ہو؛ جائز ہے، یانہیں؟ اور ﴿رب العالمین﴾ اور ﴿الرحمن الرحیم﴾ کو نماز میں وصل نہ کرنا مفسد نماز ہے، یانہیں؟

الجواب

جواز میں کچھ شبہ نہیں ہے اور ﴿رب العالمین﴾ اور ﴿الرحمن الرحیم﴾ پر وقف کرنا درست ہے، مفسد نماز نہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۳۷)

قرأت میں رکنے اور لوٹانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

سوال: مشہور ہے کہ اگر امام قرأت میں رک گیا اور تین بار لوٹا، یا اور صحیح نہ پڑھ سکا تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے، یا غلط؟

الجواب

یہ بات غلط مشہور ہے، نماز نہیں ٹوٹتی۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۱۱۸)

کچھ پڑھ کر امام بھول جائے تو کیا کرے:

سوال (۱) اگر کوئی شخص نماز جہریہ میں قدرے قرأت پڑھ کر بھول گیا، مقتدی نے بغرض یاد دہانی لقمہ دیا؛ مگر امام نے لقمہ نہ لیا، حتی کہ مکرر سہ کرر پر بھی امام نے لقمہ نہ لیا؛ بلکہ نماز فسخ کر کے از سر نو تحریمہ سے نماز پوری کی تو امام کا یہ فعل جائز ہے، یانہیں؟

کیا اس صورت میں از سر نو نماز شروع کرے:

(۲) جس شخص کو ایسی صورت پیش آئے تو اس کو نماز فسخ کر کے از سر نو تحریمہ کرنا چاہیے، یا انتقال إلی آیة وإلی سورة أخریٰ کرنی چاہیے؛ یعنی درصورت عدم قراءة ما یجوز به الصلاة.

---

(۱) یکره أن یفتح من ساعته کما یکره للإمام أن یلجئه إلیه بل ینتقل إلیٰ آیة أخریٰ لایلزم من وصلها ما یفسد الصلاة أو إلیٰ سورة أخریٰ أویرکع إذا قرأ قدر الفرض، کما جزم به الزیلعی. (رد المحتار، باب مایفسد الصلوٰة وما یکره فیها: ۱/۵۸۲، ظفیر) (مطلب: المواضع التی لایجب فیها ردالسلام تتمة: ۲/۳۸۲، دارالکتب العلمیة، انیس)

مندرجہ بالا صورت میں نماز توڑنے پر زور دینا غلط ہے:

(۳) اگر کوئی شخص صورت بالا میں نماز فسخ کر کے از سر نو تحریمہ پر زور دے اور انتقال إلٰی آیة وسورة أخریٰ کو ناجائز کہے اور فسخ نماز میں اس عبارت کو حجت پکڑے، جو کہ صبح کی سنتوں کے متعلق ہے: ''إذا خاف فوت الجماعة يتركها''. صورت بالا میں اس عبارت کو فسخ نماز کی دلیل بنانا صحیح ہے، یا نہیں؟

''يتركها'' کے کیا معنی ہیں:

(۴) عبارت مذکورہ میں ''يتركها'' کے یہ معنی ہیں کہ اگر کسی کو جماعت کے فوت ہو جانے کا خیال ہو اور اس نے سنتیں شروع نہ کی ہوں تو سنتوں کو چھوڑ کر جماعت میں مل جاوے، یا یہ معنی بھی ہیں کہ اگر کسی نے بعد جماعت سنتیں شروع کیں اور بعد شروع خوف فوت جماعت ہوا تو سنتوں کو توڑ کر جماعت میں مل جاوے۔ لفظ ''يتركها'' دونوں صورتوں کو شامل ہے، یا کسی ایک صورت کو اور کونسی صورت کو؟ اگر ثانی صورت کو شامل ہے تو ﴿لَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ﴾ کا کیا مطلب ہے؟

الجواب

(۱-۲) امام کو اس صورت میں لقمہ لے لینا چاہیے تھا، یا دوسری آیت، یا سورة کی طرف انتقال کرنا چاہیے تھا اور اگر بقدر ''ما يجوز به الصلوٰة'' یا قدر مستحب قرأت ہو چکی تھی تو رکوع کر دینا چاہیے تھا، نماز کا توڑنا ایسی حالت میں فقہا نے نہیں لکھا۔

ردالمحتار: تتمة: يكره أن يفتح من ساعته كما يكره للإمام أن يلجئه إليه بل ينتقل إلٰى آية أخرىٰ لايلزم من وصلها ما يفسد الصلوٰة أوإلٰى سورة أخرىٰ أو يركع إذا قرأ قدرالفرض كما جزم به الزيلعي وغيره وفى رواية قدرالمستحب كما رجحه الكمال،إلخ. (۱)

وفى الدرالمختار: (بخلاف فتحه علٰى إمامه)فإنه لايفسد(مطلقاً)لفاتحٍ و آخذ بكل حال،إلخ. (۲)

وفى الشامي: قوله بكل حال أى سواء قرأ الإمام ما تجوزبه الصلوٰة أم لا انتقل إلٰى آية أخرىٰ أم لا تكرر الفتح أم لاهو الأصح. (۳)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب: المواضع التى لايجب فيها ردالسلام تتمة: ۳۸۲/۲، دارالكتب العلمية، انيس

(۲) الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۹۰/۱، مكتبة زكريا، انيس

(۳) رد المحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلوٰة وما يكره فيها: ۵۸۲/۱، ظفير

پس جب کہ فقہا نے اس قدر وسعت اس میں رکھی ہے تو پھر نماز کو فسخ کر دینا مناسب نہ تھا اور بحکم ﴿لاَ تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ﴾ اس حالت میں نماز کو توڑ دینا ممنوع تھا۔

(۳-۴) یہ امر او پر واضح ہوا کہ ایسی حالت میں فقہا نے لقمہ لینے کو، یا انتقال إلٰی آیة أخریٰ، یا إلیٰ سورة أخریٰ کو جائز رکھا ہے، پس اس کو نا جائز کہنا اور نماز کو توڑ کر دوبارہ تحریمہ باندھنے پر زور دینا بوجہ جہل کے ہے، مسائل شرعیہ سے واقف وفقیہ ایسا نہیں کہہ سکتا اور یہ احتیاط نہیں ہے؛ بلکہ وہم ہے اور خطا ہے اور عبارت مذکورہ کو اس بارے میں دلیل لانا اور صریح روایاتِ جواز وحکم فقہاء کو چھوڑنا دوسرا جہل ہے اور یہ استدلال غلط ہے۔ ''یترکھا'' کے یہ معنی ہیں کہ شروع نہ کرے، نہ یہ کہ شروع کر کے قطع کر دے، شروع کر کے قطع کرنے کی ممانعت فقہا نے صراحةً لکھی ہے۔

والشارع فی نفل لایقطع مطلقاً ویتمه رکعتین وکذا سنة الظهر وسنة الجمعة إذا أقیمت أو خطب الإمام یتمها أربعاً علی القول الراجح؛لأنها صلاة واحدة ولیس القطع للإکمال بل للإبطال خلافاً لما رجحه الکمال. (الدر المختار)(۱)

قوله خلافاً لما رجحه الکمال: حیث قال وقیل یقطع علٰی رأس الرکعتین وهو الراجح، إلخ. (۲)**فقط** (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴/۱۳۴-۱۳۶)

''صِرَاطَ الَّذِیْنَ'' پر سانس ٹوٹ جانے سے نہ کفر لازم آتا ہے اور نہ نماز فاسد ہوتی ہے:

سوال: ایک شخص جو علم قرأت سے ناواقف اور بے بہرہ ہے، جہری نماز میں امام ہوا اور بحالت اضطرار ''صِرَاطَ الَّذِیْنَ'' پر سانس منقطع ہوگیا، کیا وہ امام کافر ہوگیا اور نماز فاسد ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوئی اور امام مذکور کافر نہیں ہے؛ بلکہ اس کو کافر کہنے والے پر خوف کفر ہے۔

کما فی الحدیث:وعن ابن عمر قال:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:''أیما رجل قال لأخیه: کافر،فقد باء بها أحدهما''.{متفق علیه}(۳)

(۱) کتاب الصلاة،باب إدراک الفریضة: ۱/۹۹، انیس

(۲) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة، مطلب:صلاة رکعة واحدة باطلة لاصحیحة مکروهة: ۲/۵۰۶، دارالکتب العلمیة،انیس

(۳) مشکوة المصابیح، کتاب الآداب،باب حفظ اللسان والغیبة والشتم،الفصل الأول: ۴۱۱،ماذن پبلیکیشنز دیوبند/صحیح البخاری،باب من کفر أخاه بغیر تأویل فهو کما قال، رقم الحدیث: ۶۱۰۴/صحیح لمسلم،باب بیان حال إیمان من قال لأخیه المسلم:یا کافر،رقم الحدیث: ۶۰/موطأ الامام محمد بن الحسن الشیبانی،الخصومة فی الدین،رقم الحدیث: ۹۱۹،انیس

وفی حدیث اٰخر:عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:"سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر".{متفق علیہ}(۱)

وفی حدیث آخر أیضاً:عن أبی ذر قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:"من دعا رجلاً بالکفر أوقال:عدو اللّٰہ ولیس کذلک إلاحار علیہ".{متفق علیہ}(۲)(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴/۴۳)

"صِرَاطَ الَّذِیْنَ" پرسکوت کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

سوال: ایک امام سورۂ فاتحہ پڑھتے ہوئے ﴿صِرَاطَ الَّذِیْنَ﴾ پر قیام کرتے ہیں اور سانس بھی توڑ دیتے ہیں تو نماز ہوتی ہے، یا نہ؟

الجواب

نماز ہوجاتی ہے، مگر یہ بڑی غلطی ہے، ایسا آئندہ کرنا نہ چاہیے۔(۳) فقط(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴/۷۶)

فرض کی چاروں رکعتوں میں سورۃ ملانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

سوال: عصر کی چاروں رکعتوں میں سورۃ ملالی تو نماز ہوئی، یا نہیں، بلاسجدۂ سہو کے؟

الجواب

بلاسجدۂ سہو نماز ہوگئی۔(۴) فقط(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴/۶۰)

(۱) مشکٰوۃ،کتاب الآداب،باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم،الفصل الأول: ۴۱۱،ماذن پبلیکیشنز دیوبند، ظفیر(صحیح البخاری،باب خوف المؤمن من أن یحفظ عملہ وھو لا یشعر،رقم الحدیث:۴۸،صحیح لمسلم،باب بیان قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم:سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر،رقم الحدیث:۶۴،انیس)

(۲) مشکٰوۃ،کتاب الآداب،باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم،الفصل الأول: ۴۱۱، ماذن پبلیکیشنز دیوبند، ظفیر(صحیح لمسلم،باب بیان حال إیمان من رغب عن أبیہ،رقم الحدیث:۶۱،صحیح البخاری،باب ماینھی من السباب واللعن،عن أبی ذر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم،رقم الحدیث: ۶۰۴۵ بلفظ:"لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر إلا ارتدت علیہ إن لم یکن صاحبہ کذلک"،انیس)

(۳) ﴿اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ﴾ پر سانس توڑنا چاہیے۔ظفیر

(۴) واکتفی المفترض فیما بعد الأولیین بالفاتحۃ فإنھا سنۃ علی الظاھر ولوزاد لابأس بہ.(الدرالمختار،کتاب الصلاۃ،باب صفۃ الصلاۃ:۱/۷۷،مکتبۃ زکریا،دیوبند،انیس)

أی لوضم إلیھا سورۃ لابأس بہ لأن القراءۃ فی الأخریین مشروعۃ من غیرتقدیر و الاقتصار علی الفاتحۃ مسنون لاواجب فکان الضم خلاف الأولیٰ وذلک لاینافی المشروعیۃ والإباحۃ بمعنی عدم الإثم فی الفعل والترک.(ردالمحتار،باب صفۃ الصلاۃ،فصل تالیف الصلاۃ: ۱/۴۷۷،ظفیر)(کتاب الصلاۃ،مطلب مھم فی عقد الأصابع عند التشھد:۲/۲۲۱،دارالکتب العلمیۃ،انیس)

جس چٹائی پر کچھ لکھا ہو، اس پر نماز پڑھنا:

سوال: جاپانی چٹائی پر ''تبکی سمبایغ'' لکھا رہتا ہے، اکثر مسجدوں میں یہ چٹائی بچھا کر اس پر نماز پڑھی جاتی ہے، بعض اسے دیکھ کر کہتے ہیں کہ لکھی ہوئی چٹائی پر نماز جائز نہیں، اسلام برباد ہو جائے گا، وہ عربی عبارت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ چٹائی بنانے والے کا نام ہے، وہ قرآن کی آیت، یا حدیث، یا فقہ کی کوئی عبارت نہیں ہے، اس پر نماز پڑھنا بلا شک درست ہے، کوئی گناہ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس قسم کی چٹائیوں پر نماز پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

حامدًا و مصليًا، الجواب وبالله التوفيق:

وفي جمع النسفي: مصلى أوبساط فيه أسماء الله تعالىٰ يكره بسطه واستعماله في شئ. (۱)

ولابأس بالصلاة على الفرش والبسط واللبود. (۲)

جن مصلیوں وجائے نمازوں وفرشوں پر اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ، یا آیات قرآن مجید وکلمات طیبات وغیرہ لکھے ہوں، ان کو بچھانا واستعمال کرنا جائز نہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے بابرکت ناموں اور آیات کی بے حرمتی ہے اور ایسے مصلے وفرش وفروش کہ جن پر کوئی بابرکت اسما وآیات قرآنیہ واحادیث وفقہ کے جملے نہ لکھے ہوں اور ایسی عبارت لکھی ہو، جس کی شرع میں کوئی تعظیم وتکریم مطلوب ومقصود نہ ہو، خواہ خط نسخ میں، خواہ نستعلیق میں لکھے ہوں، ان کو بچھا کر ان پر نماز پڑھنا، یا مجلسوں میں بطور فرش کے استعمال کرنا، کسی حال میں ناجائز وخلاف ادب نہیں، جاپانی چٹائیوں پر ''تبکی سمبایغ'' جو لکھا ہوا ہے اس کی تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ جاوی تحریر ہے اور اس کے معنی جائے نماز ومصلے کے ہیں، لہٰذا ایسے مصلوں پر نماز پڑھنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں، جو لوگ اس پر نماز پڑھنا ناجائز کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام برباد ہو جائے گا، ایسے لوگ مسائل شرع واسلام کی حقیقت سے ناواقف ہیں، اس قسم کا غلو فی الدین وتشدد شرعاً خود معیوب فعل ہے۔

''**الدين يسر**''. (۳) ''**يسروا ولاتعسروا**''. (۴) (الحدیث) کے خلاف ہے، اس قسم کے تشدد سے لوگوں میں نااتفاقی ودشمنی پیدا کرنا ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاوی: ۲/۲۴۲-۲۴۳)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها، فصل كره غلق باب المسجد: ۱/۱۰۹، زكريا، انيس

(۲) قاضی خان، كتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة وما يكره فيها ومالايكره: ۱/۱۱۹، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۳) ''الدين يسرولن يغالب الدين أحد إلا غلبه''. (فيض القدير: ۳/۷۴۲، رقم الحديث: ۴۳۰۱)
وفي البخاري: ''إن الدين يسر''، إلخ. (مشكوٰة المصابيح، باب القصد في العمل، ص: ۳۳۲، انيس)

(۴) عن انس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يسروا ولا تعسروا، إلخ. {متفق عليه} (مشكوٰة المصابيح، كتاب الإمارة، باب ما على الولاة من التيسر، ص: ۳۲۲، ماذن پبليكيشنز ديوبند، انيس)

بندوق کی آواز سن کر منہ سے ''إلا اللّٰہ'' نکل جائے تو نماز ہوگی، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے، ناگاہ بندوق، یا گولہ کی آواز اس کے کان میں آئی، بےاختیار اس کے منہ سے إلا اللّٰہ نکلا، اس صورت میں نماز فاسد ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ اور لفظ إلا اللّٰہ بغیر لا إلٰہ کے ذکر کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

قال في الدر المختار: ولو سقط شيء من السطح فبسمل أو دعی لأحد أو عليه فقال: اٰمين تفسد ولا يفسد في الكل عند الثاني والصحيح قولهما، إلخ. (۱)

وفي رد المحتار: (قوله فبسمل) يشكل عليه ما في البحر: لو لدغته عقرب أو أصابه وجع فقال بسم اللّٰه قيل تفسد؛ لأنه كالآمين وقيل لا؛ لأنه ليس من كلام الناس. وفي النصاب: وعليه الفتوىٰ وجزم به في الظهيرية، وكذا لو قال يارب كما في الذخيرة. (۲)

پس معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں راجح عدم فساد نماز ہے اور ذکر ''إلا اللّٰــہ'' بدون ''لا إلٰــہ'' کے صوفیاء کرام میں معروف ومروّج ہے اور درست ہے؛ کیوں کہ مقصود اس میں اثبات بعد النفی ہے؛ اس لیے صوفیاء کرام جو یہ ذکر فرماتے ہیں تو اول پورا کلمہ '' لا إلٰہ إلا اللّٰہ '' پڑھتے ہیں، پھر اس نفی اول کے ساتھ اثبات کا کلمہ متصل کرتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ مقصود ''إلا اللّٰہ '' سے یہی ہوتا ہے کہ کوئی معبود ومقصود اللہ کے سوا نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶۵/۴-۶۶)

حکم تنحنح در نماز:

سوال: نماز میں مطلقاً تنحنح جائز بلا کراہت ہے، یا نہیں؟ اور تحسین صوت کے لیے امام اور مقتدی تنحنح کریں تو کیا حکم ہے؟

الجواب

في الدر المختار: والتنحنح بحرفين بلاعذر أما به بأن نشأ من طبعه فلا أو بلا غرض صحيح فلو لتحسين صوته أو ليهتدي إمامه أو للاعلام أنه في الصلاة فلا فساد على الصحيح. (۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر تنحنح بلا اختیار ہو تو بھی جائز ہے اور اگر تحسین صوت کے لیے ہو تو بھی درست ہے اور امام اور غیر امام اس میں برابر ہیں۔ واللہ اعلم

۲۰/رمضان ۱۳۲۲ھ۔ (امداد: ۵۶/۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۲۲/۱-۴۲۳)

(۱) الدر المختار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۸۹/۱، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۲) رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: المواضع التي لا يجب فيها رد السلام: ۳۸۱/۲، ظفير

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۳۷۶/۲-۳۷۷، دار الكتب العلمية، انيس

صرف حُسن آواز کے لیے کھانسنا مفسد صلوٰۃ ہے، یا نہیں:

سوال: اگر فرض نماز میں امام صاحب بلا عذر تنحنح کریں، جو محض حسن صوت کے لیے ہو اور جس کی تعداد تین مرتبہ تک پہنچ گئی ہو تو اس تنحنح کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی، یا نہیں؟

الجواب

قال فی الدر المختار: (والتنحنح) بحرفين (بلاعذر) إلخ، فلو لتحسين صوته، إلخ، فلا فساد على الصحيح. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حسن صوت کے لیے تنحنح کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اگر چہ تین بار، یا کم وبیش ہو؛ **لإطلاق الرواية.** فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶۵/۴)

نمازی کو غیر نمازی کا پنکھا کرنا:

سوال: اگر کوئی غیر نمازی ایک نمازی کو پنکھا جھلتا ہے اور وہ نمازی اس فعل پر راضی ہے تو اس کی نماز فاسد ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

بعض فتاویٰ میں نماز کا فاسد ہونا مذکور ہے۔ مجمع البرکات میں ہے:

ولو روح غير المصلي مصليا ورضى بترويحه يفسد صلاته عند مشائخنا وهو الأحوط؛ لأنه يصير مروحًا فى الصلاة، كذا فى الخزانة الجلالية، إنتهٰى.

لیکن یہ قول عقل کے خلاف ہے اور دلیل بھی دعویٰ کے مطابق نہیں، ورنہ غیر مصلی کے ہر فعل پر مصلی کے راضی ہو جانے سے نماز فاسد ہو جائے گی، حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ (۲) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۲۷)

غیر نمازی کے پنکھا کرنے سے نمازی کی نماز فاسد نہیں ہوتی:

سوال: اگر غیر نمازی نماز پڑھنے والے کو پنکھا ہلائے تو مصلی کی نماز میں کچھ فساد لازم آئے گا، یا نہیں؟

---

(۱) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۵۷۸/۱، ظفير (كتاب الصلاة: ۳۷۶/۲-۳۷۷، دار الكتب العلمية، انيس

(۲) ويكره أن يروح على نفسه بمروحة أو بكمه ولا تفسد به الصلاة مالم يكثر، كذا فى التبيين. (الفتاوىٰ الهندية، الفصل الثانى فيما يكره فى الصلاة ومالا يكره: ۱۰۷/۱، دار الفكر بيروت، انيس)

الجواب

مصلی کی نماز میں اس سے کچھ خلل اورفساد لازم نہیں آتا، اگرچہ یہ اچھا نہیں ہے کہ نمازی بحالت نماز کسی سے پنکھا کرائے؛ اس لیے اس کو چاہیے کہ پنکھا کرنے والے کو روک دے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۳/۴)

غیر مذبوح جانور کے اون کے موزے کے ساتھ نماز کی صحت وعدم صحت کی تحقیق:

سوال: اگراون غیر ذبیحہ سے موزہ بنایا جاوے تو اس کو پہن کر نماز جائز ہوگی، یا نہیں؟ خواہ جانور حلال ہو، یا حرام؟

الجواب

نماز جائز ہے اور وہ طاہر ہے، بجز خنزیر کے۔(۱)

فی الدرالمختار مع ردالمحتار: وشعر المیتة غیر الخنزیر علی المذهب وعظمها وعصبها وحافرها وقرنها (إلیٰ قوله) طاهر، آه. (۲)

۱۳/ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ (امداد صفحہ: ۵۹) (امدادالفتاویٰ جدید: ۴۴۹/۱)

جیب میں رشوت کے پیسے رکھ کر نماز درست ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کسی شخص کی جیب میں رشوت کا روپیہ پڑا ہوتو اس کی نماز ہوگی، یا نہیں؟ اور رشوت کے روپیہ سے بنا ہوا کپڑا اگر بدن پر ہو تو نماز ہوگی، یا نہیں؟

---

(۱) عن ابن عباس قال: إنما حرم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من المیتة لحمها وأما الجلد والشعر والصفوف فلابأس به. (سنن الدارقطنی. کتاب الطهارة: ۶۹/۱، مؤسسة الرسالة بیروت، رقم الحدیث: ۱۱۸، وقال الدرقطنی: عبدالجبار ضعیف، انیس)

اورانسان کے بالوں کا استعمال بوجہ تکرم کے حرام ہے۔ سعید

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار باب المیاه، مطلب فی أحکام الدباغة: ۳۵۹/۲ - ۳۶۰، دارالکتب العلمیة، انیس

قال: (وشعر المیتة وعظمها طاهر) لأن الحیاة لا تحلهما حتی لا تتألم بقطعهما فلا یحلهما الموت وهو المتنجس وکذلک العصب والحافر والخف والظلف والقرن والصوف والوبر والریش والسن والمنقار والمخلب لما ذکرنا، ولقوله تعالیٰ: ﴿ومن اصوافها واوبارها واشعارها﴾ (النحل: ۸۰) امتن بها علینا من غیر فصل. (الإختیار لتعلیل المختار، طهارة جلود المیتة: ۱۶/۱، مطبعة الحلبی القاهرة/ وکذا فی المحیط البرهانی، الفصل السادس فیما یجوز ومالایجوز بیعه: ۳۵۰/۶، دارالکتب العلمیة بیروت/ وکذا فی منحة السلوک شرح تحفة الملوک، کتاب الطهارة: ۴۸/۱، وزارة الأوقاف قطر، انیس)

الجواب

نماز ہو جاتی ہے اور نماز میں کراہت اس وجہ سے نہیں ہے کہ رشوت کا گناہ علاحدہ ہے اور اگر کپڑا بدن پر رشوت کے روپیہ سے بنا ہوا ہے تو اس سے نماز مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۴/۱۰۲)

پوسٹ کارڈ، یا دیا سلائی کی ڈبیہ جیب میں ڈال کر نماز ہوتی ہے، یا نہیں:

سوال (۱) پوسٹ کارڈ اور سکّہ مروجہ اور ڈبی دیا سلائی جن پر جاندار چیزوں کی تصویر ہوتی ہے، اگر کوئی اس کو جیب میں لے کر نماز پڑھے تو نماز درست ہوگی، یا نہیں؟

داڑھی کے بال پھنسے رہنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

(۲) داڑھی کا شکستہ بال جو کہ داڑھی میں پھنسا ہوا ہے تو نماز میں کچھ فرق تو نہ آوے گا؟

الجواب

(۱) نماز ہو جاتی ہے۔(۲)

(۲) اس سے نماز میں کچھ خلل نہیں آتا اور وہ بال شکستہ ناپاک نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۴/۵۵)

اگر دانتوں میں غذا رہ گئی اور نماز کے بعد پتہ چلا:

سوال: جو نماز کے بعد مسوڑھے میں سے کچھ غذا نکلی تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

غذا کا رہنا دانتوں میں مفسد نہیں۔(۳) فقط

(مجموعہ کلاں، ص:۱۴۷) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۷۳)

---

(۱) جس طرح ارض مغصوبہ میں مکروہ ہے۔

وكذا تكره في أماكن كفوق كعبة،إلخ، وأرض مغصوبة.(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵٤، ظفير)

(۲) وأن يكون فوق رأسه أو بين يديه أو بحذائه تمثال،الخ، ولا يكره لو كانت تحت قدميه،إلخ، أو علىٰ خاتمه بنقش غير مستبين،قال في البحر: ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس أو صرّة أو ثوب آخر أو كانت صغيرة لا تتبين تفاصيل أعضائها للناظر قائماً،إلخ.(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/٤۱٦-٤۱۸، دار الكتب العلمية، ظفير)

(۳) (ولو نظر إلى مكتوب وفهمه أو أكل ما بين أسنانه أو مر مار في موضع سجوده لا تفسد وإن أثم)أي لا تفسد صلاته بهذه الأشياء،الخ.(تبيين الحقائق، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۱٥۹، المطبعة الكبرىٰ الأميرية بولاق، انيس)

چوری کے کپڑے جو قیمتاً لیے گئے ہیں، ان میں نماز ہوگی، یا نہیں:

سوال: چوری کا کپڑا قیمت سے لے کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

نماز صحیح ہے؛ مگر جان بوجھ کر چوری کا کپڑا خریدنا نہ چاہیے، (۱) اور چوری کے کپڑے سے نماز نہ پڑھنی چاہیے اور اگر پڑھی تو نماز ہوگئی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۵/۴-۳۶)

چوری والے کپڑے کی ٹوپی اوڑھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: اکثر لوگ ایسا کرتے ہیں کہ درزی سے کوئی کپڑا مانگ لیا یا کرتہ میں مثلاً گلا لگوایا تو درزی دوسروں کے کپڑے میں سے لگاتے ہیں، ایسے کپڑے سے نماز جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

نماز ادا ہوجاتی ہے؛ لیکن ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور اگر گمان غالب یہ ہو کہ اس درزی نے چوری کا کپڑا لگایا ہے تو اس سے نماز بھی مکروہ ہوتی ہے، اگرچہ ادا ہوجاتی ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۰/۴، ۱۰۱)

زکوٰۃ کے پیسے سے خریدی ہوئی صفوں پر نماز جائز ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص زکوٰۃ کے پیسے سے جاء نمازیں خرید کر مسجدوں میں دیتا ہے تو تونگروں کا اس پر نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

نماز اس پر جائز ہوجاتی ہے؛ لیکن زکوٰۃ اس کی ادا نہیں ہوئی۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۱/۴)

---

(۱) وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدى ذمتين، سألت عنه الشهاب ابن الشلبي؟ فقال: هو محمول علٰى ما إذا لم يعلم بذلك، أما من رأى المكاس يأخذ من أحد شيئاً من المكس ثم يعطيه آخر ثم يأخذه من ذلك الأخر فهو حرام، آه. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٤٧١/٩، دار الكتاب، ديوبند، انيس)

(۲) وكذا تكره في أماكن كفوق كعبة، إلخ، وأرض مغصوبة. (الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، قبيل باب الأذان: ٣٥٤/١، ظفير)

(۳) زکوٰۃ کے پیسے مسجد میں لگانے درست نہیں ہیں، یہاں چونکہ تملیک پائی نہیں گئی؛ اس لیے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔

يصرف المزكي، إلخ، تمليكاً لا إباحةً كما مر، لايصرف إلٰى بناء نحو مسجد ولا إلٰى كفن ميت، إلخ. (الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ٨٥/٢، ظفير)

اشارہ کرنے سے نماز میں خرابی نہیں آتی:

سوال: زید وعمر نے ظہر میں بکر کی اقتدا کی، زید چونکہ نابینا ہے، رکعت سوم کو چہارم سمجھ کر بیٹھ گیا، عمر نے زید نابینا کو اشارہ کیا تو زید اور عمر کی نماز میں کچھ نقصان تو نہیں ہوا؟

الجواب

کچھ نقصان نہیں آیا۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۱۵/۴)

اشارہ مفسد صلوٰۃ نہیں:

سوال: اگر کوئی نابینا یا بینا جماعت میں خلاف امام کے بیٹھا رہا، جب کہ امام کھڑا ہو گیا، ایسی حالت میں دوسرا مقتدی اس کو متنبہ کرے، یا نہ؟ اگر کرے تو کیسے کرے، سبحان اللہ کہے، یا کچھ اور، یا ہاتھ پاؤں کا اشارہ کرے، ایسے خفیف طور پر کہ اپنی نماز فاسد نہ ہو، اگر مقتدی نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، جبکہ اس کو ایک رکعت اور پڑھنی چاہیے تھی، دوسرے مقتدی کے کہنے سے کھڑا ہو گیا، ان صورتوں میں نماز فاسد تو نہیں ہوگی؟

الجواب

مقتدی کے بیٹھے رہ جانے سے اس کو اشارہ سے متنبہ کرنے میں شامیؒ وغیرہ کی تحقیق سے عدم فساد صلوٰۃ ظاہر ہوتا ہے اور ان سب صورتوں کا جو آپ نے لکھی ہیں، ایک ہی حکم ہے؛ یعنی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

درمختار میں ہے:

لا بأس بتكليم المصلي وإجابته برأسه كما لو طلب منه شيئاً أو أرى درهماً وقيل أجيّد فأومأ بنعم أو لا، أو قيل كم صليتم فأشار بيده أنهم صلوا ركعتين. أما لو قيل له تقدم فتقدم أو دخل أحد الصف فوسع له فورًا فسدت. ذكره الحلبي وغيره خلافاً لما مرعن البحر.(۲)

وفي رد المحتار: (قوله أما لو قيل) هوما وعد به فيما تقدم قبيل قوله وفتحه علىٰ إمامه، وقدمنا هناك ضعفه عن الشرنبلالية.(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۱۶/۴)

---

(۱) لا بأس بتكليم المصلي وإجابته برأسه... أو أرى درهماً وقيل أ جيد فأومأ بنعم أو لا، أو قيل كم صليتم فأشار بيده أنهم صلوا ركعتين. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۴۱۲/۲، دار الكتب العلمية، انيس)

(۲) الدر المختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۹۱/۱، مكتبة زكريا، ديوبند، انيس

(۳) رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة كان ترك السنة أولىٰ: ۴۱۲/۲، دار الكتب العلمية، انيس

دومنزلہ مکان پرنماز درست ہے:

سوال: دومنزلہ مکان پرنماز پڑھنی جائز ہے، یانہ؟

الجواب

جائز ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۶۹)

جس سقّہ کی اجرت نہ دی جائے، اس کے پانی سے وضوونماز جائز ہے، یانہیں:

سوال: ایک مسجد میں وضووغیرہ کے واسطے پانی بھرنے کو بہشتی وغیرہ مقرر کئے جاتے ہیں اوران سے کہا جاتا ہے کہ تم پانی اچھی طرح سے بھرو، تم کواس کی اجرت مزدوری دی جائے گی، ایک سال کے بعد وہ اس پانی کی مزدوری مانگتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ مزدوری دی جاوے اور بعض کا خیال ہے کہ نہ دی جاوے اور جو وضوونماز اس پانی سے کی گئی وہ درست ہے، یانہیں؟

الجواب

اس بہشتی کی اجرت اور مزدوری مروّج دینی چاہیے، (۲) اور وضوونماز ہوگئی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۵۹)

نماز پڑھتے ہوئے اگر ہاتھ کپڑوں کے اندر ہوں تو نماز ہوتی ہے، یانہیں:

سوال: نماز کے وقت اگر ہاتھ کپڑے کے اندر ہیں تو نماز ہوتی ہے، یانہیں؟

الجواب

نماز درست ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۳۹)

---

(۱) اس لئے کہ یہ زمین ہی کے حکم میں ہے۔ محمل کے متعلق فقہاء لکھتے ہیں:

لاتجوز الصلاة عليها إذا كانت واقفة إلا أن تكون عيدان المحمل على الأرض بأن ركز تحته خشبة.(الدر المختار، كتاب الصلاة،باب الوتر و النوافل: ۱/ ۹۸،مكتبة زكريا،ديوبند،انيس)

وهٰذا لوبحيث يبقٰى قرارالمحمل على الأرض إلخ فيصيربمنزلة الأرض فتصح الفريضة فيه قائماً.(رد المحتار، كتاب الصلاة،باب الوتروالنوافل،مطلب:فى الصلاة على الدابة:۲/ ۴۸۹، دارالكتب العلمية،انيس)

(۲) عن عبد اللّٰه بن عمر قال:قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم: ''أعطوا الأجير أجرًا قبل أن يجف عرقه''.{رواه ابن ماجة}(مشكوٰة، كتاب البيوع،باب الإجارة،ص: ۲۵۸،ماذن پبليكيشنز،ظفير)

(۳) ورفع يديه إلخ ماساً بإبهاميه شحمتى أذنيه والمراد بالمحاذاة.(الدرالمختار، كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة: ۱/ ۷۴،مكتبة زكرياديوبند،انيس)

ووفق بينهما وبين روايات الرفع إلى المنكبين بأن الثانى إذا كانت اليدان فى الثياب للبرد كما قاله الطحاوى، إلخ.(ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة، مطلب:فى حديث''الأذان جزم:۲/ ۱۸۲،دارالكتب العلمية،انيس)

کیا باجماعت نماز میں ہر مقتدی کے بدلے ایک گنا ثواب ملتا ہے:

سوال: کیا باجماعت کی صورت میں ہر مقتدی کے بدلے بھی ایک گنا ثواب بڑھتا ہے، مثلاً اگر مقتدیوں کی تعداد ۲۰ ہو تو کیا ہر نمازی کا ثواب بھی ۲۰ر گنا ہو جائے گا؟ اس طرح اس جماعت میں مسواک کے ساتھ وضو سے کل ثواب یعنی ۸۵۰۰ر گنا ہو جائے گا۔

الجواب

جماعت جتنی زیادہ ہو، اتنی ہی افضل ہے اور افضل ہونے کا مطلب یہی ہے کہ اتنا ثواب بھی زیادہ ہے؛ مگر جو حساب آپ لگا رہے ہیں، یہ کسی حدیث میں نظر سے نہیں گزرا۔ (۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۴۱۸/۳)

چوغہ وعمامہ میں نماز ہوتی ہے، یا نہیں:

سوال: امام کہ لباس شرعی مثل چوغہ وازار ورداء وعمامہ را پوشیدہ امامت می سازد ولیکن پوشیدن این لباس اورا ناخوش است، آیا نماز جائز می شود، یا نہ؟ (۲)

الجواب

نماز ادا می شود۔ (۳) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴۵/۴)

سنت، یا تراویح میں قعدہ اخیرہ چھوڑنے کا حکم:

سوال: اگر سنت مؤکدہ کے قعدۂ اخیرہ کو فراموش کرکے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو یہ سنتیں مؤکدہ متبدل بنفل ہوجاویں گی، یا نہ؟ جیسا کہ فرائض میں اگر قعدۂ اخیرہ بھول کر ایک رکعت اور پڑھ لی تو فرائض مبدل بنفل ہو جاتے ہیں اور اعادۂ نماز ضروری ہوگا، یا مثلاً کسی نے دو تراویح میں قعدۂ اخیرہ نہ کیا؛ بلکہ بھول سے تیسری رکعت ملالی، بعد کو یاد آیا اور چوتھی رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کیا تو اب یہ دو رکعت تراویح مبدل بنفل ہوجاویں گی اور ان کا اعادہ ہوگا، یا نہ؟ مع حوالۂ کتب فقہ ارقام ہو۔

---

(۱) وفي المضمرات: أنه مكتوب في التوارة صفة أمة محمد و جماعتهم وأنه بكل رجل في صفو فهم تزاد في صلاتهم صلاة يعني إذا كانوا ألف رجل يكتب لكل رجل ألف صلاة. (البحر الرائق: ۳٦٧/١، طبع بيروت)

(۲) ترجمہ: ایسا امام جو شرعی لباس مثلاً چوغہ، ازار، چادر اور عمامہ پہن کر امامت کرتا ہے؛ مگر ایسا لباس اس کو پسند نہیں ہے تو کیا نماز ہوگی، یا نہیں؟ انیس

(۳) ترجمہ: نماز ہو جاتی ہے۔ انیس

الجواب

فی فتاویٰ قاضی خان (الجلد الأول،ص: ۱۱۵):

إذاصلى الإمام أربع ركعات بتسليمة واحدة ولم يقعد فى الثانية فى القياس تفسد صلاته وهوقول محمد وزفررحمهما الله تعالىٰ ويلزمه قضاء هٰذه التسليمة وهورواية عن أبى حنيفة وفى الاستحسان وهوأظهرالروايتين عن أبى حنيفة وأبى يوسف لا تفسد وإذا لم تفسد اختلفوا فى قول أبى حنيفة وأبى يوسف أنها تنوب عن تسليمة أوتسليمتين.قال الفقيه أبو الليث: تنوب عن تسليمتين؛لأن الأربع لماجاز وجب أن ينوب عن تسليمتين كمن أوجب علىٰ نفسه أن يصلى أربع ركعات بتسليمتين فصلى أربعا بتسليمة واحدة ذكر فى الأمالى عن أبى يوسف أنه يجوز فكذا ههنا وكذا لوصلى الأربع قبل الظهر ولم يقعد علىٰ رأس الركعتين جاز استحسانا.(۱)

قلت:ويلزمه سجدتا السهو.

اس روایت سے معلوم ہوگیا کہ سنت مؤکدہ اور تراویح ہر دو صحیح ہوگئیں۔واللہ اعلم

۲۱/رمضان ۱۳۲۵ھ(امداد:۹۲/۱)(امدادالفتاویٰ جدید:۴۴۹/۱-۴۵۰)

قبلہ سے کچھ منحرف مسجد میں پڑھی ہوئی نمازیں صحیح ہوئیں، یانہیں:

سوال: ایک مسجد میں لوگ نماز پڑھا کرتے تھے،چندروز کے بعد معلوم ہوا کہ مسجد جانب قبلہ سے منحرف ہے، بعد تحقیق کچھ لوگ پہلی ہی طرح سے رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں اور بعض اس جانب سے ذرا مڑکر پڑھتے ہیں۔اب جو لوگ پہلی جانب کو پڑھتے ہیں، ان کو نماز کا اعادہ کرنا چاہیے، یانہ؟اور قبل تحقیق جونمازیں پڑھی گئیں،ان کا اعادہ کرنا چاہیے،یانہ؟اور ٹیڑھی جانب کو اگر نماز پڑھتے رہیں تو نماز صحیح ہوگی،یانہ؟

الجواب

پہلے رخ پر جولوگ نماز پڑھتے ہیں،ان کی نماز صحیح ہے اور گذشتہ نمازوں کا اعادہ کرنا لازم نہیں ہے؛کیوں کہ تھوڑے سے انحراف سے استقبال قبلہ میں کچھ فرق نہیں آتا اور قطب حساب بھی تحقیقی نہیں ہے،تقریبی ہے۔(۲)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۶/۴)

---

(۱) فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ الهندیة،فصل فی السهو:۲۳۹/۱-۲۴۰،دارالفکر بیروت،انیس

(۲) فللمكى،إلخ، إصابة عنها،إلخ،ولغيره أى لغيرمعاينها إصابة جهتها بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتاً للكعبة،إلخ.(الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار،باب شروط الصلوٰة: ۳۹۷/۱،ظفير)

شک کی وجہ سے اعادہ کی ضرورت نہیں:

سوال: اگر نماز کے سجدے میں ناواقفی سے دعا کی، پس جب معلوم ہوا کہ یہ جائز نہیں، اب اسے شک ہوا کہ یہ دعا کلام الناس تھی، یا نہیں؟ پس اعادہ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب

شک میں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، اگر اعادہ کر لیوے تو اچھا ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۱۰۹)

سجدۂ سہو محض شک کی وجہ سے کیا تو نماز ہوگی، یا نہیں:

سوال: سجدۂ سہو بلاسبب وجوب اگر کوئی شخص محض شک کی بنا پر کرے تو وہ نماز صحیح ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

بلاوجوب سجدۂ سہو محض شک اور شبہ کی وجہ سے سجدہ سہو نہ کرنا چاہیے اور اگر اتفاق سے غلطی سے ایسا کر لیا تو نماز ہوجاوے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور آئندہ ایسے شبہ اور شک میں سجدۂ سہو نہ کرنا چاہیے،(۲) البتہ اگر ظن غالب ترکِ واجب کا ہو تو سجدۂ سہو حسب معمول بعد یک سلام کرے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۵۲-۵۳)

وسوسے کی وجہ سے نیت توڑنا مناسب نہیں:

سوال: زید کو نماز میں شک ہوا کہ میرا کپڑا پاک نہیں، اسی وقت نماز چھوڑ کر از سرِ نو کپڑے بدل کر اور چونکہ بیمار تھا؛ اس لیے از سرِ نو تیمّم کر کے نماز پڑھنا شروع کیا، پھر نماز میں اس کو اپنے تیمّم کی عدم درستگی، یا تقاطر بول، یا عدم طہارت کا شبہ، یا وسوسہ پیدا ہوا، اس کا مزاج شکی ہے اور اس کو اکثر وسوسہ اور شبہات ہوا کرتے ہیں؛ لیکن دوبارہ شبہ ہونے پر بوجہ ہنسنے لوگوں کے اس نے بلاقرأت وتکبیر وتسبیح والتحیات ودرود کے نماز تمام کی اور قیام وقعود وغیرہ سے قیام صلوٰۃ وقعود صلوٰۃ کی نیت نہیں کی اور دو رکعت سنت کی جگہ پر بھی اسی طرح بلانیت وبدونِ قراءت وغیرہ کے صرف قیام وقعود وغیرہ کر لیا، بعد کو وہ اپنے اس فعل پر سخت نادم وپشیمان ہوا اور توبہ کی اور اس نماز کا اعادہ کر لیا تو وہ گنہ گار ہوگا، یا نہ؟

---

(۱) الیقین لایزول بالشک. (لأشباہ والنظائر، القاعدۃ الثالثۃ، ص:۴۷، مکتبۃ بیروت، انیس

(۲) ولوظن الإمام السھو فسجد لہ فتابعہ فبان أن لاسھو فالأشبہ الفساد. (الدرالمختار) (کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ: ۱/۸۷، مکتبۃ زکریادیوبند، انیس)

وفی الفیض: وقیل لاتفسد، وبہ یفتٰی. (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ، قبیل باب الاستخلاف: ۲/۳۵۰، مکتبۃ زکریادیوبند، انیس)

جب مسبوق کی نماز فاسد نہیں ہوئی تو اور دوسرے کی نماز بدرجۂ اولیٰ فاسد نہیں ہوگی۔ ظفیر

الجواب

ایسے وساوس اور شکوک سے نماز میں کچھ خلل نہیں آتا، زید کو نماز پوری کر لینی چاہیے تھی۔(۱) یہ اس کی جہل اور ناواقفیت کی وجہ سے ہوا کہ قراءۃ وغیرہ چھوڑ کر نماز کو فاسد کیا۔ بہر حال جب اس نماز کا اعادہ کر لیا تو نماز ہوگئی اور چونکہ اس نے غلطی سے نماز کو فاسد کیا اور قرأت وغیرہ چھوڑی اور پھر نماز کا اعادہ کر لیا؛ اس لیے جو کچھ گناہ ہوا تھا وہ معاف ہوگیا، آئندہ ایسا نہ کرے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۱۱۶/۴-۱۱۷)

وسوسے کا علاج:

سوال: اگر کسی شخص کے مزاج میں شکوک اور وساوس کثرت سے پیدا ہوں تو اس کے دفعیہ کی کونسی صورت ہے؟

الجواب

وساوس وشکوک واوہام کے دفعیہ کی یہی صورت ہے کہ اس کو وسوسہ شیطانی سمجھ کر اس کی طرف التفات نہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے اور نماز پوری کرے، احادیث میں اس کا یہی علاج وارد ہوا ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۱۱۷/۴)

حالت نماز میں دنیاوی خیالات سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

سوال: نماز میں دنیوی خیالات اور وساوس کے پیدا ہونے سے نماز درست ہوتی ہے، یا نہ؟

الجواب

نماز میں خیالات آجانے سے نماز میں فساد نہیں ہوتا حتی الوسع وسوسوں اور خیالات کو دفع کریں۔(۴) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۵۵/۴-۵۶)

---

(۱) اليقين لا يزول بالشک.(الأشباه والنظائر،القاعدة الثالثة،ص:٤٧،مكتبة بيروت،انيس)

عن أبى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أن الله تجاوزعن أمتى ما وسوست به صدرها،ما تعمل به أو تتكلم.(مشكوة المصابيح،كتاب الايمان،باب فى الوسوسة: ١٩/١،قديمى،انيس)

(۲) عن ابن أبى سعيد الأنصارى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الندم التوبة التائب من الذنب كمن لا ذنب له.(المعجم الطبرانى:٣٠٦/٢٢،مكتبة الشاملة،انيس)

(۳) عن القاسم بن محمد أن رجلا سأله فقال: إنى أهم فى صلاتى فيكثر ذلک على؟فقال له:أمض فى صلاتک فإنه لن يذهب ذلک عنک حتى تنصرف وأنت تقول ما أتممت صلاتى.{رواه مالک}(مشكوة،كتاب الصلاة، باب فى الوسوسة،الفصل الثالث،ص:١٩،ظفير)

(۴) عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"إن الله تجاوزعن أمتى ما وسوست به صدرها ما لم تعمل به أوتتكلم"متفق عليه.(مشكوة،باب الوسوسة،الفصل الأول،ص: ١٨،ظفير)

نماز میں اگر بھولی بسری باتیں یاد آئیں تو نماز ہوگی، یا نہیں:

سوال: جو لوگ نماز میں بظاہر مصروف ہوں اور خیالات پریشان ان کو بازاروں اور عدالتوں میں لے جاتے ہوں اور کل بھولی باتیں ان کو نماز میں یاد پڑتی ہوں تو یہ نماز باطل ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز فاسد و باطل نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴/۳۷)

اگر خود یقین ہو کہ میں نے رکعات پوری کی ہے اور دوسرے کم کہیں، تو کیا کرے:

سوال: ایک شخص کو یقین ہے کہ میں نے چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرا ہے؛ لیکن ایک دو آدمی کہتے ہیں کہ تم نے تین رکعت پر سلام پھیرا ہے تو وہ نماز لوٹاوے، یا اپنے یقین پر رہے؟

الجواب

اس کی نماز صحیح ہے اور اپنے ہی یقین پر اکتفا کرنا کافی ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴/۴۰۱-۴۰۲)

اگر دوران نماز دل میں برے خیالات آئیں تو کیا نماز پڑھنا چھوڑ دیں:

سوال: محترم: میں جب بھی نماز پڑھنے مسجد میں جاتا ہوں تو نماز کے دوران طرح طرح کے دنیاوی خیالات ذہن میں آتے ہیں، اور بعض اوقات تو ایسے گندے گندے خیالات ذہن میں آتے ہیں کہ پھر دل یہ کہتا ہے کہ اب نماز نہیں پڑھوں گا؛ کیوں کہ اس طرح تو ثواب کے بجائے اور گناہ ہوگا۔لہٰذا آپ بتائیں کہ اگر نماز کے دوران برے خیالات آئیں تو نماز ہوگی، یا نہیں؟

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم:"إن الله تجاوزعن أمتی ما وسوست به صدرها ما لم تعمل به أوتتكلم"متفق عليه.(الصحيح لمسلم، كتاب الايمان،باب بيان لمجاوز الله ون حديث النفس: ۷۸/۱،قديمی،انيس)

أبی العلاء أن عثمان بن أبی العاص أتی النبی صلی الله عليه وسلم فقال يارسول الله !إن الشيطان قدحال بينی وبين صلٰوتی وقراء تی يلبسها عليّ فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم:ذاک شيطان يقال له خنزب فإذا أحسسته فتعوذ بالله منه واتفل علٰی يسارک ثلثاً، ففعلت ذلک فأذهبه الله عنی۔ رواه مسلم.(كتاب السلام، باب التعوذ من شيطان الوسوسة فی الصلاة: ۲۲٤/۲ :،قديمی،انيس)

(۲) ولواختلف الإمام والقوم فلو الإمام علٰی يقين لم يعد.(الدرالمختارعلٰی هامش رد المحتار،باب سجود السهو: ۷۰۷/۱،ظفير)(كتاب الصلاة: ٥٦٣/۲ ،مكتبة زكريا،ديوبند،انيس)

الجواب

نماز میں ازخود خیالات کا لانا برا ہے، بغیر اختیار کے ان کا آ جانا برا نہیں؛ بلکہ خیالات آئیں اور آپ نماز کی طرف متوجہ رہنے کی کوشش کریں اور دھیان نماز کی سورتوں اور دعاؤں پر جمانے کی کوشش کریں تو آپ کو مجاہدے کا ثواب ملے گا، لہذا نماز میں خیالات آنے سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، ورنہ شیطان خوش ہوگا۔

حدیث میں آتا ہے کہ شیطان نماز میں تو وسوسے ڈالتا رہتا ہے اور نماز کے بعد کہتا ہے: تو نے کیا نماز پڑھی؟ ایسی نماز سے تو نہ پڑھنا بہتر ہے، ایسی نماز بھلا کیا قبول ہوگی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب وہ ایسا وسوسہ ڈالے تو اس سے کہہ دیا کرو کہ میرا معاملہ تیرے ساتھ نہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ (۱) جس مالک نے مجھے اپنے دربار میں سر جھکانے کی توفیق دی ہے، وہ اپنی رحمت سے دل جھکانے کی توفیق بھی دے گا اور اسے قبول بھی فرمائے گا، مردود! تو خود ملعون اور رحمت خداوند سے مایوس ہے، مجھے بھی رحمت سے مایوس کر کے اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہے۔

اس لیے آپ کا سوال کہ خیالات آنے سے نماز ہوگی، یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوگی اور ان شاء اللہ بالکل صحیح ہوگی، خواہ لاکھ وسوسے آئیں۔ (مگر خیالات خود نہ لائے، جائیں) (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۶۲/۳)

نماز میں قصداً پیر و مرشد کا تصور جائز نہیں:

سوال: ایک صاحب کا کہنا ہے کہ نماز پڑھتے وقت اپنے پیر و مرشد کا تصور کرنا چاہیے تو کیا یہ صحیح ہے؟

(۱) عن القاسم بن محمد: أن رجلاً سأله فقال: إنی أهم فی صلاتی فیکثر ذالک علی، فقال له: أمض فی صلاتک فإنه لن یذهب ذلک عنک حتٰی تنصرف وأنت تقول. ما أتممت صلاتی. {رواه مالک}(مشکوٰۃ، کتاب الإیمان، باب فی الوسوسة، الفصل الثالث، ص: ۱۹، انیس)

وفی المرقاة: فقال له امض فی صلاتک سواء کانت الوسوسة خارج الصلاة أو داخلها ولا تلتفت إلٰی موانعها فإنه لن یذهب ذلک عنک حتٰی تنصرف أی تفرغ من الصلاة وأنت تقول للشیطان: صدقت ما أتتمت صلوٰتی لکن ما أقبل قولک ولا أتمها أرغامالک ونقضا لما أردته منی وهٰذا أصل عظیم لدفع الوساوس وقمع هو أجس الشیطان فی سائر الطاعات. (مرقاة المفاتیح، کتاب الإیمان، باب فی الوسوسة، الفصل الثالث: ۱۴۵/۱، المکتبة أشرفیة، انیس)

(۲) وعن القاسم بن محمد أن رجلاً سأله فقال: إنی أهم فی صلوٰتی فیکثر ذلک علی فقال له، إمض فی صلوٰتک فإنه لن یذهب ذلک عنک حتٰی تنصرف وأنت تقول) للشیطان صدقت (ما أتممت صلوٰتی) لکن ما أقبل قولک ولا أتمها ارغاماً لک ونقضا لما أردته منی وهٰذا أصل عظیم لدفع الوساوس وقمع هو أجس الشیطان فی سائر الطاعات والحاصل: أن الخلاص من الشیطان إنما هو بعون الرحمن والإعتصام بظواهر الشریعة وعدم الالتفات إلی الخطرات والوساوس الذمیمة ولا حول ولا قوة إلا باللّٰه العلی العظیم. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الوسوسة، الفصل الثالث: ۱۴۵/۱، المکتبة الأشرفیة، انیس)

الجواب

نماز میں پیرومرشد کا قصداً تصور کرنا جائز نہیں، نماز میں صرف خدا تعالیٰ کا تصور کرنا چاہیے۔ (۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/۵۶۴)

نماز میں بچہ وغیرہ کا تصور اچھا نہیں:

سوال (۱) نماز میں پسر کا تصور کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۲)　کسی دنیاوی چیز کا خیال کرنا کیسا ہے؟

قصداً لڑکے کا تصور کرنا کیسا ہے:

سوال (۳) تکبیر تحریمہ کے بعد قصداً پسر کا خیال کیا جائے، یا نہیں؟

الجواب

(۱-۲)　نماز میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تصور اور کسی کا خیال قصداً نہ کرنا چاہیے۔ (۲)

(۳)　نہیں چاہیے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۱۰۳)

نماز اور تلاوت قرآن میں آنے والے وساوس پر توجہ نہ دیں:

سوال: میں جب بھی نماز کے لیے کھڑی ہوتی ہوں اور نیت باندھ لیتی ہوں تو طرح طرح کے وسوسے اور خیالات آنے شروع ہوجاتے ہیں، یہی کیفیت قرآن شریف پڑھتے وقت بھی ہوتی ہے، کوئی حل بتائیں؟

الجواب

وہ خیالات آپ کے ذہن میں پہلے سے موجود ہوتے ہیں، نماز اور قرآن ایک روشنی ہے، اس روشنی میں وہ نظر آنے لگتے ہیں اور جب یہ لائٹ بجھ جاتی ہے تو وہ خیالات بھی گم ہوجاتے ہیں، آپ نماز اور قرأت کی طرف متوجہ رہا کریں، ان خیالات کی کوئی پرواہ نہ کریں، آپ کو نماز کا پورا ثواب ملے گا، اگر توجہ ہٹ جائے تو پھر جوڑ لیا کریں۔ (۴)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/۵۶۴)

---

(۱)　فالأصل فيه (أي في الاستجاب) أنه ينبغي للمصلي أن يخشع في صلاته (وبعد أسطر) ولا يتشاغل بشيء غير صلاته، إلخ. (البدائع الصنائع: ۱/۲۱۵)

(۲)　﴿أن المساجد لله فلا تدعوا مع الله أحدًا﴾ (سورة الجن: ۱، ظفير)

(۳)　وفي الفتاوى: ولو تفكر في صلاته فتذكر حديثًا أو شعرًا أو خطبة أو مسئلة يكره ولا تفسد صلاته، هكذا في السراج الوهاج. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، (الباب السابع) فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۱۰۰، مكتبة زكريا، انيس)

(۴)　عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله تجاوز ==

نماز میں آنے والے وساوس کا علاج:

سوال: میں جب بھی نماز پڑھنا شروع کرتا ہوں تو ذہن میں بہت برے خیالات آتے ہیں، ان کی تصویر میرے بالکل سامنے ہو، بہت کوشش کرتا ہوں کہ یہ خیالات نہ آئیں؛ لیکن بہت مجبور ہوں اور ساتھ ہی اگر کوئی شور وشرابہ ہوتو نماز میں بھول جاتا ہوں، کیا میری نماز ہوجاتی ہے، یا کہ نہیں؟ اور اس کا کوئی روحانی حل فرمائیں؟

الجواب

نماز شروع کرنے سے پہلے چند لمحے یہ تصور کرلیا کریں کہ میری بارگاہ رب العزت میں پیشی ہورہی ہے، اگر جج کے سامنے کسی شخص کے قاتل ہونے، یا نہ ہونے کی پیشی ہورہی ہوتو ظاہر بات ہے کا اس کو خیالات نہیں آئیں گے، پس آپ یہ تصور کرکے کہ میں سب سے بڑے احکم الحاکمین کے سامنے پیش ہورہا ہوں اور میرے لیے حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے فیصلہ ہونے والا ہے، اس کی پابندی کریں گے تو ان شاءاللہ آپ کو وساوس اور خیالات سے نجات مل جائے گی۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۵۶۵)

غیراختیاری برے خیالات کی پرواہ نہ کریں:

سوال: میرے ذہن میں اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف کلمات آتے ہیں، میں اس سلسلے میں بہت پریشان ہوں، دن کے دوسرے اوقات میں کم جبکہ نماز اور قرآن کی تلاوت کے دوران زیادہ آتے ہیں، میں بہت توبہ کرتی ہوں، استغفار پڑھتی ہوں، اکثر اس بری عادت پر قابو پالیتی ہوں؛ مگر پھر سے برے خیالات آنے لگتے ہیں۔ آپ برائے مہربانی مجھے اس پریشانی سے چھٹکارا دلانے کے لیے کوئی تدبیر کریں اور مجھے کوئی حل بتائیں، میں روز روز پتا نہیں، کتنی گناہگار ہوتی ہوں؟

الجواب

غیراختیاری خیالات پر نہ گناہ ہے، نہ مواخذہ، نہ ایمان میں کوئی نقص؛ اس لیے پریشانی ہونے کی ضرورت نہیں،

== عن أمتي عما حدثت به أنفسها مالم تعمل أوتتكلم به،إلخ.(الصحيح لمسلم،كتاب الإيمان،باب بيان تجاوزالله عن حديث النفس: ۷۸/۱،طبع قديمی كتب خانة)

عن القاسم بن محمد أن رجلاً سأله فقال إني أهم في صلٰوتي فيكثرذلک علي،فقال له:إمض في صلٰوتک فإنه لن يذهب ذلک عنک حتٰى تنصرف وأنت تقول ما أتممت صلٰوتي.لكن ما أقبل قولک ولا أتمها ارغا ما لک ونقضًا لما أردته مني وهٰذا أصل عظيم لدفع الوساوس وقمع هوأجس الشيطان في سائر الطاعات.(مرقات المفاتيح شرح مشكٰوة المصابيح،كتاب الإيمان باب في الوسوسة،الفصل الثالث: ۱۴۵/۱،المكتبة الأشرفية،انيس)

نہ ان کے آنے سے پریشان ہوں، نہ ان کے ہٹانے کی فکر کریں، یوں سمجھے کہ کتا بھونک رہا ہے، بھونکنے دیں، ان شاء اللہ خود دفع ہو جائے گا۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۶۵/۳) ☆

نماز کے دروان ''لاحول'' پڑھنا:

سوال: نماز کے دوران شیطان کو دور کرنے کے لئے لاحول پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب

نماز میں جو اذکار مقرر ہیں، ان ہی کو پڑھنا چاہیے، ''لاحول'' کے بجائے نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے، اس کی طرف توجہ رکھی جائے، شیطان خود ہی دفع ہو جائے گا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۶۰/۳)

دوران نماز وساوس کو دور کرنے کے لیے ''لاحول ولاقوۃ، الخ'' پڑھنا:

سوال: میں پانچوں وقت نماز پابندی سے پڑھتا ہوں، مجھے نماز میں کوئی شیطانی وسوسہ آتا ہے تو میں جماعت سے نماز پڑھتا ہوا '' لاحول و لا قوۃ إلا باللّٰہ'' پڑھتا ہوں، کیا نماز پڑھتے ہوئے لاحول پڑھنا جائز ہے؟

الجواب

پڑھنا تو جائز ہے؛ (۲) مگر وساوس کا اصل علاج یہ ہے کہ ان کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے، نماز کی طرف توجہ پھیر لی جائے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۶۱/۳)

نماز سے فراغت کے بعد وضو میں شک کا حکم:

سوال: اگر کسی شخص کو نماز کے بعد شک ہوا کہ میرا وضو تھا، یا نہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ نماز ہو گئی، یا اعادہ کرے؟ بینوا تو جروا۔

(۱) عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: .إن اللّٰہ تجاوزعن أمتی ما وسوست بہ صدرھا ما لم تعمل بہ أوتتکلم. {متفق علیہ}(مشکوۃ، کتاب الإیمان، باب فی الوسوسۃ، ص: ۱۹)

☆ **نماز کے دوران ذہن میں خیالات چھا جائیں تو کیا کیا جائے:**

سوال: نماز پڑھتے وقت تو میں جسم کے کسی حصے کو اوپر نیچے نہیں کرتا ہوں اور نہ ہی اوپر نیچے، اِدھر اُدھر دیکھتا ہوں؛ لیکن اندرون ذہن خیالات چھائے رہتے ہیں، جس کے جھٹکنے کی کوشش بھی کرتا ہوں؛ لیکن پھر بھی آ جاتے ہیں؟

الجواب

اندورنی خیالات کی پروانہ کریں، البتہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوں تو چند سیکنڈ پہلے یہ تصور کر لیا کریں کہ میری پیشی اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہو رہی ہے اور میں یا تو معافی لے کر آؤں گا، یا مجرم بن کر۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۶۶/۳)

(۲) ولو وسوسہ الشیطان فقال: لاحول ولا قوۃ إلا باللّٰہ العلی العظیم،إن کان ذلک فی أمر الآخرۃ لا تفسد. (الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصلاۃ (الباب السابع)فیما یفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا، الفصل الأول: ۱۰۰/۱، مکتبۃ زکریادیوبند، انیس)

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اس سے متعلق کوئی صریح جزئیہ نظر سے نہیں گذرا، **اليقين لايزول إلاباليقين** کا مقتضی تو یہ ہے کہ اس کا وضو ثابت نہیں؛ اس لیے نماز صحیح نہ ہو؛ مگر نماز سے فراغت کے بعد اس کی نوعیت "**وقوع الشک فی أرکان الصلوٰة بعد الفراغ**"، جیسی ہوگئی، جو غیر معتبر ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز صحیح ہے، معہذا اعادہ احوط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶/ جمادی الآخرہ ۱۳۹۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۴۰)

مواضع غضب وعذاب میں ممانعت نماز اور اس کی حکمت:

سوال: کئی ایام سے ایک شبہ دل میں واقع ہو رہا ہے، اب تک بدستور ہے؛ اس لیے عرض کر کے حل چاہتا ہوں، وہ یہ کہ بندہ چونکہ ضعیف وناتواں ہے، ایک ضد سے تاثر کے وقت دوسری ضد کا تحمل نہیں کر سکتا؛ مگر حق تعالیٰ چونکہ قادر مطلق ہیں، وہ متاثر ومنفعل نہیں ہوتے، پھر مواضع غضب وعذاب میں جانے آنے، یا نماز پڑھنے سے نہی کیوں فرمائی گئی ہے، چنانچہ اصحاب حجر کے متعلق ارشاد ہے: "**لاتدخلوا على هٰؤلاء القوم إلا أن تكونوا باكين فإن لم تكونوا باكين فلاتدخلوا عليهم أن يصيبكم مثل ما أصابهم**" (الحديث) (۱) اس کی حکمت ارشاد فرمائی جاوے؟

الجواب ــــــــــــــــ

ایک توجیہ یہ خیال میں آئی تھی؛ مگر اس احتمال پر کہ شاید کسی نے اس سے اچھی توجیہ لکھی ہو، کتابوں کا مطالعہ کیا، بحمد اللہ تعالیٰ فتح الباری میں بتغییر الفاظ وہی توجیہ نکلی، جو خیال میں آئی تھی، اس میں شبہ مذکورہ فی السوال کا جواب بھی ہے؛ اس لیے اس کو نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔

فقال: وجه هٰذه الخشية أن البكاء يبعثه على التفكر والاعتبارفكأنه أمرهم بالتفكرفى أحوال توجب البكاء من تقدير اللّٰه تعالٰى علٰى أولٰئک بالكفرمع تمكينه لهم فى الأرض وأمها لهم مدة طويلة ثم ايقاع نقمته بهم وشدة عذابه وهوسبحانه مقلب القلوب فلا يأمن المؤمن أن تكون عاقبته إلٰى مثل ذلک والتفكرأيضاً فى مقابلة أولٰئک نعمة اللّٰه بالكفر وإهمالهم أعمال عقولهم فيما يوجب الإيمان به والطاعة له فمن مرعليهم ولم يتفكر فيما يوجب البكاء اعتبارا بأحوالهم فقد شابههم فى الاهمال ودل علٰى قساوة قلبه وعدم خشوعه فلا يأمن أن يجره ذلک إلى العمل بمثل أعمالهم فيصيبه ماأصابهم وبهٰذا يندفع اعتراض من قال كيف يصيب عذاب الظالمين من ليس بظالم؛لأنه بهٰذا التقرير لايأمن أن يصيرظالماً فيعذب بظلمه،آه. (فتح الباری، المجلد الأول، باب الصلاة فی مواضع الخسف والعذاب) (۲)

(۱) صحيح البخاری، باب قوله ولقد كذب أصحاب الحجر المرسلين، رقم الحديث: ٤٧٠٩، انيس

(۲) كتاب الصلاة، ص: ٦٩٨، مكتبة أشرفية ديوبند، انيس

میری توجیہ کے یہ الفاظ ہیں کہ جس طرح مواضع طاعت میں نور رہتا ہے اور نور حاصل ہوتا ہے طاعات پر، اسی طرح مواضع معصیت میں ظلمت ہوتی ہے اور وہ ظلمت حاصل ہوتی ہے معاصی پر تو ایسے مواضع سے تلبس سبب ہوسکتا ہے، قساوت وغفلت ومعصیت کا اور اس پر نزول عذاب مرتب ہوسکتا ہے اور بکا وخشیت اس اثر سے مانع ہوجاتا ہے، پس یہ اصابت متلبسین کو اپنے اعمال سے مسبب ہوگی، نہ کہ ان کے اعمال سے۔ **ولعل هٰذا العنوان أسهل فكان فی قوله علیه السلام أن یصیبکم مثل ما أصابهم دون أن یقول یصیبکم ما أصابهم، إشارة واضحة إلٰی ذلک والله أعلم**

اشرف علی، ۶/محرم ۱۳۵۶ھ (النورص ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۴۵-۴۴۷)

رات میں قبلہ پوچھ کر نماز پڑھی، بعد میں معلوم ہوا کہ قبلہ غلط تھا تو یہ نماز ہوئی، یا نہیں:

سوال: شب کو زید نے اپنے ہمراہی سے قبلہ دریافت کر کے نماز ادا کی، کئی روز بعد معلوم ہوا کہ قبلہ غلط بتایا گیا تو وہ نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

نماز ہوگئی۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۴۴)

قبلہ سے کچھ منحرف مسجد میں پڑھی ہوئی، نمازیں صحیح ہوئیں، یا نہیں:

سوال: ایک مسجد میں لوگ نماز پڑھا کرتے تھے، چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ مسجد جانب قبلہ سے منحرف ہے، بعد تحقیق کچھ لوگ پہلی ہی طرح سے رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور بعض اس جانب سے ذرا مڑ کر پڑھتے ہیں، اب جو لوگ پہلی جانب کو پڑھتے ہیں، ان کو نماز کا اعادہ کرنا چاہیے، یا نہ؟ اور قبل تحقیق جو نمازیں پڑھی گئیں، ان کا اعادہ کرنا چاہیے، یا نہ؟ اور ٹیڑھی جانب کو اگر نماز پڑھتے رہیں تو نماز صحیح ہوگی، یا نہ؟

الجواب

پہلے رخ پر جو لوگ نماز پڑھتے ہیں، ان کی نماز صحیح ہے اور گذشتہ نمازوں کا اعادہ کرنا لازم نہیں ہے؛ کیوں کہ تھوڑے سے انحراف سے استقبال قبلہ میں کچھ فرق نہیں آتا اور قطب حساب بھی تحقیقی نہیں ہے، تقریبی ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۴۶)

---

(۱) ویتحری وهو بذل المجهود لنیل المقصود عاجز عن معرفة القبلة فإن ظهر خطأه لم یعد لما مر. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب شروط الصلٰوة، واستقبال القبلة: ۱/۴۰۱، ظفیر)

(۲) (فللمکی) مکی یعاین الکعبة (ولغیره) أی غیر معاینها (إصابة جهتها) بأن یبقی شیء من سطح الوجه مسامتاً للکعبة، إلخ. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۸، دار الفکر بیروت، ظفیر)

مکروہات نماز

مکروہ تنزیہی وتحریمی کا حکم:

سوال: مکروہ نماز کی تشریح کریں، یعنی مکروہ تنزیہی اور تحریمی کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مکروہ (نماز میں ہو یا اس کے علاوہ) کی دوقسمیں ہیں:

(۱) مکروہ تنزیہی (۲) اور مکروہ تحریمی۔

مکروہ تنزیہی أقرب إلی الحلال ہونے کی وجہ سے موجب عقاب نہیں ہوتا اور مکروہ تحریمی أقرب إلی الحرام ہونے کی وجہ سے موجب عقاب ہوتا ہے۔(۱)

لہٰذا اگر نماز میں کراہت تنزیہی کا ارتکاب ہوجائے تو اعادہ اولیٰ ہے اور کراہت تحریمی کا ارتکاب ہوجائے تو اعادہ واجب ہوگا۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۹/۹/۱۴۰۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۲۱۴)

امام کی نماز میں کراہت سے مقتدیوں کی نماز بھی مکروہ ہوگی:

سوال: امام کی نماز مکروہ ہوجائے تو مقتدیوں کی نماز مکروہ ہوگی، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

---

(۱) تکلموا فی معنی المکروہ والمروی عن محمد رحمہ اللّٰہ تعالیٰ نصا أن کل مکروہ حرام إلا أنہ لما لم یجد فیہ نصا قاطعا لم یطلق علیہ لفظ الحرام وعن أبی حنیفة وأبی یوسف رحمہما اللّٰہ تعالیٰ أنہ إلی الحرام أقرب، کذا فی الھدایة وھو المختار، ھٰکذا فی شرح أبی المکارم، ھٰذا ھو المکروہ کراھة تحریم وأما المکروہ کراھة تنزیہ فإلی الحلال أقرب، کذا فی شرح الوقایة. (الفتاوٰی الھندیة، کتاب الکراھة: ۵/۳۰۸/ الھدایة، کتاب الکراھة: ۴/۳۶۳، دارإحیاء التراث العربی بیروت، انیس)

(۲) بل قال فی فتح القدیر: والحق التفصیل بین کون تلک الکراھة تحریم فتجب الإعادة أو تنزیہ فتستحب، آہ. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب کل صلاة أدیت مع کراھة التحریم تجب إعادتھا: ۲/۱۴۷۔ ۱۴۸، دارالکتب العلمیة، بیروت، انیس)

الجوب ـــــــــــــــ باسم ملھم الصواب

مقتدیوں کی نماز امام کی نماز کے تابع ہے؛(۱) اس لیے امام کی نماز میں کراہت واقع ہونے سے مقتدیوں کی نماز بھی مکروہ ہوگی۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۴/ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ (احسن الفتاویٰ:۳/۲۷۵)

نمازی کے سامنے چراغ ہونا:

سوال: نمازی کے سامنے اگر چراغ ہوتو نماز اس کی ہوگی، یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کراہت کے ساتھ، یا بلا کراہت؟

(المستفتی:۱۰۴۱، مولوی عبدالقدوس امام مسجد (ترکمان دروازہ دہلی) ۱۶/ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۷/جولائی ۱۹۳۶ء)

الجواب ـــــــــــــــ

نماز ہوجائے گی اور اگر چراغ اپنی جگہ پر روشنی کے لئے رکھا گیا تو کراہت بھی نہیں، ہاں اگر نمازی کے سامنے ایسی ہیئت سے رکھا ہو کہ گویا اس کو سجدہ کیا جاتا ہے تو ایسی ہیئت مکروہ ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۳/۴۲۹)

نماز میں آنکھیں بند کرنا:

مسئلہ: ''امام غزالی علیہ الرحمہ نے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ نماز اندھیرے میں پڑھے، یا آنکھیں بند کر لیا کرے؛ تاکہ نظر منتشر نہ ہو اور حضور قلب میسر ہو''۔ لہٰذا عرض ہے کہ شرع کا مسئلہ ہے کہ آنکھیں بند کرنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور جہاں سجدہ کی جگہ نہ دیکھے، وہ بھی نماز مکروہ ہوگی، لہٰذا اگر واسطے حضور قلب کے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھے تو حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں اور نمازِ تہجد و وتر تو ہمیشہ اندھیرے میں پڑھتا ہوں اور آج کل چوں کہ اندر مکان میں سوتا ہوں تو سنتیں فجر کی بھی اندھیرے میں پڑھتا ہوں، لہٰذا سجدہ کی جگہ نہ دیکھنے کا کیا مطلب ہے؟

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: الإمام ضامن. {رواه الترمذی} (مشكوة المصابيح، باب فضل الأذان، الفصل الثانی، ص:٦٥، مكتبة فيصل پبلی كيشنز ديوبند، انيس)

(۲) ''الإمام ضامن'' إذ ليس المراد به الكفالة بل التضمن بمعنى أن صلاة الإمام متضمنة لصلاة المقتدی،... فإذا صحت صلاة الإمام صحت صلاة المقتدی... وإذا فسدت صلاته فسدت صلاة المقتدی...(ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب: المواضع التی تفسد صلاة الإمام دون المؤتم: ۲/۲۹۳-۳۹٤، دارالكتاب ديوبند، انيس)

(۳) ''ولايكره صلاة إلٰى ظهر قاعد أو قائم ولو يتحدث إلا إذا خيف الغلط بحديثه ولا إلٰى مصحف أو سيف مطلقًا أو شمع أو سراج''، إلخ. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۲/٤۲۲-٤۲۳، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

الجواب

بہ نیت خشوع وبقصد ردخطرات ووساوس اگر نماز میں آنکھیں بند کرلے تو کراہت نہ ہوگی، ایسے ہی ضرورت کے وقت معروف جگہ پر جہاں جہت قبلہ بھی مشتبہ نہ ہواور نہ کوئی اندیشہ ہو، نماز درست ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(تالیفات رشیدیہ ۲۸۴)

نماز کے دوران آنکھیں بند نہ کی جائیں:

سوال: یہ بات تو میرے علم میں ہے کہ نماز کے دوران آنکھیں بند نہیں کرنی چاہئیں؛ بلکہ مختلف ارکان نماز میں نظریں اپنی مخصوص جگہوں پر ہونی چاہئیں؛ لیکن میں صرف اپنی توجہ قائم رکھنے کے لیے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھتا ہوں، اگر آنکھیں بند نہ کروں تو نظر کے ساتھ ساتھ ذہن بھی بھٹکنے لگتا ہے؛ بعض اوقات میں دعا بھی آنکھیں بند کر کے مانگتا ہوں، برائے مہربانی یہ وضاحت فرمائیں کہ میرا یہ عمل درست ہے، یا مجھے ہر صورت میں آنکھیں کھول کر ہی نماز پڑھنی چاہئیں؟

الجواب

آنکھیں بند کرنے سے اگرچہ ذہن میں یکسوئی پیدا ہوتی ہے؛ لیکن افضل یہی ہے کہ نماز میں آنکھیں بند نہ کی جائیں۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۵۶۱/۳)

---

(۱) خشوع وخضوع کے مقصد سے آنکھیں بند کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ ایسا کرنا ضروری بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ فقہاء کرام نے نماز میں خشوع وخضوع کے لیے نگاہ کو مقام سجدہ پر رکھنے کی صراحت کی ہے۔

قال أبو جعفر: والأفضل للمصلي أن يكون نظره في قيامه إلى موضع سجوده وفي ركوعه إلى قدمه وفي سجوده إلى أنفه وفي قعوده إلى حجره. (شرح مختصر الطحاوي للجصاص، باب صفة الصلاة، مسئلة: مكان نظر المصلي في صلاته: ٦٤٨/١، دار البشائر الإسلامية، انيس)

(۲) عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا قام أحدكم في الصلاة فلا يغمض عينيه". (المعجم الأوسط للطبراني: ٦٠٣/١، رقم الحديث: ٢٢١٨، وكذا في المعجم الصغير والكبير رقم: ١٠٩٥٦، /مجمع الزوائد، باب تغميض البصر في الصلاة: ٨٣/٢)

وفي الدرالمختار: (وتغميض عينيه) للنهي إلا لكمال الخشوع.

وفي ردالمحتار: (قوله للنهي) أي في حديث "إذا قام أحدكم في الصلاة فلا يغمض عينيه"... في البدائع بأن السنة أن يرى ببصره إلى موضع سجوده... (قوله إلا لكمال الخشوع) بأن خاف فوت الخشوع بسبب رؤية ما يفرق الخاطر فلا يكره... إلخ. (الدرالمختار مع رد المحتار، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة وكان ترك السنة أولى: ٤١٣/٢، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

خیالات سے بچنے کے لیے آنکھیں بند کرنا:

سوال: میرا مسئلہ کچھ یوں ہے کہ میں جب نماز پڑھتی ہوں تو آنکھیں سجدے کی طرف تو ہوتی ہیں؛ لیکن آس پاس کی چیزیں بھی نظر آتی ہیں اور خیال بھی ان کی طرف چلا جاتا ہے، اس طرح نماز ٹوٹ جاتی ہے، کیا اس صورت میں آنکھیں بند کی جاسکتی ہیں؟

الجواب

غیر اختیاری طور پر اگر آس پاس کی چیزوں پر نظر پڑ جائے تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں ہوگا،(۱) آنکھیں بند نہیں کرنی چاہئیں، آنکھیں بند کرنے سے یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے اور خیالات کے منتشر ہونے میں مدد ملتی ہے، اس کے باوجود آنکھیں کھول کر نماز پڑھنا افضل ہے اور آنکھیں بند رکھنا مکروہ ہے، جب کہ مستقل طور پر آنکھوں کو بند رکھا جائے اور اگر کبھی کھول دے اور کبھی بند کرلے تو کراہت نہیں۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۵۶۱)

نماز میں عینک لگانے کا حکم:

سوال: حالت نماز میں عینک (۳) لگائے رکھنا جائز ہے، یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی کراہت تنزیہی ہے، یا تحریمی؟ فقہائے متقدمین میں سے کسی نے اس مسئلہ کی تصریح کی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عینک لگانے کی عادت مستحدث (نئی) ہے؛ اس لیے امید نہیں کہ کسی کے کلام میں اس کی تصریح ملے؛ مگر قواعد سے یہ جواب ہے کہ فی نفسہ جائز ہے؛ لیکن فعل عبث ہے اور عبث نماز میں مکروہ ہے، اس عارض کے سبب یہ فعل مکروہ ہوگا۔(۴)

(تتمہ اولیٰ صفحہ:۴۱) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۴۳۹)

---

(۱) فأما النظر بمؤخر العين يمنة أويسرة من غير تحويل الوجه فليس بمكروه،إلخ.(البدائع الصنائع،كتاب الصلاة،بيان ما يستحب في الصلاة وما يكره:۱/۵۰۵،انيس)

(۲) وفي الدر المختار:(وتغميض عينيه)للنهي إلا لكمال الخشوع.

وفي رد المحتار:(قوله للنهي)أي في حديث "إذا قام أحدكم في الصلاة فلا يغمض عينيه"...في البدائع بأن السنة يرى ببصره إلى موضع سجوده...(قوله إلا لكمال الخشوع)بأن خاف فوت الخشوع بسبب رؤية ما يفرق الخاطر فلا يكره.(الدر المختار مع رد المحتار،باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها،مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى:۲/۴۱۳،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

(۳) سوال وجواب میں عینک سے مراد چشمہ ہے۔انیس

(۴) البتہ جو لوگ عینک کے عادی ہیں یعنی بینائی کی کمزوری کی وجہ سے "نمبری عینک" لگاتے ہیں، چوں کہ انہیں بغیر عینک کے طمانینت وسکون نہیں رہتا؛ اس لیے ان کے لیے یہ فعل عبث نہیں ہے اور مکروہ نہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔سعید احمد پالنپوری

معمولی اور متبذل لباس میں نماز:

سوال: جو اکثر کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس قمیص اور ازار اور عمامہ موجود ہو تو اس کو صرف ازار، یا صرف قمیص سے نماز پڑھنا مکروہ ہے، یہ مسئلہ فقہ حنفی میں موجود ہے، یا نہیں؟

الجواب

فی الدر المختار: (وصلاته فی ثیاب بذلة)یلبسها فی بیته (ومهنة)أی خدمة أن له غیرها وإلا لا وفسرها فی شرح الوقایة بما یلبسه فی بیته ولایذهب به إلی الأکابر والظاهرأن الکراهة تنزیهیة. (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جیسے لباس سے اہل وجاہت لوگوں کے پاس کوئی جا سکتا ہے، اس سے نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور اس سے کم حیثیت میں کراہت ہے؛ لیکن تنزیہی ہے۔ واللہ اعلم

۲۱/ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ (امداد، ص:۶۲/ج:۱)۔ (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۴۲۵)

کراہت عقص شعر نماز میں مرد و عورت کے لیے عام ہے، یا صرف مردوں کے لیے:

سوال: کراہت عقص شعر نماز پڑھنے کے وقت مرد و عورت کے لیے عام ہے، یا فقط مردوں کے لیے خاص ہے؟ اور عورتوں کو باعقص شعر نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ ہمارے ہاں عقص عورتوں کے لیے نہایت ہی پردہ ہے۔

الجواب

قال العراقی: وهو مختص بالرجال دون النساء؛لأن شعرهن عورة یجب ستره فی الصلاة فإذا نقضته ربما استرسل و تعذ رستره فتبطل صلاتها وأیضا فیه مشقة علیها فی نقضه للصلاة وقد رخص لهن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی أن لا ینقضن ضفائرهن فی الغسل مع الحاجة إلیٰ بل جمیع الشعر،اه. (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ کراہت عقص شعر عورتوں کے لیے نہیں؛ بلکہ مردوں سے مخصوص ہے۔ **فإن قواعد نا تؤید ما قاله العراقی و لا تأباه.**

۲۴/ محرم ۱۳۴۸ھ (امداد الاحکام:۲/۱۷۷)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب ما یفسد الصلاة ویکره فیها، مطلب مکروهات الصلاة: ۲/۴۰۷، مکتبة زکریا، دیوبند، انیس)

(۲) نیل الأوطار للشوکانی، کتاب الصلاة، أبواب مایبطل الصلاة ومایکره ویباح فیها، باب کراهة أن یصلی الرجل معقوص الشعر: ۲/۲۲۸، مکتبة دار الوفاء، انیس)

جماعت ہورہی ہوتو تنہا نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال (۱) زید مسجد میں اس حال میں داخل ہوا کہ مسجد کے اندر ظہر کی جماعت شروع تھی، زید اس جماعت میں شامل نہ ہوکر تنہا نماز پڑھ لیا، کیا زید کا اس طرح نماز پڑھنا درست ہوا؟

حرام کمائی والے کپڑے میں نماز کا حکم:

(۲) عمر نے کوئی کپڑا ایک سو روپیہ کا خریدا اور اس میں ایک روپیہ حرام کمائی کا ہے، اس کپڑے میں نماز پڑھنے سے عمر کی نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) نماز باجماعت ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

"والجماعة سنة مؤكدة للرجال". (۱)

لہٰذا بلا عذر شرعی ترک جماعت گناہ ہے، اگر شخص مذکور نے بھی بلا کسی خاص وجہ شرعی کے ایسا کیا ہے تو گنہگار رہا؛ لیکن نماز ہوگئی۔

(۲) نماز ہوجائے گی۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۱۴۰۱/۲/۲۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۱۹/۲-۴۲۰)

نماز میں پاجامہ ٹخنوں سے نیچے رکھنا:

سوال: زید امامت کراتا ہے اور اس کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچا رہتا ہے، عمرو نے کہا ٹخنوں سے نیچا پاجامہ رکھنا غیر مشروع ہے اور سخت گناہ ہے، اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے تو زید نے یہ کہا کہ غیر مشروع اور سخت گناہ بھی ہے؛ مگر نماز مکروہ نہیں ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ نماز مکروہ نہیں ہوتی ہے، یہ صحیح ہے، یا غلط ہے؟ بینوا وتوجروا۔

---

(۱) الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۸۲/۱، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۲) وعن ابن عمر قال: من اشترىٰ ثوباً بعشرة دراهم وفيه درهم حرام لم يقبل الله تعالىٰ له صلاة ما دام عليه. (مشكوة المصابيح، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثالث: ۲٤۳/۱) (رواه أحمد في مسنده، مسند عبدالله بن عمر رضي الله عنهما، رقم الحديث: ۵۷۳۲، والبيهقي في شعب الإيمان، باب الملابس والزى والأوانى ومايكره منها، رقم الحديث: ۵۷۰۷، انيس)

(حرام لم يقبل الله تعالىٰ له صلاة) أى لايثاب عليها كمال الثواب وإن كان مثاباً بأصل الثواب وأما أصل الصلاة فصحيحة بلا كلام. (مرقاة المفاتيح، باب الكسب وطلب الحلال: ۵۰/٦، مكتبة أشرفية ديوبند، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــ

زید کا قول غلط ہے، عمرو کا صحیح ہے۔ یہ صورت سدل میں تو داخل نہیں؛ مگر جس طرح سدل نماز میں مکروہ ہے، اسی طرح غیر مشروع لباس میں بھی مکروہ ہے۔

صرح بـه الفقهاء ومنه كراهة الصلاة فى ثوب الحرير، قال العينى: قال تاج الشريعة: الأصح التفصيل، لو صلّٰى فى ثوب حرير أو ثوب مغصوب لم تصح صلاته فى إحدى الروايتين عن أحمد بن حنبل وفى أخرىٰ تصح مع التحريم وعندنا تصح ويكره، كذا فى مطالب المؤمنين، آه. (من نفع المفتى والسائل، ص: ۳۸)

قلت: وكذا كل لباس غير مشروع فهو فى حكم ثوب الحرير والثوب المغصوب؛ لأن الكراهة بهما ليس للنجاسة ولا لقلة الستر؛ بل لتعلق النهى بلبسهما فكذا كل لباس تعلق به النهى والله أعلم، ثم رأيت البيهقى قد عقد باب كراهية اسبال الإزار فى الصلاة و أخرج فيه حديث أبى هريرة مرفوعًا: "وإن الله عزول جل لايقبل صلاة رجل مسبل إزاره، آه". (ج: ۲/ص: ۲٤۱)(۱)

وهٰذا يدل علىٰ نقصان الصلاة بهٰذا الفعل صراحة وأى نقصان أعظم من عدم القبول.

۶/ ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/۱۷۹-۱۸۰)

ٹخنوں سے نیچے لنگی، یا پائجامہ کئے ہوئے نماز پڑھی تو وہ نماز مکروہ تحریمی ہوگی:

سوال: ٹخنے سے نیچے لنگی، یا پائجامہ لٹک رہا ہے اور اس حالت میں نماز ادا کی گئی، امام نے پڑھائی ہو، یا مقتدی نے پڑھی ہو تو نماز پر کیا اثر انداز ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

"ابوداؤد شریف" میں روایت ہے کہ!

"ایک شخص لنگی ٹخنے سے نیچے کئے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جاؤ وضو کرو، وہ گیا اور وضو کر کے آیا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ وضو کرو، وہ گیا اور وضو کر کے آیا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ وضو کرو، وہ گیا اور وضو کر کے آیا تو ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے اس کو وضو کرنے کا حکم کیوں دیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ٹخنوں سے نیچے لنگی کئے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے آدمی کی نماز قبول نہیں فرماتے، جو ٹخنے سے نیچے لنگی

(۱) السنن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب الصلاة، باب كراهية إسبال الإزار فى الصلاة: ۱۱۱/۳، مكتبة دار الفكر بيروت، انيس

(یاپائجامہ) باندھے ہوئے ہو''۔(۱)

حدیث پاک میں بحالت نماز سدل کی ممانعت آئی ہے۔(۲)

سدل کا اطلاق اسبالِ ازار پر بھی ہوتا ہے اور سدل کے متعلق فقہا نے تصریح فرمائی ہے کہ مکروہِ تحریمی ہے۔

(وكره)...(سدل) تحريماً للنهي (ثوبه). (۳)

وقد يطلق السدل علىٰ إسبال الازار أيضاً وهوظاهرعبارات الفقهاء رحمهم الله ولِهٰذا لم يذكرو إسبال الإزارمستقلاً في المكروهات. (۴)

اس لیے اگر کسی نے ایسی حالت میں نماز پڑھی، یا پڑھائی کہ لنگی، یا پائجامہ ٹخنے سے نیچے لٹک رہا ہے تو وہ نماز مکروہِ تحریمی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ:۱/۴۶۰-۴۶۱)

نماز میں دونوں پاؤں پر برابر زور دے کر کھڑا ہونا مکروہ ہے، یا ایک ایک پیر پر زور دے کے کھڑا ہونا:

سوال: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم! حضرت حکیم الامت، السلام علیکم، آج میں نے اعلاء السنن جلد خامس میں ایک حدیث دیکھی، وہ اس بیان میں ہے کہ ''نماز میں دونوں پاؤں پر برابر زور دینا مکروہ ہے، کبھی ایک پاؤں پر اور کبھی دوسرے پر زور دینا مستحب ہے''۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے اور ہم کو ایسا ہی کرنا چاہیے؟(۵)

عن ابن مسعود أنه رأى رجلاً صافًا أو صافنا قدميه فقال:أخطأ هٰذا السنة أخرجه سعيد بن منصور، كذا في تخريج الإحياء للعرافي وسكت عنه وأخرجه عبدالرزاق بلفظ مر ابن مسعود برجل صاف بين قدميه،فقال:أما هٰذا فقد أخطأ السنة لو راوح بينهما كان أحب إلىٰ،كذا في كنزالعمال. (۶)

---

(۱) عن أبي هريرة : بينما رجل يصلي مسبلا إزاره إذ قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم:اذهب فتوضأ،فذهب فتوضأ ثم جاء،ثم قال:اذهب فتوضأ، فذهب فتوضأ،ثم جاء، فقال له رجل يا رسول الله مالك أمرته أن يتوضأ؟ثم سكت عنه،فقال:إنه كان يصلي وهو مسبل إزاره وإن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل صلاة رجل مسبل إزاره.(سنن أبي داؤد،كتاب الصلاة،باب الإسبال في الصلاة:۹۳/۱،مكتبة أشرفي بكڈپو ديوبند،رقم الحديث:۶۳۸انيس)

(۲) عن أبي هريرة أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن السدل في الصلاة.(سنن أبي داؤد،كتاب الصلاة، باب ماجاء في السدل في الصلاة، رقم الحديث: ۶۴۳/سنن الترمذي، باب ماجاء في كراهية السدل في الصلاة، رقم الحديث:۳۷۸، انيس)

(۳) الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها:۴۰۵/۲،مكتبة زكريا ديوبند،انيس

(۴) معارف السنن،حديث النهي عن السدل،باب ماجاء في كراهية السدل في الصلاة:۴۶۱/۳،انيس

(۵) یہ عبارت ترجمہ کی ہے؛یعنی خط کشیدہ عبارت اعلاء السنن کے ترجمہ کی ہے۔سعید احمد

(۶) كنزالعمال:۲۰۵/۴،انيس

وقال الطحاوی فی معانی الآثار: کمن قام فی الصلاۃ أمر أن یراوح بین قدمه وقد روی ذلک عن ابن مسعود، ذکره محتجاًبه علٰی أن تفریق الأعضاء أولٰی من الصاق بعضها ببعض واحتجاج المحدث الحافظ الناقد بحدیث دلیل علٰی صلاحیته له. (۱)

میں نے مولوی رونق علی صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اب سے پہلے یہ حدیث نہیں دیکھی، تم حضرت حکیم الامت سے دریافت کرلو، تب اس پر کاربند ہونا۔ فقط

الجواب

السلام علیکم! حدیث کا درجہ باعتبار سند کے تو اعلاء السنن میں بتلا دیا گیا ہے کہ طحاوی نے اس سے احتجاج کیا ہے اور مذہب کے اعتبار سے حاشیہ میں بتلا دیا گیا ہے کہ تراوح بین القدمین حنفیہ کے نزدیک افضل ہے، طحطاوی نے ظہیریہ سے نقل کیا ہے: ''**نص الإمام علٰی ذلک**'' امام صاحب نے اس کی تصریح کی ہے، (۲) اور بعض کتب فتاوی میں کراہت تراوح مذکور ہے اس میں محمل تمایل علی سبیل التعاقب بغیر تخلل سکون ہے۔

ظفر احمد بامر سیدی حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب دام مجدہم از تھانہ بھون۔ ۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

تنبیہ: اعلاء السنن میں صف القدمین کو مکروہ کہا گیا ہے، اس سے مراد وصل القدمین ہے، جو مقابل تفریج کا ہے، جیسا آگے چل کر امام مالکؒ سے قرن القدمین کی کراہت نقل کی گئی ہے اور نصب القدمین جو مقابل تراوح بین القدمین کا ہے، مکروہ نہیں؛ کیوں کہ تراوح کا صرف افضل ہونا منقول ہے، اس کی ضد کا مکروہ ہونا منقول نہیں، پس مؤلف اعلاء السنن کا صف القدمین کی تفسیر نصب القدمین سے کرنا مسامحت ہے۔

نیز تراوح کی افضلیت کو جس علت سے معلل کیا گیا ہے، **وهو أنه أیسر وأمکن لطول القیام**، یہ علت قیام قصیر میں ظاہر نہیں، پس قیام قصیر میں تراوح اور نصب القدمین دونوں برابر ہیں۔

قال الطحطاوی: ثم إن هٰذه العلة لاتظهر فیما إذا کان القیام قصیراً. (مراقی الفلاح، ص: ۱۵۳) (۳)

---

(۱) إعلاء السنن، باب کراهة صف القدمین فی الصلاۃ: ۱۴۹/۵، مکتبة أشرفیة دیوبند، انیس

(۲) یہ تسامح ہے، طحطاوی نے امام صاحب کی تصریح قیام میں دونوں پیروں کے درمیان چار انگشت فاصلہ رکھنے کے مسنون ہونے کے بارے میں کتاب الاثر سے نقل کی ہے اور ظہیریہ سے تراوح کے استحباب کی روایت نقل کی ہے، طحطاوی کی پوری عبارت اس طرح ہے:

قوله: ویسن (تفریج القدمین فی القیام قدر) (أربع أصابع) نص علیه فی ''کتاب الأثر'' عن الإمام، ولم یحک فیه خلافاً، وفی الظهیریة: وروی عن الإمام التراوح فی الصلاۃ أحب إلی من أن ینصب قدمیه نصباً، اه. (حاشیة الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، فصل فی بیان سننها، ص: ۲۶۲، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

(۳) **حاشیة الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، فصل فی بیان سننها، ص۲۶۳، مکتبة دار الکتاب، دیوبند، انیس**

تروا ح اور صفن میں فرق ہے، صفن یہ ہے کہ ایک قدم پر زور دے کر دوسرے قدم کو اس طرح ڈھیلا چھوڑ دیا جائے کہ وہ کسی قدر مڑ جاوے، جیسا گھوڑا ایک پیر کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے، یہ مکروہ ہے، جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے ظاہر ہے، تراوح میں ایک قدم پر زور دیا جاتا ہے، دوسرے پر زور نہیں دیا جاتا؛ مگر اس کو بالکل ڈھیلا بھی نہیں چھوڑا جاتا کہ مڑ جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

وفي مجمع البحار: كان يراوح بين قدميه من طول القيام أى يعتمد علىٰ أحد هما مرة وعلى الأخرىٰ مرة ليوصل الراحة إلىٰ كل منهما. (ص: ٤٣/ ج: ٢)

وفيه أيضاً حديث: نهى عن صلاة الصافن أى من يجمع بين قدميه وقيل من يثنى قدمه إلىٰ ورائه كفعل الفرس إذا ثنى حافره. (ص: ٢٥٤/ ج: ٢)

۲/ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ (النور، ص: ۱۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۴۴۷-۴۴۹)

نفل کے علاوہ دیگر نمازوں میں گھٹنے کا سہارا لینے کی کراہت کی دلیل:

سوال: **عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: اشتكىٰ أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم بمشقة السجود عليهم إذا تفرجوا، قال: استعينوا بالركب.** (۱)

حنفیہ اس کو نوافل پر محمول کرتے ہیں، اس کی کیا دلیل ہے؟

الجواب

روى مسلم عن البراء بن عازب رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا سجدت فضع كفيك وارفع من مرفقيك. (۲)

وعن عائشة رضى الله عنها (۳) قالت: كان النبى صلى الله عليه وسلم إذا سجد لو شاءت بهيمة أن تمر بين يديه لمرت. (۴)

---

(۱) جامع الترمذى، كتاب الصلاة، باب ما جاء فى الاعتماد فى السجود: ٦٤/١، مكتبة أشرفى ديوبند، انيس

(۲) الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب ما يجمع صفة الصلاة وما يفتتح به: ١٩٤/١، مكتبة البدر ديوبند، انيس

(۳) یہ تسامح ہے، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نہیں ہے؛ بلکہ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔ (دیکھئے مسلم شریف: ۱/ ۱۹۴، ومشکوٰۃ شریف: ۱/ ۸۳، سعید)

(۴) مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب السجود وفضله، ص: ٨٣، مكتبة فيصل پبليكيشنز ديوبند (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب ما يجمع صفة الصلاة: ١٩٤/١، انيس)

یہ دونوں حدیثیں صاف نفی کررہی ہیں استعانت بالرکب کی، پس تطبیق کے لیے واجب ہوگا کہ نوافل پر محمول کیا جائے، یا ضرورت ومشقت پر، چنانچہ خود حدیث (۱) میں اس کا قرینہ واضح ہے۔ فقط

۱۵/ربیع الاول ۱۳۲۵ھ (امداد، ص:۸۷، ج:۱) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۴۲۵)

سورہ فاتحہ سے قبل بسم اللہ پڑھنا:

سوال: جہری نماز میں امام یا منفرد کے لیے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے بہ آواز بلند بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

امام شافعیؒ کے نزدیک سنت اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خلاف سنت اور مکروہ ہے، بسم اللہ آہستہ سے پڑھنی چاہیے۔(۲) شرح منیہ میں ہے:

ویکرہ للمصلی أن یجھر بالتسمیّة والتأمین وکذا بالثناء والتعوذ لمخالفة السنة، إنتھٰی. (۳)

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۲۶)

سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد دیر تک وقفہ کرنا:

سوال: [امام] نماز میں بعد ختم الحمد کے بہت دیر ٹھہرتا ہے، یہ ٹھہرنا کیسا ہے؟

الجواب

بعد فاتحہ کے سکون [سکوت] دیر تک منع ہے؛ کیوں کہ بعد فاتحہ کے بقدر آمین، یا بسم اللہ کے توقف درست ہے اور زیادہ مکروہ ہے اور امام شافعی [کا] مذہب مقتدیوں کے فاتحہ پڑھنے کے واسطے سکوت کرنا ہے، جب کہ اس کا مقتدی کوئی شافعی نہیں تو اس کو سکوت محض ہوائے نفسانی اور غیر مشروع اور جہل حقیقت الحال سے ہے، لہٰذا اس کو اس حرکت سے منع کرنا چاہیے اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے، وہ محض جاہل ہے، ایسی حالت میں پیچھے اس کے نماز مکروہ تحریمی ہووے گی۔ فقط

(مجموعہ کلاں، ص:۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۸-۱۶۹)

---

(۱) یعنی اس حدیث میں جس کا سائل نے حوالہ دیا ہے۔ سعید

(۲) وعن أنس رضی اللّٰہ عنہ أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وأبا بکر وعمر رضی اللّٰہ عنھما کانوا یفتتحون الصلاة بالحمد للّٰہ رب العٰلمین. {رواہ مسلم} معناہ أنھم یسرون بالبسملة کما یسرون بالتعوذ ثم یجھر بالحمد للّٰہ. (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح، مسئلة الجھر وإخفائھا فی الصلاة:۲/۲۸۵، مکتبة أشرفی دیوبند، انیس)

(۳) عن ابن عبد اللّٰہ بن مغفل ...قال: وقد صلیت مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ومع أبی بکر وعمر ومع عثمان فلم أسمع أحداً منھم یقولھا فلا تقلھا إذا أنت صلیت فقل "الحمد للّٰہ رب العٰلمین". (جامع الترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی ترک الجھر ببسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، مکتبة أشرفیة دیوبند، انیس)

ایک سورت دو رکعات میں پڑھنا:

سوال: اگر سورہ کے بعض حصے کو ایک رکعت میں اور بعض حصے کو دوسری رکعت میں پڑھا جائے تو مکروہ ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

بعض حضرات کے نزدیک مکروہ ہے؛ لیکن مکروہ نہ ہونا صحیح ہے، البتہ ایسا نہ کرنا اولیٰ ہے۔

عالمگیریہ میں ہے:

ولو قرأ بعض السورة فی أخریٰ رکعة والبعض فی رکعة،قیل یکرہ وقیل لایکرہ،وھو الصحیح، کذا فی الظھیرة ولکن لاینبغی أن یفعل ولوفعل لابأس به، کذافی الخلاصة. (۱) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو: ۲۲۵)

دو سورتوں کے درمیان ترک سورۃ مکروہ ہے:

سوال: پہلی رکعت میں ایک سورت پڑھی، جیسے: **لم یکن الذین** اور دوسری رکعت میں سے درمیان سے ایک سورت جیسے: **اذازلزلت الارض** چھوڑ کر اور ایک سورت جیسے: **والعادیات** پڑھی تو اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی، یا نہیں؟ اور بیچ میں کتنی چھوٹی سورت چھوڑنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور اس کی مقدار کیا ہوتی ہے، تحریر فرماویں؟

الجواب

یہ صورت اگر قصداً کی جائے تو مکروہ ہے، سہواً ہو جائے تو کراہت نہیں، درمیان میں ایک سورت کا چھوڑنا اس وقت جائز ہے، جب کہ وہ اتنی بڑی سورت ہو کہ اس کے پڑھنے سے رکعت ثانیہ رکعت اولیٰ سے بہت لمبی ہو جائے اور قدرے طول کا مضائقہ نہیں؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے اولیٰ میں **سبح اسم ربک** اور ثانیہ میں سورۃ الغاشیۃ پڑھی ہے اور وہ **سبح اسم ربک** سے طویل ہے؛ مگر اطول نہیں، پس ایسی صورت میں ترک مکروہ ہے، پس سورۃ القدر پڑھ کر سورۃ الزلزال پڑھنا جائز ہے؛ کیوں کہ کلمات وحروف میں سورۂ **لم یکن الذین کفروا** ان دونوں کے برابر ہے، اس کے عدم ترک سے رکعت ثانیہ بہت طویل ہو جائے گی، پس اس کا ترک مکروہ نہیں اور سورۃ لم یکن پڑھ کر والعادیات پڑھنا مکروہ ہے؛ کیوں کہ سورۃ الزلزال اتنی لمبی نہیں کہ رکعت ثانیہ طویل ہو جائے، پس اس کا ترک مکروہ ہے۔

قال فی مراقی الفلاح مع الطحطاوی:(و)یکرہ (فصله بسورة بین سورتین قرأھما فی رکعتین) لما فیه من شبھة التفضیل والھجر(وقال بعضھم: لایکرہ إذاکانت السورة طویلة) [لأنھا بمنزلة سورتین قصیرتین،بحر،قوله:(کما لوکان بینھما سورتان قصیرتان)،آہ. (۲)

---

(۱) الفتاویٰ الھندیة، کتاب الصلاة،الفصل الرابع فی القراء ۃ: ۷۸/۱،مکتبة زکریا دیوبند،انیس

(۲) حاشیة الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح، کتاب الصلاة،فصل فی المکروھات: ۳۵۲،دارالکتاب دیوبند،انیس

وفی الشامية (ص: ۱۷۰/ج:۱):(ویکره الفصل بسورة قصيرة)أما بسورة طويلة بحيث يلزم منه إطالة الركعة الثانية إطالة كثيرة فلايكره شرح المنية،آه.(۱)

قلت:وهٰذا هوالذی قاله سيدی حكيم الأمة بذوقه وحاصله أن القاری معذور فی ترک مثل هٰذه السورة الطويلة شرعًا وليس بمعذورفی ترک القصير،فافهم،والله تعالیٰ.

۲۴/رجب ۱۳۴۷ھ۔(امدادالاحکام:۱۹۴/۲-۱۹۵)

کسی آنے والے کی خاطر رکوع، یا سجدہ کو طویل کرنا:

سوال: امام صاحب نماز کے دوران کسی آنے والے کی آہٹ سن کر، یا کسی کے جماعت خانہ کا دروازہ کھولنے کی آواز سن کر قرأت، رکوع، یا قعدۂ اخیرہ کو لمبا کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ یہاں ایک امام صاحب نے بتایا کہ اس طرح کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

کسی آنے والے کی خاطر رکوع، یا قرأت، یا قعدۂ اخیرہ کو طویل کرنا اس صورت میں مکروہ تحریمی ہے، جب کہ امام اس کو پہچان کر تعلق کے لحاظ سے ایسا کرے، نماز پھر بھی فاسد نہ ہوگی؛ لیکن اگر امام نے اس کو پہچانا نہیں ہے؛ بلکہ محض اس لیے ایسا کیا کہ آنے والے نمازی کو رکعت، یا نماز ملنے میں اعانت ہو تو کوئی حرج نہیں؛ بلکہ باعثِ اجر ہے۔

درمختار میں ہے:

”وكره تحريمًا إطالة ركوع أوقراءة لادراک الجائی“،إلخ.(۲)

البتہ اس بات کا خیال رہے کہ یہ طویل کرنا ایک دو تسبیح کی مقدار سے زیادہ نہ ہو۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ:۴۶۲/۱)

مقتدی کے لیے تکبیرات انتقالیہ کا آہستہ کہنا:

سوال: مقتدی کو”ربنا لک الحمد“ اور تکبیرات انتقالیہ بہ آواز بلند کہنا چاہیے، یا آہستہ؟

الجواب ــــــــــــــــ

اگر مقتدی مبلغ ہے تو ایسی صورت میں بقدر ضرورت جہر کرنا جائز ہے؛ بلکہ مستحب، ورنہ مکروہ۔(۳)

---

(۱) ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة، مطلب:الاستماع للقرآن فرض كفاية،مكتبة زكريا ديوبند،انيس

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،مطلب: فی إطالة الركوع للجائی: ۱۹۸/۲، مكتبة زكريا ديوبند،انيس

(۳) عن جابررضی الله عنه قال:صلٰی بنا رسول الله صلی الله عليه وسلم وأبوبكرخلفه فإذا كبر رسول الله صلی الله عليه وسلم كبر أبوبكر ليسمعنا.(الصحيح لمسلم،باب ائتمام المأموم بالإمام،رقم الحديث:۴۱۳،انيس)

درمختار کے حاشیہ طحطاوی میں ہے:

أما التسميع من الإمام والتمحيد من المبلغ وتكبيرات الإنتقال منهما،إذا قصد بما ذكر الإعلام فقط فلا فساد للصلاة،إنتهٰى. (۱)

اسی میں دوسری جگہ ہے:

إعلم أن التبليغ عندعدم الحاجة إليه مكروه وهو بدعة منكرة فى هٰذه الحالة اتفق علىٰ ذلك الأئمة الأربعة وأما عند الإحتياج إليه فمستحب،إنتهٰى. (۲)

اورالبحر الرائق میں ہے:

وقيد المصنف بالقراءة؛لأن ما عداها من الأذكارفيه تفصيل إن كان ذكراً وجب للصلوٰة فإنه يجهر كتكبيرة الإفتتاح وما ليس بفرض فما وضع للعلامة فإنه يجهربه كتكبيرات الإنتقال عندكل خفض ورفع إذا كان إماماً أما المنفرد والمقتدى،فلايجهران به ... وهٰكذا فى السراج الوهاج شرح القدورى. (۳)(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۲۵)

نماز میں گھڑی دیکھنا:

سوال: حالت نماز میں گھڑی دیکھنے سے نماز ہوگی، یانہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

اگر حالت نماز میں گھڑی دیکھنے سے فعلِ کثیر کا مرتکب نہیں ہوا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوئی؛ البتہ مکروہ ہے۔ (۴)

ولونظرإلىٰ مكتوب وفهمه فالصحيح أنه لا تفسد صلاته بالإجماع. (۵)**فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم**

(محمود الفتاویٰ:۴/۲۲۳)

دامن چیدن درنماز:

سوال: تشمیر ذیل، یا پائجامہ بحفاظت دریدگی از تنگی، یا عموماً جائز ہے، یانہ؟ (۶)

(۱-۲) حاشية الطحطاوى على الدرالمختار،باب صفة الصلاة: ۲۱۳/۱،مكتبة الاتحاد ديوبند،انيس

(۳) البحر الرائق، كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة: ۵۸۷/۱،مكتبة دارالكتاب ديوبند، انيس

(۴) عن عائشة قالت:سألت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن الالتفات فى الصلاة فقال:هو اختلاس يختلسه الشيطان من صلاة العبد.(صحيح البخارى، كتاب الأذان،باب الالتفات فى الصلاة: ۱۰۴/۱،رقم الحديث: ۷۲۲-۷۵۱،مكتبة ملت ديوبند،انيس)(كمايفهم من شرح المهذب للنووى: ۹۳/۴-۹۴)

(۵) الهداية، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱۱۸/۱،مكتبه رشيدية سهارنپور،انيس

(۶) تنگی کی وجہ سے کرتا کے دامن، یا پائجامہ کو پھٹنے سے بچانے کے لیے سمیٹنا عموماً جائز ہے، یانہیں؟ انیس

الجواب______________

غالبًا سوال کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بعضے آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ اکثر سجدہ میں جاتے ہوئے، یا اس سے کھڑے ہوتے ہوئے پائینچے، دامن وغیرہ کو سمیٹتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟

پس اگر یہی مطلب ہے تو جواب یہ ہے کہ اگر عمل کثیر تک نوبت نہ پہونچے تو مکروہ ہے، البتہ اگر حاجت شدید ہو تو کراہت نہیں۔ **دلیلہ مامر فی الجواب عن السوال السابق.** (۱) اور اگر کچھ اور مطلب ہے تو بیان کرنے پر جواب ممکن ہے۔ واللہ اعلم

۲۰/ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ (امداد: ۱/۵۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۲۴)

نماز میں کپڑے سے ہوا لینا:

سوال: نماز کی حالت میں پنکھے، یا آستین وغیرہ سے ہوا لینا کیسا ہے؟

الجواب______________

عمل کثیر نہ ہونے کی صورت میں مکروہ ہے اور اگر عملِ کثیر ہو جائے تو نماز فاسد ہوگی، **کذافی عالمگیریة وغیرہ.** (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۲۶)

نماز عصر کے بعد قضا نماز اور سجدۂ تلاوت کا حکم:

سوال: نماز عصر کے بعد قضا نماز اور سجدۂ تلاوت کا کیا حکم ہے؟

الجواب______________ و باللّٰہ التوفیق

عصر کی نماز کے بعد قضا نماز پڑھنا اور سجدۂ تلاوت کرنا شرعاً جائز و درست ہے، ایسے وقت میں نوافل پڑھنا ممنوع ہے۔

"ویکره أن یتنفل بعد الفجر حتٰی تطلع الشمس وبعد العصر حتٰی تغرب لما روی أنه علیه الصلاة والسلام نهٰی عن ذلک ولا بأس بأن یصلّی فی هٰذین الوقتین الفوائت ویسجد للتلاوة و یصلّی علی الجنازة". (الهدایة: ۱/۸۵-۸۶) (۲) **فقط واللّٰه تعالی أعلم**

سہیل احمد قاسمی، ۱۲/ رجب ۱۴۱۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۱۶)

---

(۱) (و) یفسدها (کل عمل کثیر) ... وفیه أقوال خمسة، أصحها (ما لا یشک) بسببه (الناظر) من بعید (فی فاعله أنه لیس فیها). (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها: ۱/۹۰، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

صححه فی البدائع وتابعه الزیلعی و الولوالجی، وفی المحیط، أنه الأحسن، وقال الصدر الشهید: إنه الصواب، وفی الخانیة و الخلاصة: إنه اختیار العامة، وقال فی المحیط وغیره: رواه الثلجی عن أصحابنا، حلیة. (الدر المختار مع ردالمحتار، مفسدات الصلاة، مطلب فی التشبه بأهل الکتاب: ۲/۳۸۴-۳۸۵، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

(۲) الهدایة، کتاب الصلاة، فصل فی الأوقات التی تکره فیها الصلٰوة: ۱/۶۸-۷۰، مکتبة زکریا دیوبند، انیس

دانستہ مکروہ کا ارتکاب نماز میں کیسا ہے:

سوال: اگر دانستہ نماز میں فعل مکروہ کا ارتکاب کیا جاوے تو نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ اور گنہ ہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز ہو جاتی ہے؛ مگر نقصان رہتا ہے اور قصداً ایسا کرنا گناہ کا سبب ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۱۴۱-۱۴۳)

دوسروں کے کھیت میں بلا اجازت نماز جائز ہے، یا نہیں:

سوال: بلا اجازت دوسرے کی زمین میں نماز پڑھی تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

نماز ہوگئی۔(۱)

فإن اضطر بين أرض مسلم وكافريصلي في أرض المسلم إذا لم تكن مزروعة فلومزروعة أو لكافر يصلي في الطريق،آه.أى؛لأن له في الطريق حقاً،كما في مختارات النوازل، وفيها تكره في أرض الغيرلومزروعة أومكروبة إلا إذا كانت بينهما صداقة أورأى صاحبها لايكره فلا بأس، آه، تنبيه:نقل سيدى عبدالغنى عن الأحكام لوالده الشيخ إسماعيل:أن النزول في أرض الغير إن كان لها حائط أوحائل يمنع منه وإلا فلا،والمعتبرفيه العرف،آه، قال:يعني عرف الناس بالرضا وعدمه. (۲) **فقط** (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۹۴)

ورکشاپ میں ممانعت کے باوجود نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: ہم لوگ ریلوے ورکشاپ میں ملازم ہیں، ہم لوگ چوری سے نماز ظہر ادا کرتے ہیں؛ لیکن افسر کا حکم یہ ہے کہ جس کو نماز پڑھنی ہو، وہ آدھ گھنٹہ کی رخصت لے کر باہر نماز پڑھے، ورکشاپ میں نماز پڑھنے والا سزا کا مستوجب ہوگا، اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

جب کہ حاکم نے ورکشاپ میں نماز پڑھنے کو منع کر رکھا ہے اور یہ کہا ہے کہ جس کو نماز پڑھنی ہو، وہ آدھ گھنٹہ کی رخصت لے کر باہر نماز پڑھے تو رخصت لے کر باہر جا کر ہی نماز پڑھنی چاہیے؛ کیوں کہ ورکشاپ جب کہ ان کا مملوک ہے تو

---

(۱) وكذا تكره،إلخ، أوللغيرلومزروعة.(الدرالمختار مع رد المحتار،كتاب الصلاة: ٢/٤٢-٤٤،انيس)

(۲) ردالمحتار ،كتاب الصلاة: ١/٣٥٤،ظفير(مطلب في الصلاة في الأرض المغصوبة ودخول البساتين و بناء المسجد في أرض الغصب: ٢/٤٤ ،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

ممانعت کے بعد اس میں نماز پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ زمین مغصوبہ میں نماز پڑھنا اور وہ مکروہ ہوتی ہے۔(۱) لہٰذا کیوں اپنی نماز کو مکروہ کیا جاوے، باہر جا کر ہی نماز پڑھی جاوے، اور پھر اندیشہ سزا علاوہ بریں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۸/۴)

سرکاری کاغذ یا سرکاری بکس پر نماز:

سوال: اگر کوئی شخص سرکاری دفتر سے کاغذ، یا چوبی بکس بلا اجازت لے آوے اور اس پر جائے نماز بچھا کر نماز پڑھ لے تو نماز ہو جاوے گی، یا نہیں؟

الجواب

نماز اس پر صحیح ہے، مگر مکروہ ہے،(۲) **كما في الأرض المغصوبة.**(۳) اور اعادہ واجب نہیں ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۳/۴)

عبا وجبہ کے اندر آستین میں بغیر ہاتھ ڈالے ہوئے نماز مکروہ ہے:

سوال: درملک خراسان مردمان درموسم سرما پوستین کلاں می پوشند کہ آستین دراز دارد و دست درآستین نمی کنند نماز خواندن بایں ہیئت چہ حکم دارد و باین ہیئت سدل خواہد شد؟(۴)

الجواب

درکتب فقہ بہ تصریح مذکوراست کہ نماز خواندن بہ ہیئت کذائیہ مکروہ خواہد شد چہ اسم سدل برآں ہم صادق آید۔ درکبیری شرح منیہ گفتہ است:

"ولو صلّٰى في قباء، إلخ، ينبغي أن يدخل يديه في كميه، إلخ، احترازًا عن السدل". (ص: ۳۳۶)(۵)

---

(۱) وكذا تكره في أماكن كفوق كعبة، إلخ، وأرض مغصوبة أو للغير. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة: ۳۵٤/۱، ظفير)

(۲) عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم نهىٰ أن يصلي في سبعة مواطن في المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطريق وفي الحمام ومواطن الإبل وفوق ظهر بيت الله. (جامع الترمذي، كتاب الصلاة، باب ماجاء في كراهية ما يصلى إليه وفيه، رقم الحديث: ۳٤٦، انيس)

(۳) وكذا تكره في أماكن كفوق كعبة، إلخ، و أرض مغصوبة. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة: ۳۵٤/۱، ظفير)

(۴) ترجمہ: ملک خراسان میں لوگ سردی کے زمانہ میں لمبے آستین والا بڑا جبہ پہنتے ہیں؛ مگر ہاتھ آستین میں نہیں ڈالتے ہیں، اس ہیئت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے اور کیا یہ ہیئت سدل میں شمار ہوگی؟ (انیس)

(۵) غنية المستملي المعروف بالحلبي الكبيرى، مكتبة دارالكتاب ديوبند، انيس

وفی الشامی:"والصحیح الذی علیه قاضی خان والجمهور أنه یکره؛لأنه إذا لم یدخل یدیه فی کمیه صدق علیه إسم السدل"إلخ.(۱/ ٤۳)(۱)فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۱۲۳)

پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے:

سوال: پائجامہ،تہبند،نیچا کپڑا جس سے ٹخنے ڈھک جاتے ہوں ان کا پہننا تو حرام معلوم ہوا؛مگر ایسے لباس سے نماز مکروہ تحریمی ہوگی یا تنزیہی یا نماز ہووے گی ہی نہیں،بعض علماء سے سنا جاتا ہے کہ نماز ہوتی ہی نہیں،کیا یہ درست ہے؟

(المستفتی:۲۴۲۹،مولوی محمد ابراہیم صاحب،گوڑ گاؤں ۲۲/شوال ۱۳۵۷ھ م ۱۵/دسمبر ۱۹۳۸ء)

الجواب

نماز ہوجاتی ہے؛مگر مکروہ ہوتی ہے،(۲) کراہت تنزیہی ہے،اعادہ کرلینا اولیٰ ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۳/۴۳۰)

ٹخنوں سے نیچا پاجامہ پہن کر نماز ادا کرنا کیسا ہے:

سوال: نماز میں ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننا کیسا ہے؟

الجواب

نماز میں ٹخنوں سے نیچے پاجامہ لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے،ثواب سے محروم رہے گا،نماز کے علاوہ بھی ٹخنوں سے اوپر رکھنا ضروری ہے،حدیث میں ایسے شخص کے لیے بہت وعید آئی ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۱۲۷)

ٹخنے سے نیچے تہبند یا پاجامہ کے ساتھ نماز مکروہ ہے:

سوال: جامہ کہ از شتالنگ فرومی رود از ان نماز مکروہ است،یا نہ؟(۴)

(۱) ردالمحتار،باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۵۹۸/۱،ظفیر (کتاب الصلاة، مطلب:فی الکراهة التحریمیة والتنزیهیة:۲/ ٤۰۵،مکتبة زکریا دیوبند،انیس)

ترجمہ جواب: کتب فقہ میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ مذکورہ ہیئت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ کیوں کہ سدل کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے،کبیری شرح منیہ میں لکھا ہے کہ اگر جبہ وغیرہ میں نماز پڑھے تو مناسب ہے کہ دونوں ہاتھ دونوں آستین میں داخل کرلے سدل سے احتراز کرنے کے لیے اور شامی میں بھی یہ لکھا ہے کہ جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ مکروہ ہے۔(انیس)

(۲-۳) عن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ما أسفل من الکعبین من الإزار ففی النار.(مشکوٰة،کتاب اللباس،الفصل الأول،ص: ۳۷۳،ط:سعید)(صحیح البخاری،کتاب اللباس،باب ما أسفل من الکعبین ففی النار،رقم الحدیث:۵۷۸۷،انیس)

(۴) ترجمہ سوال: ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکنے کی حالت میں نماز مکروہ ہے،یا نہیں؟انیس

الجواب

مکروہ است (مکروہ ہے)۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۳۱/۴)

تصویر والے کپڑوں میں نماز ہوتی ہے، یا نہیں:

سوال: تصویر اگر کپڑے پر ہو تو اس کپڑے سے نماز ہو جائے گی، یا نہیں؟

الجواب

اگر جاندار کی تصویر ہے تو نہیں ہوگی، اگر غیر جاندار کی ہوگی تو ہو جاوے گی۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۳۷/۴)

نمازی کے سامنے مسجد میں لیٹنا اور بات کرنا مکروہ ہے:

سوال: جب کہ مسجد میں نمازی نماز پڑھتے ہوں، ان کے درمیان لیٹنا اور بیٹھ کر گفتگو کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز پڑھنے والوں کے پاس اس طرح باتیں کرنا کہ ان کی نماز میں سہو اور نقصان آنے کا خوف ہو، مکروہ ہے۔(۳)

فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۰۷/۴)

---

(۱) عن أبی هريرة قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:"ما أسفل من الكعبين من الإزار ففی النار". {رواه البخاری}(مشکٰوة، كتاب اللباس، ص:۳۷۳، ظفير)(صحيح البخاری، كتاب اللباس، باب ما أسفل من الكعبين ففی النار، رقم الحديث:۵۷۸۷، انيس)

(۲) عن أنس قال: كان قرام لعائشة سترت به جانب بيتها، فقال النبی صلى اللّٰه عليه وسلم: أميطی عنا قرامک هٰذا، فأنه لاتزال تصاويره تعرض فی صلاتی. (صحيح البخاری، كتاب الصلاة، باب إن صلّٰی فی ثوب مصلب أو تصاوير وهل يسفد صلا ته للّٰه: ۵٤/۱، رقم: ۳۷۲-۳۷٤، مكتبة ملت ديوبند، انيس)

(وكره ... لبس ثوب فيه تماثيل) ذی روح. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة: ٤١٥/١-٤١٦، انيس)

ويأتی أن غير ذی الروح لايكره. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها: ٤١٦/٢، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

وفی الخلاصة: وتكره التصاوير على الثوب صلّٰی فيه أولم يصل آه وهٰذه الكراهة تحريمية. (البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ٢٧/٢، ظفير)

(۳) (و صلاته إلٰی وجه إنسان) ككراهة استقباله فالاستقبال لومن المصلی فالكراهة عليه وإلا فعلى المستقبل ولوبعيدًا إلخ (و) لايكره (صلاة إلٰی ظهر قاعد) أوقائم ولو (يتحدث) إلا إذا خيف الغلط بحديثه. (الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلوٰة ومايكره فيها: ٦٠٢/١-٦١٠، ظفير)

نمازی کی طرف منھ کرکے بیٹھنا مکروہ ہے:

سوال: نمازی کے سامنے منھ کرکے بیٹھنا کیسا ہے، اگر پہلے سے کوئی بیٹھا ہوا ہے اوراس کے منھ کی طرف کوئی نماز پڑھنے لگے، یا پہلے سے کوئی نماز پڑھ رہا ہواوراس کی طرف کوئی منہ کرکے بیٹھ جاوے تو ان دونوں صورتوں میں نماز مکروہ ہوگی، یا ایک صورت میں اور کراہت دونوں صورتوں میں کس کی طرف راجع ہوگی؟

الجواب ــ

درمختار میں ہے:

وصلاته إلٰى وجه إنسان ككراهة استقباله فالاستقبال لومن المصلي فالكراهة عليه وإلا فعلى المستقبل،إلخ. (۱) یعنی استقبال نمازی کی طرف سے ہے تو کراہت اس پر ہے اوراگر دوسرے کی طرف سے ہے تو کراہت اس پر ہے، نمازی پر نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۱۱۰-۱۱۱)

نماز میں آنکھیں بند کرنا کیسا ہے:

سوال: آنکھیں بند کرکے نماز میں قرأت کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــ

آنکھیں بند کرنا نماز میں اچھا نہیں ہے؛ یعنی مکروہ تنزیہی ہے اور خلاف اولیٰ ہے، (۲) اور بغرض تحصیل خصوع آنکھیں بند کرنا بلا کراہت درست ہے؛ بلکہ بعض علما نے فرمایا ہے کہ خشوع حاصل کرنے کے لیے آنکھیں بند کرلینا اولیٰ ہے۔

شامی میں ہے: **بل قال بعض العلماء إنه الأولٰى،إلخ.** (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۱۰۹)

نماز میں بعض آیت کے ختم پر دعا اوراس کا حکم:

سوال (۱) ایک امام عالم نے نماز تراویح میں سورۂ رحمٰن پڑھی، ﴿فَبِاَیِّ آلاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ﴾ کو پڑھ کر خاموش ہوگیا، مقتدیوں نے اس کے جواب میں "**لا بشيء من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد**" جہراً

---

(۱) الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار،باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها: ۱/۶۰۲،ظفير

(۲) عن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: "إذا قام أحدكم فى الصلاة فلا يغمض عينيه. (المعجم الأوسط للطبراني: ۱/۶۰۳،رقم الحديث:۲۲۱۸/مجمع الزوائد،باب تغميض البصر فى الصلاة:۲/۸۳،انيس)

(وكره،الخ،تغميض عينيه للنهي إلا لكمال الخشوع.(الدرالمختار مع رد المحتار،كتاب الصلاة:۲/۴۱۳،انيس)

ثم الظاهر أن الكراهة تنزيهية.(رد المحتار،باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۰۴،ظفير)(كتاب الصلاة، مطلب:إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولٰى:۲/۴۱۳،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

پڑھا، اسی طرح وہ فرائض جس میں جہری قرأت کی جاتی ہے، اس میں ختم سورۂ قیامہ پر " بَلیٰ" اور "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ"، میں (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ پر) " سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" اور ختم سورۂ والتین پر " بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاهِدِیْنَ" وغیرہ مقتدی جہراً پڑھا کرتے ہیں۔ تراویح، یا فرائض میں جوابات آیت مسطورہ پڑھنے کی تعلیم مقتدیوں کو دینا اوران سے عمل کرانا کیسا ہے؟

امام کا ایسی آیتوں پر رکنا کیسا ہے:

(۲) امام کا بحالت نماز فرض یا تراویح جوابی آیت کی قرأت کے بعد رکنا اور مقتدی کے جوابات سن لینے کے بعد پھر قرأت کرنا کیسا ہے؟

کیا اس سے غیر قرآن میں اشتغال نہیں ہوتا:

(۳) جواباتِ بالا کو نماز فرائض، یا تراویح میں پڑھنے سے مقتدی مشتغل بغیر القرآن ہے، یا نہیں؟

اس طرح کا غیر قرآن میں اشتغال مفسد صلوٰۃ ہے، یا نہیں:

(۴) اس قسم کے اشتغال بغیر القرآن سے نماز کا کیا حکم ہے؟

اگر کراہت ہو تو اعادہ واجب ہے، یا نہیں:

(۵) اگر حکم کراہت تحریمی ثابت ہو تو نماز کا اعادہ لازم ہوتا ہے، یا نہیں؟

ائمہ اربعہ میں یہ کس کا مذہب ہے:

(۶) خیر القرون میں جب سے کہ تراویح کی بیس رکعت پر اجماع ہوا ہے، کسی نے ایسا عمل کیا ہے، یا نہیں؟ ائمہ اربعہ میں سے یہ فعل کس کا مذہب ہے؟

الجواب ———————————

(۱) جائز نہیں ہے۔

یظهر من الروایات المنقولة فی السوال وفی شرح المنیة الکبیر: (وأما الإمام والمقتدی فلا یفعل ذلک) السوال والتعوذ (لا فی الفرض ولا فی النفل) الذی تقصد منه الجماعة کالتراویح. (۱)

---

(۱) غنیة المستملی، ص: ۳۴۵، ظفیر (فصل فی بیان ما یکره فعله فی الصلوٰة: ۳۵۸، مکتبة دار السعادة، انیس)

(۲) یہ فعل امام کا مکروہ اور منافی موضوع نماز کے ہے۔

(۳-۵) ظاہر ہے کہ یہ اشتغال بغیر القرآن ہے اور اس سے نماز میں کراہت تحریمی ہوگی اور کراہت تحریمیہ میں اعادہ نماز کا واجب ہے اور اعادہ کی ضرورت سے معلوم ہوا کہ پہلی نماز میں نقصان رہا، اس نقصان کے جبر کے لیے اعادہ واجب ہے۔(۱)

(۶) ثابت نہیں ہے اور ائمہ میں سے امام شافعیؒ اس کو جائز فرماتے ہیں۔

کما فی شرح المنیة الکبیر: (وإن کان) المصلی المنفرد (فی الفرض یکرہ) له ذلک لعدم الورود فیه خلاف الشافعی استدل بالحدیث المتقدم ولنا أنه فی النفل، کما مر.(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹۶/۴-۹۷)

آیات کا جواب، نماز میں:

سوال: غیر مقلد جو آیات کا جواب دیتے ہیں، مثلاً ’’**سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی**‘‘ کا جواب ’’**سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی**‘‘ دیتے ہیں، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مذکورہ فی السوال کا جواب عند الحنفیہ نماز میں دینا جائز نہیں ہے، جواب نہ دینا چاہیے، البتہ خارج نماز سے اگر کوئی آیت مذکورہ پڑھے تو جواب دینا مسنون و مستحب ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر یہ جوابات خارج صلوٰۃ میں ہی منقول ہیں۔(۳) نماز میں اگر کہیں وارد ہے تو وہ تعلیم کے لیے ہے، یا ابتدائے اسلام میں تھا، جب تک کہ نماز میں زیادہ قیود نہ تھے، مثلاً باتیں کر لیتے تھے، اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں جلدی پڑھ کر امام سے مل جاتے تھے، وغیرہ وغیرہ، رفتہ رفتہ یہ امور ممنوع ہو گئے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۵۴/۴-۲۵۵)

---

(۱) وکذا کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها والمختار أنه جابر للأول. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، مطلب: کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها: ۴۲۵/۱-۴۲۶، ظفیر)

(۲) غنیة المستملی، ص: ۳۳۱، مکتبة دار الکتاب دیوبند، ظفیر

(۳) عن ابن عباس أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان إذا قرأ: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی، قال: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی. {رواه أحمد} (مشکوٰة، کتاب الصلاة، باب القراءة فی الصلاة، الفصل الثانی: ۸۱، مکتبة فیصل پبلیکیشنز، انیس)

قال المظهر: عند الشافعی یجوز مثل هذه الأشیاء فی الصلوٰة وغیرها وعند أبی حنیفة لایجوز إلا فی غیرها، قال التورپشتی: وکذا عند مالک یجوز فی النوافل آه (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح، کتاب الصلاة، باب القراءة فی الصلوٰة: ۳۰۵/۲، مکتبه أشرفیة دیوبند، انیس)

آنے والے کی رعایت سے قرأت کو طول دینا اچھا نہیں:

سوال: امام کو نماز میں نمازیوں کے آنے کا علم ہوا، کیا امام اس خیال سے قرأت، یا رکوع وسجود کو لمبا کر دیوے، یا کچھ لحاظ نہ کرے؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ امام کو بخیال شامل ہونے آنے والے کے رکوع اور قرأت کو طویل کرنا مکروہ تحریمی ہے؛ یعنی اگر اس کو پہچانتا ہو، وگرنہ مکروہ تنزیہی ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۵/۴-۱۱۶)

پاخانے کے تقاضے کے وقت پہلے اس سے فارغ ہولے پھر نماز پڑھے:

سوال: زید جب صبح کو اٹھا تو اس کو پاخانہ کی ضرورت ہے، اگر بیت الخلا جاتا ہے تو نماز قضا ہوتی ہے تو اوّل پاخانہ سے فارغ ہو، یا نماز ادا کرے؟

الجواب

پہلے قضاء حاجت کرے، پھر قضا نماز پڑھے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۶/۳)

قضاء حاجت کے تقاضے کی حالت میں نماز مکروہ تحریمی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی آدمی کو نماز کے وقت پیشاب، یا پاخانہ کی

---

(۱) عن البراء أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان سجوده وركوعه وقعوده و ما بين السجدتين قريباً من السواء. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب طول القيام من الركوع وبين السجدتين، ص: ١٢٤، انيس)

(وكره تحريماً إطالة ركوع أوقراءة لإدراك الجائى أى إن عرفه وإلا فلابأس به ولوأراد التقرب إلى اللّٰه تعالٰى لم يكره اتفاقاً لكنه نادر وتسمى مسئلة الرياء فينبغي التحرزعنها. (الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار، باب صفة الصلوٰة مطلب فى إطالة الركوع للجائى: ٤٦٢/١، ظفير)

(٢) عن أبي هريرة رضى اللّٰه عنه عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يحل لرجل يؤمن باللّٰه واليوم الآخر أن يصلى وهو حقن حتٰى يتخفف. (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب أيصلى الرجل وهوحقن: ١٢/١، مكتبة فيصل ديوبند، انيس)

(فلا تجب علٰى مريض ... أو مدافعة أحد الأخبثين. (الدرالمختارعلٰى هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٢٩٢/٢-٢٩٣، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(و) كره ...(وصلاته مع مدافعة الأخبثين) أو أحدهما أو لريح للنهى. (الدرالمختار، ظفير)(الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ٤٠٨/٢، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

حاجت ہوئی، اب اگر وہ آدمی حاجت پوری کرلے تو اندیشہ ہے کہ اس کی نماز قضا ہوجائے گی، یا کم از کم جماعت تو ضرور فوت ہوجائے گی تو اس آدمی کو کیا کرنا چاہیے؛ یعنی حاجت پوری کرلے، یا جلدی سے وضو کر کے نماز پڑھ لے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر نماز قضا ہوجانے کا خطرہ ہو تو نماز پڑھ لے اور اگر قضا ہونے کا خطرہ نہیں، صرف جماعت نہ ملنے کا اندیشہ ہے تو قضاءِ حاجت سے فارغ ہو کر نماز پڑھے، ایسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے اور اس کا اعادہ واجب ہے، نماز شروع کرنے کے بعد تقاضا ہو تو بھی اسی حال میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اس پر واجب ہے کہ اس وقت نماز قطع کردے اور فراغت کے بعد پڑھے۔(۱)

كما فى مكروهات الصلاة من التنوير: (وصلاته مع مدافعة الأخبثين)

وفى الشامية: قال فى الخزائن: سواء كان بعد شروعه أو قبله فإن شغله، قطعها إن لم يخف فوت الوقت وإن أتمها إثم، آه. (وبعد سطرين): بقى ما إذا خشى فوت الجماعة ولايجد جماعة غيرها فهل يقطعها كما يقطعها إذا رأى علىٰ ثوبه نجاسة قدر الدرهم ليغسلها أو لا، كما إذا كانت النجاسة أقل من الدرهم والصواب الأول.(۲)

قلت: و الأقرب أنه لايجب غسل قد رالدرهم من النجاسة، كما فى انجاس الشامية، فلايحل قطع الصلاة لغسلها. فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم

۲۷/ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ (احسن الفتاویٰ: ۴۳۱/۳)

ریاح روک کر نماز ادا کرنا کیسا ہے:

سوال: زید نے نماز ظہر کی جماعت کرائی شروع کی، ایک رکعت کے بعد اس کو ریح خارج ہونے لگی؛ مگر اس نے روکے رکھا اور نماز کو تمام کیا، یہ نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

اس صورت میں نماز ہوگئی، البتہ اس میں کراہت ہے، پس اگر قلب اس کا اس میں زیادہ مشغول ہو تو کراہت تحریمی ہوگی، ورنہ تنزیہی۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۵/۴)

---

(۱) عن أبى هريرة رضى اللّٰه عنه عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لايحل لرجل يؤمن باللّٰه واليوم الآخر أن يصلى وهوحقن حتىٰ يتخفف. (سنن أبى داؤد، باب أيصلى الرجل وهوحقن: ۱۲/۱، مكتبة فيصل ديوبند، انيس)

(۲) رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۴۰۸/۲، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۳) ويباح قطعها لنحوقتل حية إلخ ويستحب لمدافعته الأخبثين. (الدرالمختارمع ردالمحتار: ۴۲۵/۲ـ ۴۲۶، انيس)==

ریاح روک کر نماز ادا کی تو ہوئی، یا نہیں:

سوال: جس شخص کی بوجہ قبض ریاح جلدی جلدی خارج ہوتی ہے، اگر وہ روک کر نماز ادا کرے تو کیا نماز صحیح ہو جاوے گی؟

الجواب

نماز صحیح ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۴۶/۴)

پیشاب روک کر جماعت میں شرکت مکروہ ہے:

سوال: ایک شخص کو قضاء حاجت بول کی ہوئی؛ اس لیے قضاء حاجت موقوف کر کے جماعت کے ساتھ نماز ادا کی اور قوت مثانہ سے بول کو روکتا رہا، بعد کو قضاء حاجت کی، اس حالت میں نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اس حالت میں نماز مکروہ تحریمی ہے؛ لیکن یہ اس وقت ہے کہ پیشاب و پاخانہ کی ایسی حاجت ہو کہ اس کا دل اس میں مشغول ہو۔

كما في الشامي: قوله: (وصلاته مع مدافعته الأخبثين): أى البول والغائط، قال في الخزائن: سواء كان بعد شروعه أو قبله فإن شغله قطعها إن لم يخف فوت الوقت، إلخ. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۴۶/۴)

غلبۂ نیند میں امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے، یا نہیں:

سوال (۱) امام کے پیچھے اگر نماز میں مقتدی رکوع، سجدہ، قیام، قعدہ وغیرہ میں اونگھتا رہتا ہے، ان صورتوں میں نماز مقتدی کی ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

== كذا في مواهب الرحمن ونور الإيضاح، لكنه مخالف لما قدمناه عن الخزائن و شرح المنية من أنه إن كان ذلك يشغله: أى يشغل قلبه عن الصلاة وخشوعها فأتمها يأثم لأدائها مع الكراهة التحريمية ومقتضٰى هٰذا أن القطع واجب لامستحب إلخ. (رد المحتار، باب ما يفسد الصلوٰة ومايكره فيها: ٦١٢/١، ظفير) (كتاب الصلاة، مطلب: في بيان السنة و المستحب: ٤٢٦/٢، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۱) يجب رد عذره أو تقليله بقدر قدرته، إلخ، وبرده لايبقى ذاعذر. (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب: أحكام المعذور: ٢٨٣/١، ظفير)

(۲) ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ٦٠٠/١، ظفير (كتاب الصلاة، مطلب في الخشوع: ٤٠٨/٢، مكتبة زكريا ديوبند. انيس)

غلبۂ نوم میں نماز ادا کرے یا چھوڑ دے:

(۲) غلبۂ نوم، یا غنودگی میں نماز کا کیا حکم ہے، ادا کرے، یا چھوڑ دے؟

مٹھی باندھ کر نماز پڑھنا:

(۳) ہاتھوں کو مہندی لگا کر بند مٹھیوں میں نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) ان سب صورتوں میں نماز ہو جاتی ہے۔

(۲) نماز کو نہ چھوڑے، جس طرح ہو، نیند اور سستی کو دفع کرے، نماز پڑھے، قضا نہ کرے۔

(۳) اس سے ترک سنن لازم آتا ہے؛ اس لیے مکروہ ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۱/۴-۱۴۲-۱۴۵)

نماز میں انگلیوں پر شمار کرنا کیسا ہے:

سوال: نماز نفل میں انگلیوں پر شمار کرنا جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

اگر ایسے شمار یاد نہ رہے تو انگلیوں پر اشارہ سے شمار کرنا درست ہے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۹/۴)

سجدہ میں جاتے وقت کپڑے سمیٹنا مکروہ تحریمی ہے:

سوال: بعض نماز میں عادۃ سجدہ میں جانے وقت پاجامہ، تہبند کو اٹھا لیتے ہیں، یہ مکروہ تحریمی ہے، یا تنزیہی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

مکروہ تحریمی ہے۔(۳)

---

(۱) چونکہ نماز کے ہر رکن میں مٹھی کا کھلا رہنا مسنون ہے۔ جمیل الرحمٰن

(۲) (و) كره تنزيهًا (عد الآى و السور والتسبيح باليد فى الصلاة مطلقاً) ولو نفلاً. (الدر المختار)

(قوله: ولو نفلاً) بيان للإطلاق وهٰذا باتفاق أصحابنا فى ظاهر الرواية وعن الصاحبين فى غير ظاهر الرواية عنهما أنه لابأس به وقيل الخلاف فى الفرائض ولا كراهة فى النوافل اتفاقاً وقيل فى النوافل ولاخلاف فى الكراهة فى الفرائض، نهر. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۶۰۸/۱، ظفير)

(۳) عن ابن عباس رضى الله عنهما عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: أمرنا أن نسجد علىٰ سبعة أعظم ولا نكف ثوباً ولا شعراً. (صحيح البخارى، باب السجود علىٰ سبعة أعظم: ۱۱۲/۱، رقم الحديث: ۸۰۲، مكتبة ملت ديوبند، انيس)

قال فی العلائیة:(و) کره(کفه) أی رفعه ولو لتراب کشمر کم أوذیل وقال ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالٰی: أی سواء کان من بین یدیه أومن خلفه عند الانحطاط للسجود،بحر، وحرر الخیر الرملی ما یفید أن الکراهة فیه تحریمیة.(۱)فقط واللّٰه تعالٰی أعلم

۷/ جمادی الآخرہ ۱۳۸۷ھ (احسن الفتاویٰ:۳/)

سجدہ میں جاتے ہوئے کپڑے سمیٹنا مکروہ ہے:

سوال: زید نماز پڑھتا ہے اور رکوع میں کھڑے ہونے کے بعد جب وہ سجدہ میں جاتا ہے تو ازار کو دونوں ہاتھوں سے کھینچ کر جاتا ہے، آیا اس کی نماز عمل کثیر کی وجہ سے ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟

(المستفتی:۶۸۸، سکریٹری انجمن حفظ الاسلام (ضلع بھروج) ۲۷/ رمضان ۱۳۵۴ھ ۲۴/ دسمبر ۱۹۳۵ء)

الجواب

یہ فعل مکروہ ضرور ہے؛ مگر مفسد نماز نہیں ہے، کراہت تحریمی بدرجۂ غالب ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ (کفایت المفتی:۳/۴۲۸)

محراب میں کھڑے ہوکر نماز پڑھانے کا حکم:

حافظ علی حسن امام مسجد نے جو جواز کا فتویٰ باہر کی محراب میں کھڑے ہونے کے بارے میں کسی اردو کتاب کے حوالہ سے دیا تھا، حضرت (گنگوہی) قدس سرہ نے جواباً یہ ارشاد فرمایا کہ بس تم اپنی کتاب کو رہنے دو، امام کو محراب کے اندر کھڑے ہوکر نماز پڑھانا، خواہ محراب اگلی ہو، یا پچھلی، بہرحال مکروہ ہے۔(۳)

(مجموعہ رام پور، ص:۱۶) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۷۶)

---

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها: ٤٠٦/٢، انیس

(۲) (وعبثه به)أی بثوبه (وبجسده)للنهی،إلخ.(الدر المختار)

قال الشامی:"وهو ما أخرجه القضاعی عنه صلی اللّٰه علیه وسلم:"إن اللّٰه کره لکم ثلاثاً: العبث فی الصلاة،والرفث فی الصیام،والضحک فی المقابر"وهی کراهة تحریم،إلخ.(ردالمحتار، کتاب الصلاة،باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها:٤٠٦/٢-٤٠٧، مکتبة زکریا دیوبند،انیس)

(۳) (وقیام الإمام فی المحراب أو علی دکان أو علی أرض وحده)هذا قید للصور المذکورة یعنی یکره قیام الإمام فی المحراب وحده لأنه تشبه بأهل الکتاب لا قیامه فی الخارج وسجوده فیه لانتفاء سبب الکراهة، الخ.(درر الحکام شرح غرر الأحکام،مکروهات الصلاة: ١٠٨/١، دار إحیاء الکتب العربیة/ کذا فی شرح مختصر الطحاوی للجصاص، کتاب الکراهیة:٥١٧/٨، دار البشائر،انیس)

عمامہ پر سجدہ مکروہ ہے:

سوال: ٹوپی اگر سجدہ گاہ اور ماتھے کے بیچ میں حائل رہے تو نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

حیلولہ کلاہ کا جبہہ وارض میں مکروہ ہے۔(۱) فقط

(مجموعہ کلاں، ص: ۱۴۷) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۷۶)

نماز میں بلاضرورت زمین کا سہارا لے کر کھڑا ہونا مکروہ ہے:

مسئلہ: اگر قوی آدمی بلا وجہ زمین پر اعتماد کر کے (ٹیک لگا کر) کھڑا ہو تو مکروہ ہے اور ناقص ہرگز نہیں اور ضعیف کے واسطے اجازت ہے، مکروہ بھی نہیں۔(۲)

(مجموعہ کلاں، ص: ۱۳۴) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۷۷)

مغصوبہ زمین پر نماز پڑھنا:

سوال: کسی سے غصب کی ہوئی زمین پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

مکروہ ہے؛ مگر فریضہ ادا ہو جائے گا۔(۳) **کذا فی شرح المسلم لمولانا نظام الملة والدین.**

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۲۵)

---

(۱) یعنی پیشانی اور سجدہ گاہ کے درمیان عمامہ کا حائل ہونا مکروہ ہے۔ **عن علی قال: إذا صلی أحدکم فلیحسر العمامة عن جبهته ... وعن نافع قال: کان ابن عمر لا یسجد علی کور العمامة. (المصنف لإبن أبی شیبة، رقم الحدیث: ۲۷۷۱۔۲۷۷۲، انیس)**

ویکره له أن یسجد علی کور عمامته، وفی الزاد: وفاضل ثوب، ... (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفصل الرابع فی بیان ما یکره للمصلی أن یفعل فی صلاته: ۲/۲۰۶، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

(۲) **عن الحسن أنه کان یکره أن یعتمد الرجل علی الحائط فی صلاة المکتوبة إلا من علة، ولم یر به فی التطوع بأساً. (المصنف لإبن أبی شیبة فی الرجل یعتمد علی الحائط وهو یصلی. رقم الحدیث: ۴۹۰۷، انیس)**

ویکره الاتکاء علی العصا ونحوها من غیر عذر فی الفرائض ولا یکره فی التطوع، وقیل: یکره فی التطوع أیضاً وفی الحجة: ولو احتاج فی الصلاة إلی أن یتوکأ علی عصاه أو جدار لا بأس به عند أبی حنیفة رحمه الله. (الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفصل الرابع فی بیان ما یکره للمصلی أن یفعل فی صلاته: ۲/۲۰۸، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

(۳) **وکذا تکره فی أماکن ... وأرض مغصوبة ... (الدر المختار مع ردالمحتار، مطلب: فی الصلاة فی الأرض المغصوبة: ۳۷۹۔۳۸۱، دارالفکر بیروت، انیس)**

==

امام سے پہلے سلام پھیرنا مکروہ ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک مقتدی نے امام سے پہلے سلام پھیرا، اس کے بعد امام نے سلام پھیرا تو کیا مقتدی مذکور کی نماز ہوئی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجوب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

نماز ہوگئی؛ مگر ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر ایسی سخت مجبوری سے سلام پھیرا، جو نماز میں باعث تشویش بن رہی ہو تو نماز کا لوٹانا واجب نہیں؛ **لأنــه تـرک واجب متابعة الإمام لواجبٍ آخر وهو اصلاح الصلاة والتحرز عن كراهة أداء الصلاة مع المشوش.** (۱)

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ عمداً واجب متابعۃ الامام کے ترک کی وجہ سے یہ نماز واجب الاعادہ ہوگی، یا نہیں؟ اس سے متعلق کوئی صریح حکم نہیں ملا، البتہ مقتدی کے سہواً ترک واجب پر سجدہ سہو کے عدم وجوب سے معلوم ہوتا ہے کہ بصورت عمد نماز کا اعادہ واجب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸/ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ (احسن الفتاویٰ:۲۹۳/۳)

چست لباس میں نماز مکروہ ہے:

سوال: آج کل مغرب زدہ عورتیں ایسا تنگ اور چست لباس پہنتی ہیں کہ اس میں سے مخفی اعضا کی صورت وشکل نمایاں ہوتی ہے، کیا اس طرح عورت کو اپنے اعضا دکھانا جائز ہے؟ اور ان کا دیکھنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور کیا ایسے لباس میں نماز درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

ایسا چست لباس پہننا جس سے اعضاء مخفیہ کی شکل نظر آئے، حرام ہے، اس طور پر اعضاء مخفیہ دکھانا بھی حرام دیکھنا بھی حرام، اگر چہ بلاشہوت ہو، ایسا لباس اگر اتنا موٹا ہو کہ اس میں سے بدن کا رنگ نظر نہ آتا ہو تو اس میں اگر چہ نماز کا فرض ادا ہو جائے گا؛ مگر حرام لباس میں نماز مکروہ ہے اور واجب الاعادہ ہوگی، عورتوں کے لباس کی بنسبت مردوں کی چست پتلون

== أو صلى في أرض مغصوبة فصلاته في ذلک كله صحيحة. (الجوهرة النيرة على مختصر القدوري، باب شروط صحة الصلاة: ٤٦/١، المطبعة الخيرية، انيس)

(۱) عن معاوية بن أبي سفيان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تبادروني بركوع ولا بسجود فإنه مهما أسبقكم به إذا ركعت تدركوني به إذا رفعت إني قد بدّنت. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب ما يؤم به المأموم من اتباع الإمام: ٩١/١، رقم الحديث: ٦١٩، انيس)

زیادہ خطرناک ہے؛ اس لیے کہ عورت نے چست کرتے کو چادر یا دوپٹہ سے چھپا کر نماز پڑھی تو اس میں کراہت نہیں۔

قال ابن عابدين: ولا يضر التصاقه أى بالإلية مثلاً وقوله وتشكله من عطف المسبب على السبب وعبارة شرح المنية: أما لو كان غليظًا لايرى منه لون البشرة إلا أنه إلتصق بالعضو وتشكل بشكله فصار شكل العضو مرئياً فينبغي أن لايمنع جواز الصلاة لحصول الستر، آه، قال ط: وانظر هل يحرم النظر إلىٰ ذلك المتشكل مطقًا أو حيث وجدت الشهوة، آه، قلت: سنتكلم علىٰ ذلك فى كتاب الحظر والذى يظهر من كلامهم هناك هو الأول.(۱) **فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم**

۲۴ / صفر ۱۳۸۱ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۰۳)

لہسن یا پیاز کھا کر گھر میں بھی نماز مکروہ ہے:

سوال: لہسن پیاز کھا کر اپنے گھر میں نماز ادا کرے تو نماز مکروہ ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

پیاز لہسن کھانے کے بعد منہ کی بدبو زائل کئے بغیر گھر میں بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ اس لیے کہ یہ دربار خداوندی کی عظمت کے خلاف ہے اور بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے؛ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچی پیاز کھانے سے منع فرمایا ہے۔

"عن على رضى اللّٰه عنه أنه قال: نهىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن أكل الثوم إلا مطبوخًا". {رواه الترمذى}(۲) **فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم**

۱۴ / محرم ۱۳۸۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۱۳)

سلام علیکم کہنا:

سوال: ایک مسجد کا امام السلام علیکم کے بجائے سلام علیکم ہر نماز ختم کرتے وقت کہتا ہے، الف لام ادا نہیں کرتا، شریعت کا ایسے امام کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

سلام علیکم خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، امام کو سمجھایا جائے کہ تصحیح کرلے۔

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب فى النظر: ۲/ ۳۸۱، انيس

(۲) مشكوٰة، كتاب الأطعمة، الفصل الثانى: ۳۶۷/۱، مكتبة فيصل ديوبند/ سنن الترمذى، باب ماجاء فى الرخصة فى أكل الثوم مطبوخا، رقم الحديث: ۱۸۰۸، انيس

قال فی الشامی (قوله:هو السنة):قال فی البحر :وهو علیٰ وجه الأکمل أن یقول:"السلام علیکم ورحمة اللّٰه"مرتین،فإن قال:السلام علیکم، أوالسلام، أوسلام علیکم، أوعلیکم السلام أجزأه، وکان تارکاً للسنة وصرح فی السراج بکراهة الأخیر،آه، قلت: تصریحه بذلک لاینافی کراهة غیره أیضًا مماخالف السنة.(۱)فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

۱۸/رجب ۱۳۸۹ھ (احسن الفتاویٰ:۳/۴۲۴-۴۲۵)

ٹائی کے ساتھ نماز مکروہ تحریمی ہے:

سوال: ٹائی اور ہر وہ چیز جو یہود ونصاریٰ کا مذہبی نشان ہو، مسلمان کو پہننا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس کو باندھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے، نماز ہوگی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

مسلمان کے لیے دوسری اقوام کا مخصوص لباس اور وضع قطع اختیار کرنا ہر حالت میں ناجائز اور حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من تشبه بقوم فهومنهم".(۱)

نماز میں ایسا لباس پہننا اور بھی زیادہ قبیح ہے، اس میں نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

۲۳/ربیع الآخر ۱۳۹۲ھ (احسن الفتاویٰ:۳/۴۲۹)

حرام آمدنی سے خریدے ہوئے لباس میں نماز مکروہ تحریمی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک دینی مدرسہ کا متعلم ہے، وہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر مدرسہ کے لیے چرم قربانی کا کام کرتا ہے، جس میں جو چرم بغیر رسید یا رسید سے ملتا ہے؛ لیکن تھوڑا بہت بدل کر اپنے اندازے کے مطابق جائز مصرف پر خرچ کرتا ہے، مثلاً: شلوار کرتہ وغیرہ۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان اشیاء سے نماز پڑھنا جائز ہوگا، یا نہ ہوگا؟ یہاں علماء کا اس میں اختلاف ہوا ہے کہ یہ جائز ہے، یا نہیں؟ صحیح جواب دے کر عنداللہ اجر عظیم کے مستحق بنئے؟

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة: ۲/۲٤۱،مکتبة زکریا دیوبند،انیس

(۲) عن ابن عمر رضی اللّٰه عنه قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم:من تشبه بقوم فهو منهم.(مشکوٰة المصابیح، کتاب اللباس،الفصل الثانی،ص ۳۷۵،مکتبة فیصل دیوبند/سنن أبی داؤد،باب فی لبس الشهرة،رقم الحدیث: ٤۰۳۱،انیس

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ باسم ملہم الصواب

اس لباس کا استعمال زید کے لیے حرام ہے اور اس میں نماز مکروہ تحریمی ہونے کی وجہ سے واجب الاعادہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹/ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ (احسن الفتاویٰ:۴۲۹/۳)

حرام آمدنی سے خریدے ہوئے قالین پر نماز مکروہ تحریمی ہے:

سوال: مال حرام جیسے سودی کاروبار، یا شراب کا کاروبار کرنے والا قالین مسجد میں ڈال دے کہ اس پر نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ جب کہ واپس کرنے میں فساد کا اندیشہ ہو شرعا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ باسم ملہم الصواب

ایسے قالین پر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے، کسی مسکین پر صدقہ کردیا جائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱/صفر ۱۳۹۴ھ (احسن الفتاویٰ:۴۲۹/۳-۴۳۰)

چوری کے کپڑے جو قیمتاً لیے گئے ہیں، ان میں نماز ہوگی، یا نہیں:

سوال: چوری کا کپڑا قیمت سے لے کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

نماز صحیح ہے؛ مگر جان بوجھ کر چوری کا کپڑا خریدنا نہ چاہیے،(۲) اور چوری کے کپڑے سے نماز نہ پڑھنی چاہیے اور اگر پڑھی تو نماز ہوگئی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۵/۴-۳۶)

---

(۱) عن أبي هريرة قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله لا يقبل إلا طيباً وإن الله أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين، فقال:﴿يا أيها الرسل كلو من الطيبات واعملوا صالحاً﴾وقال تعالىٰ:﴿يا أيها الذين آمنوا كلوا من طيبات ما زقنكم﴾، ثم ذكر الرجل يطيل السفرأشعث أغبر يمد يديه إلى السماء يارب يا رب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذى بالحرام فأنىٰ يستجاب لذلک.(صحيح لمسلم،باب قبول الصدقة من الكسب الطيب،رقم الحديث: ۱۰۱۵/سنن الترمذی،باب ومن سورة البقرة،رقم الحديث: ۲۹۸۹/شعب الإيمان للبيهقي،باب ذكر فصول في الدعاء يحتاج إلى معرفتها،رقم الحديث:۱۱۱۸،انيس)

(۲) وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدى ذمتين،سألت عنه الشهاب ابن الشلبي فقال:هومحمول علىٰ ما إذا لم يعلم بذلک،أما لو رأى المكاس مثلاً يأخذ من أحد شيئاً من المكس ثم يعطيه آخر ثم يأخذ من ذلک آخر فهو حرام،آه.(ردالمحتار،باب البيع الفاسد ،مطلب الحرمة تتعدد:۳۰۱/۷،مكتبة زكريا ديوبند،ظفير)

چوری والے کپڑے کی ٹوپی اوڑھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: اکثر لوگ ایسا کرتے ہیں کہ درزی سے کوئی کپڑا مانگ لیا، یا کرتہ میں مثلاً گلا لگوایا تو درزی دوسروں کے کپڑے میں سے لگاتے ہیں، ایسے کپڑے سے نماز جائز ہے، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

نماز ادا ہوجاتی ہے؛ لیکن ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور اگر گمان غالب یہ ہو کہ اس درزی نے چوری کا کپڑا لگایا ہے تو اس سے نماز بھی مکروہ ہوتی ہے، اگرچہ ادا ہوجاتی ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۰۰/۴-۱۰۱)

رشوت کے کپڑوں میں نماز ہوگی، یا نہیں:

سوال: رشوت کے کپڑوں سے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

نماز ادا ہوجاتی ہے؛ مگر وہ شخص عاصی اور فاسق ہے؛ یعنی حرام کی کمائی کے کپڑوں سے نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ (۲) لیکن نماز ادا ہوجاتی ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۸/۴)

چوری کے لباس میں نماز مکروہ تحریمی ہے:

سوال: زید نے ایک رومال خریدا، زید کو اس کے متعلق یہ علم نہیں تھا کہ یہ چوری کا مال ہے، خرید سے چند روز کے بعد علانیہ طور پر معلوم ہوا ہے کہ یہ رومال اموال مسروقہ میں سے ہے، زید مذکور رومال میں اب تک نماز پڑھتا رہا، جاننے کے بعد بھی، عندالشرع اس کی نماز کیسی ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

چوری کا علم ہوجانے کے بعد اس رومال میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور یہ نماز واجب الاعادہ ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غرۂ محرم ۱۳۹۳ھ (احسن الفتاویٰ: ۴۳۰/۳)

(۱-۲) وكذا تكره في أماكن كفوق كعبة إلخ وأرض مغصوبة. (الدرالمختار علٰى هامش ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، قبيل باب الأذان: ۳۵٤/۱، ظفير)

(۳) وعن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله لا يقبل إلا طيباً وإن الله أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين، فقال: ﴿يا أيها الرسل كلو من الطيبات واعملوا صالحاً﴾ وقال تعالٰى: ﴿يا أيها الذين آمنوا ==

نماز میں غیر عربی میں دعا مکروہ ہے:

سوال: اگر کسی نے نماز میں عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں دعا کی تو نماز صحیح ہو جائے گی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــ باسم ملهم الصواب

اس میں تین قول ہیں: حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی۔ کراہت تحریمیہ کا قول ارجح واوسط ہے، لہٰذا اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔

قال شارح التنوير رحمه الله تعالىٰ: (ودعا) بالعربية وحرم بغيرها، نهر، ولايبعد أن يكون الدعاء بالفارسية مكروهًا تحريمًا فى الصلوٰة و تنزيهًا خارجها فليتأمل وليراجع.(۱)

خارج نماز میں غیر عربی میں دعا عربی (میں) دونوں برابر ہوں، اگر غیر عربی زیادہ توجہ کا باعث ہو تو اس میں کوئی کراہت نہیں؛ بلکہ یہی افضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱/ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۳۲-۴۳۳)

نماز میں بلاقصد کوئی لفظ نکل جانا:

سوال: ایک شخص نماز میں حدیث النفس میں مبتلا ہو گیا اور اس حالت میں اس کی زبان سے اردو، یا فارسی، یا عربی زبان کے کسی شعر، یا نثر کے صرف دو یا تین الفاظ نکل گئے تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟ اگر کسی کو نماز جماعت میں یہ صورت پیش آئے تو کیا کرے؟ پہلی نماز کا لعدم سمجھ کر دوبارہ نیت کرے اور باقی نماز امام کے سلام پھیرنے کے بعد پوری کرے، یا امام کے ساتھ اس نماز کو پوری کرے اور بعد میں فرض کی پوری نماز بلا جماعت پڑھ لے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــ باسم ملهم الصواب

نماز میں اردو یا فارسی میں دعا یا حمد وثنا کے الفاظ کہنا مکروہ تحریمی ہے اور یہ نماز واجب الاعادہ ہے، عربی دعا، یا حمد وثنا کے بے موقع الفاظ سے احتراز کرنا چاہیے؛ مگر نماز کا اعادہ واجب نہیں، دعا اور حمد وثنا کے سوا کوئی اور کلمہ کہنا جو کلام الناس سے ہو مفسد نماز ہے، خواہ کسی بھی زبان میں ہو۔(۲)

== كلوا من طيبات ما رزقنكم﴾، ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر يمد يديه إلى السماء يارب يا رب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذى بالحرام فأنىٰ يستجاب لذلك.(صحيح لمسلم، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب، رقم الحديث: ۱۰۱۵/سنن الترمذى، باب ومن سورة البقرة، رقم الحديث: ۲۹۸۹/شعب الإيمان للبيهقى، باب ذكر فصول فى الدعاء يحتاج إلى معرفتها، رقم الحديث: ۱۱۱۸، انيس)

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/ ۲۳٤، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۲) عن زيد بن أرقم كنا نتكلم خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الصلاة، يكلم الرجل ==

فسادِ صلوٰۃ کی صورت میں از سرِ نو تکبیر تحریمہ سے نماز شروع کرے، اور سابقہ رکعات فراغ امام کے بعد پڑھے، البتہ کراہت تحریمہ کی صورت میں یہ نماز امام کے ساتھ پوری کرلے، پھر بعد میں اس کو لوٹائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹/ربیع الآخر ۱۳۹۹ھ (احسن الفتاویٰ:۴۳۳/۳)

انفرادی نماز میں عورت کی محاذاۃ مکروہ ہے:

سوال: جماعت میں عورت مرد کے بالکل سامنے دائیں بائیں طرف ملی نہ کھڑی ہوں؛ بلکہ ایک مرد کی جگہ خالی ہوتو مرد کی نماز ہوجاتی ہے؟ بلا جماعت کے عورت اور مرد ایک کمرہ میں نماز پڑھ رہے ہوں اور فرض نماز ہوتو کیا جب بھی عورت اور مرد کے درمیان ایک آدمی کی جگہ چھوڑ دی جائے؟ اگر نفل نماز مرد پڑھ رہا ہو اور عورت بھی نفل نماز پڑھتی ہوتو مرد اور عورت محرم بالکل پاس کھڑی ہوسکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

نماز ہوجائے گی، مگر مرد اور عورت کا متصل کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

”قال فی الدر المختار: فمحاذاة المصلية لمصل ليس فی صلاتها مكروهة لا مفسد، فتح“.(۲) فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

۴/شعبان ۱۳۹۳ھ (احسن الفتاویٰ:۴۳۳/۳)

مسجد میں چٹائی کی ٹوپیاں رکھنا اور ان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر لوگ ثواب کی نیت سے مساجد میں چٹائی کی ٹوپیاں نمازیوں کے استعمال کے لیے رکھ دیتے ہیں، جس سے برہنہ سر لوگ نماز کے وقت اپنے

== منا صاحبه إلٰی جنبه حتٰی نزلت ”وقوموا للّٰه قانتين“بالسكوت ونهينا عن الكلام.(سنن الترمذی، كتاب الصلاة،باب فی نسخ الكلام فی الصلوٰة: ۹۲/۱،مكتبة فيصل ديوبند،انيس)

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه عنه قال: كنا نسلم علی النبی صلی اللّٰه عليه وسلم وهو فی الصلاة قبل أن نأتی الأرض الحبشة علينا فلما رجعنا من أرض الحبشة أتيته يصلی فسلمت عليه فلم يرد علی حتٰی إذا قضٰی صلاته قال: إن اللّٰه يحدث من أمره ما يشاؤ و أن مما أحدث أن لا تتكلموا فی الصلاة فرد علی السلام وقال: إنما الصلاة لقراء ة القرآن و ذكر اللّٰه فإذا كنت فيها فليكن ذلک شانک.{رواه أبوداؤد}(مشكٰوة المصابيح،كتاب الصلاة، باب ما يجوز فی الصلوٰة وما يباح،الفصل الثانی:،ص ۹۱،مكتبة فيصل پبليكيشنز ديوبند،انيس)

(۱) كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها.(ردالمحتار،كتاب الصلاة:۱۴۷/۲،مكتبة زكريا،انيس)

(۲) رد المحتار،كتاب الصلاة،باب الإمامة:۳۱۷/۲،مكتبة زكريا ديوبند، انيس

سروں کو ڈھانپ لیتے ہیں، کیا یہ فعل شرعا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو براہ کرم اس کی وجوہ تحریر فرمائیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

چٹائی کی ٹوپیاں مسجد میں رکھنا جائز نہیں اور ان کو سر پر رکھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ وجوہ درج ذیل ہیں:

(۱) ایسی ٹوپیاں مسجد میں رکھنا احترام مسجد کے خلاف ہے، بالخصوص جب کہ ان کے تنکے نکل کر مسجد میں بکھرتے ہیں اور ان پر میل کی تہ نظر آتی ہے اور پسینے اور میل کی بو آتی ہے، کیا کوئی شخص ایسی ٹوپیوں کو اپنے مکان کے زینت بنانے کو تیار ہے؟ اگر نہیں تو خدا کے گھر کے لیے اس کو کیوں کر جائز قرار دیا جا سکتا ہے؟

(۲) اس قسم کی ضروریات مسجد میں رکھنے سے عوام کے ذہن میں یہ خیال ترقی کر رہا ہے کہ وہ مسجد کو عبادت گاہ کی بجائے خیراتی اور رفاہی ادارہ سمجھنے لگے ہیں اور یہ مسجد کے مقصد کے خلاف ہے اور اس میں مسجد کی توہین ہے۔

(۳) جو لباس پہن کر انسان کسی مجلس میں جانے سے شرماتا ہو، ایسے لباس میں نماز پڑھنا مکروہ نیز یہی ہے اور اس پر دوام مکروہ تحریمی کے قریب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳ / جمادی الآخر ۱۳۹۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۳۷)

کیا داڑھی نہ رکھنے والے کی نماز مکروہ ہے:

سوال: کیا یہ درست ہے کہ جو شخص داڑھی نہیں رکھتا، اس کی نمازیں مکروہ ہو جاتی ہیں؟

الجواب ــــــــــــــ

داڑھی منڈانا حرام ہے اور حرام فعل کا اثر نماز میں بھی رہے گا؛ اس لیے نماز مکروہ ہو جائے تو کچھ بعید نہیں۔ (۱)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/ ۵۴۹)

دوران نماز گھڑی پر وقت دیکھنا، چشمہ اتارنا، مٹی کو پھونک مار کر اڑانا:

سوال: اگر کوئی شخص دوران نماز ہاتھ، یا دیوار کی گھڑی وقت معلوم کرنے کے لیے جان بوجھ کر دیکھ لے۔

(۲) دوران نماز ٹوپی اٹھا کر سر پر رکھ لے، جب کہ سجدہ کرتے وقت سر سے ٹوپی گر گئی ہو۔

---

(۱) عن عائشة رضی اللّٰہ عنہا قالت: قال رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: عشر من الفطرة: قص الشوارب وإعفاء اللحية، إلخ. (الصحيح لمسلم، باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱، مكتبة البدر ديوبند، انيس)

(وأما الأخذ منها) وهی دون ذلک كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم. (ردالمحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لايفسده، مطلب فی الأخذ من اللحية: ۴۱۸/۲، مكتبة دار الكتاب ديوبند)/ وفتح القدير: ۷۷/۲، البحر: ۲۰۲/۲، انيس)

(۳) سجدہ کرتے وقت سجدہ کی جگہ مٹی کو پھونک مار کر اڑانے کے بعد سجدہ کرے۔

(۴) چشمہ اتارنا بھول گیا۔سجدہ کرتے وقت چشمہ اتارے؛ کیوں کہ چشمہ پہنے ہوئے سجدے میں ناک اور پیشانی بیک وقت نہیں لگتے۔

پوچھنا یہ ہے کہ ان باتوں سے نماز میں کیا فرق آتا ہے، کیا نماز دہرائی جائے گی، یا سجدہ سہو کیا جائے گا؟

الجواب

جان بوجھ کر گھڑی دیکھنا مکروہ ہے اور خشوع خضوع کے منافی ہے۔(۱)

(۲) ایک ہاتھ سے ٹوپی اٹھا کر سر پر رکھ لینے میں کوئی حرج نہیں، دونوں ہاتھ استعمال نہ کرے۔(۲)

(۳) یہ فعل مکروہ ہے۔(۳)

(۴) ایک ہاتھ سے اتار دے تو یہ مکروہ نہیں۔

ان چاروں صورتوں میں نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں، نہ سجدہ سہو کی۔(۴)(آپ کے مسائل اوران کا حل:۵۵۵/۳)

نماز میں جسم کو مختلف انداز سے حرکت دینا صحیح نہیں:

سوال: بعض حضرات نماز پڑھتے ہوئے اس کی بنیادی روح اوراس کی وضع کو ہی تبدیل کر دیتے ہیں؛ یعنی اس

(۱) فالأصل فيه أنه ينبغي للمصلي أن يخشع في صلاته،إلخ.(بدائع الصنائع،فصل في بيان ما يستحب في الصلاة ومايكره: ٢١٥/١)

(لونظر المصلي إلٰى مكتوب وفهمه) سواء كان قرآناً أوغيره قصد الاستفهام أولا أساء الأدب ولم تفسد صلاته لعدم النطق بالكلام (قصد الاستفهام) بهٰذا علم إن ترك الخشوع لايخل بالصحة بل بالكمال ...(أساء الأدب)؛لأن فيه اشتغالا عن الصلاة وظاهره أن الكراهة تنزيهية وهٰذا إنما يكون بالقصد.(حاشية الطحطاوي علٰى مراقي الفلاح،كتاب الصلاة،فصل فيما لا يفسد الصلاة ص: ٣٤١،مكتبة دارالكتاب ديوبند،انيس)

(۲) ولو سقطت قلنسوته فإعادتها أفضل إلا إذا احتاجت لتكوير أوعمل كثير.(ردالمحتار،فروع مشي المصلي مستقبل القبلة: ٦٤١/١،دارالفكر بيروت،انيس)

أن القول الثاني أن ما يعمل عادة باليدين كثير.(ردالمحتار،: ٦٢٥/١،دارالفكر بيروت،انيس)

أيضا:أن رفع القلنسوة ... بعمل قليل إذا سقطت أفضل من الصلاة مع كشف الرأس...إلخ.(حلبي كبير، ص: ٤٤٣،طبع سهيل اكيڈمي لاهور)

(۳) إن اللّٰه كره لكم ثلاثاً:العبث في الصلاة،إلخ.(رد المحتار،كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها،مطلب في الكراهة التحريمة والتنزيهية: ٤٠٦/٢،مكتبة زكرياديوبند،انيس)

(۴) ...بهٰذا علم أن بترك الخشوع لايخل بالصحة بل بالكمال...إلخ.(حاشية الطحطاوي علٰى مراقي الفلاح،كتاب الصلاة،باب فيما لايفسد الصلاة،ص: ١٨٧،طبع مير محمد كتب خانه)

قدر جلدی پڑھیں گے کہ ایسا لگے کہ کوئی جلدی ہو، ایک صاحب رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہی نہیں ہوتے اور سیدھے سجدے میں چلے جاتے ہیں، تکبیر کے لیے ہاتھ اٹھانے کے بعد واپس لاتے وقت دونوں بازوؤں کو مختلف انداز میں عجیب طرح سے حرکت دیتے ہیں اور سجدے میں جانے سے پہلے چند لمحوں تک اکڑوں بیٹھنے کے انداز میں قائم رہتے ہیں، غرضیکہ ان کی نماز ایک بالکل ہی مختلف اور عجیب تاثر دیتی ہے، جب ان کو کچھ کہا جائے تو وہ قرآن اور حدیث سے ثبوت مانگتے ہیں، ایسے لوگوں کو کیا جواب دیا جائے اوران کی نماز کیسی ہے؟

الجواب

ایسے حضرات کی نماز بعض صورتوں میں تو ہوتی ہی نہیں اور بعض صورتوں میں مکروہ ہوتی ہے، چناں چہ رکوع کے بعد سیدھے کھڑے نہ ہونا اور دونوں سجدوں کے درمیان اطمیان سے نہ بیٹھنا ترک واجب ہے، (۱) اور ایسی نماز واجب الاعادہ ہے، (۲) اور ہاتھوں کو غیر ضروری حرکت دینا اور سجدہ کو جاتے ہوئے درمیان میں غیر ضروری توقف کرنا مکروہ ہے۔ (۳) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۵۵۶/۳)

نماز میں مونچھوں پر ہاتھ پھیرنا فعل عبث ہے:

سوال: ہمارے علاقے میں زیادہ تر پولس والے ہیں اور عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب بھی وہ با جماعت نماز ادا کرتے ہیں تو زیادہ تر مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے رہتے ہیں۔ اب یہ بتائیں کہ نماز میں مونچھوں پر ہاتھ پھیرنے سے نماز پوری ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

---

(۱) عن ابن جريج قال: قلت لعطاء: وطرفه، قلت: فالاحتكاك في الصلاة، والارتداء وإلا تزاد في الصلاة، قال: كل ذلك لا تفعله في الصلاة. (المصنف لعبد الرزاق الصنعاني، باب التحريك في الصلاة: ۲۶۳/۲، رقم الحديث: ۳۲۹۶، انيس)

قوله: (وكذا في الرفع منهما) أي يجب التعديل أيضاً في القومة من الركوع والجلسة بين السجدتين إلخ. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: قد يشار إلى المثنىٰ بالإسم الإشارة الموضوع: ۱۵۷/۲، مكتبة زكريا ديوبند، انيس) / وأيضاً حلبي كبير، ص: ۲۹۵)

(۲) وإن كان تكره) الواجب (عمداً آثم ووجب) عليه (إعادة الصلاة) تغليظًا عليه. (مراقي الفلاح شرح نورالإيضاح علىٰ هامش الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۲، مكتبة دارالكتاب ديوبند)

قال في التنجيس: كل صلاة أديت مع الكراهة فإنها تعاد لا علىٰ وجه الكراهة. (مراقي الفلاح علىٰ هامش الطحطاوي، ص: ۱۸۹)

(۳) يكره للمصلي أن يعبث بثوبه أولحيته أوجسده، إلخ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب السابع، الفصل الثاني فيما يكره في الصلوٰة وما لا يكره: ۱۰۵/۱، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

مونچھوں پر ہاتھ پھیرنا فعل عبث ہے، اس سے نماز مکروہ ہوجاتی ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کاحل:۳/۵۵۷)

نماز میں کپڑا اسمیٹنا یا بدن سے کھیلنا مکروہ ہے:

سوال: میں اکثر دیکھتا ہوں کہ بعض نمازی نماز پڑھتے وقت اپنے کپڑوں کی شکنیں درست کرتے رہتے ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

نماز میں اپنے بدن سے، یا کپڑے سے کھیلنا مکروہ ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کاحل:۳/۵۵۷)

رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر بھول جائے تو بھی نماز مکروہ ہوگئی:

سوال: اگر کوئی شخص نماز میں قیام سے رکوع میں جاتے ہوئے ''اللہ اکبر'' کہنا بھول گیا، یا اکثر بھولتا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

نماز میں تکبیر تحریمہ فرض ہے،(۳) اس کے علاوہ باقی تمام تکبیرات سنت ہیں؛(۴) اس لیے اگر رکوع کو جاتے ہوئے تکبیر بھول گیا تو نماز ہوگئی، سجدہ سہو بھی لازم نہیں۔(۵) (آپ کے مسائل اوران کاحل:۳/۵۵۷)

---

(۱) عن أبان قال رأى ابن المسيب رجلاً يعبث بلحيته في الصلاة،فقال:إني لأرى هذا لو خشع قلبه خشعت جوارحه.(المصنف لعبد الرزاق،المكروهات،باب العبث في الصلاة:۲/۲۶۶،رقم الحديث:۳۳۰۸،انيس)

ويكره أن يعبث بثوبه أوبشئي من جسده.(حلبى كبيرى،ص:۳۴۹،طبع سهيل اكيڈمى لاهور)

(۲) (و) كره ...(عبثه به) أى بثوبه (وبجسده) للنهي إلا لحاجة (قوله:وعبثه) هوفعل لغرض غير صحيح...قوله:(للهني)وهوما أخرجه القضاعي عنه صلى الله عليه وسلم إن الله كره لكم ثلاثاً،العبث في الصلاة... وهي كراهة تحريم،إلخ.(الدرالمختار مع ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في الكراهة التحريمة والتنزيهية:۲/۴۰۶،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

(۳) عن علي رضي الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:مفتاح الصلاة الطهور،وتحريمها التكبير ويحلها التسليم.(سنن أبي داؤد،كتاب الصلاة،باب تحريم الصلاة وتحليلها:۱/۹۱، دارالفكر،بيروت،انيس)

(وهي) أي الفرائض الست المتفق عليها (تكبيرة الافتتاح)...إلخ.(حلبى كبير، فرائض،ص:۲۵۶)

فرائض نفس الصلاة ستة:الأول.التحريمة قائماً،لقوله عليه السلام،(مفتاح الصلاة الطهور و تحريمها التكبير).(اللباب في شرح الكتاب:۱/۳۵،باب صفة الصلاة،مطلب في المشروط بعد بيان الشرط، طبع:قديمى كتب خانه)

(۴) (وسننها) ... (وتكبير الركوع)وكذا الدفع منه بحيث يستوى قائماً.إلخ.(الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة:۲/۱۷۳،مكتبة زكريا ديوبند،انيس) ==

نماز میں ڈکار لینا مکروہ ہے:

سوال: بعض حضرات نماز میں موٹی موٹی ڈکاریں لیتے ہیں، جس سے آس پاس والوں کو بڑی کراہیت ہوتی ہے، دوران نماز ڈکار لینا شرعاً کیسا فعل ہے؟

الجواب

نماز میں ڈکار لینا مکروہ ہے، اس کو روکنے کی کوشش کی جائے اور جہاں تک ممکن ہو، آواز پست رکھی جائے۔(۱)

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۵۵۹)

صلوٰۃ بین الساریتین کا حکم:

سوال: **باب الإمامة فتح القدير** اور(۱) کی اس عبارت سے" **والأصح ما روی عن أبی حنيفة أنه قال: أكره أن يقوم الإمام بين الساريتين أوفی زاوية أوفی ناحية المسجد أو إلٰی سارية؛ لأنه خلاف عمل الأمة، آه**" بقول وتحقیق حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلاضرورت امام کا بحالت امامت مسجد کے در میں جو بین الساریتین ہو کھڑے ہونے کی کراہت ثابت ہوتی ہے، یا نہیں؟

(۲) بصورت ثبوت حکم کراہت صحیحین وغیرہما کی وہ حدیثیں قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے معارض ہوسکتی ہیں، جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بقول حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ کے اندر بین العمودین کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ثابت ہے، یا بوجہ منفرد ہونے حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معارضہ مذکور قیاس مع الفارق و باطل ہوگا؟

(۳) بدائع کی یہ عبارت"**الأفضل للإمام أن يقف فی مقام إبراهيم**" جس کو شامی ردالمحتار:۱/۵۶۹ نے حواشی درمختار کے باب الامامۃ و باب الصلوٰۃ فی الکعبہ میں نقل کیا ہے، معارض قول امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بوجہ وقوع مقام ابراہیم بین الساریتین ہے، یا نہیں؟ بصورت ثانی تعارض ظاہری کے دفع کی کیا تقریر و تنقیح ہے؟

==(۵) ترک السنة لايوجب فساداً ولا سهواً، إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۱۷۰، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

حاشية صفحة هذا:

(۱) ويكره السعال والتنحنح قصداً وإن كان مدفوعًا إليه لايكره، كذا فی الزاهدی. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الفصل الثانی، فيما يكره فی الصلاة وما لا يكره: ۱/۱۰۷، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

ومن الأدب (دفع السعال ما استطاع) تحرزاً عن المفسد فإنه إذا كان بغير عذر يفسد، وكذا الجشاء. (حاشية الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، فصل من آدابها أی الصلاة، ص: ۲۷۷، مكتبة دار الكتب العلمية، انيس)

(۲) ردالمحتار، مطلب فی كراهة قيام الإمام، مطلب: هل الإساءة دون الكراهة: ۲/۳۱۰، دار الكتب العلمية، انيس

الجواب

(۱) کراہت ثابت ہوتی ہے، کما ہو ظاہر۔

(۲) قیاس مع الفارق ہے، للوجہ المذکور فی السوال۔

(۳) یہ مقام ابراہیم کہنا ایسا ہے، جیسا باب الامامة ردالمحتار: ۵۸/۱(۱) میں اس کے ذرا قبل کی عبارت میں ''السنة أن يقوم في المحراب إلخ في المحراب'' کہنا؛ مگر دوسری دلیل سے فی المحراب یقیناً مقید ہے خروج قدمین کے ساتھ۔ في مكروهات الصلاة: وقيام الإمام في المحراب لاسجوده فيه وقدماه خارجه. (۲) پس اسی طرح فی مقام ابرہیم بھی مقید ہے اسی قید کے ساتھ؛ اس لیے کچھ تعارض نہ رہا۔

۲۱/ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ: ۲۳) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۲۸/۱-۴۲۹)

صحن میں محراب کے سامنے امام کے کھڑا ہونا اور دروں میں امام مقتدی ومنفرد کا کھڑ ہونا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ!

(۱) مسجد کے صحن میں یا آگے کے درجہ میں، یا سائبان میں محراب کی سیدھ میں امام کا کھڑا ہونا مکروہ ہے، یا نہیں؟ اور محراب سے علاحدہ ہونا کب متصور ہوتا ہے اور مکروہ ہونے پر فرض اور تراویح اور وتر وغیرہ کا حکم ایک ہے، یا الگ الگ اور کیوں؟

(۲) مقتدی کو، یا منفرد کو، یا امام کو مسجد کے دروں میں، یا سائبان کے ستونوں کے درمیان کھڑا ہونا خواہ وہ ستون لکڑی کے، یا لوہے کے، یا پتھر کے، یا پختہ عمارت کے ہوں اور ان پر گول ڈاٹ ہو، یا نہ ہو، جیسے کہ محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، ان میں بھی مکروہ ہے، یا نہیں؟ اور سب کا ایک حکم ہے، یا الگ الگ؟

الجواب

(حاصل جواب: امام کے لئے محراب میں کھڑا ہونا کوئی سنت نہیں ہے سنت یہ ہے کہ امام وسط صف میں کھڑا ہو اور چوں کہ محراب وسط صف میں بنائی جاتی ہے؛ اس لیے عموماً محراب میں کھڑے ہونے سے یہ سنت ادا ہو جاتی ہے۔ پس اگر باہر کے درجہ میں جماعت ہو تو وہاں بھی وسط صف میں محاذی محراب کے کھڑا ہو، البتہ اگر صحن ایک طرف بڑھا ہوا ہو تو صحن کے وسط کا لحاظ رکھنا چاہیے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایت کا مطلب صرف یہ ہے کہ مابین

---

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب: في كراهة قيام الإمام في غير المحراب، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ٤١٤/٢، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

مقام ابراہیم اس وقت کعبہ سے دور ہے اور وہاں اب کوئی ستون یا سائبان نہیں ہے۔ انیس

الساریتین کھڑا نہ ہو؛ بلکہ در سے باہر کھڑا ہو، جیسا کہ محراب میں بھی یہی حکم ہے کہ بالکل محراب کے اندر نہ کھڑا ہو؛ بلکہ قدم باہر ہونے چاہیے، وہی حکم در میں جاری ہوگا اور زاویہ اور ناحیہ مسجد میں امام کا کھڑا ہونا؛ اس لیے مکروہ فرمایا کہ اس میں وسط نہیں رہتا اور اصل یہ ہے کہ وسط میں کھڑا ہو، جہاں کہیں بھی کھڑا ہو۔

اور شامی ردالمحتار: ۵۶۸/۱ کے قول "**والظاهر الخ**" (۱) کا مطلب یہ ہے کہ امام کا وسط مسجد میں کھڑا ہونا بھی اس وقت مسنون ہے کہ جماعت کثیرہ ہو کہ دونوں طرف کنارہ مسجد تک نمازی بھر جاویں تاکہ دونوں طرفوں میں مساوات رہے، اور اگر نمازی پوری صف کے قدر نہیں ہیں تو پھر ناحیہ مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے؛ کیوں کہ مقتدی دونوں طرف مساوی کھڑے ہو سکتے ہیں۔ (۲)

(۱) ردالمحتار جلد اص ۵۹۳ و ۵۹۴ ردالمحتار، باب الامامۃ: ۵۶۸ میں اول معراج سے "**السنة أن يقوم في المحراب**" (۳) اور اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے: "**ليعتدل الطرفان**"، اس کے بعد امام صاحب کا قول نقل کیا ہے: "**أكره أن يقوم بين الساريتين أو في زاوية أو في ناحية المسجد أو إلى سارية؛ لأنه بخلاف عمل الأمة**" اور اس پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے: "**توسطوا الإمام**" اس کے بعد اس کی تائید اس طرح کی ہے: "**ألاترىٰ أن المحاريب مانصبت الأوسط المساجد وهي قد عينت لمقام الإمام**"، اس سبب سے ظاہر ہے کہ مقصود محراب نہیں؛ بلکہ توسط امام ہے اور ترک محراب سے جب کہ ایک ناحیہ زاویہ میں ہو، توسط کا ترک لازم آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کراہت میں قیام بین الساریتین وقیام فی زاویۃ وقیام فی ناحیۃ کا ذکر کیا، قیام فی الصحن کا ذکر نہیں کیا؛ کیوں کہ قیام فی الصحن مستلزم ترک توسط کو نہیں ہے، چناں چہ اس کے بعد تصریح کردی: "**والظاهر أن هٰذا في الإمام الراتب لجماعة كثيرة لئلا يلزم عدم قيامه في الوسط فلو لم يلزم ذلك لايكره، تأمل**" اور ان احکام کو مطلقاً امام کے لیے کہا گیا ہے، فرض وغیر فرض میں کسی نے فرق نہیں لکھا اور اگر کسی کو ردالمحتار، مکروھات الصلاۃ: ۶۴۶/۱ کی اس عبارت سے شبہ واقع ہو: "**وفي التاتارخانية ويكره أن يقوم في غير المحراب إلا لضرورة، آه، ومقتضاه أن الإمام لو ترك المحراب وقام في غيره يكره ولو كان قيامه وسط الصف؛ لأنه خلاف عمل الأمة**"، اس کا جواب یہ ہے کہ غیر محراب سے مراد غیر وسط مسجد ہے، چناں چہ اس سے اوپر کی عبارت اس کا قرینہ ہے: "**السنة أن يقوم الإمام بإزاء وسط الصف ألاترىٰ أن المحاريب مانصبت الأوسط المساجد وهي قد عينت لمقام الإمام**". (۶۷۵/۱) (۴) وجہ یہ کہ وسط مسجد

---

(۱) رد المحتار، مطلب: في كراهة قيام الإمام في غير المحراب: ۳۰۱/۲، مكتبة زكريا ديوبند، انيس
(۲) فتاویٰ دارالعلوم قدیم: ۱۸۵/۱-۱۶۳/ وفتاویٰ دارالعلوم جدید: ۳۶۱/۳-۳۶۲ سعید
(۳) رد المحتار، مطلب: في كراهة قيام الإمام في غير المحراب: ۳۱۰/۲، مكتبة زكريا ديوبند، انيس
(۴) ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب: في كراهة قيام الإمام في غير المحراب: ۳۱۰/۲، مكتبة زكريا، انيس

کو چھوڑنے سے جب مسجد میں پوری صف ہوگی تو ایک طرف مقتدی کم ہوں گے دوسری طرف زیادہ۔

(۲) امام کو مکروہ ہے لاشتراک العلہ اور مقتدی کو انقطاع صف کی حالت میں اور منفرد کو مکروہ نہیں، لانتفاء علة الكراهة.

۲۰ ر رمضان ۱۳۴۳ھ (تتمہ خامسہ: ۳۶۹) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۴۲۹-۴۳۱)

صف کے درمیان ستون کا حائل ہونا:

سوال: در دیار پنجاب وخراسان بوقت ساختن مساجد در صیفی وشتوی زیر صف (۱) میان ہر دو جدار ستون میدہند وبوقت صف بستن مصلیان آں ستونہا میان صف می آیند وجائے یک مصلی میگیرند بعض علمائے فرمایند کہ ایں حائل کعدم الحائل ست پس فرجات الشیطان متحقق شد و یدخل فیہ الشیطین کانھا حذف بر ومطلق وبعض می سرایند کہ حیلولت ستون درمیان صف مثل ایستادن مصلے شد و در فرجات شیطان داخل نہ شد چہ دخول شیطان برآں صورت است کہ قصداً فرجہ در صف میان دو کس گزاشتہ شود وایں آمدن ستون حالت اضطراری ست نہ اختیاری چہ ایں قدر دراز چوب کہ سر بسر بر جدران نہادہ شود نادر الوجود ست والضرورات تبیح المحظورات دریں امر ہرچہ ارشاد شود واجب العمل خواہد شد اگر قول بعض اول درست شود تا ستونہا را از مساجد کشیدہ صورتی دیگر کردہ شود اگر قول بعض ثانی درست شود ما از وسواس وعید ایمن باشیم اما دریں صورت جزئیہ نوشتہ شود بحوالہ کتاب وصفحہ وباب تا کہ برمخالف حجت قوی گردد۔ (۲)

الجواب

ایں جزئیہ تصریحاً از نظر نہ گذشتہ ونہ ذخیرہ کتب نزدخود دارم کہ دراں تتبع نمایم؛ لیکن انچہ از کلیات ونظائر فہمیدہ ام آن است کہ اگر از آمدن ستونہا میان صف تحرز بوجہی ممکن باشد تحرز باید کرد زیرا کہ مراصة در صفوف مامور بہ است وحیلولة

(۱) كذافي الأصل ولعل الصحيح "سقف". (س)

(۲) خلاصۂ سوال: پنجاب اور خراسان کے علاقوں میں مساجد بناتے وقت چھت کے نیچے دونوں دیواروں کے درمیان ستون رکھتے ہیں جو صف بندی کے وقت درمیان میں پڑتے ہیں اور ایک آدمی کی جگہ گھیرتے ہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ حائل (آڑ) حائل نہ ہونے کے حکم میں ہے، لہذا ''فرجات شیطان'' کی وعید کا محمل ہے اور بعض کا خیال یہ ہے کہ ستونوں کا درمیان صف ہونا مانند ایک نمازی کے کھڑا ہونے کے ہے ''فرجات شیطان'' کی وعید میں داخل نہیں ہے کیونکہ شیطان کا صف کے درمیان گھسنا اس وقت ہے کہ بالقصد صف کے درمیان فرجہ (کشادہ جگہ) چھوڑا جائے اور یہاں ستونوں کا صف کے درمیان واقع ہونا اضطراری حالت ہے اختیاری نہیں ہے کیونکہ ایسی لمبی لکڑی جو ایک دیوار سے دوسری دیوار تک دراز ہو اور درمیان میں ستون نہ رکھنے پڑیں نادر الوجود ہے لہذا ضرورت کی وجہ سے یہ جائز ہوگا۔

اس معاملہ میں جو آپ ارشاد فرمائیں گے وہ واجب العمل ہوگا، اگر اول حضرات کی رائے صحیح ہے تو مسجد میں سے ستون نکال کر کوئی اور صورت اختیار کی جائے گی اور اگر دوسرے حضرات کا قول درست ہے تو ہم اندیشہ وعید سے مطمئن ہو جائیں گے لیکن بصورت ثانی جزئیہ مع قید کتاب وصفحہ وباب تحریر فرمائیں تاکہ مخالف پر حجت قوی ہو۔ (سعید)

سواری مفوت مراصۃ است واگر تحرز ممکن نباشد پس امر واسع است۔(۱)

کمافی ردالمحتار المجلدالأول،ص:۵۹۵(۲)قال فی البحر:تکلموا فی الصف الأول،قیل: هوخلف الإمام فی المقصورة،وقیل:مایلی المقصورة،وبه أخذ الفقیه أبو اللیث؛لأنه یمنع العامة عن الدخول فی المقصورة فلاتتوصل العامة إلیٰ نیل فضیلة الصف الأول،آه،ثم قال:ویعلم منه بالأولیٰ

---

(۱) ترجمہ جواب: یہ جزئیہ صراحۃً نظر سے نہیں گذرا نہ کتابیں پاس ہیں کہ ان میں تلاش کروں،کلیات ونظائر سے جو کچھ سمجھا ہوں وہ یہ ہیں ''اگر صف کے درمیان ستونوں کے واقع ہونے سے بچنا کسی طرح بھی ممکن ہو تو بچنا چاہیے؛ کیوں کہ صف بندی میں مراصہ (ایک کو دوسرے سے جوڑنا، چمٹانا) مامور بہ ہے اور ستونوں کا صف کے درمیان آنا مراصہ کو ختم کرنے والا ہے اور اگر بچنا ممکن نہ ہو تو گنجائش ہے''۔

(۲) اس نقل میں اختصار مخل ہے؛ اس لیے اول پوری عبارت نقل کی جاتی ہے،اس کے بعد ضروری تحقیق لکھی جائے گی۔شامی:۵۹۵ میں ہے:

قال فی البحرفی آخرباب الجمعة: تکلموا فی الصف الأول قیل هوخلف الإمام فی المقصورة وقیل ما یلی المقصورة وبه أخذ الفقیه أبو اللیث؛لأنه یمنع العامة عن الدخول فی المقصورة فلا تتوصل العامة إلیٰ نیل فضیلة الصف الأول، اه، أقول والظاهرأن المقصورة فی زمانهم إسم لبیت فی داخل الجدار القبلی من المسجد کان یصلی فیها الأمراء الجمعة ویمنعون الناس من دخولها خوفًا من العد و فعلیٰ هٰذا اختلف فی الصف الأول هل هومایلی الإمام من داخلها أم ما یلی المقصورة من خارجها فأخذ الفقیه بالثانی توسعة علی العامة کی لاتفوتهم الفضیلة ویعلم منه بالأولیٰ أن مثل مقصورة دمشق التی هی فی وسط المسجد خارج الحائط القبلی یکون الصف الأول فیها ما یلی الإمام فی داخلها وما اتصل به من طرفیها خارجا عنها من أول الجدارإلیٰ آخره فلاینقطع الصف ببنائها کما لاینقطع بالمنبرالذی هو داخلها فیما یظهروصرح به الشافعیة وعلیه فلووقف فی الصف الثانی داخلها قبل استکمال الصف الأول من خارجها یکون مکروها ویؤخذ من تعریف الصف الأول بما هوخلف الإمام أی لاخلف مقتد آخرأن من قام فی الصف الثانی بحذاء باب المنبریکون من الصف الأول؛لأنه لیس خلف مقتد آخر واللّٰه تعالیٰ أعلم،آه.

اس عبارت میں علامہ شامی نے اولاً تعیین صف اول میں علماء کا اختلاف دکھلایا ہے کہ بعض اس صف کو اول کہتے ہیں،جو کہ امام کے پیچھے مقصورہ کے اندر ہوتی ہے اور بعض اس صف کو جو کہ مقصورہ کے قریب اس کے باہر ہوتی ہے۔اس کے بعد علامہ موصوف نے ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ظاہر کی ہے کہ وہ اس غرض سے کہ عوام صف اول کی فضیلت سے محروم نہ ہو جائیں قول ثانی کو اختیار کرتے ہیں،اس کے بعد انہوں نے استنباط کیا ہے اور کہا ہے کہ امام ابواللیث کے فتوے سے یہ امر بالاولیٰ معلوم ہوتا ہے کہ جامع دمشق جس میں مقصورہ حائط قبلے سے باہر اور مسجد کے درمیان میں واقع ہے،اس میں صف اول وہ ہے،جو کہ مقصورہ کے اندر واقع ہے اور جو لوگ مقصورہ سے باہر صف مذکور کے دونوں پہلوؤں میں کھڑے ہیں،وہ صف اول میں داخل ہیں اور مقصورہ کی دیواروں کے بیچ میں حائل ہونے سے صف منقطع نہیں ہوتی،جیسا کہ مقصورہ کے اندر منبر کے حائل ہونے سے صف منقطع نہیں ہوتی اور گو علامہ موصوف نے اس استنباط کی وجہ نہیں بیان کی ہے؛ مگر میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ جب امام ابواللیث عوام کی فضیلت صف اول کو حاصل کرنے کے لیے اس صف کو صف اول کہتے ہیں،جو کہ صف واقع فی المقصورہ کے پیچھے ہے تو جو صفیں کہ اس کے دونوں پہلوؤں میں ہیں وہ تو بالاولیٰ صف اول میں داخل ہوں گی اور جب کہ وہ صف اول میں داخل ہوئیں تو اب پچھلی صف کو صف اول کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے،لہٰذا صف اول وہ صف ہوگی،جو کہ مقصورہ کے اندر اور اس کے دونوں پہلوں میں واقع ہے اور جب کہ صف اول صف مذکور قرار پائی تو اب دیوار ہائے مذکورہ قاطع صف نہ ہوگی،یہ تقریر تھی وجہ استنباط کی؛لیکن مجھے اس میں کلام ہے،اولاً اس لیے کہ حصول فضیلت صف اول کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ صف ثانی کو صف اول کیا جاوے؛ بلکہ اس کے لیے قرب امام کی امکانی کوشش کافی ہے،کمالایخفیٰ علی العارف بقواعد الشرع اور ثانیاً اس لیے کہ اگر صف خارج مقصورہ کو صف اول مان بھی لیا جاوے اور یہ بھی مان لیا جاوے کہ جو لوگ صف واقع فی المقصورہ کے پہلوؤں میں ہوں،وہ صف اول میں داخل ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مقصورہ کی دیواریں قاطع صف نہ ہوں،یہ ممکن ہے کہ نمازیوں کو قطع صف کا گناہ نہ ہو؛ ==

إن مثل مقصورة دمشق التی هی فی وسط المسجد خارج الحائط القبلی یکون الصف الأول فیها ما یلی الإمام فی داخلها وما اتصل به من طرفیها خارجا عنها من أول الجدار إلٰی آخره فلا ینقطع الصف ببنائها کمالاینقطع بالمنبر الذی هو داخلها فیما یظهر وصرح به الشافعیة،آه.(۱)

(۲)قلت:وقد ثبت بهٰذه الروایة أن القاطع فی محل الضرورة لیس بقاطع و یؤیده ماروی الترمذی فی باب کراهة الصف بین السواری عن عبدالحمید بن محمود قال صلینا خلف أمیر من الأمراء فاضطرنا الناس فصلینا بین الساریتین فلما صلینا قال أنس بن مالک کنا نتقی هٰذا علٰی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم.(الحدیث)(۳) فلینظر فی قوله اضطرنا وقوله نتقی یحصل التفصیل الذی ذکر.

(امداد،ج:۱/ص:۸۰)(امدادالفتاویٰ جدید جلد:۱/۴۳۱-۴۳۶)

سجدے میں جاتے ہوئے پاجامہ اٹھانا اچھا نہیں:

سوال: قومہ سے سجدے میں جاتے ہوئے پاجامہ اوپر کو اٹھا لیتے ہیں تو نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

بلاضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں، اور نماز ادا ہو جاتی ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۹۳)

== کیوں کہ اس سے بچنا ان کے اختیار سے باہر ہے؛ مگر بانیان مقصورہ کا گناہ سے محفوظ رہنا دشوار ہے؛ کیوں کہ وہ اس قطع کا سبب اپنے اختیار سے بنے ہیں اور ثالثاً اس لیے کہ امام ابواللیث کے صف خارج مقصورہ کو صف اول کہنے سے یہ لازم بھی نہیں آتا کہ صف واقع فی المقصورہ دمشق صف اول ہو اور جو لوگ اس کے پہلوؤں میں کھڑے ہیں، وہ صف اول میں داخل ہوں؛ کیوں کہ جس ضرورت سے امام ابواللیث نے صف خارج کو صف اول کہا تھا وہ ہنوز موجود ہے؛ اس لیے کہ انہوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی تھی کہ اگر صف مقصورہ کو صف اول کہا جاوے گا تو عوام فضیلت صف اول سے محروم ہو جاویں گے؛ کیوں کہ عوام حجرہ میں داخل نہیں ہو سکتے، اب میں کہتا ہوں کہ اگر جامع دمشق میں صف اول صف واقع فی المقصورہ کو کہا جاوے گا تو وہ لوگ فضیلت صف اول سے محروم ہو جاویں گے؛ کیوں کہ مقصورہ میں داخل ہونے سے حکومت مانع ہے اور اس کے پہلوؤں میں کھڑے ہونے سے شریعت مانع ہے للزوم القطع، پس ضرور ہے کہ صف خارج کو صف اول کہا جاوے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نہ امام ابواللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مسلک قوی ہے، نہ علامہ شامی کا اس سے یہ استنباط کرنا کہ جامع دمشق میں صف اول فی المقصورہ ہوگی اور جو لوگ اس کے دونوں پہلوؤں میں کھڑے ہیں، وہ صف اول میں داخل ہوں گے اور جدران مقصورہ قاطع صف نہ ہوں گے، جب یہ تمہیدی مضمون معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ غالباً اس روایت سے استدلال کی وجہ یہ تھی کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حائل بوقت ضرورت کالعدم ہے، سو یہ مضمون صحیح ہے اور مدعی پر اس سے استدلال درست ہے گو یہ امر کہ جامع دمشق میں دیوار ہائے مقصورہ قاطع صف نہیں ہیں محل کلام ہے، کما تتبین ویؤیدماقلنا تصریح ابن الحاج المالکی بلزوم قطع الصفوف ببناء المقاصر؛ لیکن اس کا اثر اصل مقصود پر کچھ نہیں پڑتا۔ پس یہ عبارت برمحل ہے اور اس کی بے تعلقی مقام کا شبہ مندفع ہو گیا، جو کہ اول نظر میں احقر کو ہو گیا تھا۔(تصحیح الاغلاط:۱۳)

(۱) ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/۵٦۹،مطلب فی الکلام علی الصف الأول،انیس

(۲) یہاں پر عبارت میں تصحیح الاغلاط ۱۵ سے تغیر کیا گیا ہے۔ شفیع

(۳) جامع الترمذی،باب ماجاء فی کراهة الصف بین السواری،مکتبة فیصل پبلیکیشنز دیوبند،انیس

(۴) (و) کره (کفه)أی رفعه لتراب کمشمر کم أوذیل (وعبثه به)أی بثوبه (وبجسده)للنهی إلا لحاجة ولابأس به خارج صلاة.(الدرالمختار مع رد المحتار،باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها:۲/۴۰٦-۴۰۷،مکتبة زکریا،انیس)==

بلاضرورت سجدے میں جاتے ہوئے پاجامہ اوپر کرنا خلافِ ادب ہے:

سوال: سجدے میں جانے کے وقت پاجامہ اوپر کرنا کیسا ہے؟

الجواب

بلاضرورت اچھا نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۰۵/۴)

نماز میں بار بار پاجامہ اٹھانا اچھا نہیں:

سوال (۱) نماز میں بار بار پاجامہ کو اٹھانا کیسا ہے؟

سجدے میں پیروں کا سرکانا کیسا ہے:

(۲) سجدے میں جاتے وقت دونوں پیروں کا زمین سے اونچا ہونا، یا آگے پیچھے سرکانا کیسا ہے، اس سے نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) بار بار اٹھانا اچھا نہیں؛ مگر نماز صحیح ہے۔(۲)

== قال فی النهاية: وحاصله أن كل عمل هويفيد للمصلى فلابأس به، أصله ماروى "أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم عرق فی صلاته فسلت العرق عن جبينه" أی مسحه؛ لأنه كان يؤذيه فكان مفيدًا وفی زمن الصيف كان إذا قام من السجود نفض ثوبه يمنةً أويسرةً؛ لأنه كان مفيدًا كيلا تبقٰی صورةً فأما ما ليس بمفيد فهوالعبث، آه. وقوله (كيلا تبقٰی صورةً) يعنی حكايته صورة الإلية كما فی الحواشی السعدية إلخ. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلٰوة و ما يكره فيها: ۵۹۸/۱-۵۹۹، ظفير)

(۱) عن ابن عباس رضی اللّٰه عنه قال: أمر النبی صلی اللّٰه عليه وسلم أن يسجد علٰی سبعة أعضاء ولا يكف شعره ولا يثابه. (جامع الترمذی، كتاب الصلاة، باب ماجاء فی السجود علٰی سبعة أعضاء: ۶۲/۱، مكتبة أشرفية ديوبند، انيس)

وكره كفه أی رفعه ولولتراب كمشمر كم أوذيل وعبثه به أی بثوبه وبجسده للنهی إلا لحاجة. (الدرالمختار)

وحاصله أن كل عمل هومفيد للمصلی فلابأس به. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۵۹۸/۱-۵۹۹، ظفير)

(۲) ويكره للمصلی أن يعبث بثوبه وبجسده، إلخ. (الهداية، باب مايكره فی الصلاة: ۱۲۴/۱، ظفير) (كتاب الصلٰوة، فصل فی مكروهات الصلاة: ۱۱۸/۱، مكتبة رشيدية سهارنپور، انيس)

(۲)　اس میں بھی نماز صحیح ہے؛ مگر حتی الوسع ایسا قصداً نہ کیا جاوے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۸/۴)

دوران نماز کپڑوں کو درست کرنا کیسا ہے:

(از تتمہ)

سوال: زید کو یہ عادت ہے کہ حالت نماز میں قومہ میں کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اپنے کولھوں پر پھیرتا ہے ،کبھی اپنی قمیص کو پیچھے کو پیچھے سے ٹھیک کرتا ہے،اسی طرح تشہد میں بیٹھ کر اپنی قمیص اپنے زانوؤں پر کھینچتا ہے، کیا اس طریقے سے نماز صحیح ہو جاتی ہے؟

(شیخ رشید احمد،سوداگر صدر بازار دہلی)

الجواب

یہ حرکت نماز میں کراہت پیدا کرتی ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۴۳۲/۳)

مسجد میں لگے ہوئے شیشے کے سامنے نماز ادا کرنا:

سوال: ہماری مسجد میں؛ بلکہ بہت سی مسجدوں میں شیشے کی کھڑکیاں اور دروازے ہوتے ہیں کہ جن میں نمازی کا اپنا عکس نظر آتا ہے، آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ اس سے نمازی کی نماز میں کوئی فرق پڑتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر اس سے نمازی کی توجہ تو مکروہ ورنہ ہے۔(۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۵۴/۳)

---

(۱)　(ومنها: السجود) بجبهته و قدميه ووضع أصبع واحدة منهما شرط.(الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة: ۱/ ٤١٦،ظفير)

(۲)　عن أبي ذر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا قام أحدكم إلى الصلاة فلا يمسح الحصى فإن الرحمة تواجهه.(مشكٰوة المصابيح،باب ما لا يجوز فى الصلاة،وما يباح الفصل الثانى،ص: ۹۱،مكتبة فيصل ديوبند،انيس)

وعن أنس رضى الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا بنى إياك والالتفات فى الصلاة فإن الإلتفات فى الصلاة هلكة.(مشكٰوة المصابيح،كتاب الصلاة،باب ما لا يجوز وما يباح،الفصل الثانى،ص: ۹۱،مكتبة فيصل ديوبند،انيس)

(۳)　فصل من آدابها...(و) منها (نظر المصلى) سواء كان رجلا أو امرأة (إلٰى موضع سجوده قائمًا)حفظاً له عن النظر إلٰى ما يشغله عن الخشوع.(مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى ص: ۱۵۱،طبع مير محمد كتب خانة)(حاشية الطحطاوى علٰى مراقى الفلاح،كتاب الصلاة،فصل من آدابها،ص: ۲۷٦-۲۷۷،مكتبة دارالكتاب ديوبند،انيس)

کھلے گریبان کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: نمازیوں کی اکثریت درست طریقے پر نماز ادا نہیں کرتی اور نماز کے ارکان پوری طرح ادا کرنے کے بجائے نماز بھگتانے کی کوشش کی جاتی ہے، جو نماز کی اصل روح کے منافی ہے، ایک بہت بڑی غلطی جس کی طرف آج تک کسی نے توجہ نہیں دی، وہ یہ ہے کہ اکثر نمازیوں کا گریبان (دادا گیروں کی طرح) کھلا ہوتا ہے اور جھک کر عاجزی وانکساری کے ساتھ کھڑے ہونے کے بجائے سینہ تان کر کھڑے ہو جاتے ہیں، جب کہ اس کے برعکس اگر کوئی نمازی، یا شخص بادشاہ وقت کے روبرو پیش ہو تو اس کا طرز عمل کیا یہی ہوگا، قطعی نہیں۔

مولانا محترم جواب دیں کہ بادشاہوں کے بادشاہ خالق دو جہاں خداوند تعالیٰ کے حضور اس طرز عمل کا مظاہرہ کرنے والے اپنے اعمال کو ضائع کر رہے ہیں، یا ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں؟

الجواب

کھلے گریبان کے ساتھ نماز جائز ہے؛ لیکن بند کر لینا بہتر ہے اور قیام کی حالت میں آدمی کو اپنی اصلی وضع پر کھڑا ہونا چاہیے، نہ اکڑ کر کھڑا ہو اور نہ جھک کر۔ (۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۵۴۹/۳)

نماز میں شیطانی وساوس اور دنیاوی خیالات آنا:

سوال: اس کا کیا علاج ہے کہ نماز میں شیطانی وسوسہ نہ ہو اور دنیاوی خیالات نہ ہوں؟

الجواب

جہاں تک ہو سکے قرأت اور تسبیح وغیرہ کی طرف دھیان رکھیں، رفتہ رفتہ عادت پختہ ہو جاوے گی اور باوجود اس

---

(۱) ﴿وقوموا لله قٰنتين﴾ (سورة البقرة: ۲۳۸)

فاشتمل ذلک علی لزوم السکوت والخشوع فيها وترک المشی والعمل فيها وذلک فی حال الأمن والطمانينة. (أحكام القرآن للجصاص: ۵۴۵/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

أيضاً: ويكره للمصلي كل ماهو من اخلاق الجبابرة عموماً؛ لأن الصلاة مقام التواضع والتذلل والخشوع وهو ينافی التكبر والتجبر. (الحلبی الكبير، ص: ۳۴۸، طبع: سهيل اكادمی لاهور)

ويكره للمصلي ما هو من أخلاق الجبابرة. (المبسوط للسرخسی، مكروهات الصلاة: ۳۴/۱، دار المعرفة بيروت/المحيط البرهانی، الفصل السادس عشر فی التغنی والألحان: ۳۷۷/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

قال فی منية المصلي: ويكره كل ماكان من أخلاق الجبابرة. (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفالح، فصل فی المكروهات: ۳۵۰/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

قال الإمام اللامشی: العبادة عبارة عن الخضوع والخشوع وحدها فعل لا يراد به إلا تعظيم الله تعالیٰ بأمره. (ردالمحتار، مطلب فی الفرق بين العبادة والقربة: ۵۹۷/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

کوشش کے پھر بھی خود بخود دھیان اور طرف جاوے تو کچھ حرج نہیں، فقط اتنا ضروری ہے کہ اپنے ارادہ سے دوسری طرف خیال نہ کرے۔

احقر عبدالکریم عفی عنہ، ۵؍شوال ۱۳۴۸ھ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد، ۷؍شوال ۱۳۴۸ھ۔ (امدادالاحکام جلد:۲؍۱۰۱)

نماز میں پیشانی کی مٹی جھاڑنا کیسا ہے:

سوال: نماز پڑھنے میں اگر پیشانی پر مٹی لگ جاتی ہے، اس کا پونچھنا کیسا ہے؟

الجواب

نماز میں نہ پونچھے بعد نماز کے اگر پونچھے تو کچھ حرج نہیں ہے؛ لیکن اچھا یہ ہے کہ نہ پونچھے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴؍۱۰۲)

جیب میں رشوت کے پیسے رکھ کر نماز درست ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کسی شخص کی جیب میں رشوت کا روپیہ پڑا ہو تو اس کی نماز ہوگی، یا نہیں؟ اور رشوت کے روپیہ سے بنا ہوا کپڑا اگر بدن پر ہو تو نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

نماز ہو جاتی ہے اور نماز میں کراہت اس وجہ سے نہیں ہے کہ رشوت کا گناہ علاحدہ ہے اور اگر کپڑا بدن پر رشوت کے روپیہ سے بنا ہوا ہے تو اس سے نماز مکروہ ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴؍۱۰۲)

نماز کے دوران وضو کا ٹوٹ جانا:

سوال: دوران نماز ریاح خارج ہونے کا اندیشہ ہو تو کیا ایسے میں ہم ریاح روک سکتے ہیں اور اگر ہم روک لیتے ہیں تو کیا نماز ہو جاتی ہے؟

---

(۱) عن أبی ذرقال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إذا قام أحدکم إلی الصلاة فلا یمسح الحصی فإن الرحمة تواجهه. (سنن النسائی، النهی عن مسح الحصی فی الصلاة، رقم الحدیث: ۱۱۹۱، انیس)

(و) یکره أیضاً للمصلی (أن یمسح عرقه أو) یمسح (التراب عن جبهته فی أثناء الصلوٰة)... ولایکره بعد السلام. (غنیة المستملی، فصل فی بیان ما یکره فعله فی الصلوٰة، ص: ۳۴۵، ظفیر)

(۲) جس طرح ارض مغصوبہ میں مکروہ ہے۔

وکذا تکره فی أماکن کفوق کعبة، الخ، وأرض مغصوبة. (الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلوٰة: ۱/ ۳۵۴، ظفیر)

الجواب

ایسا کرنا مکروہ ہے، نماز ہو جاتی ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۵۷۵)

آمین بالجہر کے بارے میں چند اہم سوال اوران کے جواب:

سوال: عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ:۱/۱۳۶ میں ہے کہ صحیح تو آمین بالجہر ہی ہے۔

(۲) امام محمد رحمہ اللہ شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے آمین بالجہر کو ترجیح دی ہے۔

(۳) مولانا عبدالحی لکھنویؒ اپنے فتاویٰ:۲/۲۷۰ میں بالجہر کو مسنون فرماتے ہیں۔

(۴) سعایہ شرح وقایہ میں مولانا موصوف رقم طراز ہیں:

''**فوجدنابعد التأمل والامعان القول بالجهر بآمين هو الأصح**''.

(۵) درمختار مترجم:۱/۲۳۰ میں آمین بالجہر کی بابت منقول ہے۔

(۶) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۱ میں فرماتے ہیں کہ جو شخص آمین بالجہر کہتا ہو، اس کو ملامت نہیں کرنا چاہیے، نیز فتاویٰ رشیدیہ:۱/۶ میں آمین ورفع یدین کرنے والے کو عامل بالحدیث لکھا ہے۔

حدیث، یا سنت کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ منسوخ نہ ہوئی ہو اور مستمر رہی ہو؛ کیوں کہ دو مختلف قول ایک ہی وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کئے جا سکتے، یقیناً دوسرا قول اس وقت کے لیے نہ سنت ہے اور نہ ہی حدیث کہلا سکتا ہے، اس نظریہ کے متعلق بھی ارشاد فرمائیں؟

الجواب

''عمدۃ الرعایہ'' میں مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے جو لفظ تحریر فرمایا ہے، وہ روایت شعبہ کے متعلق ہے کہ اس میں ایک لفظ ''**خفض بها صوته**''(۲) آیا ہے اور دوسری میں ''**جهر بها**'' ہے،(۳) تو مولانا نے اس روایت کے ان دو لفظوں

---

(۱) (و) يكره (أن يدخل في الصلٰوة وقد أخذه غائط أوبول) لقوله عليه الصلواة والسلام: لاصلاة بحضرة الطعام ولا وهو يدافعة الأخبثان. {متفق عليه} (الحلبي الكبير، ص:٣٦٦)

وأيضًا: عن أبي هريرة عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لايحل لرجل يؤمن باللّٰه واليوم الآخر أن يصلي وهو حقن حتٰى يتخفف. (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب أيصلي الرجل وهو حاقن: ١٢/١، انيس)

ردالمحتار، كتاب الصلٰوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ٤٠٨/٢، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۲) عن علقمة بن وائل عن أبيه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قرأ غير المغضوب عليه ولا الضالين فقال: آمين وخفض بها صوته. (جامع الترمذي، كتاب الصلاة، باب ماجاء في التأمين: ٥٨/١، مكتبة أشرفية ديوبند، انيس)

(۳) عن وائل بن حجر قال: كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم إذا قرأ ﴿ولا الضالين﴾ قال: آمين، ورفع بها صوته. (سنن أبي داؤد، باب التأمين وراء الإمام، رقم الحديث: ٩٣٢، انيس)

میں سے از روئے روایت ایک کو صحیح کہا ہے، نہ یہ کہ آمین بالجہر کو آمین بالسر پر ترجیح دی ہے، مولانا خود حنفی تھے، ساری عمر سرآمین کہتے رہے اور نواب صدیق حسن خان کے ساتھ ان کے مناظرے، مسائلِ مختلف فیہا میں رہے ہیں؟

(۲)　حوالہ موجود نہیں، بعد از حوالہ جواب دیا جائے گا۔

(۳)　فتاویٰ عبدالحیؒ میں دراصل یہ بات مذکور ہے کہ کسی مقام پر غیر مقلدین آمین آہستہ کہنے والوں کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور ان میں سے بعض جاہل حنفیوں کو کافر بھی کہہ رہے تھے، ان کلماتِ ناشائستہ کی وجہ سے بعض حنفیوں نے غیر مقلدین کو مارا، جس کی وجہ سے جو روز روز فساد اور مناظرہ اور جھگڑا مسجد میں برپا رہتا تھا، وہ ختم ہو گیا، پھر مولانا سے استفتاء ہوا، اس پر مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے مارنے والوں کو تنبیہ کی اور کہا کہ آمین بالجہر نہ کہنے والے کو برا کہنے والا اور آمین بالجہر کہنے والے کو مارنے والے دونوں گنہگار ہوئے، دونوں پر توبہ لازم ہے۔ یہ اصل عبارت ہے، جس کو غلط الفاظ میں استفتاء کے اندر پیش کیا گیا ہے، اب اس سے یک طرفہ مطلب نکالنا کہ آمین بالجہر ہی سنت ہے، ٹھیک نہیں۔

(۴)　سعایہ ہمارے پاس موجود نہیں ہے؛ اس لیے اس کے متعلق کچھ لکھنے سے قاصر ہیں، سائل کے دیگر سوالات کے موافق اس میں بھی کوئی مغالطہ ہوگا۔

(۵)　درمختار میں آمین بالجہر کے مسنون ہونے کے متعلق کچھ نہیں ہے؛ بلکہ ''سرا'' کہنے کا ذکر ہے۔

(۶)　مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے فتاویٰ رشیدیہ میں ایک شخص کے جواب میں تحریر فرمایا ہے، اس نے سوال کیا تھا کہ غیر مقلد کے پاس کھڑے ہو کر رفع یدین و آمین بالجہر کرنے سے ہماری نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آئے گی؟

اس کے جواب میں مولانا نے جو فرمایا، وہ یہ لفظ ہیں: ''کچھ خرابی نہیں آئے گی، ایسا تعصب اچھا نہیں ہے، وہ بھی عامل بالحدیث ہے، اگرچہ نفسانیہ کرتا ہے؛ مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے''۔ اس عبارت میں مولانا نے غیر مقلدین کو نفسانیت سے عمل کرنے والا فرمایا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، جو آج کل غیر مقلدین میں مشاہد ہے، انہیں جہاں بھی موقع ملتا ہے، احناف کو کافر مشرک اور خلاف سنت کرنے والا کے القاب دیتے ہیں اور ہمارے اکابر کی رواداری دیکھئے کہ ان پر ملامت کرنے، یا برا بھلا کہنے سے روک رہے ہیں؛ اس لیے ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں فتنہ وفساد کرنا اچھا نہیں ہے اور ان مسائل میں الجھنا نہیں چاہیے، دونوں امر صاحبِ شریعت سے ثابت ہیں اور یہی مطلب سبیل الرشاد کا ہے۔ ''سبیل الرشاد'' کی عبارت ملاحظہ ہو:

> ''آمین کے باب میں دونوں طرف حدیث صحیح موجود ہے، اس میں یہی دو فریق ہیں: ایک جہر کو اولیٰ کہتے ہیں اور دوسرے خفیہ کو اولیٰ کہتے ہیں، اصل آمین کہنے کے سنت ہونے میں اتفاق ہے''۔

اس عبارت میں سے جیسے یہ نکلتا ہے کہ جہر والے عامل بالحدیث ہیں، اسی طرح سر والے بھی عامل بالسنہ ثابت

ہوتے ہیں اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ خود سرا آمین کہتے رہے ہیں تو پھر جھگڑا جس کی ابتدا غیر مقلدین کی طرف سے ہوتی ہے اور حنفی اکثر مدافعت کرتے ہیں، اس میں حنفی کیوں قابلِ ملامت ہیں۔

بعض ائمہ آمین بالجہر کو سنت مستمرہ مانتے ہیں، اس پر عمل کرتے ہیں اور بعض ائمہ اس کو سنت منسوخہ قرار دیتے ہیں اور آخری عمل اخفا کو سمجھتے ہیں؛ اس لیے جب یہ کہا جاتا ہے کہ دونوں عمل مسنون ہیں، یا دونوں فریق عامل بالسنہ ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ہر فریق اپنے دلائل اور ترجیح کی بنا پر مصیب ہے اور واقع میں حق تو ایک فریق کے ساتھ ہوگا؛ لیکن اجر وثواب کے دونوں فریق مستحق ہوں گے؛ اس لیے کسی پر ملامت کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، ۲۵ رصفر المظفر ۱۳۷۴ھ۔ الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/ ۴۱۷-۴۱۹)

مسجد میں پڑی ہوئی ٹوپیوں سے نماز کا حکم:

سوال: آج کل مسجدوں میں تنکے کی ٹوپیاں رکھنے کا عام رواج ہے، مستعملین کو ان کی پاکی وپلیدی کا کوئی علم نہیں ہوتا، ان کا استعمال کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بہتر یہ ہے کہ ہر شخص رومال، یا ٹوپی گھر سے اپنے ہمراہ لائے اور اسے پہن کر نماز پڑھے، ایسی گری پڑی ٹوپیاں استعمال کرنا نظافت ونفاست کے خلاف ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۷/ ۱۱/ ۱۳۹۷ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/ ۴۲۵)

پگڑی باندھنے میں اگر سر کا درمیانہ حصہ خالی رہ جائے تو نماز کا کیا حکم ہے:

سوال: بعض بوڑھوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب وہ بگڑی باندھتے ہیں تو سر کا درمیانہ حصہ ننگا چھوڑ دیتے ہیں اور اسی کے ساتھ نماز بھی پڑھتے ہیں تو اس طرح نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پگڑی باندھنے سے منع فرمایا ہے کہ سر پر پگڑی تو موجود ہو؛ مگر اس کا درمیانہ حصہ خالی ہو؛ اس لیے اس کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: "يكره اشتمال الصماء والاعتجاز"... قال ابن عابدين: (قوله: والاعتجاز) لنهي النبي صلى الله عليه وسلم عنه وهو شد الرأس أوتكوير عمامته علٰى رأسه وترك وسطه مكشوفًا.

وقيل: أن يتنقب بعمامته فيعطي ألفه، إما للحر أو للبرد أو للتكبير، إمداد، وكراهة تحريمية أيضاً لما مر. (۱)(فتاویٰ حقانیہ:۳/۱۹۷)

چوری شدہ ٹوپی سے نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: میرا ایک دوست درزی ہے، اس کے پاس لوگ کپڑے سلوانے کے لیے لاتے ہیں، اس سے کچھ کپڑا بچ بھی جاتا ہے، اس کپڑے سے اگر ٹوپی وغیرہ بنا کر اس میں نماز پڑھی جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر یہ کپڑا جو درزی کے پاس بچ جاتا ہے اور مالک نے بطیّب خاطر چھوڑ دیا ہو تو اس سے بنی ہوئی ٹوپی میں نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے، البتہ اگر مالک کی رضامندی کے بغیر اس نے اس کپڑے سے اپنے لیے ٹوپی بنالی تو اس چوری کردہ کپڑے کی ٹوپی میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ **قال العلامة الحصكفي:**

"وكذا تكره في أماكن كفوق كعبة... وأرض مغصوبة". (۲)(فتاویٰ حقانیہ:۳/۱۹۷-۱۹۸)

کباڑ (لنڈے) کے کپڑوں میں نماز کا حکم:

سوال: بعض لوگ کباڑ (لنڈے) کے کپڑے استعمال کرتے ہیں، کیا بغیر دھوئے ان کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز ہے؟

الجواب

کباڑ (لنڈے) کا اکثر حصہ یہود ونصاریٰ، یا فساق کے استعمال شدہ کپڑوں کا ہوتا ہے، فقہاء کرام نے ان کی شلوار، پتلون وغیرہ کے علاوہ دیگر کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز لکھا ہے؛ تاہم بہتر یہ ہے کہ ایسے کپڑے دھو کر استعمال کیے جائیں۔

لما قال العلامة الحصكفي: ثياب الفسقة وأهل الذمة طاهرة.

قال ابن عابدين: قال في الفتح وقال بعض المشائخ: تكره الصلاة في ثياب الفسقة؛ لأنهم

(۱) ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب الكلام على اتخاذ المسبحة: ٤٢٣/٢، مكتبة زكريا، انيس)
(قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالي: و(يكره الاعتجاز وهو شد الرأس بالمنديل) أو تكوير عمامة علىٰ رأسه. (مراقي الفلاح علىٰ صدر الطحطاوي، فصل مكروهات الصلوٰة، ص: ٣٥٠، مكتبة دار الكتاب ديوبند، انيس)

(۲) الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار، كتاب الصلاة، قبيل باب الأذان: ٣٨١/١

قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالي: (و) تكره في (أرض الغير بلا رضاه). (مراقي الفلاح علىٰ صدر الطحطاوي، باب مكروه الصلاة، ص: ٢٩١)

لايتقون الخمور، قال المصنف يعنى صاحب الهداية: الأصح أنه لايكره؛لأنه لم يكره من ثياب أهل الذمة إلا السراويل مع استحلالهم الخمر،فهٰذا أولٰى. (رد المحتار: ۱/ ۳۵۰،فصل فی الاستنجاء قبيل كتاب الصلاة)(۱)(فتاویٰ حقانیہ:۳/۱۹۸)

سجدہ میں جاتے وقت شلوار اوپر اٹھانے کا حکم:

سوال: جناب مفتی صاحب! بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ سجدہ میں جاتے وقت اپنی شلوار وغیرہ کو اوپر کرتے رہتے ہیں، کیا اس طرح کرنے سے نماز پر کوئی اثر پڑتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز کی حالت میں بلاضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے،البتہ اگر ضرورت ہو تو پھر اس میں کوئی کراہت نہیں۔(۲)

قال العلامة الحصكفى رحمه اللّٰه:(و) كره(كفه)أى رفعه ولولتراب كمشمر كم أوذيل وعبثه به أى بثوبه وبجسده للنهى إلا لحاجة ولابأس به خارج صلاة.

قال ابن عابدين:تحت قوله وعبثه)قال فى النهاية:وحاصله إن كل عمل هومفيد للمصلى فلا بأس به ... فلما ما ليس بمفيد فهو البعث. (۳)(فتاویٰ حقانیہ:۳/۱۹۹)

منہ ڈھانپ کر نماز پڑھنا:

سوال: سردیوں کے موسم میں لوگ چادر، یا رومال سے منہ ڈھانپ کر نماز پڑھتے ہیں،اس طرح نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) قال العلامة السيدأحمد الطحطاوى (تحت قوله وثياب الفسقة وأهل الذمة):مثلهم أهل الحرب (قوله:طاهرة) ظاهره جواز الصلاة فيها من غير كراهة، فى التجنيس: أن الصلاة فى سراويل أهل الذمة مكروهة، قال الحلبى:ولعله لأنهم لايستزئون ولا يستنجون.(حاشية الطحطاوى على الدرالمحتار،كتاب الطهارة،فصل فى الإستنجاء: ۱/ ۱۶۸،قبيل كتاب الصلاة)

(۲) عن ابن عباس رضى اللّٰه عنه قال:أمر النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أن يسجد علٰى سبعة أعضاء ولا يكف شعره ولا ثيابه.(جامع الترمذى،باب ماجاء فى السجود علٰى سبعة أعضاء: ۱/ ۶۲،مكتبة أشرفية ديوبند،انيس)

(۳) رد المحتار،كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/ ۲۰۶،انيس

قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالى:وكف ثوبه أى رفعه بين يديه أومن خلفه إذا أراد السجود وقيل: أن يجمع ثوبه ويشده فى وسطه لما فيه من التجبرالمنافى للخشوع لقوله صلى اللّٰه عليه وسلم: أمرت أن أسجد علٰى سبعة أعظم وأن لا أكف شعراً ولاثوباً.(مراقى الفلاح علٰى صدرالطحطاوى،فصل فى المكروهات،ص: ۲۸۴)

الجواب

نماز میں ناک اور منہ کا چھپانا مکروہ ہے؛ اس لیے سردیوں، یا گرمیوں میں اس طرح کرنے سے اجتناب کیا جائے، اس سے نماز میں کراہت آتی ہے۔

لمافی الهندیة: ویکره التلثم وهو تغطیة الأنف والفم فی الصلاة والتثاؤب، إلخ. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/۲۰۱)

بالوں کا جوڑا بنا کر نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: آج کل اکثر عورتیں سر کے بالوں کو ایک جگہ جمع کر کے باندھ لیتی ہیں، جس کو جوڑا کہا جاتا ہے، کیا اس حالت میں نماز پڑھنا درست ہے؟

الجواب

عورتوں کا بالوں کو ایک جگہ جمع کر کے باندھ کر (جوڑا کر کے) نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر چہ بدون حالت نماز بوقت ضرورت بالوں جوڑا بنانا مباح ہے۔ (۲)

لما قال العلامة الحکفی: (وعقص شعره)، آه، قال ابن عابدین تحت قوله: وعقص شعره) أی ضفره وفتله والمراد به أن یجعله علٰی هامته ویشده بصمغ أوأن یلف ذوائبه حول رأسه کما یفعله النساء فی بعض الأوقات أویجمع الشعر کله من قبل القفاء ویشد بخیط أوخرقة کی لا یصیب الأرض إذا سجد، وجمیع ذلک مکروه. (۳) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/۲۰۲-۲۰۳)

(۱) الفتاویٰ الهندیة: ۱/۱۰۷، الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة

لما قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: ویکره... وتغطیة أنفه وقمه، لمارویناء، قال السید أحمد الطحطاوی (تحت قوله: لمارویناء) من أنه صلی اللّٰه علیه وسلم نهی عن أن یغطی أرجل فاه، کذا فی الشرح. (حاشیة الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، ص: ۳۵۰، مکتبة دارالکتاب دیوبند، انیس)

(۲) أنه علیه الصلاة والسلام: "نهٰی أن یصلی الرجل ورأسه معقوص". {رواه احمد وابن ماجة والترمذی} (نیل الأوطار: ۲/۲۲۶، انیس)

عن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أمرت أن لا أکف شعراً ولا ثوباً. (سنن ابن ماجة، کتاب الصلاة، باب کف الشعر والثوب فی الصلاة، ص: ۷۴، کتب خانه رشیدیة دهلی، انیس)

(۳) الدرالمحتارعلٰی رد المحتار، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب: فی الخشوع: ۲/۴۰۸، مکتبة زکریا، انیس

وفی الهندیة: ویکره عقص شعره وهوجمع الشعرعلی الرأس واشده بشئ حتٰی لاینحل، کذا فی التبیین، واختلف الفقهاء فیه علٰی أقوال: فقیل: أن یجمعه وسط رأسه کشده، وقیل: أن یلف زوائبه حول رأسه کما یفعله النساء، وقیل: أن یجمعه من قبل القفا ویمسکه بخیط أوخرقة وکل ذلک مکروه، کذا فی البحرالرائق. (الفتاوٰی الهندیة: ۱/۱۰۶، الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة)

لہسن پیاز وغیرہ کھا کر نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: لہسن، پیاز یا مولی کھا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

لہسن، پیاز، یا مولی وغیرہ کھانے سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے، بہتر ہے کہ اس کو زائل کر کے نماز پڑھی جائے، اس بدبو کے ساتھ نماز پڑھنا مسجد کے علاوہ ہر جگہ مکروہ ہے؛ اس لیے کہ حدیث میں ان کو کھا کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

عن علی رضی اللّٰہ عنه أنه قال: نهی عن أکل الثوم إلا مطبوخًا. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۰۵/۳)

نماز میں ایڑیوں کے بل بیٹھنے سے نماز کا حکم:

سوال: بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ کسی بیماری کی وجہ سے نماز میں اپنے پاؤں صحیح طریقہ سے نہیں رکھ سکتے؛ اس لیے وہ نماز میں ایڑیوں کے بل بیٹھتے ہیں، کیا اس صورت میں نماز صحیح ہوگی؟

الجواب

نماز میں ایڑیوں کے بل بیٹھنا مکروہ ہے، البتہ اگر کسی کو بیماری ہو تو اس کی نماز اسی حالت میں (یعنی ایڑیوں کے بل بیٹھ کر) بلا کراہت درست ہے۔

قال العلامة ابن عابدین (تحت قوله: واقعاؤه): والکرخی بأن ینصب قدمیه ویقعد علٰی عقبیه ویضع یدیه علی الأرض... قال فی البحر: وینبغی أن تکون الکراهة التحریمیة علی الأول تنزیهیة علی الثانی. (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۰۵/۳)

---

(۱) الجامع للترمذی، کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی الرخصة فی أکل الثوم مطبوخاً: ۳/۲ (رقم الحدیث: ۱۸۰۸، انیس)

عن علی رضی اللّٰه عنه قال: نهی عن أکل الثوم إلا مطبوخًا. (سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی أکل الثوم: ۳۶۷/۲، رقم الحدیث: ۳۸۲۸، انیس)

(۲) رد المحتار، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب: إذا تردد الحکم بین سنة و بدعة: ۶۴۳/۱، مکتبة زکریا، انیس

قال العلامة السید أحمد الطحطاوی: تحت قوله: (و) کره (الاقعاء) وقال الکرخی هو أن ینصب قدمیه ویقعد علٰی عقبیه واضعًا یدیه علی الأرض، قال الزیلعی: ... لا أن ماقاله الکرخی غیر مکروه بل یکره ذلک أیضا. (طحطاوی حاشیة مراقی الفلاح: ۲۸۳، باب مایکره فی الصلاة) (حاشیة الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی المکروهات، ص: ۳۴۸، مکتبة دار الکتاب دیوبند، انیس)

تشہد میں دامن صحیح کرنا:

سوال: بعض لوگ جب التحیات میں بیٹھتے ہیں تو اپنا دامن صحیح کرتے رہتے ہیں، ان کے اس عمل سے نماز پر کیا اثر پڑے گا؟

الجواب

نماز میں تشہد، یا دوسرے مواقع میں اپنے کپڑوں، یا بدن، یا کسی اور چیز سے کھیلنا شرعا مکروہ ہے، اگر چہ اس سے نماز تو فاسد نہیں ہوتی ؛ مگر مکروہ ضرور ہوتی ہے؛ اس لیے صورت مسئولہ میں تشہد میں دامن کا صحیح کرنا عمل کثیر ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے؛ تاہم اگر دامن گھٹنوں کے نیچے آ کر تکلیف کا باعث بنتا ہو تو بدون عمل کثیر کے درست کر سکتا ہے۔

لما قال الحصكفي: وكره كفه أي رفعه ولو لتراب كمشمر كم أو ذيل وعبثه به أي بثوبه وبجسده للنهي إلا لحاجة ولا بأس به. (۱) (فتاویٰ حقانی: ۲۰۷/۳)

سوئے ہوئے شخص کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: اگر کسی نمازی کے آگے کوئی شخص سو رہا ہو تو اس نمازی کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

سویا ہوا شخص قبلہ رو رخ ہو کر سویا ہوا اور نمازی کی طرف اس کی پشت ہو تو اس کے سامنے نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے؛ تاہم اگر اس کا رخ نمازی کی طرف ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ (۲)

لما قال العلامة الحصكفي: (و) لا يكره (صلوٰة إلىٰ ظهر قاعد) أو قائم ولو (يتحدث) إلا إذا خيف الغلط بحديثه.

قال ابن عابدين تحت (قوله: إلىٰ ظهر قاعد): قيد بالظهر احتراز عن الوجه فإنها تكره إليه كما مر... وفي شرح المنية: أفاد به نفي قول من قال بالكراهة بحضرة المتحدثين و كذا بحضرة النايمين ... وفي النائمين إذا خاف ظهور شئ يضحكه. (۳) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۰۹/۳)

---

(۱) الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ٤٠٦/٢، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)
قال العلامة أبو البركات النسفي: وكره عبثه بثوبه وبدنه وقلب الحصا إلا للسجود مرة وفرقعة الأصابع
(كنز الدقائق علىٰ هامش البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها: ١٩/٢، انيس)

(۲) عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تصلوا خلف النائم ولا المتحدث.
(سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب الصلاة إلى المتحدثين: ١٠١/١، رقم الحديث: ٦٩٤، دار الفكر بيروت، انيس)

(۳) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ٤٢٢/٢، مكتبة زكريا ديوبند، انيس ==

نماز میں عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں دعا مانگنے کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص نماز میں عربی کے علاوہ اردو، پشتو، وغیرہ زبانوں میں اللہ تعالی سے دعائیں مانگنا شروع کردے تو اس سے نماز پر کیا اثر پڑے گا؟

الجواب

مسنون طریقہ یہ ہے کہ نماز میں صرف عربی زبان میں دعا کی جائے، اگر کسی اور زبان میں دعا کی جائے تو نماز کراہت سے خالی نہ ہوگی۔

لما قال ابن عابدين: وظاهر التعليل أن الدعاء بغير العربية خلاف الأولٰى وأن الكراهة تنزيهية. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۰۹/۳)

دوران نماز بچے کا گود میں بیٹھ جانا:

سوال: نماز کی حالت میں اگر بچہ سامنے آجائے، یا گود میں بیٹھ جائے تو اس سے نماز فاسد ہوتی، یا نہیں؟

الجواب

اگر بچہ خود قصداً گود میں آکر بیٹھ جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، ایسے ہی اگر بچے کے رونے، یا گر جانے کا خطرہ ہو اور اس مقام میں کوئی دوسرا نہیں، جو اس کی حفاظت کر سکے، اس صورت میں بھی بچے کو گود میں لینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ ان مذکورہ شرائط کے علاوہ قصداً بطور محبت بچے کو اٹھا کر نماز پڑھتا ہے تو اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

صلّٰى وهو حامل صبيا جازت صلاته ويكره ولو لم يكن هناك من يحفظه ويتعهد وهو يبكى فلا يكره، هٰكذا فى محيط السرخسى. (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۱۰/۳)

== قال إبراهيم الحلبى: ولا بأس بأن يصلى متوجها إلٰى ظهر رجل قاعدًا الطاهر أن التقييد به باعتبار الغالب وأنه لا فرق بين كونه قاعدًا أو قائمًا وقوله يتحدث لإفادة نهى قول من قال بالكراهة بحضرة المتحدثين وكذا بحضرة النائمين. (الكبيرى: ۳۵۸، كراهية الصلاة)

(۱) رد المحتار، كتاب الصلاة: ۵۲۱/۱، مطلب فى الدعاء بغير العربية، باب صفة الصلاة

قال العلامة عبد الحى الكهنوى رحمه اللّٰه: ومنها أن يدعوا بالعربية ليكون أقرب إلى الإجابة فإن اللسان العربى من الفضل ماليس لغيره... فى غرر الأفكار شرح درر البحار فى بحث الدعاء بعد التشهد: كره الدعا بلا عجمية، إلخ. (السعاية: ۲۴۵/۲، باب صفة الصلاة)

(۲) الفتاوٰى الهندية: ۱۰۷/۱، الفصل الثانى فيما يكره فى الصلاة

قال الحصكفى: يكره... وحمل الطفل وماورد نسخ بحديث أن فى الصلاة شغلاً. (الدر المختار علٰى صدر المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۴۲۵/۲، مكتبة زكريا ديوبند)

چادر بچھا کر نماز پڑھنا:

سوال: مسجد میں چادر بچھا کر اس پر نماز پڑھنا شرعا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسجد میں چادر بچھا کر اس پر نماز پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ زمین کی صلابت موجود رہے، اگر زمین کی صلابت معلوم نہ ہوتو پھر مکروہ ہے۔(۱)

رجل يصلى على الأرض ويسجد علىٰ خرقه وضعوها بين يديه ليقى بها الحر لا بأس به، كذا فى الظهرية. (۲) (فتاویٰ حقانیہ:۳/۲۱۱)

نماز میں کپڑوں کو صحیح کرنا:

سوال: رکوع سے سجدہ کو انتقال کے وقت شلوار کو اوپر کی طرف کھینچنا، ایسے ہی سجدہ سے اٹھتے وقت اپنے کپڑوں کو صحیح کرنا، کیا شرعا ایسا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

بغیر حاجت کے کپڑوں کو صحیح کرنا جب عمل کثیر تک نوبت نہ پہنچے تو مکروہ ہے اور حاجت کے ساتھ بلا کراہت جائز ہے اور اگر عمل کثیر تک نوبت پہنچے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔(۳)

قال الحصكفى: وكره كفه أى رفعه ولو لتراب كمشمر كم أو ذيل. (۴) (فتاویٰ حقانیہ:۳/۲۱۴)

---

(۱) عن أبى سعيد أن النبى صلى الله عليه وسلم صلىٰ على الحصير. (الجامع للترمذى، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى الصلاة على الحصير: ۷۵/۱، رقم الحديث: ۳۳۰، انيس)

(۲) الفتاوىٰ الهندية: ۱۰۸/۱، الفصل الثانى فيما يكره فى الصلوٰة وما لايكره

قال طاهر بن عبد الرشيد البخارى: ولو سجد علىٰ ذيله أو كمه أو كور عمامته يتقى بذلك حرا لأرض وبردها يجوز عند نا. (خلاصة الفتاوىٰ: ۵۹/۱، جنس آخر فيما يكره)

(۳) عن ابن عباس قال: أمر النبى صلى الله عليه وسلم: "أن يسجد علىٰ سبعة أعضاء ولا يكف شعره ولا يثابه". (الجامع للترمذى، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى السجود علىٰ سبعة أعضاء: ۶۲/۱، مكتبة أشرفية ديوبند، انيس)

(۴) الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۴۰۶/۲، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

و يكره للمصلى أن يعبث بثوبه أو لحيته أو جسده وأن يكف ثوبه بأن يرفع ثوبه من بين يديه أو خلفه إذا أراد السجود كذا فى معراج الدراية ولا بأس بأن ينفض ثوبه كيلا يلتف بجسده فى الركوع ولا بأس بأن يمسح جبهته من التراب والحشيش. (الفتاوىٰ الهندية: ۱۰۵/۱، فصل الثانى فيما يكره فى الصلاة وما لايكره)

نماز کے لیے ایک جگہ متعین کر لینا:

سوال: زید نے یہ عقیدہ بنایا ہے کہ مجھے مسجد میں ایک ہی جگہ نماز پڑھنی ہے اور اگر زید کی جگہ پر ماجد نماز پڑھنے لگا تو ماجد نے زید کو ہٹا دیا اور زید اپنی جگہ پر نماز پڑھنے لگا، تو کیا زید کی نماز ہوگی، یا نہیں؟

هو المصوب

نماز ہو جائے گی، البتہ زید کا مذکورہ طرز عمل درست نہیں ہے اور ایک ہی جگہ متعین کر لینا مکروہ ہے۔(۱)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۴۵-۴۴۶)

مسجد میں جگہ مخصوص کرنا:

سوال: مسجد میں جماعت کے وقت اپنے لیے ایک جگہ مخصوص کر لینا کیسا ہے؟ ہماری مسجد میں ایک صاحب امام کے ٹھیک پیچھے کھڑے ہوئے ہیں، اذان نہیں کہتے؛ لیکن اقامت بلا اجازت مؤذن کہتے ہیں، اگر دیر سے آتے ہیں تو مصلیان کے بیچ کہنیاں مار کر گھس جاتے ہیں، یہ عمل کیسا ہے؟

هو المصوب

مذکور طریقہ درست نہیں ہے، اپنے لیے اس طرح سے جگہ مخصوص کرنا مکروہ ہے۔(۲)

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۴۶)

مسجد میں انگلیاں چٹخانا:

سوال: مسجد میں اور اسی طرح اگر وہ منتظر صلوۃ ہو تو دونوں حالتوں میں انگلی چٹخانا کیسا ہے؟ اگر مکروہ ہے تو تحریمی، یا تنزیہی؟

هو المصوب

دونوں صورتوں میں انگلیوں کا چٹخانا مکروہ تنزیہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کے چٹخانے سے روکا ہے۔(۳)

---

(۱) ویکرہ للإنسان أن یخص لنفسه مکانًا فی المسجد یصلی فیه. (الفتاویٰ الهندیة: ۱/۳۵٦)

(۲) قوله: "تخصیص مکان لنفسه" لأنه یخل بالخشوع، کذا فی القنیة أی لأنه إذا إذا اعتاده ثم صلیٰ فی غیره یبقی باله مشغولا بالأول بخلاف ما إذا لم یألف مکانا معیناً. (ردالمحتار، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۲/٤۳٦)

(۳) إذا توضا أحدکم ثم خرج إلی المسجد فلا یشبک بین أصابعه فإنه فی الصلاة. (صحیح ابن خزیمة، کتاب الصلاة، باب النهی عن التشبیک بین الأصابع عند الخروج إلی الصلاة، رقم الحدیث: ٤٤١/السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الجمعة، باب لایشبک بین أصابعه إذا خرج إلی الصلاة، رقم الحدیث: ٦٠٩٢/مسند أحمد بن حنبل: ٤/٢٤١، رقم الحدیث: ١٨١٢٨، قال شعیب الأرناؤط: حدیث حسن وهٰذا إسناد ضعیف)

فقہانے اس حدیث کی بنیاد پرصراحت کی ہے کہ نماز کی حالت ہو یا نماز سے باہر ہو، اگر مسجد میں یہ عمل ہوتو مکروہ ہے۔فتاویٰ ہندیہ میں صراحت ہے:

ویکره أن یشبک أصابعه... والفرقعة خارج الصلاة کرهها کثیر من الناس.(۱)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۴۷-۴۴۸)

اندھیرے میں نماز پڑھنا:

سوال (۱) کیا آنکھ بند کر کے نماز پڑھ سکتا ہوں؟

(۲) کیا دعا آنکھ بند کر کے مانگی جاسکتی ہے؟

(۳) کمرہ میں روشنی جلا کر نماز پڑھنی ہوگی؟

هو المصوب

(۱-۲) آنکھ بند کر کے نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں، البتہ اگر کبھی کمال خشوع کے لیے بند کر لے تو جائز ہے۔(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ آنکھ بند کر کے نمازیں نہیں پڑھا کرتے تھے، بہت سی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں، دعا میں بند کرنا جائز ہے۔

(۳) اندھیرے میں نماز پڑھی جاسکتی ہے؛ لیکن روشنی میں اولیٰ ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۵۴)

نماز میں کرتے پر لنگی باندھنے کا حکم:

سوال: زید کہتا ہے: قمیص کے اوپر لنگی باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور عمر کہتا ہے کہ یہ بات مکروہات صلوۃ میں نہیں ہے۔زید ''مجموعۂ فتاویٰ'' حضرت مولانا عبدالحئ صاحب لکھنویؒ کی جلد اول، استفتاء نمبر: ۱۷، کا حوالہ بتلاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ زید کا حوالہ بتلانا اور نماز میں قمیص کے اوپر لنگی باندھنا مکروہ ہے، یا نہیں؟

الجواب

حامدًا ومصلیًا،الجواب وباللہ التوفیق: زید کا ''مجموعہ فتاوی'' حضرت مولانا عبدالحئ صاحب، جلد

---

(۱) **الفتاویٰ الهندیة،الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة،وما لا یکره: ۱/۱۰۶،مکتبة زکریا دیوبند،انیس**

(۲) **عن ابن عباس رضی الله عنه قال:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:إذا قام أحدکم فی الصلوٰة فلا یغمض عینیه. (المعجم الأوسط للطبرانی: ۱/۶۰۳،رقم الحدیث: ۲۲۱۸،انیس)**

(وتغمیض عینیه) للنهی إلا لکمال الخشوع.(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة،باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۲/۴۱۳)

اول استفتاء نمبر: ۱۷، کا حوالہ بتلانا سراسر غلط اور دھوکہ ہے، ''مجموعہ فتاویٰ'' کی تینوں جلدوں میں اس قسم کا کوئی فتویٰ باوجود تلاش کے مجھے نہیں ملا، زید کولازم ہے کہ صفحہ نمبر لکھے، باقی زید کا یہ کہنا کہ قمیص کے اوپر لنگی باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، یہ من وجہ صحیح ہے۔ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب نے ''نفع المفتی والسائل'' ص: ۸۵، میں لکھا ہے:

''ویکره الإزار فوق القمیص فی الصلاة''.(۱)

لیکن اصل مذہب میں کپڑے کا خلاف دستور پہننا؛ یعنی جس طریقہ سے اس کو اہل تہذیب پہنتے ہوں، اس کے خلاف اس کا استعمال کرنا یہ مکروہ ہے، ونیز نماز میں وہ کپڑا پہننا مکروہ ہے، جس کو پہن کر عام طور پر لوگوں کے پاس نہ جا سکتا ہو۔(۲)

برما میں تمام زیر بادی مسلمان ہمیشہ قمیص پر لنگی باندھتے ہیں، لہذا یہ مکروہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

(مرغوب الفتاوی: ۲/ ۲۰۸-۲۰۹)

نماز میں ہلنے کا حکم:

سوال: ایک مسجد کے امام صاحب جب بھی نماز باجماعت ادا کرانے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور نیت کرنے کے بعد جب قرأت شروع کرتے ہیں تو شدت کے ساتھ سارا بدن اور دونوں شانے ہلنا شروع ہو جاتے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ مرگی اور رعشہ کی جیسی حالت ہو، دونوں شانے زور زور سے متواتر ہلتے رہتے ہیں، جس سے نمازیوں کو کراہت ہوتی ہے، نماز کی حالت میں ایسی حرکت درست ہے، یا نہیں؟ اور نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

حامدًا ومصليًا، الجواب وبالله التوفيق:

امام کی یہ حرکت اختیاری ہے، یا اضطراری؟ اگر اختیاری ہے تو اس سے نماز مکروہ ہوگی اور اگر بے اختیاری ہے تو امام

---

(۱) ذخيرة المسائل، ترجمه نفع المفتی والسائل: ص: ۱۹۰

(۲) ...وصلاته فی ثياب بذلة يلبسه فی بيته ومهنه أی خدمة أن له غريها وإلا لا. (الدر المختار)

وفسرها فی ردالمحتار عن شرح الوقاية: ''بما يلبسه فی بيته ولايذهب به إلى الأكابر والظاهر أن الكراهة تنزيهية''. (فتاوی عبدالحیء، ص: ۴۰۷/۱، قبيل مطلب فی الخشوع)

تكميل: من المكروهات أيضا الصلاة فی ثياب المهنة وفسرها صدر الشريعة بما يلبسه فی بيته ولا يذهب به إلى الأكابر. (النهر الفائق، فصل فيما يكره خارج الصلاة: ۲۸۷/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

وفسر ثياب البذلة فی شرح الوقاية بما يلبسه فی بيته ولا يذهب به إلى الأكابر. (البحر الرائق، فصل فيما يكره خارج الصلاة: ۳۵/۲، دار الكتاب الإسلامی بيروت، انيس)

معذور کے حکم میں ہے، نماز مکروہ نہیں، (۱) اگر کوشش سے یہ حرکت موقوف ہو سکتی ہے تو امام کو لازم ہے کہ کوشش کر کے حرکت کو موقوف کرے، ورنہ مجبوری ہے، نماز صحیح ہے، امام صاحب اکیلے نماز پڑھتے ہوں اور اس وقت بھی حرکت رہتی ہو تو بظاہر یہ حرکت اختیاری ہے، ورنہ اختیاری ہے، اپنے خشوع وخضوع کا اظہار مقصود ہے، جو معیوب وقابل ترک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاوی:۲/۲۰۹-۲۱۰)

نماز میں کندھوں سے چادر کا گر جانا:

سوال: کبھی نماز کی حالت میں نمازی کے کندھوں سے چادر گر جاتی ہے، اس صورت میں نمازی کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

اگر نماز کے اندر کندھوں سے چادر گر جائے اور سدل کی صورت اختیار کر لے، اس کی اصلاح عمل قلیل سے اگر ممکن ہو تو چادر کو ایک ہاتھ سے کندھوں پر ڈال لینا چاہیے؛ کیوں کہ نماز میں سدل مکروہ ہے، اسی طرح اس اصلاح سے ذہنی تشویش بھی ختم ہو جائے گی، جو چادر کے گرنے سے پیدا ہو چکی تھی۔

لما قال العلامة الحصكفي: (وكره)... (سدل) تحريمًا للنهي (ثوبه) أي إرساله بلا لبس معتاد وكذا القباء بِكُمٍ إلىٰ وراء، ذكره الحلبي كشد ومنديل يرسله من كتفيه. (۲) (فتاویٰ حقانیہ:۳/۲۰۶)

---

(۳) عن ابن جريج قال: قلت لعطاء: الرجل يتمطى في الصلاة؟ قال: لم يبلغني فيه شيء ولكني لا أحبه، قلت: فيقعقع الرقبة والأصابع وغير ذلك في الصلاة؟ قال: أكرهه، قلت: التنخع أو الإمتخاط والبزاق وإدخال الرجل يده في أنفه؟ قال: لاتفعله في الصلاة، قلت: فالإحتكاك في الصلاة والارتداء والإتزار في الصلاة قال: كل ذلك لا تفعله في الصلاة. (المصنف لعبد الرزاق، باب التحريك في الصلاة: ۲/۲۶۳، رقم الحديث: ۳۲۹۶، انيس)

(۱) الدرالمختار علىٰ صدر رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۲/۴۰۵، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

لما قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالي: (و) يكره (سدله) تكبرًا أو تهاؤنًا وبالعذر لايكره وهو أن يجعل الثوب علىٰ رأسه عكتفيه أو كتفيه فقط ويرسل جوانبه من غير أن يضمها. (حاشية الطحطاوي علىٰ مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۰، مكتبة دارالكتاب ديوبند، انيس)

"ويكره السدل في الصلاة". (مختصر الطحاوي)

وذلك لما حدثنا دعلج بن أحمد قال: حدثنا موسى بن هارون قال: حدثنا الحسن بن عيسى قال: حدثنا عبدالله بن المبارك قال: حدثنا الحسن بن ذكوان عن سليمان الأحول عن عطاء عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن السدل في الصلاة وأن يغطي فاه في الصلاة. (شرح مختصر الطحاوي للجصاص، كتاب الكراهية: ۸/۵۲۷، دارالبشائر الإسلامية، انيس)

کیا چادر ورضائی کا لٹکانا اسبال میں داخل ہے:

سوال: کرتا، انگرکھا، پائجامہ ٹخنے سے نیچے لٹکانا مردوں کو جائز نہیں، آیا اس میں چادر رضائی داخل ہوگئی، جب کہ اس کا آنچل کندھے پر ڈالا جاوے اور ٹخنوں سے نیچے لٹک جاوے اوڑھنے کی حالت میں؟

الجواب

چادر رضائی کا لٹک جانا اس میں داخل نہیں؛ کیوں کہ وہ موضوع اس لیے نہیں ہیں کہ ٹخنے سے نیچے رہے، محض اتفاقی امر ہے۔

جمادی الاولی ۱۳۲۹ھ۔ (تتمہ اولیٰ، ص: ۱۴۸) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۴۳)

☆ ☆ ☆

اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، ومالکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبۃ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پر بدھ نگر (مظفرنگر) یوپی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۸)	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد / مولانا عبدالکریم گمتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۲)	امداد المفتیین	حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۳)	مجموعۂ فتاویٰ عبدالحیٔ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابوابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انبھٹوی محدث سہارنپوریؒ	شعبۂ نشر واشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش ودیگر مفتیان	شعبۂ نشر واشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفیظ الرحمٰن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بن عبدالقادر	جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوری بن عبدالسبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارکپور، یوپی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا

(۲۱) نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۲) خیر الفتاویٰ	حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۲۳) فتاویٰ شیخ الاسلام	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۲۴) فتاویٰ حقانیہ	حضرت مولانا عبدالحق بن حاجی معروف گل پاکستانی	دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز، نزد واٹر ٹینک مغل پورہ، حیدرآباد
(۲۵) احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۲۶) فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۲۷) فتاویٰ قاضی	قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۸) فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر، سورت گجرات
(۲۹) کتاب الفتاویٰ	مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۳۰) محمود الفتاویٰ	مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب	مکتبہ نور، محمود نگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
(۳۱) حبیب الفتاویٰ	مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب	سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، دریا گنج نئی دہلی
(۳۲) فتاویٰ فرنگی محل	حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محلی	مطبع نامی نخاس لکھنؤ، یوپی، انڈیا
(۳۳) فتاویٰ ندوۃ العلماء	حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب	مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳ لکھنؤ، انڈیا
(۳۴) فتاویٰ بینات	مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان	مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
(۳۵) فتاویٰ فریدیہ	مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی	مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان
(۳۶) فتاویٰ مفتی محمود	مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی	جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
(۳۷) آپ کے مسائل اوران کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
(۳۸) مرغوب الفتاویٰ	مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیتہ، مولانا عبدالحئی نگر، سورت، گجرات
(۳۹) فتاویٰ دارالعلوم زکریا	مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ	ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی۔۶، انڈیا
(۴۰) فتاویٰ شاکر خان	مولانا مفتی محمد شاکر خان صاحب پونہ، انڈیا	مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، خردسروے نمبر ۱۴۲، شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا
(۴۱) فتاویٰ ریاض العلوم	مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور	مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، چوکیہ گورینی، جونپور (یوپی)
(۴۲) فتاویٰ بسم اللہ	حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ	جامعۃ القرءات، مولانا عبدالحئی نگر، کفلیتہ، سورت گجرات
(۴۳) فتاویٰ یوسفیہ	مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند

مصادر ومراجع

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
	﴿قرآن (مع تفاسیر وعلوم قرآن)﴾		
(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	وحی الٰہی
(۲)	جامع البیان فی تأ ویل القرآن	ابوجعفر الطبری ،محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی	۳۱۰ھ
(۳)	احکام القرآن	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبدالملک بن سلمۃ الازدی الحجری المصری الطحاوی	۳۲۱ھ
(۴)	احکام القرآن	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۵)	التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)	أبوعبداللہ،محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی،فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ
(۶)	انوار التنزیل واسرار التأ ویل (تفسیر بیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیر ازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۷)	تفسیر القرآن العظیم	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی	۷۷۴ھ
(۸)	تفسیر الجلالین	جلال الدین محمد بن احمد المحلی	۸۶۴ھ
		جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۹)	الإتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی،عبدالرحمٰن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۱۰)	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ مظہری پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۱۱)	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۲)	روح المعانی	محمود بن عبداللہ شہاب الدین ابوالثناء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ
	﴿عقائد (مع شروحات)﴾		
(۱۳)	فقہ اکبر	ابوحنیفہ،نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۴)	العقیدۃ الطحاویۃ	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۵)	شرح فقہ اکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۶)	منح الروض الأزہر فی شرح فقہ أکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ

﴿متون واطراف واجزاء حدیث﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷)	مسند ابوحنیفہ بروایۃ الحصکفی وابی نعیم	امام اعظم ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۸)	جامع معمر بن راشد	ابوعروۃ البصری معمر بن أبي عمرو راشد الأزدی	۱۵۳ھ
(۱۹)	موطأ امام مالک	امام دارالہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۰)	کتاب الآثار بروایۃ أبي یوسف	ابویوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ انصاری	۱۸۲ھ
(۲۱)	الزہد والرقائق لابن المبارک	ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی الترکی ثم المروزی	۱۸۱ھ
(۲۲)	کتاب الآثار بروایۃ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۳)	موطأ امام مالک رموطأ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۴)	الجامع لابن وہب	ابومحمد عبداللہ بن وہب بن مسلم المصری القرشی	۱۹۷ھ
(۲۵)	مسند الشافعی بترتیب السندی السنن الماثورۃ بروایۃ المزنی	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن عبدمناف الشافعی القرشی المکی	۲۰۴ھ
(۲۶)	مسند ابوداؤد الطیالسی	ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری	۲۰۴ھ
(۲۷)	مصنف عبدالرزاق صنعانی	عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی	۲۱۱ھ
(۲۸)	مسند الحمیدی	ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ القرشی الأسدی الحمیدی المکی	۲۱۹ھ
(۲۹)	الصلوٰۃ	ابونعیم الفضل بن عمرو بن حماد بن زہیر بن درہم القرشی المروف بابن دکین	۲۱۹ھ
(۳۰)	مسند ابن الجعد	علی بن الجعد بن عبید الجوھری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۱)	مصنف ابن ابی شیبہ رمسند ابن ابی شیبہ	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خورستی	۲۳۵ھ
(۳۲)	مسند اسحاق بن راھویہ	ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحنظلی المروزی، ابن راہویہ	۲۳۸ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۳)	مسند امام احمد	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۴)	فضائل الصحابۃ	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۵)	المنتخب من مسند عبد بن حمید	ابومحمد عبدالحمید بن نصر الکسی	۲۴۹ھ
(۳۶)	صحیح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۳۷)	الادب المفرد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۳۸)	صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن دردین النیشافوری	۲۶۱ھ
(۳۹)	أخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی	۲۷۲ھ
(۴۰)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی، ابن ماجہ	۲۷۳ھ
(۴۱)	سنن ابوداؤد	ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی	۲۷۵ھ
(۴۲)	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۳)	شمائل الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۴)	مسند الحارث	ابومحمد الحارث بن محمد بن داھر التمیمی البغدادی الخطیب المعروف بابن ابی اسامہ	۲۸۲ھ
(۴۵)	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی القرطبی	۲۸۶ھ
(۴۶)	الآحاد والمثانی	ابوبکر بن أبی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۴۷)	السنۃ	ابوبکر بن أبی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۴۸)	البحر الزخار المعروف بمسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بن خلاد بن عبیداللہ العتکی، البزار	۲۹۲ھ
(۴۹)	تعظیم قدر الصلاۃ	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۰)	مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۱)	القدر	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ
(۵۲)	سنن النسائی	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۳)	عمل الیوم واللیلۃ	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۵۴)	المسند	حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
(۵۵)	المنتقی	ابن الجارود ابومحمد عبداللہ بن علی النیشاپوری	۳۰۷ھ
(۵۶)	مسند الرویانی	ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی	۳۰۷ھ
(۵۷)	الکنی والأسماء	ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی	۳۱۰ھ
(۵۸)	صحیح ابن خزیمة	محمد بن اسحٰق بن المغیرة بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۵۹)	التوحید	محمد بن اسحٰق بن المغیرة بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۰)	السنة لابن ابی بکر بن الخلال	ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال البغدادی الحنبلی	۳۱۱ھ
(۶۱)	مسند السراج رحدیث السراج	ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران الخراسانی النیسابوری	۳۱۳ھ
(۶۲)	مستخرج ابوعوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم النیسابوری الاسفرائنی	۳۱۶ھ
(۶۳)	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامة الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۴)	شرح مشکل الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامة الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۵)	مکارم الأخلاق رمساوی ءالاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر الخرائطی السامری	۳۲۷ھ
(۶۶)	مسند الشاشی	ابوسعید الہیثم بن کلیب بن سریج بن معقل الشاشی البنکثی	۳۳۵ھ
(۶۷)	معجم ابن الأعرابی	ابوسعید بن الأعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم البصری الصوفی	۳۴۰ھ
(۶۸)	صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی الدارمی البستی	۳۵۴ھ
(۶۹)	المعجم الأوسط رالمعجم الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۰)	الدعاء	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۱)	مسند الشامیین	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۲)	عمل الیوم واللیلة	ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط بن عبداللہ	۳۶۴ھ
(۷۳)	سنن الدارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدارقطنی	۳۸۵ھ
(۷۴)	الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ

سن وفات	مصنف، مؤلف	اسمائے کتب	نمبر شمار
۳۸۵ھ	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	شرح مذاہب أھل السنۃ	(۷۵)
۳۸۷ھ	ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بطۃ	الإبانۃ الکبریٰ	(۷۶)
۳۸۸ھ	ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	معالم السنن	(۷۷)
۴۰۵ھ	محمد بن عبداللہ بن حمدویہ الحاکم النیسافوری	المستدرک علی الصحیحین	(۷۸)
۳۹۵ھ	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحی بن مندہ العبدی	الإیمان	(۷۹)
۴۱۸ھ	ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالکائی	شرح أصول اعتقاد أھل السنۃ والجماعۃ	(۸۰)
۴۳۰ھ	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء	(۸۱)
۴۳۰ھ	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	المسند المستخرج علی صحیح مسلم	(۸۲)
۴۳۰ھ	ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مھران البغدادی	امالی	(۸۳)
۴۵۴ھ	ابوعبداللہ محمد بن سلامۃ بن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی المصری	مسند الشھاب	(۸۴)
۴۵۸ھ	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	السنن الکبریٰ/السنن الصغیر	(۸۵)
۴۵۸ھ	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	شعب الإیمان	(۸۶)
۴۵۸ھ	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	معرفۃ السنن والآثار	(۸۷)
۴۵۸ھ	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	الدعوات الکبیر	(۸۸)
۴۵۸ھ	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	المدخل إلی السنن الکبریٰ	(۸۹)
۴۶۳ھ	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری القرطبی	جامع بیان العلم وفضلہ	(۹۰)
۴۸۸	محمد بن فتوح بن عبداللہ بن فتوح بن حمید الازدی المیورقی الحمیدی	تفسیر غریب مافی الصحیحین	(۹۱)
۵۰۹ھ	ابوشجاع، شیرویہ بن شھردار بن شیرویہ بن فناخسرو الدیلمی الھمدانی	الفردوس بمأثور الخطاب	(۹۲)
۵۱۶ھ	محی الدین ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	شرح السنۃ	(۹۳)
۵۵۲ھ	عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہرام التمیمی السمرقندی الدارمی	سنن الدارمی	(۹۴)
۵۷۱ھ	ابوالقاسم، علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر	المعجم	(۹۵)

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۹۶)	کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی	۹۷۵ھ
(۹۷)	جامع الأصول فی أحادیث الرسول	مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبد الکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ
(۹۸)	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی	۷۲۰ھ
(۹۹)	منہاج السنۃ	تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۱۰۰)	الجوھر النقی	علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ الماردینی ابن الترکمانی	۷۵۰
(۱۰۱)	جامع المسانید والسنن الھادی لأقوم السنن	ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۲)	نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الہدایۃ	جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی	۷۶۲ھ
(۱۰۳)	البدر المنیر رمختصر تلخیص الذھبی	ابن الملقن سراج الدین ابو حفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۰۴)	تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین	عبد الرحیم بن الحسین بن عبد الرحمٰن الحافظ العراقی	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابو نصر عبد الوھاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السید محمد مرتضی الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۱۰۵)	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نور الدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان الہیثمی	۸۰۷ھ
(۱۰۶)	موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان	ابو الحسن نور الدین علی بن أبی بکر بن سلیمان الھیثمی	۸۰۷ھ
(۱۰۷)	الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۰۸)	التلخیص الحبیر	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۰۹)	المقاصد الحسنۃ	محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۱۰)	الجامع الصغیر رالفتح الکبیر	جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۱)	تنویر الحوالک شرح موطأ الامام مالک	جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۲)	جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد	العلامۃ محمد بن محمد سلیمان المغربی	۱۰۹۴ھ
(۱۱۳)	آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۱۱۴)	اعلاء السنن	مولانا ظفراحمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ

﴿شروح وعلل حدیث﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۱۱۵)	شرح صحیح البخاری	ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک	۴۴۹ھ
(۱۱۶)	النووی شرح مسلم	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۱۱۷)	احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام	تقی الدین ابوالفتح الشھیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ
(۱۱۸)	المفاتیح شرح المصابیح	الحسین بن محمد بن الحسن مظہرالدین الزیدانی الکوفی الضریرالشیر ازی الحنفی	۷۲۷ھ
(۱۱۹)	الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن عبداللہ بن محمد الحسن الطیبی	۷۴۳ھ
(۱۲۰)	فتح الباری	زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب بن الحسن السلامی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۲۱)	المحلی شرح الموطأ	ابوعبداللہ محمد بن سلیمان بن خلیفہ المالکی	
(۱۲۲)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجرالکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۳)	شرح المصابیح	محمد بن عزالدین عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی المشھو ر بابن ملک	۸۵۴ھ
(۱۲۴)	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۲۵)	شرح سنن أبي داؤد	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۲۶)	قوت المغتذی شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۲۷)	مصباح الزجاجۃ شرح سنن ابن ماجۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۲۸)	ارشادالساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی المصری	۹۲۳ھ
(۱۲۹)	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۰)	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۱)	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۳۲)	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۳۳)	حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجۃ	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالھادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۳۴)	شرح مسند الشافعی	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالھادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۳۵)	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی بن عبدالغنی العجلونی الدمشقی الشافعی	۱۱۶۲ھ
(۱۳۶)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمانی	۱۱۸۲ھ
(۱۳۷)	نیل الأوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۳۸)	مظاہر حق	نواب قطب الدین دہلوی	۱۲۸۹ھ
(۱۳۹)	بذل المجہود فی حل أبی داؤد	المحدث خلیل احمد السہارنفوری	۱۲۹۷ھ
(۱۴۰)	التعلیق المجد علی موطا الإمام محمد	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۱)	حاشیہ حصن حصین	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۲)	التعلیق الحسن علی آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۴۳)	لامع الدراری علی صحیح البخاری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۴۴)	الکوکب الدری علی جامع الترمذی	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۴۵)	عون المعبود فی شرح سنن أبی داؤد	ابوالطیب محمد شمس الحق بن أمیر علی بن مقصود علی الصدیقی العظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
(۱۴۶)	المنھل العذب المورود شرح أبی داؤد	محمود محمد خطاب السبکی	
(۱۴۷)	العرف الشذی شرح سنن الترمذی	علامۃ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۴۸)	فیض الباری شرح البخاری	علامۃ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۴۹)	تحفۃ الأحوذی شرح سنن الترمذی	ابوالعلی عبدالرحمٰن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
(۱۵۰)	فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۵۱)	التعلیق الصبیح علیٰ مشکوٰۃ المصابیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۵۲)	معارف السنن شرح جامع الترمذی	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۵۳)	أوجز المسالک إلی موطا امام مالک	مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۵۴)	مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ابوالحسن عبید اللہ بن بن محمد عبد السلام بن خاں محمد بن امان اللہ بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۵۵)	منہاج السنن شرح سنن الترمذی	مولانا مفتی محمد فرید زرویوی	۱۴۳۲ھ

﴿سیرت وشمائل﴾

(۱۵۶)	زاد المعاد فی ہدیۃ خیر الانام	ابومحمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۱۵۷)	سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر الانام	محمد بن یوسف الصلاحی الشامی	۹۴۲ھ
(۱۵۸)	لمواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ

﴿کتب فقہ احناف﴾

(۱۵۹)	الحجۃ علی اہل المدینۃ	ابوعبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۶۰)	کتاب الأصل	ابوعبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۶۱)	الجامع الصغیر	ابوعبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۶۲)	مختصر الطحاوی	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۶۳)	شرح مختصر الطحاوی	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۱۶۴)	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۳ھ
(۱۶۵)	مختصر القدوری	محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری	۴۲۸ھ
(۱۶۶)	النتف فی الفتاوی	ابوالحسن علی بن الحسین بن محمد السغدی الحنفی	۴۶۱ھ
(۱۶۷)	المبسوط	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۶۸)	شرح السیر الکبیر	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۶۹)	تحفۃ الفقہاء	علاء الدین محمد بن احمد بن ابواحمد السمر قندی الحنفی	۵۳۹ھ
(۱۷۰)	خلاصۃ الفتاویٰ رمجموع الفتاویٰ	طاہر بن احمد بن عبدالرشید البخاری	۵۴۲ھ
(۱۷۱)	المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی	ابوالمعالی محمود بن احمد بن عبدالعزیز بن مازہ البخاری	۵۷۰ھ
(۱۷۲)	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	۵۸۷ھ
(۱۷۳)	فتاویٰ قاضی خان	محمود اوزجندی قاضی خان حسن بن منصور	۵۹۲ھ
(۱۷۴)	بدایۃ المبتدی وشرحہ الہدایۃ	برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی	۵۹۳ھ
(۱۷۵)	قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۷۶)	المجتبی شرح مختصر القدروی	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۷۷)	تحفۃ الملوک	زین الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الحنفی الرازی	۶۶۶ھ
(۱۷۸)	مجمع البرکات	ابوالبرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ھاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی الدہلوی	۶۶۷ھ
(۱۷۹)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ محمود بن عبداللہ بن ابراہیم المحبوبی الحنفی	۶۷۳ھ
(۱۸۰)	الاختیار لتعلیل المختار	عبداللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابوالفضل مجد الدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۱۸۱)	الفتاویٰ الغیاثیۃ	شیخ داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۶۸۶ھ کے بعد
(۱۸۲)	مجمع البحرین وملتقی النیرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۱۸۳)	منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سدید الدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۱۸۴)	کنز الدقائق	حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۱۰، ۷۰۱ھ
(۱۸۵)	تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	فخر الدین عثمان بن علی بن محجن الزیلعی	۷۴۳ھ
(۱۸۶)	شرح مختصر الوقایۃ (شرح وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۱۸۷)	النقایۃ مختصر الوقایۃ	صدر الشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۱۸۸)	الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۶۷ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۸۹)	النھایۃ شرح الہدایۃ	حسام الدین حسن بن علی بن حجاج السغناقی	۷۱۱ھ
(۱۹۰)	جامع المضمرات شرح مختصر القدوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۱۹۱)	شرح العنایۃ علی الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی	۷۸۶ھ
(۱۹۲)	الفتاویٰ التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء الأنصاری الدہلوی	۷۸۶ھ
(۱۹۳)	السراج الوھاج فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۱۹۴)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۱۹۵)	شرح مجمع البحرین علی ہامش المجمع	ابن الملک، عبداللطیف بن عبدالعزیز	۸۰۱ھ
(۱۹۶)	الفتاویٰ البزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری الخوارزمی المعروف بابن بزازی	۸۲۷ھ
(۱۹۷)	معین الحکام	ابوالحسن علاء الدین علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی	۸۴۴ھ
(۱۹۸)	البنایۃ شرح الہدایۃ	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۹۹)	منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۰۰)	فتح القدیر علی الہدایۃ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید الحنفی	۸۶۱ھ
(۲۰۱)	کتاب التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری	ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹ھ
(۲۰۲)	درر الحکام شرح غرر الأحکام	ملاخسرو، محمد بن فرامرز بن علی	۸۸۵ھ
(۲۰۳)	شرح النقایۃ	ابوالمکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲ھ
(۲۰۴)	حاشیۃ علی العنایۃ شرح الہدایۃ	سعداللہ بن عیسیٰ بن امیرخان الرومی الحنفی الشہیر بسعدی چلپی وبسعدی آفندی	۹۴۵ھ
(۲۰۵)	ملتقی الأبحر	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۰۶)	الصغیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۰۷)	الکبیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۰۸)	جامع الرموز شرح مختصر الوقایۃ المسمیٰ بالنقایۃ	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	۹۶۲ھ
(۲۰۹)	البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	۹۷۰ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۱۰)	الفتاویٰ الحامدیۃ	حامد بن محمد آفندی القونوی العمادی المفتی بالروم	۹۸۵ھ
(۲۱۱)	تنویر الأبصار وجامع البحار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمر تاشی	۱۰۰۴ھ
(۲۱۲)	النھر الفائق شرح کنز الدقائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	۱۰۰۵ھ
(۲۱۳)	شرح النقایۃ فی مسائل الھدایۃ	نورالدین علی بن سلطان محمد الھروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۱۴)	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	نورالدین علی بن سلطان محمد الھروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۱۵)	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الشلبی	۱۰۲۱ھ
(۲۱۶)	سکب الأنہر علی فرائض مجمع الانہر	علاء الدین علی بن محمد الطرابلسی بن ناصر الدین الحنفی	۱۰۳۲ھ
(۲۱۷)	نورالایضاح ونجاۃ الارواح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۱۸)	امداد الفتاح شرح نورالایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۱۹)	مراقی الفلاح شرح نورالایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۲۰)	مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر	عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلیبولی المدعو بشیخی زادہ، المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸ھ
(۲۲۱)	الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ	خیرالدین بن احمد بن نورالدین علی ایوبی علیمی فاروقی الرملی	۱۰۸۱ھ
(۲۲۲)	الدرالمختار شرح تنویر الأبصار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن حسن الحصنی المعروف بالعلاء الحصکفی	۱۰۸۸ھ
(۲۲۳)	الفتاویٰ الھندیۃ (عالمگیریہ)	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (وجماعۃ من اعلام فقہاء الھند)	۱۱۶۱ھ
(۲۲۴)	حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۲۵)	حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۲۶)	اسعاف المولی القدیر شرح زاد الفقیر	احمد بن ابراہیم تونسی دقدوسی مصری	۱۲۲۱ھ کے بعد
(۲۲۷)	مالابدمنہ (فارسی)	قاضی ثناء اللہ الاموی العثمانی الھندی پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۲۲۸)	ردالمحتار حاشیۃ الدرالمختار	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۲۹)	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۳۰)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۳۱)	منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۳۲)	مأۃ مسائل	ابو سلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۳۳)	غایۃ الاوطار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملہوری	۱۲۷۱ھ
	ترجمہ اردو الدر المختار	مترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	--
(۲۳۴)	التحریر المختار حاشیۃ رد المختار	عبد القادر الرافعی الفاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۳۵)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبد الغنی بن طالب بن حمادۃ بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۳۶)	النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر	ابو الحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۳۷)	السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	ابو الحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۳۸)	عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ	ابو الحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۳۹)	حاشیہ علی الہدایہ	ابو الحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۴۰)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابو الحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۴۱)	مجموعۃ الفتاویٰ	ابو الحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۴۲)	مجموعۃ رسائل اللکنوی	ابو الحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۴۳)	تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء	ابو الحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۴۴)	القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۲۴۵)	رسائل الارکان	عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۲۴۶)	مجلۃ الاحکام العدلیۃ	لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ	--
(۲۴۷)	الآثار الحمیدیۃ شرح مجلۃ الاحکام العدلیۃ	عبد اللطیف بن حسین الغزی	۱۳۴۰ھ
(۲۴۸)	بہشتی گوہر	مولانا محمد اشرف علی بن عبد الحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۴۹)	بہشتی زیور	مولانا محمد اشرف علی بن عبد الحق التھانوی	۱۳۶۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۵۰)	کشف الدجیٰ عن وجہ الربوا	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۵۱)	تصحیح الاغلاط	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۵۲)	علم الفقہ	عبدالشکور بن ناظر علی فاروقی لکھنوی	--

﴿دیگر مسالک کی کتب فقہ﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۵۳)	المدونہ	امام دار الہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۵۴)	کتاب الام	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن عبدمناف الشافعی القرشی المکی	۲۰۴ھ
(۲۵۵)	المحلی بالآثار	ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی القرطبی الظاہری	۴۵۶ھ
(۲۵۶)	بحر المذہب	ابوالمحاسن عبدالواحد بن اسماعیل الرویانی	۵۰۲ھ
(۲۵۷)	المغنی	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۲۵۸)	المجموع شرح المہذب	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۵۹)	فتاویٰ النووی	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۶۰)	الشرح الکبیر علی المقنع	شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی	۶۸۲ھ
(۲۶۱)	الفتاویٰ الکبریٰ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الجرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۲۶۲)	المدخل	ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد العبدری الفاسی المالکی الشہیر بابن الحاج	۷۳۷ھ
(۲۶۳)	شرح العباب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۶۴)	الفتاویٰ الکبریٰ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۶۵)	المبدع شرح المقنع	ابواسحاق، برہان الدین، ابراہیم بن محمد عبداللہ بن محمد بن مفلح	۸۸۲ھ
(۲۶۶)	المیزان الکبریٰ	ابوالمواھب عبدالوھاب بن احمد بن علی بن احمد بن علی بن زوفا بن ابی الشیخ الشعرانی	۹۷۳ھ

﴿فقہ مقارن﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۶۷)	بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۶۸)	الفقہ الاسلامی وادلتہ	ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ زحیلی	۲۰۱۵ء
(۲۶۹)	الموسوعۃ الفقہیۃ	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	--

﴿اصول فقہ﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۷۰)	اصول البز دوی	فخر الاسلام علی بن محمد البز دوی	۴۲۲ھ
(۲۷۱)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابوسہل شمس الائمہ السرخسی	۴۸۳ھ
(۲۷۲)	آداب المفتی	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۷۳)	الکافی شرح البز دوی	الحسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین السغناقی	۷۱۱ھ
(۲۷۴)	کشف الاسرار شرح اصول البز دوی	عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۲۷۵)	الأشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری	۹۷۰ھ
(۲۷۶)	غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر	احمد بن محمد المکی ابوالعباس شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۲۷۷)	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۷۸)	عمدۃ الفقہ	سید زوار حسین شاہ	۱۴۰۰ھ

﴿تزکیہ واحسان﴾

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۷۹)	ادب الدنیا والدین	ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی	۴۵۰ھ
(۲۸۰)	احیاء علوم الدین	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطّوسی	۵۰۵ھ
(۲۸۱)	غنیۃ لطالبین	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۲۸۲)	الفتح الربانی	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۲۸۳)	الترغیب والترہیب	ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۲۸۴)	الأذکار للنووی	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۸۵)	الکبائر	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز ذہبی	۷۴۸ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۸۶)	الزواجر عن اِقتراف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ

﴿لغات، معاجم، ادب وتاریخ، طبقات وتراجم﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۸۷)	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی البصری البغدادی	۲۳۰ھ
(۲۸۸)	النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر	مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری	۶۰۶
(۲۸۹)	مجمع البحار فی لغۃ الاحادیث والآثار	علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنی	۹۸۶ھ
(۲۹۰)	التعریفات الفقھیۃ	محمد عمیم الاحسان المجددی البرکتی	۱۳۹۵ھ
(۲۹۱)	قاموس الفقہ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مدظلہ
(۲۹۲)	معجم لغۃ الفقہاء	محمد رواس قلعہ جی/حامد صادق قنیبی	مدظلہ
(۲۹۳)	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروزالدینؒ	----

﴿متفرفات﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۹۴)	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۲۹۵)	ازالۃ الخفاء	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ

نوٹ: ''فتاویٰ علماء ہند، جلد-۱۱'' کے متن وحاشیہ میں ان کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی تفصیلات درج ہیں۔ (انیس الرحمٰن قاسمی/محمد اسامہ شمیم ندوی)